خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
Naeyufaq.com
Pakistanipoint
Learning Point

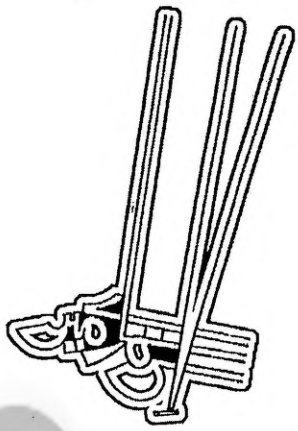

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 10
حمد — عطیہ ملک — 11
نعت — مریم نواز — 11
درجواب آں — مدیرہ — 12

دانش کدہ

رہنا آتنا — مشتاق احمد قریشی — 17

ہمارا آنچل

انٹرویو — ثنا کنول — 21

سلسلہ وار ناول

اکائی — عشنا کوثر سردار — 58
نسلوں کے اس سفر میں — اُم ایمان قاضی — 104

ناولٹ

آئینہ کی طرح سنبھال — نزہت جبین ضیاء — 78

مکمل ناول

وعدہ ہے تم سے — سلمیٰ فہیم گل — 24
مل گئیں خوشیاں — شازیہ مصطفیٰ عمران — 142

افسانے

مہمان — سلمیٰ غزل — 52
تیرے کن کے منتظر — کنیز زہرہ — 96
ہائے میرا دل — ندا حسنین — 126
یہ دل تیرا ہے — نازیہ جمال — 170
کھارے پانی جیسا — ثمینہ طابٹ — 184
گلابی شام — قرۃ العین سکندر — 190

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 81 نیپئر بیرکس، ہائی کلب آف پاکستان، اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

PakistanPoint
www.pakistanpoint.com

سرورق: حرامانی ..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

بیاض دل	میمونہ رومان	195	یادگار لمحے	جویریہ سالک	212
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	198	آئینہ	شہلا عامر	216
نیرنگ خیال	ایمان وقار	202	ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	222
دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	207	آپ کی صحت	ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا	224

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 03008264242 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل: Info@naeyufaq.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ستمبر ۲۰۲۰ء کا شمارہ آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے حاضر ہے۔

جب پرچا آپ کے ہاتھوں میں آئے گا تو نیا اسلامی سال شروع ہو چکا ہوگا۔ آپ سب کو نیا اسلامی سال ۱۴۴۲ھ مبارک۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی سال کا اختتام قربانی پر ہوتا ہے اور ابتدا بھی۔ یہ دونوں قربانیاں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں پر ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو بھی نہیں بھول سکتے۔ جنہوں نے اسلام قبول کر کے دین اسلام کا پرچم سر بلند کیا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اس بار کراچی شہر میں بھی بادل گھر کر آئے اور خوب برسے یہاں تک کہ ندی نالے ابل پڑے اور شہر ڈوب کر رہ گیا۔ لوگ اپنی مدد آپ کے تحت کام کر رہے تھے۔ جب نالوں کی صفائی ہی نہیں ہوئی ہو تو پانی کہاں جاتا اس لیے ہر شخص تھک ہار کر دوسرے کو دیکھ رہا تھا اور حکومت کی نااہلی پر افسوس کر رہا تھا۔ کتنے ہی حادثات ہوئے اور کتنے لوگ ڈوب کر یا کرنٹ لگنے سے لقمہ اجل بن گئے پر وفاقی اور صوبائی حکومت اپنی ذاتی مصروفیات میں مصروف رہی اور ایک دوسروں پر تنقید کرتی رہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس مشکل میں پھنسے لوگ کس طرح اپنی منزل تک پہنچے۔ جہاں گاڑیاں بھی پانی میں تیر رہی تھیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہر پریشانی سے محفوظ رکھے، آمین۔

کرونا وائرس کی وجہ سے جہاں کچھ عرصہ سے زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ اسکول، کالج اور یونیورسٹی تو اب بھی بند ہیں اور پتا نہیں کب تک رہیں گی۔ اب کاروباری اور معاملات زندگی بہتری کی طرف آ رہے ہیں۔ پر ابھی یہ وبا جڑ سے ختم نہیں ہوئی ہے اس لیے احتیاط کریں اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اس وبا کا جڑ سے خاتمہ کرے اور ہمیں اس بیماری سے محفوظ رکھے، آمین۔

اس ماہ کے ستارے:

شازیہ مصطفیٰ، سلمیٰ فہیم گل، قرۃ العین سکندر، نازیہ جمال، ندا حسنین، نزہت جبین ضیا، ثمینہ طاہر بٹ، سلمیٰ غزل، کنیز زہرہ۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیرہ

قیصر آرا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

حمد

تیری حمد کیسے بیان ہو
تیری ذات جلے جلال ہے
مجھے علم و قلم عطا کر
یہ بھی تمہارا کمال ہے
یہ جو رنگ و نور کی روشنی
یہ بجھی ہوئی ہے جہاں میں
یہ بہار خوش بو روئے زمین
سبھی تیرا حسن و جمال ہے
کہیں روک لیتا ہے وقت کو
کہیں ڈوبے سورج کو ابھارتا
تو ستار ہے تو غفار ہے
تو اپنی مثال آپ ہے
میری خطاؤں کو بخش دے
تو بڑا رحیم و کریم ہے

عطیہ ملک

نعت

وہی ﷺ انوار کے محزن وہی ﷺ الطاف کے محور
وہی ﷺ منزل ہماری ہیں وہی ﷺ دنیا کے ہیں رہبر
سراپا وہ ﷺ لطافت ہیں مجسم وہ ﷺ نفاست ہیں
انہی ﷺ کے حسن کا شہرہ وہی ﷺ ہیں حسن کے پیکر
انہی ﷺ سے شوکت دنیا انہی ﷺ سے رفعت عقبیٰ
وہی ﷺ اعلیٰ وہی ﷺ افضل سبھی سے ہیں وہی ﷺ برتر
میرے آقا ﷺ ہیں صادق میرے آقا ﷺ امین ٹھہرے
ہوئے گفتار میں اونچے ہوئے کردار میں برتر
وہ چہرہ نور کا ہالہ اسی سے دین ہے پھیلا
ہوا مسحور بے شک جس نے دیکھا چہرہ انور
یقین جانو ملا مجھ کو سکون و راحت دل ہے
جھکایا جب سے میں نے ہے سر سرکار کے در پر

مریم نواز

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

درجواب آں

مدیرہ

اقرأ صغیر احمد...... کراچی

پیاری اقرأ! سدا سہاگن رہو، آپ نے تو "تیری زلف کے سر ہونے تک" کے بعد قارئین کو اس کے سحر میں مبتلا کردیا ہے اور پھر منظر سے غائب بھی ہوگئی ہیں۔ جب کہ قارئین آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ امید ہے جلد ہی اپنی تحریر کے ہمراہ آنچل میں جلوہ افروز ہوں گی۔ آج کل آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے، آمین۔

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

پیاری نازیہ! سدا سہاگن رہو، آپ کا اور آنچل کا ساتھ دیرینہ ہے اور ایک خوب صورت رشتہ جڑا ہوا ہے۔ آج کل آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ موسم بھی تبدیل ہورہا ہے اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے، آمین۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

اقبال بانو...... وہاڑی

پیاری اقبال! سدا سہاگن رہو، آپ نے جب بھی لکھا خوب لکھا اور قارئین نے سراہا بھی لیکن اس کے باوجود آپ رسائل سے ایک دم غائب ہوگئیں ایسا یقیناً مصروفیت کی بنا پر ہی ہوا ہوگا پر آج کل نجی ٹی وی چینل پر آپ کا ڈراما بے حد پسند کیا جارہا ہے۔ "مقدر" نے پہلی ہی قسط سے ناظرین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرلی اور اب تو یہ ڈراما اختتام کی جانب ہے۔ ہماری جانب سے اس کی قبولیت اور کامیابی پر مبارک باد قبول کریں امید ہے جلد ہی اپنی تحریر کے ہمراہ حاضر ہوں گی۔

عالیہ بخاری...... کراچی

پیاری عالیہ! خوش وآباد رہو، آپ نے لکھنے کا سفر رسائل سے شروع کیا اور اب نشریاتی ادارے کی جانب چلی گئی ہیں اور چند ڈراما نجی چینل سے نشر بھی ہورہے ہیں۔ آپ نے جب بھی لکھا دل کو چھولیا اور قارئین نے آپ کو پسند بھی کیا پر آنچل آپ کی تحریروں سے محروم ہی رہا۔ امید ہے کہ آپ یہ محرومی زیادہ دیر رہنے نہیں دیں گی اور اپنے قلم کا جادو یہاں بھی چلائیں گی۔ آپ کے چچا کی رحلت کا علم ہوا دعا گو ہوئے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرکے آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

عشنا کوثر سردار...... کراچی

پیاری عشنا! سدا شاد وآباد رہو، یوں تو آپ کی تحریر "اکائی" کو قارئین بے حد پسند کررہے ہیں اور ہر ماہ تبصرے میں بھی اظہار کرتے ہیں پر ان کو اب تحریر جمود کا شکار محسوس ہورہی ہے۔ اس لیے اس خوب صورت سا موڑ دیں۔ آج کل آپ کی والدہ کی طبیعت ناساز ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی والدہ کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ آپ کے سر پر تادیر قائم رکھے صحت وتندرستی کے ساتھ، آمین۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

پیاری نزہت! سدا سہاگن رہو۔ کچھ عرصہ سے آپ اپنے شوہر نامدار کی طبیعت کی وجہ سے پریشان رہیں اور اللہ سبحان و تعالیٰ کے کرم سے وہ اب روبہ صحت ہیں اور اس گھڑی آپ کے دروازے پر خوشی نے بھی دستک دی۔ یعنی آپ اپنی سب سے چھوٹی صاحب زادی کے نکاح سے بھی احسن طریقے سے فارغ ہوئیں، اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی بیٹی کی آنے والی زندگی خوشی وراحت سے بھر دے ان کا نصیب بلند فرمائے اور آپ کو بھی خوش، شاد وآباد رکھے، آمین۔

ماورا طلحہ...... گجرات

پیاری ماورا! سدا سہاگن رہو، پہلے شوہر نامدار کی خراب طبیعت اور اب خود بیمار ہوگئیں۔ غالباً موسم کی تبدیلی کا اثر ہے۔ اپنا خیال رکھیں کیونکہ ابھی تو آپ نے بہت سے کام سر انجام دینے ہیں اور پھر حجاب میں بھی ناول شروع ہوگیا ہے۔ اس پہ بھی توجہ دینا ہے یہ آپ کا پہلا سلسلے وار ناول ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ اور آپ کے شوہر کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

فرمائے اور آپ کو کامیابی عطا فرمائے آمین۔

قرۃ العین سکندر...... چنیوٹ

پیاری عینی! سدا آباد رہو، زندگی میں بہت سے واقعات ہمیں تکلیف کے ساتھ سبق بھی دے جاتے ہیں لیکن اگر ہم ہمت ہار جائیں تو نقصان بھی ہمارا ہی ہوتا ہے کیونکہ اس طرح ہم دنیا سے پیچھے رہ جائیں گے۔ ہمت ہارنے کے بجائے حوصلے سے کام لیں اور مشکل کا مقابلہ کریں۔ زندگی بہت خوب صورت ہے اس کی خوب صورتی کو محسوس کرتے بہتری کی امید رکھیں، بے شک اللہ سبحان و تعالیٰ کبھی بھی اپنے بندے کو مایوس نہیں کرتا۔ آج کل موسم کی تبدیلی کے باعث آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے ہمت و طاقت کے ساتھ آمین۔

نادیہ احمد...... دبئی

پیاری نادیہ! سدا سہاگن رہو، آپ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ آیا اور چھا گیا غلط نہ ہوگا۔ آپ نے بہت کم وقت میں ہی اپنے قلم کے سحر میں قارئین کو جکڑ لیا اور اب ان پر مکمل حکمرانی کررہی ہیں اور آپ نے صرف رسائل پر ہی اپنا سفر اختتام نہیں کیا بلکہ جلد ہی نشریاتی ادارے سے بھی ناظرین کی توجہ حاصل کرنے والی ہیں۔ یقیناً ''کفیل'' آپ کے قلم سے لکھا ایک خوب صورت ڈراما ثابت ہوگا۔ ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں۔

افشاں علی...... حیدر آباد

پیاری افشاں! سدا سہاگن رہو، ماں باپ اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے اولاد کے لیے انمول تحفہ ہیں اور ان میں سے کسی ایک سے بھی جدائی اولاد تصور نہیں کرتی۔ ہمیشہ ان کی سلامتی کی دعا گو رہتی ہے۔ پر جو دنیا میں آیا ہے اس کو جانا بھی ہے اور یہی قانون ہے۔ آپ کی والدہ کی رحلت کا جان کر دعا گو ہوں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے کرکے آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حمیرا عروش...... کراچی

پیاری حمیرا! سدا سلامت رہو، غالباً آپ نے لکھنے کی شروعات آنچل سے کی اور پھر دیگر رسائل میں بھی لکھ رہی ہیں اور بہت عمدہ لکھ رہی ہیں۔ پر آنچل وحجاب کا مزاج دوسرا ہے۔ اس لیے جو تحریر ''محبت قصہ پارینہ'' آپ کی جانب سے موصول ہوئی وہ قبولیت کی سند نہیں حاصل کرسکی۔ امید ہے آئندہ آنچل اور حجاب کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر ارسال کریں گی۔

فرح ریاض چیمہ...... خانیوال

پیاری فرح! سدا سلامت رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''چھوٹی سی انا'' موصول ہوئی۔ تحریر میں صرف غزل ہے ''آج جانے کی ضد نہ کرو'' اس کے علاوہ کہانی موجود نہیں ہے۔ یہ غزل سب کو ہی پسند ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس سے متاثر ہوکر کسی ادارے کو بھیج دیں۔ خیر دل چھوٹا مت کریں اس کو تحریر میں ارسال کریں اور مزید کرداروں کا اضافہ کرکے حالات و واقعات مزید لکھیں تاکہ تحریر بہتر ہوسکے۔ آپ کی پہلی تحریر آنچل میں شائع ہوچکی ہے اس کو مدنظر رکھیں، امید ہے تشفی ہوگئی ہوگی۔

ام ہانی شاہد...... ڈگری

پیاری ہانی! سدا مسکراتی رہو، ہماری زندگی میں کہیں نا کہیں کمی ضرور ہوتی ہے۔ کسی کو مکمل رشتے ملتے ہیں مگر ان کے درمیان پیار ومحبت اور آپس میں اتفاق نہیں ہوتا اور کسی کو بہت کم رشتے ملتے ہیں اور ان کے درمیان پیار ومحبت اور آپس میں اتفاق بھی ہوتا ہے۔ پر وہ رشتے ہمارے ساتھ کم عرصے کے لیے رہ پاتے ہیں۔ شاید وہ لوگ اپنی عمر ہی کم لکھوا کر لاتے ہیں۔ آپ کے ماموں نے جس طرح آپ کے بابا کی رحلت کے بعد آپ سب کا خیال رکھا قابل ستائش بات ہے ورنہ آج کے دور میں ایسے لوگ کہاں ہوتے ہیں۔ یقیناً اللہ سبحان و تعالیٰ کو ان کا یہ عمل پسند آیا ہوگا۔ جب ہی تو ان کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ آپ کے لیے یہ دکھ کی گھڑی ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے ماموں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

شفق افتخار...... سکھر

پیاری شفق! سدا آباد رہو، آپ نے اپنے لکھنے کا سفر

WaqarAzeem
www.pakistanipoint.com

آنچل سے شروع کیا۔ پر اب حالات بہت بدل گئے ہیں اور لڑکیوں کی سوچ بھی اب وہ نہیں رہی ہے۔ آپ کی جانب سے تحریر ''زادراہ'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آنچل و حجاب کے مزاج کے مطابق نہیں ہے اس لیے آنچل وحجاب کے مزاج کے مطابق لکھ کر تحریر ارسال کردیں، اس تحریر کے لیے معذرت۔

انعم زہرہ...... ملتان

پیاری انعم! سدا سہاگن رہو، آپ کا خط سامنے آتے ہی دعا فوراً ہی لبوں پر آجاتی ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ سب خیریت رکھے اور خوشیوں سے بھری زندگی عطا فرمائے، آمین۔ جس طرح آپ بات کرنے کو بے چین رہتی ہیں یہ ہی حال ہمارا بھی ہے۔ محبت کا تو لو اور دو والا معاملہ ہے۔ اس میں اگر کھوٹ آجائے تو پھر دوریاں درمیان میں آجاتی ہیں اور یہ بات محبت کرنے والے کہاں چاہتے ہیں۔ اپنے شوہر نامدار کے ساتھ آپ آنچل پڑھ رہی تھیں۔ تصور کی آنکھ سے دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ماموں خیریت سے اپنے گھر پہنچ گئے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔ ورنہ پریشانی تھی کہ مسافر کب لاک ڈاؤن کے بعد گھر پہنچتے ہیں۔ دادی کی رحلت کا جان کر افسوس ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرما کر آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ثناء خالق...... گجرات

پیاری ثناء! سدا آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''میرے چاند گواہ رہنا'' اور ''محبت اب نہیں ہوگی'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں اور نام ور افسانہ نگاروں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں۔ ابتدأ میں مختصر موضوع کو قلم بند کریں پھر طویل موضوع کی طرف آئیں، امید ہے تشفی ہوگئی ہوگی۔

طوبیٰ ممتاز...... خانیوال

پیاری طوبیٰ! خوش رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''عزم'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنے کے عمل کو وقتی طور پر چھوڑ کر اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نام ور افسانہ نگاروں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں۔ آپ کی نگارشات سنبھال کر رکھ لی ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ ماہ شامل کرلی جائیں گی۔

بشریٰ رفیق...... لاہور

پیاری بشریٰ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے شاعری موصول ہوئی۔ متعلقہ شعبہ میں بھیج دی گئی جہاں سے جواب موصول ہوا کہ آپ کی شاعری ذاتی نہیں ہے۔ برائے مہربانی نیرنگ خیال میں اپنی شاعری ارسال کریں اگر قابل اشاعت ہوگی تو ضرور جگہ بنالے گی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

پیاری پروین! سدا سہاگن رہو۔ آپ آنچل وحجاب کے ہر سلسلے میں باقاعدگی سے شرکت کرتی ہیں اور ہم بھی آپ کی آمد کے منتظر رہتے ہیں۔ اگر یوں کہیں کہ اب ہم ایک فیملی کی طرح ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ اس ادارے نے ہم سب کو آپس میں بہت خوب صورتی سے جوڑ ہوا ہے۔ ہر ایک کی تکلیف پر ہماری آنکھیں اشک بار بھی ہوتی ہیں اور خوشی کو ہم دل سے محسوس کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کی پریشانی میں پھر میں کیونکر دعا گو نہ ہوتی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ دونوں کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

پیاری فائزہ! خوش رہو، آپ کی آمد اچھی لگی۔ کرونا وائرس نے سچ میں زندگی کو مفلوج کر کے رکھا ہوا ہے۔ اب تو الحمدللہ آہستہ آہستہ بہتری آرہی ہے پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔ آپ کے بھائی کی رحلت کا سن کر افسوس ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ ویسے وہ وقت حقیقتاً خوب صورت تھا جب آپ سب آنچل میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے اور ہر تحریر پر بھرپور تبصرہ ہوتا تھا۔ اب تو ڈاک ہی تاخیر سے موصول ہوتی ہے۔ اس لیے آپ کا خط آئینہ میں لگانے کے بجائے یہاں شامل کرلیا ہے۔ یقیناً آپ کی طرح آپ کی سب دوستیں بھی آپ کی منتظر ہوں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ، خوش رہیں۔

نفیسہ رانی...... گجرات

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پیاری نفیسہ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر ''بدلہ'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کو محنت کی ضرورت ہے۔ تحریر میں نوکرانی کو اس کا مالک تنگ کرتا ہے اور پھر ایک حادثے میں مالک کی بینائی چلی جاتی ہے تب نوکرانی کا شوہر بھی مر جاتا ہے اور نوکرانی اپنے شوہر کی آنکھیں مالک کو بدلے کے طور پر لگوا دیتی ہے۔ آپ نے بہت جلدی میں تحریر لکھی اور اختتام کر دیا۔ اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نامور افسانہ نگاروں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ لکھنے میں مدد ملے۔ امید ہے تشفی ہوگئی ہوگی۔

مشل حنا..... شاہ پور

پیاری مشل! سدا مسکراتی رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''اذیت عشق'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنے کے عمل کو چھوڑ کر صرف مطالعہ پر زور دیں اور نامور افسانہ نگاروں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے لکھے ہوئے کو بھی قارئین کی نظر سے دو سے تین بار پڑھ لیا کریں۔

سدرہ زاہد شیخ..... لاہور

پیاری سدرہ! سدا شاد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''یہ کیسی عید آئی'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ موضوع اور انداز تحریر دونوں کمزور ہیں۔ اس لیے لکھنے کے عمل کو چھوڑ کر اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نامور افسانہ نگاروں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ لکھنے میں بہتر آئے، امید ہے تشفی ہوگئی ہوگی۔

سکینہ زیدی..... نامعلوم

پیاری سکینہ! سدا سلامت رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''سلوٹی'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے پر ابھی محنت کی ضرورت ہے۔ تحریر میں جو کمی ہے اس کو قارئین کی نظر سے پڑھ کر دیکھیں آپ خود سمجھ جائیں گی۔ اپنا مطالعہ وسیع کریں نامور افسانہ نگاروں کی تحریروں کو بغور پڑھیں تاکہ الفاظ کا استعمال بھی آجائے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں۔ آئندہ تحریر ای میل کرتے ہوئے اپنا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر ضرور لکھیں اور اس سلسلے کے آخر میں جو ہدایت نامہ شائع کیا جاتا ہے اس کو بھی پڑھ لیں۔

بشریٰ احمد..... ملتان

پیاری بشریٰ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر ''فوبیا'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو محنت کی ضرورت ہے۔ آپ نے شمع کے کردار کو پڑوسن دکھایا اور پھر ایک دم ہی اس کو ڈائجسٹ کا کردار بنا دیا۔ ابھی اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نامور افسانہ نگاروں کی تحریروں کو بغور پڑھیں جس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی۔ اس تحریر کے لیے معذرت۔

ثناء نور..... نامعلوم

پیاری ثناء! سدا مسکراتی رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''زمانے کے انداز بدلے گئے'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنے کے عمل کو چھوڑ کر فی الحال مطالعہ کریں اور ہمیشہ نئے لکھنے والوں کو کہا گیا ہے کہ مختصر موضوع کا انتخاب کریں تاکہ اس کو سنبھالنے میں آسانی ہو اور آپ کے لکھنے کی صلاحیت بھی معلوم ہو جائے۔ آئندہ اس بات کا خیال رکھیے گا اور اپنی تحریر پر مکمل نام و پتا ضرور لکھا کریں اور اس سلسلے کے آخر میں جو ہدایت نامہ شائع کیا جاتا ہے اس کو ضرور پڑھ لیں۔

فاطمہ عاشی..... جھنگ

پیاری فاطمہ! سدا سلامت رہو، آپ کی تحریر ''پہچان'' موصول ہوئی۔ ایک لفظ پڑھ نہیں پائی وجہ آپ بخوبی جانتی ہیں۔ تحریر لکھنے کے لیے آپ پنسل کا استعمال بے شک کریں پر ادارے کو ہمیشہ شرائط کے مطابق تحریر ارسال کریں جو اس سلسلے کے آخر میں ہر ماہ ہدایت نامہ شائع کیا جاتا ہے اس کو پڑھ لیا کریں۔

نازش گل..... خیبر پختونخوا

پیاری نازش! سدا مسکراتی رہو، آپ کی جانب سے دو تحریریں موصول ہوئیں۔ ''غرور کا سر نیچا'' اور ''بڑی عید کی بڑی خوشیاں'' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنا چھوڑیں اور صرف مطالعہ پر زور دیں نامور افسانہ نگاروں کی تحریر کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی تحریروں کا ان

www.paksociety.com
www.pakistanipoint.com

سے موازنہ کریں، قارئین کی نظر سے بھی پڑھ کر دیکھیں جہاں کہیں خامی نظر آئے اس کو درست کریں اس طرح لکھنے میں بہتری آئے گی۔

سمیرا عبدالسلام...... نامعلوم

پیاری سمیرا! سدا شاد رہو، کافی عرصہ بعد مخاطب ہوں، کتنے عرصے بعد نہیں معلوم۔ غالباً آپ کی کہانی کے منتخب ہونے کی مبارک باد دی تھی اور کہانی باری آنے کے انتظار میں رہ گئی۔ اب جب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں تو آپ کا پتا کھو گیا۔ ایسا دفتر کی منتقلی کی وجہ سے ہوا۔ اگر آپ آنچل کی قاری ہیں تو برائے کرم فوراً دفتر کے نمبر پر رابطہ کریں اور ایسی ہی خوب صورت تحریر بھی ارسال کردیں۔ امید ہے آئندہ اس بات کا خیال رکھیں گی۔

قابل اشاعت:۔

بارش سے برسات تک، وہ جو اک لمحہ یقین ہو، من مانیاں، یا قرباں، میرے لمحوں میں تم۔

ناقابل اشاعت:۔

واہ رے زندگی، عزت، دل امید زندہ ہے، زادراہ، زمانے کے انداز بدلے گئے، فوبیا، کھودا پہاڑ نکلا رائٹر، قسمت کی ہار، اپنی مدد آپ، تو نے قدر نہ جانی، بدلہ، محبت قصہ پارینہ، جہیز، اذیت عشق، بڑی عید کی بڑی خوشیاں، غرور کا سر نیچا، چھوٹی سی انا، تیری محبت، انوکھا مزاج، تم جو نہ ملتے، تم میرے ہم سفر ہو، سراب محبت، اماوس کی رات کے جگنو، وہ ہیر تھی، لاحاصل سے حاصل تک کا سفر، آخری مات، ادراک، پہچان، عزت دار، سلونی، یہ کیسی عید آئی، عزم۔

www.naeyufaq.com

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ کہانی ای میل کرنے کے لیے انپیج کی فائل ہو یا ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔

☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نیو ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ editor_aa@naeyufaq.com

☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین امیجز، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔

☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 81 نیپئر بیرکس ہاکی کلب آف پاکستان اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بینا آیتنا

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشانِ عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (ھود۔۱۰۳)

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں قیامت کی جو تفصیل اور صورت حال بتائی ہے وہ اتنی کافی ہے کہ انسان اگر صرف قیامِ قیامت کو ہی سمجھ لے تو سیدھی راہ سے کبھی ادھر ادھر ہونا تو دور کی بات سوچے گا بھی نہیں۔ رہی دنیا کی سزا یہ تو سب آخرت کے لیے صرف علامتی سزا ہوتی ہے کہ انسان نادانی نافرمانی چھوڑ کر صراط مستقیم پر واپس آجائے اور توبہ کر کے اپنے آپ کو پاک صاف کر لے۔ لیکن ان تمام واقعات وعلامات عذاب وسزا سے وہی لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں جن کے دل میں آخرت، روزِ حشر حساب کتاب کا یقین اور روزِ قیامت ہونے والی سختی کا خیال ہوتا ہے لیکن جن کے دل میں نہ خوفِ الٰہی ہوتا ہے نہ خوف آخرت وہ شیطان کے شکنجے میں کسے ہوتے ہیں۔ ان کے نہ صرف آنکھ کان بلکہ دل تک بہرے گونگے ہوتے ہیں وہ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ اس دنیا کے بعد بھی کوئی اور عالم ہے کوئی اور زندگی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ بار بار تنبیہہ کر کے سوتوں کو جگا رہا ہے۔ ان غافلوں کو صرف دنیا ہی دکھائی دیتی ہے ایسے لوگ دنیا میں عبرت ناک مناظر دیکھ کر بھی سبق نہیں حاصل کرتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہی زندگی ہے اس کے بعد کچھ نہیں ہونے والا اور مرنے کے بعد سارا کھیل ختم ہو جائے گا اس لیے جو کچھ کرنا ہے حاصل ہونا ہے وہ اسی دنیا میں ہونا ہے اور بعد مرنے کے بعد کیا ہوگا اس کی کسے خبر ہے جو اس کی ابھی سے تیاری کریں یوں وہ آخرت کو بھلائے رکھتے ہیں۔ حالانکہ جب قیامت کا دن آئے گا تو کسی کو کسی بات کا ہوش تک نہیں رہے گا۔ کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ وہ حکمِ الٰہی کے بغیر یا اجازتِ الٰہی کے بغیر کچھ کہہ سن سکے۔ جو لوگ بدبخت ہوں گے وہ مزید عذاب میں مبتلا ہوں گے جب وہ دوزخ میں جائیں گے تو وہاں ہانپیں گے اور سانپ کی مانند پھنکاریں گے اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تمام نیک بخت جنت میں جائیں گے جہاں انہیں ہر طرح کے آرام میسر ہوں گے۔

ترجمہ۔ اور آخرت یقیناً بہتر ہے ان کے لیے جو ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیے رہے۔ (یوسف۔۵۷)

تفسیر۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ ایمان کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے کہ ہماری رحمت وعنایات کا دروازہ ہر اس شخص کے لیے کھلا ہے جس کی سیرت وکردار بے داغ ہو، جو دیانت وامانت کی بہترین خوبیوں کا مالک ہو، جسے دنیا کی کوئی حرص کوئی لالچ احکامِ الٰہی سے غافل نہ کرتی ہو۔ ایسے تمام متقی جو ہر دم اپنے ربّ کو راضی کرنے میں مصروف رہتے ہوں اور اللہ کی رضا کے لیے ہر قسم کی تکالیف، ظلم وستم، بدنامی برداشت کرتے ہوں انہیں فکر ہوتی ہے تو صرف اللہ کو راضی کرنے کی ایسے ہی متقی لوگوں کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور تمام ارکانِ اسلام پر کاربند اور جمے رہے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا ان کے لیے خوش خبری ہے کہ یقیناً ان کی آخرت بہتر ہوگی اور انہیں تقویٰ اختیار کرنے کے صلے میں آخرت کی زندگی کا بہترین تحفہ ملے گا۔ ان کی دنیا تو اچھی ہوگی ہی لیکن آخرت جو سب سے زیادہ قیمتی اور اہم ہے وہ بھی بہترین عطا کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے نافرمان سرکش بندوں کے ساتھ بھی رحم کا معاملہ فرماتا ہے ان کی تمام ضروریات زندگی انہیں مسلسل ملتی رہتی ہیں۔ نافرمانی کی سزا میں نہ ان کا رزق رکتا ہے نہ ہوا پانی جیسی اہم ترین زندگی بخش چیزیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے جو اس کی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

اطاعت و بندگی اس کی منشاء و احکام کے مطابق صرف اس کی رضا و خوشنودی کے لیے کرتا ہو اسے وہ کس طرح مایوس کرسکتا ہے اسے تو اتنا اور ایسا اجر ملے گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتا نہ ہی اس کی عقل و ادراک ان انعاماتِ الٰہی اور نعمتوں کا احاطہ کرسکتی ہے۔ اللہ کے تمام وعدے ایسے قوی ایسے مضبوط و پکے ہوتے ہیں جن میں اضافہ تو ہوسکتا ہے کمی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تو مختار و مالک ہے جسے چاہے جتنا نواز دے اس کے خزانوں میں کبھی کوئی کمی نہیں آتی۔ اس کے خزانے بے پناہ بے حد و حساب ہیں کبھی نہ ختم ہونے والے یہ خزانے اتنے زیادہ ہیں کہ مانگنے والے مانگتے مانگتے تھک سکتے ہیں لیکن دینے والا مالک نہ ہاتھ روکے گا نہ اسے ناگوار گزرے گا اسے تو اپنے بندوں کا اپنے مالک و خالق و آقا سے مانگنا سب سے زیادہ پسند ہے۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور گھٹا دیتا ہے۔ یہ تو دنیا کی زندگی میں مست ہوگئے حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نہایت حقیر پونجی ہے۔ (الرعد۔۲۶)

تفسیر۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جو صاحبِ اختیار و اقتدار ہے اپنی قوت و اختیار کا اظہار فرما رہا ہے کہ یہ اس خالق و مالک کا مکمل اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہے رزق کی کشادگی عطا فرمائے اور جس کو چاہے تنگ دستی عطا کرے۔ اس سے کسی کو کسی بھی طرح غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ بدکار نافرمان تو مال و دولت میں کھیل رہے ہیں اور اللہ کے نیک متقی حضرات تنگ دستی کا شکار ہیں۔ اہل ایمان تو اللہ کی ہر مصلحت و حکم کے تابع ہوتا ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ یہ دنیا جو درحقیقت ایک امتحان گاہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے اچھے اور برے تمام بندوں کی آزمائش اس دنیا میں کبھی مال دے کر اور کبھی مال لے کر بھی کرتا ہے۔ کسی کے پاس اس دنیا میں اللہ کی نعمتوں مال و دولت کی فراوانی اس لیے نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہے راضی ہے اور نہ ہی نیکوکار بندوں کی تنگ دستی اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات خصوصاً انسانوں سے بہت شفقت و محبت کا اور اپنے رحم و کرم اور فضل کا معاملہ فرماتا ہے۔ وہ بڑا ہی عادل اور انصاف کرنے والا ہے۔ اس کی محبت کے جذبے کی ہلکی سی جھلک ہم ہر ماں کی ممتا اور محبت میں دیکھ سکتے ہیں۔ بچہ چاہے جتنا خوبصورت تندرست اور توانا ہو چاہے جتنا بدصورت نحیف و کمزور ہو مگر ماں کی محبت کم نہیں ہوتی۔ بڑے ہوکر بھی اگر ماں باپ کا نافرمان ہوجائے تب بھی وہ اس کی محبت سے صرف اس کی نافرمانی و سرکشی کے باعث دست کش نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر طرح سے ہر چیز کا خالق و مالک اور مختار ہے وہ کیسے اپنے نافرمان بندوں سے صرف اس لیے ہاتھ اٹھا لے کہ وہ نافرمان و بدبخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو سب کا مالک و پروردگار ہے وہ سب کی پرورش و نگہداشت یکساں کرتا ہے لیکن اگر وہ اپنے نافرمان سرکش بندوں کو اس دنیا میں ہر طرح کے رزق کی فراوانی سے نوازتا ہے تو یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اس نے ان کے حصے کی تمام راحتیں اور نعمتیں انہیں اسی دنیا میں دے دیں آخرت میں ان کی نافرمانی اور سرکشی کے باعث دائمی زندگی کے لیے دوزخ اور جہنم کا عذاب ملے گا۔ اللہ نے ایسے ہی افراد کے لیے دوزخ سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان سے اسے بھر دے گا۔ دراصل نافرمانوں کو ملنے والی دنیا کی راحتیں ان کی خراب آخرت کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکالے تو دیکھے کہ سمندر کے پانی کے مقابلے میں اس کی انگلی میں کتنا پانی آیا۔ (مسلم کتاب الجنت) اس حدیث مبارکہ سے بھی یہ بات واضح ہورہی ہے کہ دنیا کی یہ زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلے میں ایک قطرے کی مانند ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مردہ بکری کے بچے کے پاس سے ہوا تو اسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ کی قسم دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا بکری کا بچہ مُردہ اپنے مالکوں کے نزدیک اس وقت حقیر تھا جب انہوں نے اسے پھینکا۔ (صحیح مسلم)

حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے جو اور جیسا یہاں بویا جائے گا ویسی ہی فصل ملے گی۔ دنیا بذاتِ خود مقصود نہیں۔ اس دنیا میں تمام ساز و سامان سے اس طرح فائدہ اٹھانا چاہئے کہ وہ آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنیں۔ انسان کو اپنے اختیار کا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

درست استعمال اس طرح کرنا چاہیے کہ دنیا میں گزارنے والی اس زندگی سے آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کا کام لے اور اپنی آخرت کو کامیاب بنالے۔

ترجمہ۔ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے انہیں اللہ کے غضب سے بچانے والا کوئی نہیں۔(الرعد۔۳۴)

تفسیر۔آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ایسے تمام لوگوں کو آخرت کے عذاب کی وعید سنا رہا ہے جو دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے اور اہمیت دیتے ہیں جن کی نظر میں آخرت کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی حالانکہ دنیا میں انہیں جو اسباب مال و دولت فراہم کی گئی ہے جو نعمتیں انہیں میسر ہیں وہ سب کی سب ان کی آزمائش کے لیے ہیں بالکل ایسے ہی جیسے امتحان گاہ میں ممتحن امتحانی پرچہ دیتا ہے جسے درست حل کرنے سے ہی کامیابی ملتی ہے اور اگر اسے درست حل نہ کیا تو نتیجے میں ناکامی ہی ملتی ہے بالکل اسی طرح اللہ نے اس دنیا کو انسانوں کے لیے ایک امتحان گاہ بنایا ہے جس طرح جو طالب علم امتحان کی تیاری نہیں کرتا اسے امتحانی پرچہ بہت مشکل نظر آتا ہے۔ایسے ہی آخرت کی تیاری نہ کرنے والے آخرت کے مرحلے سے کامیابی سے نہیں گزر سکتے اور دائمی عذاب ان کا مقدر بن جائے گا۔ان کے دل ایمان سے خالی ہوتے ہیں اور ایمان سے خالی دل کسی سخت پتھر کی مانند ہوتا ہے۔

ترجمہ۔تم سب کا معبود صرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل منکر ہیں اور وہ تکبر سے بھرے ہوئے ہیں۔(النحل۔۲۲)

تفسیر۔آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی حکمت و دانائی سے اہلِ ایمان کے لیے ہدایت کا اہتمام فرمایا ہے۔ایک اکیلے اللہ کی عبادت و بندگی پر ایمان لانا اور یوم آخرت پر ایمان کو یکجا کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ آخرت پر ایمان لانا ہے کیونکہ اللہ کی وحدانیت و بندگی کا تعلق براہ راست عقیدہ آخرت اور جزا و سزا کے قیام سے ہے۔یہ عظیم تر کائنات اس میں موجود ایک ایک تنکا ایک ایک ذرہ اور تمام مناظر قدرت گردش لیل و نہار پیدائش و موت کا عمل پرورش و نگہداشت یہ سب کے سب معبودِ حقیقی اللہ واحد کے زیر اطاعت اور سب کچھ اس اکیلے کے حکم کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات، تمام خصوصیات میں کسی بھی طرح سے کوئی شریک یا مشیر نہیں ہے۔وہ اکیلا ہی یہ سب کارخانہ قدرت چلا رہا ہے۔ہم دنیا میں ہر روز دیکھتے ہیں کہ اگر کسی کاروبار میں ایک سے زیادہ شریک ہوتے ہیں تو کبھی نہ کبھی دونوں کی ضروریات اور ترجیحات میں فرق پیدا ہو جاتا ہے جو قدرتی طور پر باہمی اختلاف کا باعث بنتا ہے اور یہ اختلاف اس کاروباری ادارے کی ترقی میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور زیادہ شدید ہو تو ادارہ ختم ہو جاتا ہے لیکن اس پوری کائنات کے عظیم ترین نظام میں کبھی کسی بھی طرح کی نہ کمی بیشی آئی نہ کوئی تصادم ہوا جو نظام مالک کائنات نے قائم کیا وہ ویسے ہی ہمیشہ سے چل رہا ہے اس میں ایک ذرہ برابر بھی کسی قسم کا فرق واقع نہیں ہوا۔آسمان پر سیارے مسلسل اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں کبھی ان میں ٹکراؤ نہیں ہوا ان کی گردش میں کوئی فرق نہیں آیا نہ کبھی کسی کا کسی بھی وجہ سے راستہ تبدیل ہوا۔خود زمین کی ساخت پر اگر غور کیا جائے تو حیرانگی کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا خشکی پہاڑ سمندر ان کے اندر کی مخلوقات خود انسان کی تخلیق پرورش و نگہداشت کا عمل یہ سب عمل اگر اللہ کے ساتھ کسی بھی طرح سے کوئی شریک ہوتا تو اس طرح کبھی قائم نہ رہتا سب کچھ بکھر کر رہ جاتا۔صدیوں پہ صدیاں گزرنے کے باوجود یہ نظام اسی طرح مضبوط و مستحکم ہے جیسا کہ اللہ نے اسے قائم کیا اور انسانی زندگی کے لیے جو نظامِ حیات نافذ کر دیا۔

ہر قسم کی بڑائی اور کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو ہی زیب دیتی ہے۔جس طرح اس کی صفات و ذات میں کوئی شریک نہیں ایسے ہی اس کی صفت کبریائی میں بھی کوئی کسی طرح شریک نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔اہل ایمان تو اللہ کی اطاعت و بندگی کے اظہار میں اپنا سر تسلیم خم رکھتے ہیں اور کبر اور کبریائی اکیلے اللہ کی ہی صفت ہے جو اسے ہی زیب دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ یہ قطعی پسند نہیں کرتا کہ اس کا کوئی بندہ کسی طرح تکبر و غرور کرے انسان تو ویسے بھی مجبور ہے۔آخر وہ کس بات پر اکڑ سکتا ہے۔اپنی قوت پر

اپنے مال و دولت پر یا اسباب دنیا پر جس میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کو اس نے خود پیدا کیا۔ اسے تو تمام کی تمام چیزیں اللہ کے حکم سے ہی میسر آئی ہیں اور اللہ کو یہ پورا پورا اختیار و قدرت ہے کہ وہ اپنی عطا کی ہوئی تمام نعمتیں یا کچھ جب چاہے واپس لے لے جس کو روکنے یا نہ واپس کرنے کے لیے وہ متکبر شخص کچھ بھی تو نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سب کچھ نہ اس کے بس میں ہوتا ہے نہ اس پر اسے اختیار ہوتا ہے وہ تو محض اللہ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں پر خواہ مخواہ ہی اترانے لگتا ہے اور غرور و تکبر میں یہ بھول جاتا ہے کہ یہ سب کچھ تو اللہ ہی نے اسے عطا کیا ہے۔ یہ سب اللہ کی عنایات ہیں جو اسے آزمائش کے لیے سونپی گئی ہیں۔ جب انسان کی آنکھوں پر شیطان پردے ڈال دیتا ہے تو حقیقتِ الٰہی اسے نظر نہیں آتی۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ایسے ہی غرور و تکبر کرنے والوں کو عذابِ آخرت کی وعید سنا رہے ہیں تاکہ اگر وہ عبرت حاصل کرنا چاہیں اور توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے بدانجام سے بچ سکیں عذابِ الٰہی اور سزا سے خود کو اپنے عمل سے بچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم و کریم اور مہربان ہے وہ اپنے بندوں کی نیتوں تک سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ وہ تو اپنے بندوں پر رحم و کرم کی بارش کرنے کے لیے ان کے حیلے بہانے تک کو قبول کر لیتا ہے وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور اکثر تو بے مانگے سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔

ترجمہ۔ اور پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا' جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے' اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے اور کیا ہی خوب پرہیزگاروں کا گھر ہے۔ (النحل۔ ۳۰)

تفسیر۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے لیے خوش خبری سنا رہا ہے تاکہ اس منادی کو سن کر بھولے بھٹکے مسلمان بھی راہ راست پا لیں۔ جب مشرکین و کفار اہلِ ایمان افراد سے سوال کرتے ہیں کہ کیوں تم اپنے باپ دادا کے رسم و رواج اور مذہب چھوڑ کر اپنی عاقبت خراب کرنے کے لیے اس نئے مذہب اسلام کو اپنا رہے ہو؟ تو اس سوال کے جواب میں اہلِ ایمان انہیں بتاتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے تمام نیک بندوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں ایک اکیلے اللہ کی عبادت و پرستش کرنے کے صلے میں اس دنیا میں بھلائی تو ملے گی ہی اس کے ساتھ ساتھ انہیں آخرت کا بہترین ساز و سامان اور بہترین مقام و مرتبہ بھی ملے گا اور ان کا آخرت کا گھر تو ان کے لیے بہترین ہوگا۔ ان کی دائمی قیام گاہ اور جنت میں ان کی اقامت گاہ کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور بہت سہولتیں ہوں گی اور سب کچھ وہاں متقین کی خواہش کے مطابق ہوگا وہاں ان کا ہر قسم کا احساس محرومی ختم ہو جائے گا۔ بغیر سخت مزدوری کے انہیں وافر مقدار میں ہر قسم کا رزق میسر ہوگا کسی بھی چیز کی کوئی کمی نہیں ہوگی وہ بڑے سکون و آرام سے وہاں رہیں گے اور ہر دم ہر وقت اپنے پروردگار کی حمد و ثنا میں مشغول رہیں گے۔ جس طرح انہوں نے دنیا میں اطاعت و بندگی اور تقویٰ اختیار کر کے احکامِ الٰہی کی تعمیل کی تھی اور دنیا کی اس امتحان گاہ میں آزمائش کے دوران تکالیف برداشت کی تھیں اور اطاعتِ الٰہی میں ثابت قدم رہے تھے جنت ان ہی اعمال کے صلے میں ملے گی۔ گویا عملِ صالح ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ ہے اس لیے اعمالِ صالح کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے بغیر اللہ کی رحمت و فضل نہ دنیا میں میسر آ سکے گا نہ آخرت میں اس آیت میں پرہیزگاری اور تقویٰ پر زور دیا گیا ہے جو اعمالِ صالح کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور پرہیزگاروں کے لیے جنت کی خوش خبری کی نوید سنائی گئی ہے۔ جہاں اہلِ ایمان کے لیے حصولِ جنت کی تعلیم ہے وہیں ایمان نہ لانے والوں کے لیے اہم ترغیب اور ڈراوا بھی ہے۔

(جاری ہے)

www.naeyufaq.com

ہمارا آنچل

ثناء کنول

یہ تم کو وہم ہے کہ آغاز گفتگو ہم کریں گے وصی
ہم جو خود سے روٹھ جائیں تو صدیوں خاموش رہتے ہیں

س:۔ آپ کے نزدیک حسین دور کون سا ہے؟

ج:۔ میرے نزدیک اسکول لائف سب سے حسین دور ہے۔ شرارتیں کرنا، ٹیچرز کو خالہ اور چوکیدار کو تنگ کرنا، ایک کلاس سے دوسری کلاس میں جانے کا انتظار، خالی پیریڈ میں خود ٹیچر بن جانا، پڑھنے سے زیادہ کھیلنا وہ دور اب حسین یاد بن کر رہ گیا ہے۔

س:۔ کیسی طالب علم تھی صرف پڑھائی پر توجہ دی یا غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا؟

ج:۔ پڑھائی پر تو خوب توجہ دیتی تھی کیونکہ مجھے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا اور اب بھی ہے۔ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتی تھی بہت سے انعام جیتے جو آج تک سنبھال کے رکھے ہیں۔

س:۔ کون سا مضمون سخت ناپسند تھا؟

ج:۔ مجھے سب مضامین ہی اچھے لگتے تھے کیونکہ مجھے پڑھنے کا شوق تھا۔ شروع میں انگلش مشکل اور حساب بورنگ لگتا تھا۔ بعد میں یہ بھی اچھے لگنے لگے جب سوچا کہ ہر چیز مجھے آنی چاہیے۔

س:۔ اپنی تعلیم کو کس طرح کام میں لا رہی ہیں؟

ج:۔ خود بھی آگے پڑھ رہی ہوں، ٹیچنگ بھی کر رہی ہوں۔ بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتی ہوں، کوشش کرتی ہوں جو علم میرے پاس ہے اسے دوسروں تک پہنچاؤں۔

س:۔ آپ اپنے کس استاد سے متاثر ہیں؟

ج:۔ مجھے سب ٹیچرز ہی اچھے ملے، ہر ٹیچر نے اپنے انداز سے کچھ نہ کچھ سکھایا۔ آج جو بھی ہوں والدین کے بعد اپنے اساتذہ کی وجہ سے ہوں اللہ انہیں سلامت رکھے، متاثر مس نورین اور مس سلمیٰ سے ہوں۔ اتنا نائس انداز پڑھانے کا دھیما لہجہ، دوسری بار پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ ایسے پڑھاتی تھیں ان دونوں ٹیچرز نے مجھے ہمیشہ گائیڈ کیا۔ ابھی تک کرتی ہیں۔ بہت شکریہ۔ مس نورین اور مس سلمیٰ۔

س:۔ پابندیاں صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہیں یا شخصیت کو سنوارنے میں مدد دیتی ہیں؟

ج:۔ بے جا پابندیاں صلاحیتوں اور شخصیت کو متاثر کرتی ہیں۔ بے جا پابندیوں سے انسان قید ہو جاتا ہے پھر ایسا انسان کسی سے بھی اعتماد سے بات نہیں کر سکتا۔ پابندیاں حد میں ہونی چاہئیں جو والدین کی طرف سے ہوتی ہیں وہ مثبت سوچ اور کردار کی تعمیر کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ والدین اولاد کا کبھی برا نہیں چاہتے۔

س:۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرتی ہیں؟

ج:۔ جی بالکل، اپنی پوری کوشش کرتی ہوں، نماز کی پابندی لازمی کرتی ہوں، ہر حال میں لیکن حقوق العباد چاہ کر بھی انسان پورے نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے۔

س:۔ اپنی شخصیت کو کس طرح بیان کریں گی آپ میں کیا خوبیاں خامیاں ہیں؟

ج:۔ اپنی باتیں کسی سے شیئر نہیں کرتی سوائے اللہ کے، غصہ بہت آتا ہے۔ غلط بات پہ تو شدید قسم کا آتا ہے اور بولتی بہت ہوں، سوچتی بھی بہت ہوں، جذباتی ہوں بہت حساس ہوں، چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی دل و دماغ پہ سوار کر لیتی ہوں، مہمان نواز ہوں، کسی کا برا کرنا تو دور سوچ تک نہیں سکتی۔ اعتبار نہیں کرتی لوگوں پر دل میں کسی کی طرف سے میل آ جائے یا کسی دوست سے غلطی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہوجائے تو معاف نہیں کرپاتی کر بھی دوں تو ویسا تعلق دوبارہ نہیں رکھ پاتی جیسا پہلے تھا۔ کسی کے لیے خود کو بدل نہیں سکتی۔ تنہائی پسند ہوں کسی کو بات اچھی لگے یا بری منہ پہ بول دیتی ہوں۔ جیسی ہوں ویسی ہی نظر آتی ہوں، ایسی ہوں میں اب آپ بتائیں خوبیاں زیادہ ہیں کہ خامیاں ہی خامیاں۔

س:۔ غم اور خوشی پر آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

ج:۔ غم کے موقع پر بہت اداس ہوجاتی ہوں کسی سے بولنے تک کو دل نہیں کرتا ہے۔ دعا کرتی ہوں اللہ سے تعلق اور زیادہ کرلیتی ہوں۔ خوشی میں خوب ہلہ گلہ کرتی ہوں خود بھی خوشی انجوائے کرتی ہوں دوسروں کو بھی کراتی ہوں اس لیے جو خوشی آج ملی ہے یہ دوبارہ نہیں ملے گی۔ اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں وہ جس حال میں رکھے اس کی عطا ہے۔

س:۔ کن باتوں سے خوف آتا ہے؟

ج:۔ اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوجائے، اپنوں کے بچھڑنے سے، حادثاتی موت سے، فیملی میں سے کسی کو کھو نہ دوں، بددعاؤں سے بہت ڈر اور خوف آتا ہے۔

س:۔ کس مقام پر پہنچنا چاہتی ہیں؟

ج:۔ ڈاکٹر بننا چاہتی تھی جو کہ اب ناممکن ہے، ٹیچنگ کا شوق تھا اللہ کا شکر ہے ٹیچر بن گئی ہوں، جرنلسٹ بننا چاہتی ہوں، رائٹر بننے کا تو جنون ہے۔ لکھتی بھی رہتی ہوں، اپنی پوری کوشش کروں گی اس مقام تک پہنچ جاؤں جہاں پہنچنا چاہتی ہوں باقی جو رب کی مرضی ہوگی جو تقدیر میں ہوگا کیونکہ ہونا تو وہی ہے جو وہ چاہے گا۔

س:۔ محبت پر یقین رکھتی ہیں؟

ج:۔ جی بالکل، محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ سچی پرخلوص غرض سے پاک محبت اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر یقین ہے۔ باقی لوگ ہمیں وہی دیتے ہیں جو ہم لوگوں کو دیتے ہیں۔

س:۔ گھر میں فیصلے کون کرتا ہے؟

ج:۔ ابو اور امی کرتے ہیں اگر ہم بچوں کے حوالے سے کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے تو رائے بھی لیتے ہیں اور فیصلہ کا اختیار بھی دیتے ہیں۔

س:۔ اپنے آج کو گزشتہ کل سے بہتر بنانے کے لیے کیا کرتی ہیں؟

ج:۔ محنت کرتی ہوں، محنت سے ہی انسان اپنے کل کو بہتر بنا سکتا ہے۔ جو غلطیاں پہلے ہوئیں وہ دوبارہ نہیں کرتی، جو گزر گیا وہ گزر گیا۔

س:۔ نئے لوگوں سے ملنا، کچھ سیکھنا اور نئی بات اور اس پر عمل کرنا اچھا لگتا ہے یا لگی بندھی زندگی گزارنے کی قائل ہیں؟

ج:۔ نئے لوگوں سے ملنا کچھ نیا سیکھنا اچھا لگتا ہے۔ عمل بھی کرتی ہوں ہر بار کچھ نہ کچھ نیا کرنے، سیکھنے کی کوشش کرتی ہوں لگی بندھی زندگی گزارنے کی بالکل قائل نہیں۔

س:۔ اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں سے کیا سیکھا؟

ج:۔ ناکامی سے ہی کامیابی تک کا سفر ہوتا ہے۔ کامیابیوں سے دیکھا کہ انسان چاہے تو کچھ بھی کرسکتا ہے کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا۔ ناکامیوں سے ابھی اور محنت کرنی چاہیے۔ جس وجہ سے ناکامی ہوئی اگلی دفعہ وہ وجہ ہی ختم کردینی چاہیے۔

س:۔ خود پر کتنی توجہ دیتی ہیں؟

ج:۔ خود پر جتنی توجہ دینی چاہیے وہ ضرور دیتی ہوں، ٹائم کم ملتا ہے خود کو باقی کاموں میں بہت مصروف رکھتی ہوں سمپل رہنا زیادہ پسند ہے۔

س:۔ اگر ماضی میں جانے کا موقع ملے تو کس کے ساتھ دن گزارنا پسند کریں گی؟

ج:۔ سب سے پہلے تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ایک دن نہیں اپنی پوری زندگی گزارنا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

چاہوں گی اور قائداعظم، محترمہ فاطمہ جناح، علامہ اقبال اور اپنے نانا ابو سے وہ فوت ہوگئے ہیں۔ میں بہت چھوٹی تھی وہ آرمی میں تھے اس لیے بہت شوق سے ان سے ملوں گی اور باتیں کروں گی۔

س:۔ ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے کون سے ذرائع استعمال کرتی ہیں؟

ج:۔ ٹیلی ویژن، موبائل فون، ایف ایم اور اپنے آنچل کی سرگوشیاں۔

س:۔ ایسی کون سی ایجاد ہے جس کے بغیر زندگی ادھوری ہے۔

ج:۔ موبائل فون، ٹیلی ویژن، ایف ایم تو ہے ہی لیکن زیادہ پڑھنے لکھنے کتابوں اور ہر ماہ آنچل کے بغیر میری زندگی ادھوری اور نامکمل ہے۔

س:۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہوں ایسے میں چوہایا کاکروچ آجائے تو؟

ج:۔ چوہایا کاکروچ آجائے تو ان کی اچھی طرح پٹائی کر کے موت کے گھاٹ اتار دوں گی مہمانوں کو ساتھ ملالوں گی۔ کیا پتا وہی ساتھ لائے ہوں، ویسے ایسا کبھی ہوا نہیں ابھی تک۔

س:۔ مہمانوں کے جانے کے بعد کوئی تبصرہ کرتی ہیں؟

ج:۔ خوب کرتی ہوں، بہنوں کو بھی ساتھ ملا لیتی ہوں کیونکہ مہمان جو اتنے دور سے اتنے تیار شیار ہو کر آتے ہیں تبصرہ کرنا حق بنتا ہے ہمارا، زیادہ تر پھوپو ہی آتی ہیں ان پہ کھل کے تبصرہ کرتے ہیں ان کے سامنے بھی۔ بھئی ہماری اپنی پھوپو ہیں ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا۔

س:۔ وطن کے لیے کیا سوچتی ہیں؟

ج:۔ دعا کرتی ہوں، اچھا سوچتی ہوں، وطن کے حالات ٹھیک ہوجائیں کچھ کرنے کی لگن، جذبہ بہت ہے کہ کروں دشمن کا ہر وار بار بار خالی جائے اگر ہم سب جس بھی شعبے میں ہیں وہاں اپنا کام ایمان داری سے کریں تو سمجھیں ہم نے اپنے وطن کا حق ادا کردیا ہے، اے وطن تو ہمیشہ سلامت تا قیامت رہے، آمین۔

س:۔ باتونی لوگوں سے کس طرح جان چھڑاتی ہیں؟

ج:۔ باتونی لوگوں سے واسطہ وہ بھی ہمارا نہیں جی میں خود بہت باتونی ہوں سامنے والوں کو جان چھڑانا مشکل ہوجاتا ہے۔

س:۔ زندگی کا خوب صورت لمحہ یا کوئی ایسا لمحہ جس کی آپ منتظر ہیں؟

ج:۔ میری زندگی تو خوب صورت لمحوں سے بھری پڑی ہے پہلے آنچل میں پہلی بار اپنا نام دیکھا اتنی خوشی ہوئی بیان نہیں کرسکتی پھر جب اس ہی اسکول میں مجھے پڑھانے کا موقع ملا جہاں میں نے پڑھا جو میری ٹیچرز تھیں ان کے پڑھاتے ہوئے جو وقت گزرا جب میرے بھانجا بھانجی پیدا ہوئے اور منتظر اس لمحہ کی ہوں جب میرے امی ابو کو اللہ تعالیٰ حج پر لے جائیں کعبہ شریف دیکھیں، اپنے والدین کے لیے کچھ کرسکوں۔ میں خود اس مقام تک پہنچ جاؤں جس کی مجھے خواہش ہے۔ بس کافی ہے۔ آپ سب کا مجھے برداشت کرنے کا بہت شکریہ۔ دعاؤں میں، اچھی یادوں میں یاد رکھنا، آپ سب کے لیے دعا ہے کہ آپ کی ہر تمنا ہر خواہش آپ کے ہونٹوں تک آتے آتے آپ کے قدموں تک آپہنچے، آمین۔

اے زندگی تو نے کیا کیا نہ سبق سکھائے ہمیں
ہم کو پھر بھی نہ تجھے جینے کے طریقے آئے

www.naeyufaq.com

www.pakistanipoint.com

وعدہ نبھا تم سے

سلمیٰ فہیم گل

آنکھوں کی طرح راز ہے کھلتا بھی نہیں وہ
سیلاب بھی بن جاتا ہے دریا بھی نہیں وہ
اس شخص کے پہلو میں سکوں کتنا ہے جب کہ
گرجا نہیں، مندر نہیں، کعبہ بھی نہیں وہ

وہ اپنی ہی دھن میں ڈرائیونگ کررہی تھی تب ہی ایک عورت اچانک سے اس کی گاڑی کے سامنے آگئی۔ اس کا پاؤں میکانکی انداز میں بریک پر زور سے پڑا' ڈرائیونگ ڈور کھول کر وہ تیزی سے باہر نکلی' آناً فاناً لوگوں کا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ وہ گھبرا گئی۔

''ایکسکیوزمی آپ کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟'' وہ کوئی درمیانی عمر کی خاتون تھیں۔ صحت کے اعتبار سے وہ خاصی کمزور تھیں۔

''او بی بی' اچھا خاصا خون بہہ رہا ہے اور پوچھ رہی ہو کہ چوٹ تو نہیں آئی۔'' مجمعے میں سے کوئی بولا۔

''بھئی بڑے لوگ ہیں' ہم جیسوں کی چوٹیں انہیں کہاں دکھائی دیں گی۔'' جواباً کسی نے کہا۔

ان کی باتوں پر لب بھینچتے ہوئے وہ اس عورت کو اٹھانے لگی لیکن وہ شاید بے ہوش ہوچکی تھی۔ اس کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

''او نو' پلیز انہیں گاڑی میں بٹھانے میں میری مدد کیجیے میں انہیں ہسپتال لے جاتی ہوں۔'' اس کے کہنے پر دو آدمیوں نے اس عورت کو سہارے سے گاڑی میں لٹا دیا۔ راستے میں جو بھی پہلا کلینک آیا وہ اس عورت کو وہیں لے آئی۔ اس کی مسلسل بے ہوشی اسے پریشان کیے دے رہی تھی۔ اس کو معمولی چوٹیں آئی تھیں لیکن وہ شاید دہشت کی وجہ سے بے ہوش ہوگئی تھیں۔ اس نے اس کے پرس سے پتا لے کر اس عورت کے رشتہ داروں کو اطلاع دے دی تھی۔ ان کے آنے تک وہ وہیں رکی رہی' وہ لوگ کافی تاخیر سے آئے تھے۔ یہ تو شکر تھا کہ وہ لوگ پولیس کے چکر میں نہیں پڑے تھے۔ اس نے ہاسپٹل میں ہونے والا خرچا خود ہی اٹھایا تھا اور مزید کچھ رقم انہیں تھما کر وہاں سے نکل آئی تھی۔

یکلخت موسم نے اپنے تیور بدلے اور موسلادھار بارش کے ساتھ ساتھ تیز آندھی نے اس کے حواس گم کردیے۔ اوپر سے گاڑی بھی دو تین جھٹکوں کے بعد بیچ سڑک پر بند ہوگئی تھی۔ اس نے اسٹارٹ کرنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔

''او گاڈ' ایک تو موسم کی خرابی اوپر سے یہ گاڑی' کیا کروں میں؟ سنسان سڑک اور یہ موسم۔'' اندھیری رات اور وہ تنہا خراب گاڑی کے ساتھ بیچ سڑک پر تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کرے تو کیا کرے؟ معاً اس کا دھیان ڈیش بورڈ پر رکھے اپنے بیگ کی جانب گیا۔ اس نے جھپٹ کر

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بیگ اپنی گود میں رکھا اور کپکپاتے ہاتھوں سے بیگ میں موجود سیل برآمد کیا۔

"پلیز پک اپ دا فون۔" بیل مسلسل جا رہی تھی مگر کوئی ریسیو نہیں کر رہا تھا اور بالآخر بیل ہونا بھی بند ہوگئی۔ کڑکتی ہوئی بجلی اس کے اوسان خطا کر رہی تھی' اس نے دوبارہ سے کوشش کی اور اب کے دوسری ہی بیل پہ کال ریسیو ہوگئی تھی۔ دوسری جانب مما تھیں۔ اس نے موجود صورت حال بتائی تو ان کا جواب حسب توقع تھا۔

"مشی ڈیئر تمہارے ڈیڈ تو مسٹر گیلانی کے ہاں ڈنر پر گئے ہیں اور میں ابھی ابھی مسز خان کے ہاں سے آ رہی ہوں' شوفر کو میں نے چھٹی دے دی ہے' بٹ ڈونٹ وری ڈارلنگ' میں کوشش کرتی ہوں اگر....." اس نے ان کی بات پوری ہونے سے پہلے لائن کاٹ دی اور لب بھینچتے ہوئے موبائل ساتھ والی سیٹ پر پھینک دیا۔ وہ ان کی کوشش کو اچھی طرح جانتی تھی۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔" کہہ کر اپنے کمرے میں گھس جائیں گی اور آرام سے بستر پر دراز ہو جائیں گی۔ بارش لحہ بہ لحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ رات کافی ہوگئی تھی اور وہ تنہا تھی۔ وہ ڈرپوک قطعی نہیں تھی مگر اس قسم کی صورت حال سے پہلی بار سامنا ہوا تھا اس لیے گھبرا گئی تھی۔ اس نے گاڑی کے شیشے اوپر چڑھا لیے تھے اور دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کرنے لگی۔ تب ہی بادل کے گرجنے سے اس کے منہ سے ہذیانی انداز میں چیخ برآمد ہوئی۔ آدھی رات بیت چکی تھی اس کے گھر والوں کو کوئی احساس ہی نہیں تھا کہ جوان جہان لڑکی تن تنہا سنسان سڑک پر اتنی بڑی مصیبت سے دوچار ہے بلکہ وہ تو آرام سے اپنے اپنے کمروں میں سکون سے سو رہے تھے۔ روڈ پر کبھی کبھی کوئی گاڑی آ جاتی مگر انہیں بھی رات کے اس پل بیچ سڑک میں کھڑی گاڑی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ انتہائی بے بسی کی حالت میں وہ ٹانگیں اوپر کیے گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئی اور وہ کر بھی کیا سکتی تھی؟ چند پل ہی گزرے ہوں گے اس کو کہ ٹھک ٹھک کی آواز پہ اس نے سرعت سے سر اٹھایا۔ کوئی

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

انگلیوں سے شیشہ بجا رہا تھا' یکلخت وہ سراسیمہ سی ہوئی' اندھیرے میں کچھ دکھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ اس وقت وہ بالکل اکیلی تھی' اس مصیبت سے نکلنے کے لیے اسے کچھ تو کرنا ہی تھا سو اس نے شیشہ نیچے کر دیا۔

"اتنی دیر سے شیشہ بجا رہا ہوں کیا آپ کو سنائی نہیں دیتا..... کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟" وہ جو کوئی بھی تھا بارعب آواز میں اس سے مخاطب تھا۔

"اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو' دراصل میری گاڑی خراب ہوگئی ہے اگر آپ....."

"دیکھیے محترمہ' اس طوفانی بارش میں، میں آپ کی گاڑی ٹھیک کرنے سے تو رہا' ہاں البتہ آپ کو ڈراپ ضرور کر دوں گا۔" اس کا کہنا بھی بجا تھا مگر اس وقت ایک اجنبی کے ساتھ جانا' اسے شش و پنج میں مبتلا کر گیا تھا۔

"محترمہ یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے' ایسے ہولناک موسم میں سنسان سڑک پر گاڑی میں بیٹھنے سے بہتر ہے آپ مجھ پر اعتبار کریں۔ باخدا میں ایک نہایت شریف آدمی ہوں' آپ کو قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ یہاں سے گزر رہا تھا کہ آپ کی گاڑی کھڑی دیکھ کر چلا آیا۔ مجھے لگا کوئی مصیبت میں ہے' اب میں ٹھہرا ملک و قوم کا محافظ۔ ایسے کسی کو مشکل میں چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتا سو پلیز....." وہ جو بھی تھا خاصا باتونی تھا۔ موسم کی پرواہ کیے بغیر مسلسل بول رہا تھا۔ وہ بنا کوئی جواب دیے گاڑی سے باہر نکلی اور خاموشی سے اجنبی کے پیچھے چل پڑی۔ اس کی گاڑی تک پہنچ کر اجنبی نے اس کے لیے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا اور اس کے بیٹھتے ہی گاڑی کا دوڑ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ گاڑی میں دبیز خاموشی چھائی ہوئی تھی جسے اس اجنبی کی آواز نے توڑا۔

"جب پہلی بار دو اجنبی ملتے ہیں تو سب سے پہلے نام پوچھا جاتا ہے تو کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟" کافی دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا جو اباً وہ خاموش رہی۔

"او کے..... اگر آپ نام نہیں بتانا چاہتیں تو مت بتائیں۔" اس کی خاموشی سے اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا۔

"آپ اس وقت جا کہاں رہی تھیں؟" شاید اسے خاموش رہنا نہیں آتا تھا لیکن اس کا اس وقت بولنے کو بالکل بھی جی نہیں چاہ رہا تھا مگر اس کی بک بک کے آگے اس کو پل تو باندھنا ہی تھا تب ہی دانت کچکچاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"میں شاید رات کے اس پہر اپنے گھر ہی جا رہی تھی۔"

"او..... اچھا اچھا لیکن آپ نے "شاید" کیوں کہا؟ کیا آپ کو یقین نہیں کہ آپ اپنے ہی گھر ہی جا رہی ہیں۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"خاموش رہیے۔" وہ جھنجلا کر بولی۔

"دیکھیے محترمہ' مجھے کوئی بولنے کا شوق نہیں ہے' میں تو محض آپ کو کمپنی دے رہا تھا۔ آپ تو ایسے بی ہیو کر رہی ہیں جیسے میں آپ کی نہیں بلکہ آپ میری مدد کر رہی ہیں۔" اس کی بات نے اسے غلطی کا احساس دلایا۔

"ایم رئیلی سوری حقیقتاً مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے' دراصل میں کچھ پریشان تھی اسی لیے ایسا بول گئی' آئم سوری۔" اپنے رویے پر اسے ازحد شرمندگی محسوس ہوئی۔

"اٹس او کے' میرے خیال میں آپ کے گھر کا ایڈریس صرف آپ کو ہی معلوم ہے' مجھے نہیں..... سو پلیز اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو مجھے بتائیے آپ کا گھر کہاں ہے تاکہ میں آپ کو وہاں باحفاظت پہنچا سکوں۔" انداز خاصا طنزیہ تھا' اس نے گھر کا پتا بتا کر ایک بار پھر سے خاموشی اختیار کر لی' اس کے بعد وہ بھی کچھ نہیں بولا تھا۔

"ایک بات کہوں' اتنی رات تک باہر مت رہا کریں' آج کل حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں' احتیاط کیا کریں ایسے اتفاقات کبھی کبھی ہی ہوا کرتے ہیں۔" اپنے گھر پہنچ کر اس نے گاڑی کا دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا جب اجنبی نے سنجیدگی سے کہا۔

"میری ہیلپ کرنے کا بے حد شکریہ۔" سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ گاڑی سے اتر گئی۔ وہ کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا پھر گاڑی تیزی سے بھگا لے گیا۔

www.pakistanipoint.com

بارش ابھی تک ہو رہی تھی۔ وہ پوری طرح بھیگ گئی تھی۔ تھکے تھکے قدموں سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ اس کی پروا کسی کو بھی نہیں تھی اور اب سے نہیں جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا خود سے لاتعلق دیکھا تھا۔ اس نے ہر موقع پر اپنے ہونے کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی پر یہ سب بے سود رہا تھا۔ وہ یونہی گیلے کپڑوں کے ساتھ بستر پر لیٹ گئی اور تھکن کے باعث نیند بھی آ گئی تھی۔ رات وہ بھیگے ہوئے کپڑوں میں سوگئی تھی نتیجتاً صبح بخار میں بری طرح پھنک رہی تھی۔ اس نے کسی کو بتانے کی زحمت نہیں کی، وہ جانتی تھی کہ اس کی تکلیف سے کسی کو فرق نہیں پڑے گا..... اس کی تکلیف صرف اسی کے لیے ہے، اتنے بڑے گھر میں رہنے والوں کو اس سے یا اس کی تکلیف سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس لیے وہ ایسے ہی اپنے کمرے میں بے سدھ پڑی رہی۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی جب اسے لگا جیسے کوئی بہت دور سے اسے پکار رہا ہو مگر کسی کو دیکھ نہیں پائی تھی۔

❁.....❁.....❁

جب وہ جاگنگ کر کے واپس لوٹا تو نوین فون پر کسی سے خفگی کا اظہار کر رہی تھی۔ اس کے انداز پر اس کو ہنسی آ گئی۔ وہ اپنی چھوٹی بہن کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا، وہ جس سے پیار کرتی تھی اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا ہو جاتی تھی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ابھی وہ اس سے بھی خفا ہے اس لیے ہونٹوں میں مسکراہٹ دبائے وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

"ہرگز نہیں، پہلے وہ مجھے میرے فیورٹ آئس کریم پارلر میں لے کر جائیں اور مجھے میری فیورٹ آئس کریم کھلائیں پھر میں معاف کروں گی۔"

"بس اتنی سی بات، نو پرابلم، ہم ابھی اپنی بہنا کو لے چلتے ہیں۔" اس کے فون رکھنے پر وہ فوراً بولا۔

"نہیں بھیا ابھی نہیں..... اس وقت تو مجھے اپنی فرینڈ کی طرف جانا ہے، جانتے ہیں بھیا کتنی اسٹوپڈ ہے وہ تین دن سے ٹمپریچر ہے اور اس نے ہم سب فرینڈ کو بتایا بھی نہیں۔ یونیورسٹی بھی نہیں آ رہی، بہت غصہ آ رہا ہے مجھے اس پر۔" وہ اپنی دوست کی بات کرتی آئس کریم کا ارادہ ملتوی کر گئی۔

"ہوں..... اسی لیے بے چاری کو صبح ہی صبح جھاڑ پلائی گئی ہے لیکن گڑیا وہ تو بیمار ہے، شاید اس کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہو اس لیے تم لوگوں کو بتا نہیں سکی..... جب وہ یونیورسٹی نہیں آ رہی تھی تو تم لوگوں کو چاہیے تھا کہ خود فون کر کے پتا کرتیں اس کے برعکس تم اس پر خفا ہو رہی تھیں، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" وہ رسانیت سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"اوئو یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں، کتنی اسٹوپڈ ہوں ناں میں، ہمیں سوچنا چاہیے تھا کہ وہ بیمار بھی ہو سکتی ہے، بے چاری کو بلاوجہ ہی ڈانٹ دیا میں نے اور وہ بھی کتنی اسٹوپڈ ہے ڈفر، میری ڈانٹ کے جواب میں ہنستی رہی۔ حد سے زیادہ بے وقوف ہوں میں۔" وہ اپنے آپ سے کہتے ہوئے مسلسل افسوس سے سر ہلاتی رہی۔

"اچھا ہوا تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا، اب تم فوراً اپنی فرینڈ کے ہاں جاؤ پھر شام کو ہم آئس کریم کھانے چلیں گے، اوکے۔"

"اوکے بھیا، اینڈ تھینکس۔" اس کے جاتے ہی انیس رضوی صاحب وہاں چلے آئے۔

"او ینگ مین، کتنے دنوں کی چھٹی پہ آئے ہو؟" انہوں نے نہایت خوشدلی سے استفسار کیا۔

"فی الحال تو ایک ماہ کی لیو ہے باقی جو اللہ کو منظور۔"

"ہوں، اس کا مطلب ہے کافی دن ہیں تمہاری لیو ختم ہونے میں تو پھر ایسا ہے کہ تم کچھ دنوں کے لیے گاؤں ہو آؤ، جانا تو مجھے ہی تھا مگر مجھے ایک بہت ہی اہم کام کے سلسلے میں بیرون ملک جانا پڑ رہا ہے۔ تھینک گاڈ کہ تم آ گئے ورنہ مجھے کینسل کرنے میں دقت ہوتی۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈ، میں چلا جاؤں گا۔" اس نے نہایت سعادت مندی سے سر جھکا دیا۔

"اوکے تو پھر تم صبح ہی نکل جانا، میں آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں شام کو ملاقات ہو گی، اوکے مائی سن، انجوائے یور

www.paksociety.com

سیلف۔'' وہ اس کے کندھے کو تھپکتے ہوئے چلے گئے تو وہ بھی گہری سانس لے کر اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

''کیا ہے یار اتنے بور دن گزر رہے ہیں..... رئیلی میں تو دو دن میں ہی اکتا گئی ہوں..... ابھی تو پورے آٹھ دن باقی ہیں اور یہ آٹھ دن کتنے رف اینڈ ٹف گزرنے والے ہیں..... یہ تو مجھے ابھی سے دکھائی دے رہا ہے' پلیز یار کچھ کرو ورنہ میں تو ملک عدم سدھار جاؤں گی۔'' دو دن ہوئے تھے یونیورسٹی بند ہوئے اور ان دو دنوں میں ان کی بوریت حد سے سوا ہوگئی تھی۔

اس وقت ان کا سارا گروپ ریسٹورنٹ میں جمع تھا' ان سب کا ایک ہی مسئلہ تھا اور وہ تھی بوریت' سب کے سب اکتائے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ ایک مشغل ہی تھی جس کا دھیان ان کی گفتگو پہ کم اور کھانے پہ زیادہ تھا' وہ کھانا کھانے میں مگن تھی۔ ان کا گروپ سات لوگوں پر مشتمل تھا' مشغل' نوین' حیدر' اذہان' وردہ' شہریار اور مروئی..... مشغل' حیدر' اذہان اور مروئی اسکول' کالج اور اب یونیورسٹی میں بھی ساتھ ساتھ تھے۔ شہریار' نوین اور وردہ سے ان کی دوستی یونیورسٹی میں ہی ہوئی تھی مگر ایسے لگتا تھا جیسے بچپن کی دوستی ہو' وردہ اور شہریار میڈیل کلاس سے تعلق رکھتے تھے جبکہ ان کا تعلق ہائی کلاس سے تھا۔ سالانہ تقریب میں ان کے گروپ کو ''سیون اسٹارز گروپ'' کا نام دیا گیا تھا۔ تمام اساتذہ ان کے فین تھے۔

اسٹارز کی طرح چمکتا دمکتا یہ گروپ' خوشیوں کے سنگھاسن پر بیٹھا۔ نفرتوں سے تعمیر ہوئی بوسیدہ عمارت کو محبتوں کے بل پر کھڑا کرتا تھا' زندہ دلی ان کی سب سے بڑی خاصیت تھی' ہر وقت ہنسنا مسکرانا' زندگی کے ہر پل کو انجوائے کرتے تھے۔ ان کی نوک جھونک' بچوں کی طرح لڑنا جھگڑنا' اداس چہروں پر مسکراہٹیں بکھیر دیتا تھا۔ ہر کسی کے مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھ کر حل کرتے تھے' کسی نہ کسی سرگرمی میں مصروف ہی نظر آتے تھے۔ یونیورسٹی کی ہر تقریب میں ان کا گروپ نمایاں کردار ادا کرتا تھا۔ جس طرح ہر معاملے میں وہ آگے آگے رہتے تھے اسی طرح پڑھائی میں بھی ان کی کارکردگی شاندار تھی۔

''میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔'' سب ہی اپنے اپنے مشورے دے رہے تھے جب مروئی کے پرجوش انداز پر سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

''چھوڑو یار اس کے آئیڈیے کو ہمیشہ کی طرح بے کار ہوگا اس کے برین کی کوالٹی سے تم سب اچھی طرح واقف ہو۔ ایویں خوامخواہ اپنا ٹائم ویسٹ کرنے کا فائدہ۔'' حیدر کی زبان میں فوراً ہی کھجلی ہوئی۔ اس نے حسب معمول اسے چھیڑا تھا لیکن وہ اس وقت لڑنے کے موڈ میں نہیں تھی اس لیے نظر انداز کر گئی۔

''مری چلتے ہیں یار' سنا ہے آج کل وہاں سنو فال ہو رہی ہے' واؤ کتنا مزا آتا ہے ناں ان دنوں وہاں پر' روئی کے ذروں کی مانند گرتی ہوئی برف رئیلی امیزنگ' چاروں اطراف پھیلا قدرتی حسن کتنا مدہوش کر دیتا ہے ناں' فطرت کو اتنے قریب سے دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے رب کو بے حد قریب سے دیکھ رہے ہوں..... یہ دن بڑے سکون اور مزے میں گزرے گے' کیا خیال ہے تم لوگوں کا۔'' وہ تو جیسے تصور میں ہی وہاں کا نظارہ کر رہی تھی۔

''خیال تو بڑا نیک ہے اور ہم آپ کے جذبات کی قدر بھی کرتے ہیں لیکن کیا ہے ناں کہ ہمارا اس بار مری جانے کا کوئی ارادہ نہیں کیونکہ لاسٹ ٹائم بھی ہم مری ہی گئے تھے سو پلیز آپ اپنا مشورہ اپنے پاس ہی رکھیں کیونکہ آپ کی تان ہمیشہ مری پر ہی آ کر ٹوٹتی ہے۔'' حیدر نے پھر سے اسے چڑانے کی کوشش کی اور اب کی بار وہ چڑ بھی گئی۔

''تم تو اپنی چونچ بند ہی رکھو بندر' میری ہر بات میں ٹانگ اڑانا اپنا فرض سمجھتے ہو۔ ہر وقت ٹرٹر کرتے رہتے ہو۔''

''ہائیں یہ کیا بھئی..... ایک انسان میں اتنی کوالیٹز بھی ہو سکتی ہیں' میں یعنی حیدر اتنا ذہین ہونے کے باوجود آج تک نہیں جان سکا' بڑے دکھ کی بات ہے یار' بائی دا

وے مروی تھینکس یار میری نالج میں اضافہ کرنے کا۔'' معصومی افسوس کرتے ہوئے اس نے اسے مزید چھیڑا۔

''حیدر اب تم میرے ہاتھوں سے پٹو گے اور میں یہاں پر موجود لوگوں کا خیال بھی قطعی نہیں کروں گی' سوچ لو۔'' اس نے ریسٹورنٹ میں موجود لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کو دھمکی دی۔

''اور..... میں تو ڈر گیا۔'' آنکھوں میں شرارت سموئے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کرکے بولا۔

''کیا ہے یار؟ ہر وقت چونچیں لڑاتے رہتے ہو کبھی تو خاموش رہا کرو۔'' اس کے کچھ کہنے سے قبل شہریار بولا، اس کے چونچیں کہنے پر حیدر نے داد دیتے ہوئے ایک جاندار سا قہقہہ لگایا۔

''حیدر جسٹ اسٹاپ اٹ یار اور مروی پلیز اب تم بھی چپ ہی رہو' پہلے جس مسئلے پر ڈسکشن چل رہی ہے اس کو سولو ہونے دو' باقی پرابلمز بعد میں کرکی ایٹ کرتے رہنا۔'' مروی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب اذہان نے حیدر کے ساتھ ساتھ اسے بھی خاموش کروایا۔

''اس میڈم کو دیکھو ذرا' کھانا ایسے ٹھونس رہی ہے جیسے پیدائشی بھوکی ہو۔'' شہری نے کھانے میں بری طرح مگن متشعل کی جانب اشارہ کیا۔

''یس یو آر رائٹ' میں نے واقعی دو دن سے کچھ نہیں کھایا' شہری یو آر سچ آ جینیس مین۔'' اسے جواب دینے کے لیے اس نے ایک پل کو ہاتھ روکا۔

''ہماری جدائی کا اتنا گہرا اثر لیا تھا کہ دو دن سے تم نے کھانا ہی نہیں کھایا؟'' اذہان نے اس کی جانب دیکھتے شرارت سے استفسار کیا۔

''مائی ڈیئر مانا کہ خوش فہمی اچھی چیز ہے مگر اتنی بھی نہیں کہ ہر وقت اسے خود پر طاری رکھا جائے..... اب تم اتنے بھی اہم نہیں ہو کہ میں تمہاری خاطر کھانا پینا ہی چھوڑ دوں۔''

''دس اس ناٹ فیئر مشی..... کبھی تو دوستی کا مان رکھ لیا کرو..... ٹھک سے جواب دے مارتی ہو، لحاظ نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے یار۔'' اذہان نے مصنوعی رنجیدگی دکھائی اور ناراضی سے منہ پھیلایا۔

''او..... رئیلی لیکن کیا ہے ناں اذہان کہ میں تمہاری دوست ہوں اور محض مروت میں اپنے دوست کی ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو خوشامدی سمجھا جاتا ہے' چاہے وہ صحیح کہہ رہا ہو یا غلط اور میں ٹھہری مروت سے عاری لڑکی سو پلیز اس طرح کی توقعات مجھ سے مت ہی رکھو۔'' اب وہ کھانے سے فارغ ہو چکی تھی اور نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے وہ دھیرے سے مسکائی۔

''اففف اگر تم سب کی یہ بے پر کی گفتگو ختم ہو چکی ہے تو کیا میں کچھ بولوں؟'' نوین جو اتنی دیر سے خاموش تماشائی بنی ان سب کی باتیں سن رہی تھی جھنجھلا کر بولی۔

''واہ کیا فلمی سی انٹری دی ہے محترمہ نے..... آئی ایم رئیلی امپریسڈ' باقی داوے آپ نے ایسا کیا خاص بول کر تیر مارنا ہے' جو ہماری اتنی اہم گفتگو بے پر کی لگ رہی ہے۔'' حیدر کی رگ شرارت پھر سے پھڑکی۔

''بی سیریس حیدر' میں نے سوچا ہے کہ اس بار ہم سب میرے گاؤں چلتے ہیں۔ آج کل میرے بھیا بھی وہیں ہیں' یار بہت مزا آئے گا وہاں۔ کیا خیال ہے تم لوگوں کا؟'' پرجوش انداز میں اس نے ان سے استفسار کیا۔

''واؤ فنٹاسٹک آئیڈیا' نوین میں تو تیار ہوں باقی سب سے بھی پوچھ لو۔'' اذہان نے فوراً ہی اپنا فیصلہ سنایا۔ نوین نے باقی سب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''وہ تو ٹھیک ہے یار لیکن ہم کبھی گاؤں گئے نہیں' سنا ہے وہاں کی لائف بڑی لف ہوتی ہے اور میں.....''

''پہلے نہیں گئے مگر اب تو جا سکتے ہیں ناں اور جہاں تک لف لائف کی بات ہے تو تم نے سنا ہی ہے ناں دیکھا تو نہیں..... بہت سے دوسرے ایڈونچرز کی طرح اسے بھی ایک ایڈونچر ہی سمجھ لینا۔'' مروی کی بات کاٹتے ہوئے اذہان نے کہا۔

''کیا بات ہے وردہ؟ تم بہت خاموش بیٹھی ہو۔'' شہریار وردہ کی خاموشی کو بہت دیر سے محسوس کر رہا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

''میں تم لوگوں کے ساتھ گاؤں نہیں جاسکوں گی۔''

''واٹ..... بٹ وائے؟'' اذہان کی آنکھوں کی چمک ایک لمحے کو ماند ہوئی۔

''کیونکہ میرے پیرنٹس مجھے اتنے دنوں کے لیے کہیں بھی جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔'' ان کے ساتھ نہ جانے پر اسے بھی افسوس ہوا۔

''ایسی کی تیسی تمہارے گھر والوں.....''

''حیدر.....'' اذہان نے حیدر کی جانب تنبیہی انداز میں دیکھا۔

''کیا تم آج چپ کا روزہ رکھ کر آئی ہو۔'' اذہان نے اپنی جھنجلاہٹ مشی پر نکالی۔

''ہم گاؤں ضرور جائیں گے اور ''ہم'' کا مطلب ہے ہمارا ''سیون اسٹارز گروپ'' باقی رہی وردہ کے گھر والوں کی نہ ماننے کی بات تو وہ تم سب مجھ پر چھوڑ دو.....اس کے گھر والوں کو میں منالوں گی' تم لوگ گاؤں جانے کی تیاری کرو۔'' مشی کے پریقین لہجے پر سب مطمئن ہوگئے تھے انہیں یقین تھا کہ وردہ کے والدین کو ضرور راضی کرلے گی۔

❁.....❁.....❁.....❁

جب اس کی آنکھ کھلی تو دوپہر ہورہی تھی۔ اس نے بیڈ کی دوسری جانب دیکھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا' رات وردہ اس کے ساتھ ہی سوئی تھی لیکن اب وہ یہاں نہیں تھی۔ شاید اس کی سحر خیزی کی عادت پر اتنے لمبے سفر کی تھکن بھی اثر انداز نہیں ہوئی تھی تب ہی وہ اسے کمرے میں دکھائی نہیں دی.....وہ کچھ دیر بیڈ پر کسلمندی سے لیٹی رہی' کل وہ سب شام چھ بجے گاؤں کے لیے نکلے تھے اور گاؤں پہنچتے پہنچتے انہیں آدھی رات ہوگئی تھی' تھکن اتنی شدید تھی کہ وہ کھانا کھانے کے فوراً بعد سونے کے لیے کمرے میں چلی آئی اور ایسی بے سدھ ہوکر سوئی کہ صبح کیا دوپہر ہونے کا بھی پتا نہ چلا.....نہانے کے بعد وہ خود کو تازہ دم محسوس کررہی تھی، معاً اسے ان سب کا خیال آیا اور وہ ان سب کی تلاش میں کمرے سے نکل آئی۔ اسے گھر کی خاموشی پر حیرت ہوئی۔ جہاں یہ سب ہوں وہاں شور ہنگامے کی بجائے اتنی خاموشی خاصی حیران کن بات تھی' کوریڈور سے گزرتے ہوئے وہ اردگرد کا جائزہ بھی لیتی جارہی تھی۔ ملازمائیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ گھر کی آرائش وزیبائش دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں گھر والوں کی پسند کو سراہا.....لاؤنج میں ڈرائنگ روم میں غرض ہر جگہ اس نے دیکھ لیا مگر وہ لوگ اسے دکھائی نہ دیے..... ایسے ہی متلاشی نگاہیں دوڑاتی' وہ لان میں نکل آئی اور پورے گھر کا جائزہ لینے لگی۔

جدید طرز پر بنا ہوا یہ حویلی نما گھر اپنی مثال آپ تھا۔ جتنا خوبصورت اندر سے تھا اتنا ہی باہر سے بھی نظر آرہا تھا۔ کسی ماہر آرکیٹیکٹ کا انتہائی شاندار شاہکار لگتا تھا..... ہر قسم کے پھولوں سے سجا لان اپنی مثال آپ تھا۔ گول دائرے کی شکل میں چار پانچ سرکلز بنے ہوئے تھے ہر سرکل میں مختلف رنگوں کے پھول لگے ہوئے تھے اور ان کے وسط میں گلاب کے پودے لگے ہوئے تھے جن پہ گلاب کی آدھ کھلی کلیاں بہت انوکھا احساس دلا رہی تھیں۔ لان کا یہ حصہ اسے بے حد پسند آیا اور وہ کچھ پل کے لیے بڑی محویت سے تکتی رہی۔ معاً ان سب کا خیال آتے ہی اس نے اندر کی جانب قدم بڑھائے تب ہی اس کی نظر پورچ کی جانب گئی کمر پر ہاتھ رکھ کر اس نے حیرت سے آنکھیں سکیڑیں وہاں تین گاڑیاں کھڑی تھیں مگر ان میں نہ اس کی ریڈ آلٹو تھی اور نہ ہی حیدر کی مہران.....فوراً اسے سب سمجھ میں آگیا اور ساتھ ہی ازحد غصہ بھی آیا۔

''ہوں تو یہ بات ہے..... مجھے یعنی مشعل رائے کو چھوڑ کر سب باہر گئے ہیں' میں ان سب کے بغیر کہیں جانا پسند نہیں کرتی اور یہ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ آئی ڈونٹ بلیو اٹ.....'' اسے ازحد حیرت ہوئی۔

''مانا کہ میں سو رہی تھی لیکن کیا تھوڑی دیر میرے اٹھنے کا انتظار بھی نہیں کرسکتے تھے..... یہ ویلیو ہے میری' ایسی ہوتی ہے دوستی۔ او کے فرینڈز' ایسا ہے تو ایسا ہی سہی.....

www.pakistanipoint.com

دیکھ لوں گی میں تم سب کو۔" منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ خود سے بولی۔ اندر جانے کے لیے وہ جونہی پلٹی ایک لمبا چوڑا وجود درمیان میں حائل ہوگیا۔ اس نے سر سے پاؤں تک خشمگیں نظروں سے اس کو گھورا۔

بلیک پینٹ اور وائٹ شرٹ میں ملبوس وہ شخص بڑی گہری نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا، وہ جو کوئی بھی تھا خاصا ہینڈسم اور ڈیشنگ پرسنالٹی کا مالک تھا۔ چوڑے شانوں پہ بلیک شال جاگیردارانہ انداز میں لیے سرخ وسفید رنگت پہ تیکھے مغرور نین نقش اس کی شخصیت کے سحریت کو اجاگر کرتے تھے۔ اس کی آنکھوں میں پنہاں شرارت وسنجیدگی کا ملا جلا تاثر عجب مخمصے میں ڈالنے والا تھا۔ وہ بڑی محویت سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"آہم......" اس کے گلا کھنکارنے پر مشعل نے چونک کر اس کی جانب دیکھا' اس کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں خود کو سرزنش کی۔

"کیا بات ہے' آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟"

اس کے استفسار پر مشعل نے حیرت سے اپنی آنکھیں سکیڑیں پھر گویا ہوئی۔

"جی نہیں...... میں پریشان نہیں ہوں اور نہ ہی ہوتی ہوں۔"

"اچھا...... مگر مجھے تو ایسا ہی لگا۔"

"اس کا مطلب ہے' خود کو خاصہ چہرہ شناس سمجھتے ہیں آپ۔" ہلکی سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا۔

"اوں...... ہوں سمجھتا نہیں بلکہ مجھے لگتا ہے میں ایک اچھا چہرہ شناس ہوں۔"

"خاصے خوش فہم معلوم ہوتے ہیں جناب' بائی داوے آپ کی تعریف؟"

"مجھے سفیان رضوی کہتے ہیں' میں نوین کا بھائی ہوں' آپ شاید نہیں یقیناً اس کی دوست ہیں۔ ایم آئی رائٹ؟" اس کے پوچھنے پر مشعل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"رات میں خاصا تاخیر سے گھر آیا تھا باقی سب سے

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ آنچل ماہنامہ حجاب کراچی
ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کریں گے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 850 روپے
امریکا' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
8000 روپے
میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے
6000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام' ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔ مقامی افراد
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0316-0128216
موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0300-8264242
رابطہ: طاہر احمد قریشی 0300-8264242
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز
81 نپیئر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510
فون نمبرز: +922-35620771/2
naeyufaq.com
Info@naeyufaq.com

www.pakistanipoint.com

تو صبح ملاقات ہوگئی تھی مگر آپ پر شاید تھکن کچھ زیادہ ہی حاوی تھی۔'' اس کے لہجے میں طنز محسوس کرتے وہ فوراً بولی۔

''آپ طنز خاصے اچھے انداز میں کر لیتے ہیں۔''

''ارے آپ اسے طنز سمجھ رہی ہیں' میں نے تو بس ایسے ہی ایک عام سی بات کی تھی۔'' وہ اس کے انداز پر خاصا محظوظ ہوا۔

''بائی داوے مے آئی نو یور نیم؟'' بازو سینے پر باندھے وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ تھا۔

''مشعل..... مشعل رائے۔''

''نائس ٹو میٹ یو مس مشعل۔''

''تھینکس بٹ آئی ایم سوری کہ مجھے فارمیلٹیز نبھانی نہیں آتیں۔''

''آپ غلط سمجھ رہی ہیں میں نے فارمیلٹی نہیں نبھائی رئیلی مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔'' اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

''اوکے تھینکس اگین' بائی داوے یہ نوین وغیرہ کب واپس آئیں گے؟'' اب وہ بیزاریت محسوس کر رہی تھی۔ اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی ان کی گاڑیاں آگے پیچھے اندر آئیں' گاڑیوں سے اتر کر وہ سب انہی کی جانب چلے آئے۔ سفیان کی موجودگی میں مشعل خاموشی ہی رہی تھی' ورنہ اس کا دل تو چاہ رہا تھا کچا چبا جائے ان سب کو..... وہ بھی اسے نظر انداز کیے اس سے گفتگو کرنے لگے..... اس کی مسلسل خاموشی پر ان سب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ کیا۔ حیدر نے مسکراہٹ ہونٹوں میں دباتے ہوئے شرارت سے آنکھ دبائی اور گلا کھنکارتے ہوئے مشعل کی جانب متوجہ ہوا۔

''ارے مشعل تم اتنی جلدی اٹھ گئیں..... آج کا دن خاصا حیرت انگیز ہے سارے کام خلاف معمول ہو رہے ہیں۔ اب تم خود کو ہی لے لو کتنی جلدی اٹھ گئی ہو ناں تم..... ہمارے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا' دراصل ہم سب گدھے گھوڑے بیچ کر بے فکری سے گہری نیند سوئے ہوئے تھے کہ اچانک کسی کے بے تحاشا چیخنے کی آواز سے ہم سب ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے بھاگے بھاگے لاؤنج میں آئے تو وردہ' مروی اور نوین بھی لاؤنج میں بیٹھی نظر آئیں..... وہ بھی چیخ کی آواز سن کر باہر نکلیں تھی بعد میں پتا چلا کہ مسٹر مرغا صاحب اپنی صبح کا آغاز ایسے ہی چیخ چلا کر کرتے ہیں تب ہی ان کا پورا دن بہت خوشگوار گزرتا ہے..... بس پھر کیا تھا ہم نے جو.....''

''بس اتنی بکواس کافی ہے حیدر' کیا بے وقوف سمجھ رکھا ہے مجھے۔ مجھے تو لگ رہا ہے تم نے ہی سب کو میرے بغیر جانے کے لیے اکسایا ہوگا۔'' اس کی بات پہ حیدر خوامخواہ سر کھجانے لگا۔

''اور وردہ تم' تمہیں یہاں لے کر آنے والی میں' تمہارے پیرنٹس کو منانے والی میں اور میرے ہی بغیر تم ان بدتمیزوں کے ساتھ چلی گئیں۔ آئی کانٹ بلیو دس یار۔''

''کم آن مشی..... چھوڑو ناں اس بات کو ویسے بھی وردہ نے تمہیں جھنجوڑ جھنجوڑ کر اٹھانے کی کوشش کی تھی' مگر تم ہی اتنی گہری نیند میں تھیں تو اس میں ہمارا کیا قصور۔'' اذہان نے وردہ کا دفاع کیا لیکن اس کا منہ ہنوز پھولا ہوا تھا۔ سب باری باری اسے منا رہے تھے' سفیان وہاں کھڑا سب کو دیکھ رہا تھا اور ان کی نوک جھونک سے خاصا محظوظ بھی ہو رہا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

انیس رضوی بہت بڑے بزنس مین ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع و عریض زمین و جائیداد کے بھی وارث تھے۔ ان کے چار بچے تھے' تین بیٹے ایک بیٹی۔ ارسلان و ریحان ان کے ساتھ بزنس کو سنبھال رہے تھے جبکہ سفیان رضوی آرمی میں کیپٹن تھا اور بیٹی نوین یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ انیس صاحب کی بیوی کچھ عرصہ قبل وفات پا گئی تھیں..... انیس صاحب کو اپنے گاؤں اور اپنی زمین سے بے انتہا پیار تھا' جتنے بڑے وہ بزنس مین تھے اگر چاہتے تو زمین بیچ کر شہر کے ہی ہو کر رہ سکتے تھے اور گاؤں سے ہمیشہ کے لیے ناتا توڑ سکتے تھے۔

www.paksociety.com

بہت سے زمیندار انہیں اس زمین کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار تھے انہوں نے انکار کردیا۔ وہ کسی بھی قیمت پر اپنی زمین بیچنا نہیں چاہتے تھے۔ یہاں ان کی بچپن کی یادیں تھیں ان کی عزیز اسی زمین میں دفن تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی حویلی زمینوں اور باغات کی دیکھ بھال کے لیے کافی نوکر اور مزارعے رکھے ہوئے تھے وہ خود بھی ہر ماہ گاؤں کا چکر ضرور لگاتے تھے۔ ان دنوں بھی ان کے لیے گاؤں جانے کا تھا دوسرا انہیں بیرون ملک جانا تھا دونوں کام انتہائی ضروری نوعیت کے تھے لہٰذا انہوں نے سفیان کو گاؤں بھیج دیا تھا اور سفیان کے گاؤں جانے کے کچھ دن بعد ہی نوین اپنے یونیورسٹی فیلو کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

اس دن وہ سب نہر پہ چلے آئے سفیان بھی ہمراہ تھا۔ یہ جگہ حقیقتاً بہت خوب صورت تھی۔ نہر کافی بڑی اور گہری تھی اس کے دونوں طرف گھنے درخت تھے جو اس کی خوب صورتی میں اضافہ کررہے تھے اور نہر کے درمیان میں لکڑی کا پل تھا جو خستہ حالت میں تھا۔ درختوں کے جھرمٹ میں ایک خوب صورت سا ہٹ بھی تھا۔ انہیں ازحد مزا آرہا تھا۔ مشعل اور وردہ ایک جگہ بیٹھ گئیں۔

"یونو فرینڈز یہ نہر جتنی خوب صورت دکھائی دیتی ہے درحقیقت اتنے ہی زیادہ خطرناک بھی ہے۔"

"چھوڑو ناں نوین کیوں ڈرا رہی ہو سب کو۔" سفیان نے فوراً ہی اسے ٹوکا۔

"سفیان بھیا ایسا ہی بزدل سمجھ رکھا ہے کیا یار یہ تو توہین ہے ہماری مردانگی کی۔" شہریار نے برا سا منہ بنایا۔

"ارے نہیں یار میں تو مذاق کررہا تھا۔ تم نے تو برا ہی منا لیا میں جانتا ہوں مرد بچے ہو ڈرنا مردوں کی فطرت نہیں میں تو....."

"سفیان بھیا اتنا مت چڑھایئے اسے ورنہ ابھی نہر میں کود کر اپنی مردانگی کا ثبوت دے دے گا۔" حیدر نے سفیان کی بات کاٹتے ہوئے شرارت سے آنکھ دبائی۔

"نوین انہیں چھوڑو تم بتاؤ کیا کہہ رہی تھیں اس نہر کے بارے میں۔" مشعل نے بے تابی سے پوچھا، ویسے بھی اسے بہت شوق تھا اس طرح کی باتیں سننے کا۔

"ہاں میں کہہ رہی تھی کہ یہ نہر بہت خطرناک ہے جانتی ہو ہر سال اس نہر میں اسی جگہ پر کئی لوگ ڈوب کر مرتے ہیں جو خوش قسمت ہوتے ہیں ان کی باڈیز مل جاتی ہیں اور کچھ بیچاروں کو یہ نہر اپنے اندر ہی سمو لیتی ہے اور ان کے نام ونشان تک نہیں ملتے..... دو سال قبل میرا کزن اپنے فرینڈز کے ساتھ یہاں آیا تھا..... تیرا کی میں خاصا ماہر تھا اس دن بھی وہ نہر میں تیرنے لگا جب وہ نہر کے وسط میں پہنچا تو بے رحم نہر اسے نگل گئی تین دن بعد اس کی باڈی ملی تھی۔" سب سانس روکے اس کی بات سن رہے تھے۔ مشعل نے گہری سانس لی اور پھر وردہ کی جانب دیکھا، اس کے چہرے پر خوف کے سائے تھے چہرہ آنسوؤں سے تر تھا یہی حال مروی اور نوین کا بھی تھا۔

"یہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں پر کوئی آسیب ہے آئی مین جن وغیرہ رہتے ہیں۔ وہ یہاں سے گزرنے والے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور انسان میکانکی انداز میں کھنچا چلا جاتا ہے اور جانتی ہو یہاں پہ جو بھی اس نہر میں گرتا ہے کبھی زندہ واپس نہیں آتا..... موت ہی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔" نوین مزید گویا ہوئی وردہ اور مروی متوحش دکھائی دینے لگیں۔

"ہے گرلز یہ تم لوگوں کو کیا ہوا ہے موت تو زندگی کا حصہ ہے یار اور یہ ہر کسی کو آنی ہے اور یہ کسی بھی طرح آسکتی ہے چاہے وہ نہر میں ڈوب کر مرے چاہے ایکسیڈنٹ میں اللہ نے جس طرح لکھی ہے اسی طرح آئے گی..... تم لوگ موت کے نام پہ خوفزدہ کیوں ہورہی ہو۔" مشعل کا انداز استہزائیہ ہوا۔ وہ افسوس میں سر ہلاتے ہوئے پل کی جانب بڑھی اور پل پہ چلنے لگی یکا یک سفیان کی نگاہ اس پر پڑی۔

"مشعل یہ آپ کیا کررہی ہیں؟" وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہ جو جن صاحب ہیں کیا

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

مجھے بھی اپنی طرف کھینچتے ہیں یا نہیں۔'' اس کے لہجے میں سراسر استہزاء تھا۔

''دیکھیے اس پل پہ چلنا کوئی مذاق نہیں ہے' پلیز واپس آیئے۔''

''اوں ہوں.....'' وہ مسلسل نفی میں سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھتی رہی اور وہ سب ہونق بنے دیکھتے رہے۔

''دیکھو مشعل' ضد مت کرو اور واپس آجاؤ.....'' وہ سن کب رہی تھی بس چلتی جارہی تھی۔ اس کی نظریں ایک پل کو بھٹکیں' تب ہی ایک زوردار چیخ بلند ہوئی..... سفیان فوراً اس کی جانب بھاگا۔ گھبراہٹ میں دوبارہ وہ ٹھوکر کھاتے کھاتے بچا' تھینک گاڈ کہ وہ نیچے نہیں گری تھی بلکہ خود کو بچانے کے لیے لکڑی کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور آنکھیں بند کیے ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ ایسا منظر تھا کہ وہ مسکرا دیا پھر دوزانوں بیٹھ کر مشعل کو دونوں ہاتھوں سے اوپر کھینچا' اس کی تو گویا ٹانگوں میں جان ہی نہ رہی تھی اس نے مضبوطی سے اس کے بازو کو تھاما ہوا تھا۔

''یہ کیا بے وقوفی تھی مشی' اگر تمہیں کچھ ہوجاتا تو.....

عجیب پاگل لڑکی ہو تم..... بعض اوقات کیسی بچکانہ حرکتیں کرنے لگتی ہو' حیرت ہے۔'' حیدر کے انداز میں اس کے لیے غصے کے ساتھ ساتھ فکر بھی تھی۔

''آر یو اوکے مشی؟'' نوین نے پوچھا۔ اس نے ان سب کی جانب دیکھا' سب کے چہروں پر فکر و سراسیمگی چھائی ہوئی تھی' کتنی فکر کتنی پروا تھی' ان سب کو اس کی..... وہ شرمندہ ہوگئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر آنسوؤں کا گولہ سا حلق میں اٹک گیا' خود کو سنبھالتے ہوئے وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''آئی ایم او کے یار' یہ کیا رونی صورتیں بنائی ہوئی ہے تم سب نے' مجھے دیکھو بالکل ٹھیک ہوں میں' کچھ نہیں ہوا ہے مجھے۔''

''ہوا نہیں لیکن ہو تو سکتا تھا ناں..... ہم سب کی جان نکل گئی اور ان کی ادا ٹھہری شیم اون یو مشی۔'' اذہان ناراضی سے گویا ہوا۔

''ایم سوری یار' ایکسٹریملی سوری لیکن ایک بات تو طے ہے زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بچانے والی ذات بھی وہی ہے اور مارنے والی بھی..... اب یہی دیکھ لو اگر اللہ کو میرا مرنا مقصود ہوتا تو میں بجائے اس لکڑی کو پکڑنے کے سیدھا نہر میں گرتی' یہ جانتے ہوئے بھی کہ نیچے کتنی گہری نہر ہے میں نے اپنے حواس نہیں کھوئے' چونکہ مجھے ابھی زندہ رہنا ہے' سو میں بچ گئی۔ فرینڈز یہ نہر کوئی خطرناک و طرناک نہیں ہے جس کی موت ڈوب کر ہونی ہے اس نے ویسے ہی مرنا ہے' یہ تو ہی لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ورنہ اس سب میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔'' مسکرا کر کہہ رہی تھی تاکہ ان سب کو مطمئن کرسکے جبکہ اس کا دل خوف سے بری طرح دھڑک رہا تھا۔

''چلیں اس سے ایک بات تو ثابت ہوئی کہ آپ خاصی بہادر لڑکی ہیں لیکن بعض اوقات یہ جذباتی بہادری نقصان کا سبب بھی بنتی ہے' اس لیے احتیاط لازم ہے کیونکہ اتفاقات بھی کبھی ہی ہوا کرتے ہیں۔'' اس کے آخری جملے پر وہ یکلخت چونکی۔ ایک جھٹکے سے اس نے اس کی جانب دیکھا۔ دو ہفتے قبل ہونے والا واقعہ وہ بھولی نہیں تھی۔ وہ جو خوفناک رات' ساتھ ہی وہ لڑکا بھی جس نے اس کی مدد کی تھی' یہاں پہ جب اس کی ملاقات سفیان سے ہوئی تو اسے ایک پل کو لگا تھا کہ وہ یہ آواز پہلے بھی کہیں سن چکی ہے مگر اپنا وہم جان کر اس نے جھٹک دیا تھا۔ سفیان بڑے غور سے اس کو دیکھ رہا تھا لیکن کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی' اس کی آنکھوں میں شرارت اور ہونٹوں پہ محظوظ کن مسکراہٹ تھی۔ مشعل نے نظریں چرائیں اپنی اس دن کی بدتمیزی پر وہ ازحد شرمسار تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

وہ نجانے کیا سوچ کر کھڑکی کے پاس آیا تھا کہ اس کی نگاہ لان میں سنگی بینچ پر بیٹھے وجود پر گئی..... اس کی پشت ہونے کے باعث وہ اسے پہچان نہیں پایا تھا۔ اس نے حیرت سے آنکھیں سکیڑیں۔

www.paksociety.com

''یہ رات کے اس پہر کون ہوسکتا ہے؟'' وہ پرسوچ انداز میں بڑبڑایا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا لان میں آیا رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ سب اپنے اپنے کمروں میں تھے پھر یہ اس وقت کون تھا؟ اسی بات نے اسے تجسس کیا تھا۔ لان میں مدہم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اس کے عین سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔ مشعل کو دیکھ کر اس نے گہری سانس لی' اسے یہاں دیکھ کر اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔

''کیا بات ہے' آپ ابھی تک سوئیں نہیں؟'' اس کی آواز پر وہ بری طرح چونکی۔

''ارے آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟ میں تو سمجھی شاید آپ بھی باقی سب کی طرح سو چکے ہوں گے۔''

''سو تو جاتا مگر آپ سونے دیں تب ناں۔'' وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔

''جی..... کچھ کہا آپ نے؟'' اس کی بڑبڑاہٹ کو وہ سن نہیں سکی۔

''آں..... ہاں میں کہہ رہا تھا کہ آپ بھی تو ابھی تک جاگ رہی ہیں؟'' گڑبڑاتے ہوئے اس نے بات بنائی۔

''ہاں میں' میں تو بس ایسے ہی۔ ایکچوئلی نیند نہیں آرہی تھی سو یہاں چلی آئی۔''

''نیند نہ آنے کی کوئی خاص وجہ؟'' وہ بغور اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ ''آئی مین آپ کو یہاں کوئی پریشانی تو نہیں؟'' دل ہی دل میں خود کو سرزنش کی۔

''نہیں کوئی پریشانی نہیں ہے مجھے۔'' ان کے درمیان کچھ دیر کے لیے خاموشی رہی۔ مشعل کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بات کرے۔

''آپ.....'' ان دونوں کے منہ سے بیک وقت ایک ہی لفظ ادا ہوا تھا۔ وہ بے ساختہ ہنس دیے۔

''انٹرسٹنگ..... آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ ہم پہلے بھی مل چکے ہیں۔'' مشعل نے ہنسی روکتے ہوئے سفیان سے استفسار کیا۔

''میرا دل چاہ رہا تھا کہ آپ خود مجھے پہچانیں مگر مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ کی یادداشت کافی کمزور ہے۔'' اسے اس کی آنکھوں میں شرارت نظر آئی تھی۔

''اوں..... ہوں' میری یادداشت کمزور نہیں بلکہ آپ غلطی پر ہیں ایکچوئلی میں نے اس رات آپ کو دیکھا نہیں تھا یونو میں کافی پریشان تھی۔ اس لیے میں نے آپ پر دھیان نہیں دیا تھا۔''

''ایک بات کہوں؟ ایسی ہی کسی راہ چلتے پر یقین نہیں کر لیتے ضروری نہیں ہر کوئی میرے جیسا ہی ہو۔'' اپنی ہی کہی بات پر وہ خاصا محظوظ ہوا۔

''اللہ رے خوش فہمی..... اب ایک بات میں بھی کہوں' میں بھی ایسے ہی راہ چلتوں پر یقین نہیں کر لیتی کیونکہ عقل نامی چیز میرے پاس بھی محفوظ ہے۔ اس رات تو مجھے جھنجلاہٹ سی ہو رہی تھی' کسی نے ضد دلا دی تھی' اسی لیے میں کسی بھی نقصان کی پرواہ کیے بغیر چل پڑی تھی۔''

''بائی دا وے رات کے اس پہر کس نے ضد دلا دی تھی' آپ کو؟'' اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کچھ جاننے کی کوشش کی۔

''رات کافی ہوگئی ہے' آئی تھنک اب ہمیں چلنا چاہیے۔'' مشعل نے موضوع سے ہٹنے کی خاطر کہا اور فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

''اوکے..... گڈ نائٹ۔'' اس کے اس طرح بات بدلنے پر وہ کچھ سوچنے لگا پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

''ہیلو ایوری باڈی' کیا ہو رہا ہے؟'' وہ ابھی ابھی زمینوں سے واپس آیا تھا سب کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر انہی کی جانب چلا آیا۔

''کیا ہوا ہے؟'' ان کی خاموشی پر اس نے چونک کر باری باری سب کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں پر پریشانی کی واضح جھلک دکھائی دے رہی تھی۔

''ٹوین کیا بات ہے گڑیا؟ تم سب کے چہروں پر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

پریشانی کیسی؟ اور یہ مشعل کہاں ہیں دکھائی نہیں دے رہی؟'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بھیا' مشعل جانے کہاں چلی گئی ہے' اتنی رات ہوگئی ہے مگر اس کا کچھ پتا نہیں۔'' نوین رونے والی ہوئی۔

''واٹ.....! مشعل گھر میں نہیں ہے۔ اس وقت وہ کہاں جاسکتیں ہے' تم لوگوں کو بتا کر نہیں گئی کیا؟'' اس کے پوچھنے پر نوین نے نفی میں سر ہلایا۔

''اچھا..... ڈونٹ وری میں دیکھتا ہوں۔'' وہ تیزی سے اٹھ کر گھر سے نکل گیا۔ وہ بے حد پریشان ہوگیا تھا۔ اس کا پریشان ہونا بھی جائز تھا۔ آج کل گاؤں میں طرح طرح کے واقعات ہورہے تھے اور یوں بھی اکیلی لڑکی کا نکلنا کسی بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ رات بھی خاصی ہوگئی تھی۔ دل میں عجیب بے چینی تھی۔ اسے دیکھ کر اس کے دل کو قرار آیا تھا۔ ساتھ ہی غصہ بھی عود کر آیا۔

''کہاں تھی آپ؟ سب کتنے پریشان ہورہے ہیں اس کا اندازہ ہے آپ کو؟'' اس کے گاڑی سے باہر آتے ہی سفیان نے غصہ سے پوچھا۔ وہ ہونق بنی اسے دیکھ رہی تھی۔

''ایم سوری..... لیکن میں نے کیا کیا ہے؟'' وہ ناسمجھی کے عالم میں گویا ہوئی۔

''کیا کیا ہے؟ یہ بھی میں آپ کو بتاؤں جانتی نہیں رات کے ساڑھے بارہ بج رہے ہیں اور آپ اب تشریف لارہی ہیں۔''

''ہاں تو..... میں تو پہلے بھی رات گئے تک باہر رہتی ہوں..... اس میں کیا انوکھی بات ہے۔'' اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

''فار یو کائنڈ انفارمیشن مس مشعل' جہاں کی بات آپ کررہی ہیں وہاں میں اور یہاں میں بہت فرق ہے..... وہاں پہ دن سوتے اور راتیں جاگتی ہیں' جبکہ یہ گاؤں ہے' یہاں اس وقت آدھی رات ہوچکی ہے' کوئی بھی آپ کو یہاں باہر گھومتا ہوا دکھائی نہیں دے گا۔ ماسوائے چوروں اور ڈاکوؤں کے۔ جانتی ہیں کتنا پریشان ہوگیا تھا میں..... اگر آپ کو کچھ ہوجاتا تو..... اگر آپ کو خود اپنی پرواہ نہیں ہے تو کم از کم خود سے ریلیٹڈ لوگوں کا تو خیال کرلیا کیجیے..... ہر وقت اپنے بارے میں مت سوچا کیجیے دوسروں کے بارے میں بھی سوچ لینا چاہیے..... ہوسکتا ہے کوئی آپ کی حرکت سے کتنا پریشان ہوجائے' دوسروں کا احساس کرنا بھی انسانیت ہے۔'' وہ حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھی وہ غصے میں تھا۔ اسے مسلسل خاموش دیکھ کر اس نے اپنے لب بھینچ لیے اور مزید کچھ اور کہے وہاں سے چلا گیا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

وہ اپنی رات والی حرکت پہ بے حد شرمندہ تھی۔ سب نے اسے اس کی بے پروائی پر آڑے ہاتھوں لیا تھا۔ اس سے ناراض بھی ہوگئے تھے۔ باقی سب کو تو اس نے منالیا تھا لیکن سفیان سے ابھی تک اس کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ آج ان کا گاؤں میں آخری دن تھا۔ کل صبح ان کی واپسی تھی جبکہ سفیان کو مزید کچھ دن یہاں اور رکنا تھا' جانے سے پہلے وہ اس سے معذرت کرنا چاہتی تھی مجبوراً اسے اس کے کمرے میں آنا پڑا..... ناک کرکے وہ اس کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ شاید کہیں جارہا تھا۔ صوفے پر بیٹھا وہ شوز پہن رہا تھا اور فون پر کسی سے باتیں کررہا تھا اسے دیکھ کر رابطہ منقطع کردیا۔

''ارے..... آپ یہاں؟'' اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

''کیوں..... کیا میں آپ کے کمرے میں نہیں آسکتی؟'' مشعل نے مسکرا کے ہوئے استفسار کیا۔

''آسکتی ہیں بھئی ضرور آسکتی ہیں..... میں نے روکا تو نہیں آفٹر آل آپ ہی کا کمرہ ہے۔'' گو آخری جملہ اس نے نہایت آہستگی سے ادا کیا تھا مگر اس نے سن لیا تھا پر ان سنی کرگئی تھی۔

''میں آپ سے رات والی حرکت پہ معذرت کرنا چاہتی تھی۔ ایکچوئلی غلطی ساری میری ہی ہے' مجھے سوچنا چاہیے تھا' میری اس حرکت سے کتنی پریشانی اٹھانا پڑی

www.paksociety.com

آپ سب کو..... آئی ایم سوری ایکسٹریملی سو....."

"سوری تو مجھے کہنا چاہیے تھا مشتعل' شرمندہ تو میں ہوں آپ سے۔ غلطی آپ کی نہیں بلکہ میری تھی' یہاں کے حالات کیسے ہیں یہ آپ کو تو معلوم نہیں تھا ناں' بلاوجہ ہی میں نے آپ کو ڈانٹ دیا..... آپ کو برا تو لگا ہوگا؟"

"کیا مجھے برا لگنا چاہیے تھا؟" اس نے مسکرا کے پوچھا۔

"لگنا تو چاہیے تھا۔"

"اوہوں مجھے برا نہیں لگا کیونکہ میں نے جو حرکت کی تھی اس کے لیے یہی ڈیزرو کرتی تھی۔ خیر چھوڑیے..... آپ نے اپنی غلطی پہ سوری کہا اور میں نے اپنی غلطی مان لی' سو حساب برابر۔" اس نے بات ہی ختم کردی۔

"اچھا آپ یہ بتائیے ہمارا گاؤں آپ کو کیسا لگا؟" وہ سوچ رہی تھی کیا بات کرے' دفعتاً وہ بولا۔

"بہت' بہت ہی زیادہ اچھا لگا' بے انتہا خوب صورت..... سب کچھ دیکھا ہے میں نے اس گاؤں میں..... سب کچھ ملا ہے مجھے یہاں..... پیار و محبت' اپنائیت' ایک دوسرے کی پرواہ' فکر' خوشی آئی مین وہ سب کچھ جو شاید....." کچھ کہتے کہتے وہ رکی' سفیان نے بغور اس کو دیکھا۔

"مم..... میرا مطلب ہے کہ میں ایکسپلین نہیں کرسکتی' مجھے یہاں آ کر کتنا اچھا لگا' بہت انجوائے کیا ہے میں نے..... آئی وش کہ میں یہاں رہ سکتی۔"

"یہ ناممکن تو بالکل بھی نہیں ہے' اگر آپ چاہیں تو....." وہ معنی خیزی سے بولا۔ جواباً مشتعل نے نظریں چرائیں۔

"آ..... آئی تھنک' مجھے اب چلنا چاہیے پیکنگ بھی کرنی ہے۔" کہتے ہوئے وہ جانے کے لیے مڑی۔

"مشتعل..... میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کیا تھوڑا سا وقت دیں گی۔"

"جی کہیے میں سن رہی ہوں۔" بنا اس کی جانب دیکھے وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"آج سے کچھ روز قبل ایک طوفانی رات میں میری ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی' میں نے پہلی بار اتنی طوفانی رات میں ایک تنہا لڑکی کو پریشان ہونے کی بجائے غصے میں دیکھا تھا' ورنہ عموماً لڑکیاں ایک چھوٹی سی چھپکلی سے بھی ڈر جاتی ہیں' مجھے بڑی حیرت ہوئی تھی۔ مجھے کئی دن تک وہ طوفانی رات والی لڑکی بھولی نہیں تھی پھر جب میں نے اس لڑکی کو اپنی بہن کی دوست کے روپ میں دیکھا تو مجھے ایک خوشگوار سی حیرت ہوئی' اس دن مجھے اپنے ایک دوست کی بات بڑی شدت سے یاد آئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ بعض اوقات مذاق میں کہی بات بھی کیسے سچ ہوجاتی ہے مجھے اس دن پتا چلا تھا اس نے کہا تھا کہ جب انسان کسی اجنبی سے ملتا ہے اور اگر وہ ملاقات اسے کئی دن تک یاد رہے تو سمجھ لو اس اجنبی سے تمہاری ملاقات دوبارہ ضرور ہوگی..... تب ہم سب کو اس کی بات پہ بڑی ہنسی آئی تھی۔ خیر میں بھی کیا باتیں لے بیٹھا..... میں یہ کہہ رہا تھا پھر جب جب میری ملاقات اس لڑکی سے ہوئی بظاہر وہ لڑکی بڑی شرارتی' ہمہ وقت ہنسنے مسکرانے والی' خوش باش دکھائی دیتی تھی مگر مجھے ایک عجیب سا درد' ایک حسرت' ایک یاس جو ہمہ وقت اس کی آنکھوں میں دکھائی دیتا تھا' مجھے اس کی آنکھوں کا یہ تاثر بہت دکھی کرتا میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کی آنکھوں میں مسکراتا ہوا تاثر دیکھوں..... جو وہ خوش ہو تو اس کی آنکھیں بھی اس کا ساتھ دیں..... جب وہ مسکرائے تو اس کی آنکھیں بھی مسکرائیں' میں چاہتا ہوں وہ لڑکی مجھ سے اپنا دکھ شیئر کرے کیا وہ لڑکی مجھے بتانا چاہے گی....." وہ کہہ کر دو قدم اس کی جانب بڑھا۔ "اس لڑکی کو اس کندھے کی ضرورت ہوگی وہ ضرور اس کندھے پر سر رکھ کر اپنے سارے غم بہادے گی..... ابھی تو وہ خود کو آزما رہی ہے۔" مضبوط لہجے میں کہتی وہ بنا اس کی جانب دیکھے کمرے سے نکل گئی اور وہ ایک ہی جگہ پر نظریں گاڑے بہت دیر تک کچھ سوچتا رہ گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

وہ ٹیرس پہ کھڑی آسمان پہ اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی

www.paksociety.com

تھی اس وقت وہ کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی پر نجانے کیوں آہستہ آہستہ پرانی باتیں ذہن پر دستک دے رہی تھیں۔ سفیان سے ہونے والی پہلی ملاقات اور اس کے بعد اپنے گھر کا ماحول، تنہائی اور پھر وہ باتیں جنہیں وہ کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔

اس روز اس کے سر میں شدید درد تھا' اس لیے وہ باقی کی کلاس چھوڑ کر کے گھر واپس آ گئی تھی۔ انگلیوں سے سر کو دباتے ہوئے وہ لاؤنج سے گزر رہی تھی جب کسی کی آواز پہ وہ ٹھٹک کر رکی۔ اس نے ذرا غور سے سنا تو یہ آواز عرشیہ بیگم کی تھی۔ اس نے نظر انداز کر کے گزر جانا چاہا مگر ان کے منہ سے اپنا نام سن کر وہ چونکی۔ اس کے قدم میکانکی انداز میں ان کے کمرے کی جانب بڑھے...... وہ یہ غیر اخلاقی حرکت کرنا نہیں چاہتی تھی مگر غیر ارادی طور پر اس سے یہ حرکت سرزد ہو رہی تھی۔

''جانتی ہو رافعہ...... یہ لڑکی مشعل بہت بری لگتی ہے مجھے' نفرت کرتی ہوں میں اس سے' کسی ٹوٹے ہوئے کانچ کی طرح چبھتی ہے میری آنکھوں میں...... کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا ہے اسے بھی اس کے بھائی کے پاس بھیج دوں تاکہ کبھی بھی یہ میرے اور حسن کے درمیان نہ آ سکے...... ہمیشہ کے لیے یہ قصہ ہی ختم ہو جائے...... یہ بھی تو اسی کی بیٹی ہے ناں...... اس ناگن کی' مر کے بھی پیچھا نہیں چھوڑا اس چڑیل نے...... نشانی ہے یہ اس کی' سینے سے چمٹا رکھا ہے حسن نے اسے...... جلن ہوتی ہے مجھے دیکھ کر' بہت جلن ہوتی ہے۔ کسی نشانی کو نہیں چھوڑوں گی میں' سب کچھ مٹا دوں گی میں...... سب کچھ......'' کتنی نفرت اور حقارت تھی عرشیہ بیگم کے لہجے میں' کتنی کڑواہٹ تھی ان کے اندر وہ حیرت سے گنگ کھڑی رہ گئی۔

''بس کرو عرشی پلیز بس کرو' مت کرو اتنا ظلم' تم کیا سمجھتی ہو یہ سب کرنے سے تمہیں سب مل جائے گا...... یہ بھول ہے تمہاری کچھ نہیں ملے گا تمہیں' ہمیشہ تہی دست رہو گی تم' کچھ ہاتھ نہیں آئے گا تمہارے سوائے نفرت کے...... اتنے لوگوں سے تمہاری یہ نفرت کبھی بھی محبت حاصل کرنے نہیں دے گی...... ہار جاؤ گی' بالکل تنہا رہ جاؤ گی تمہیں تمہاری یہ نفرت۔'' رافعہ کی باتوں پہ اس نے جیسے کان پر سے مکھی اڑائی۔

''ہنہ...... غلط فہمی ہے تمہاری عرشیہ حسن نے کبھی ہارنا نہیں سیکھا' میں تمہیں اپنی محبت کو جیت کر دکھاؤں گی...... چاہے اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے، حسن صرف میرا ہے' اس کی محبت صرف میری ہے اور اس محبت میں کسی اور کو شریک نہیں ہونے دوں گی میں، مجھ پر وہ کسی اور کو ترجیح دے یہ برداشت نہیں ہوتا مجھ سے' چاہے وہ کوئی بھی ہو...... اپنی محبت کی راہ میں حائل ان خوشنما پھولوں کو جڑ سے اکھیڑ دوں گی میں اور یہ میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہے' اس کا ثبوت معاذ کی موت ہے۔'' اس کے سامنے بیٹھی رافعہ اور کمرے سے باہر کھڑی مشعل کے اردگرد جیسے دھماکا ہوا تھا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ساکت ہوئیں۔

''وا...... واٹ یہ...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو عرشیہ' ہوش میں تو ہو تم؟'' رافعہ کے ساکت وجود میں جنبش ہوئی۔

''ہوش ہی میں ہوں...... یو نو رافعہ میں نے یہیں اسے سیڑھیوں سے دھکا دیا تھا' میرا ارادہ اسے مارنے کا نہیں تھا' میں تو چاہتی تھی کہ کچھ روز ہاسپٹل میں رہے گا تو دن تو سکون میں گزریں گے مگر شاید اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا سیڑھیوں کا کونا اس کے دماغ میں لگا تھا' ڈاکٹر کے پاس جانے کا موقع ہی نہ ملا' وہیں پر تڑپ تڑپ کر مر گیا بیچارہ اور سب اسے ایک حادثہ ہی سمجھتے ہیں' چلو بھئی' ہمیں کیا' خس کم جہاں پاک۔'' وہ اور بھی جانے کیا کیا کہہ رہی تھیں' رافعہ سن کب رہی تھی آنکھیں پھاڑے دم بخود اس خوب صورت چہرے کے پیچھے چھپے ہوئے گھناؤنے روپ کو دیکھ رہی تھی، تب ہی ایک زوردار نسوانی چیخ نے ان دونوں کو ہی چونکا دیا۔ عرشیہ بیگم چیل کی طرح باہر لپکیں' دروازے کے بیچ بے ہوش پڑی مشعل اور خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے حسن نے انہیں جیسے پتھر کا کر دیا تھا اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی تھی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

اچانک بجتے سیل فون نے اسے بری طرح چونکایا۔ اس وقت وہ کسی سے بھی بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی اسی لیے اس نے سیل آف کردیا تھا' چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موند گئی۔ سوچوں کا سلسلہ پھر وہیں سے جڑ گیا تھا۔

اس بے رحم حقیقت کے بعد مشعل کتنے ہی دن تک بستر پر پڑی رہی' چپ سی لگ گئی تھی اسے..... حسن رائے کو دو آزمائشوں سے گزرنا پڑا رہا تھا..... ایک طرف بیٹی بستر سے لگ گئی تھی دوسری طرف اپنے عزیز از جان بیٹے کا قتل انہیں دوہرے صدمے سے دوچار کررہا تھا جس بیٹے کی موت کو وہ ایک حادثہ سمجھ کر صبر کیے ہوئے تھے وہ زخم پھر سے ادھڑ گئے تھے۔ دونوں باپ بیٹی کو معاذ کی ایسی موت نے ادھ موا کردیا تھا۔ فی الحال عرشیہ بیگم کو وہ بھولے ہوئے تھے پھر مشعل اسپتال سے گھر تو آگئی پر حسن صاحب نے اس پر توجہ دینے کے بجائے خود کو بے مصروف کرلیا تھا۔ اس دن مشعل کے دل میں جانے کیا سمائی کہ وہ عرشیہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ راکنگ چیئر پر نیم دراز آنکھیں موندھے بیٹھی تھیں، وہ خاصی کمزور سی لگ رہی تھیں۔ آنکھوں کے گرد سیاہ ہلکے نمایاں نظر آرہے تھے، اس کے تن بدن میں نفرت کی شدید لہر سی اٹھی' کتنی محبت کی تھی اس نے اس عورت سے۔ ایسی محبت جیسی ایک بیٹی کو اپنی ماں سے ہوتی ہے، اس نے کبھی انہیں سوتیلی ماں نہیں سمجھا تھا، اس کے ذہن میں ایسا کوئی لفظ ہی نہیں تھا لیکن انہوں نے سوتیلا پن دکھا ہی دیا تھا' وہ خشمگیں نظروں سے مسلسل انہیں گھور رہی تھی شاید اسی کی نگاہوں کی تپش نے انہیں چونکایا تھا۔

"مم..... مشعل تت..... تم....." اسے دیکھ کر وہ جھٹکے سے سیدھی ہوئیں۔

"کیوں کیا آپ نے ایسا، کیوں مارا میرے بھائی کو، کیا بگاڑا تھا اس نے، کون سا جرم سرزد ہوا تھا اس سے' جس کی وجہ سے اتنی بڑی سزا دی آپ نے۔ ذرا بھی ترس نہیں آیا آپ کو' آپ کو ڈر نہیں لگا یہ سب کرتے ہوئے' ارے اور کچھ نہیں تو یہی سوچ لیا ہوتا کہ وہ آپ کی بہن کا بیٹا تھا' آپ کی سگی بہن کا بیٹا مگر آپ کو کیا اپنی بہن سے' آپ تو نفرت کرتی تھیں ناں ان سے..... آخر کیا کیا تھا میری ماں نے کہ آپ اس حد تک چلی گئیں، ایسا کیا جرم تھا میری ماں کا جس کی سزا آپ نے میرے بھائی کو دی' کیا کیا تھا میری ماں نے جس کی وجہ سے آپ ہم سے نفرت کرتی ہیں؟"

"بہت بہت کچھ کیا تھا اس نے' سب کچھ چھینا ہے اس نے مجھ سے' میری خوشیاں' میری محبتیں' میری ہنسی' میرا دوست' سب کچھ اسی نے چھینا ہے' بچپن سے لے کر آج تک وہ میرے لیے تکلیف کا باعث بنی رہی ہے، جس دن پیدا ہوئی اسی دن پاپا ائر کریش میں مارے گئے اور ماما کو یہی صدمہ لے ڈوبا..... سب اسے منحوس کہتے تھے۔ مجھے بھی لگا کہ اسی کی وجہ سے میرے ماما پاپا بچھڑ گئے، مجھے نفرت ہی ہوگئی تھی اس سے، میری ہر خوشی اس کی وجہ سے تکلیف بن جاتی تھی، میرے ہونٹ اس کی وجہ سے مسکرانا بھول گئے تھے پھر حسن کا میری زندگی میں آنا، مجھے بے انتہا خوشی سے ہمکنار کرگیا..... وہ میرا سب سے اچھا دوست تھا میرا بہت خیال رکھتا تھا' اچانک ہی مجھے ادراک ہوا کہ وہ محض میرا دوست ہی نہیں بلکہ میرے دل میں اس کے لیے جو فیلنگز ہیں وہ کسی اور ہی نوعیت کی ہیں..... میں محبت کرنے لگی تھی اس سے' بے پناہ محبت' میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی بن گیا تھا وہ' اپنی آنکھوں میں اس کے حوالے سے بہت سے خواب سجا لیے تھے۔ ان دنوں میں بہت خوش تھی' ہواؤں میں اڑ رہی تھی میں..... پھر اچانک ہی سب کچھ بدل گیا، میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی بھی چھین لی تمہاری ماں نے' میرا واحد دوست، میری محبت چھین لی اس نے' میری آنکھوں سے خواب نوچ لیے..... مجھے آسمان سے زمین پر پٹخ دیا اس کے لیے میں اسے کبھی معاف نہیں کرسکتی تھی' اس کی خوشیاں اس کی ہنسی زہر لگتی تھی مجھے، میرے اندر

آگ لگا دیتی تھیں، دل چاہتا تھا سب کچھ تہس نہس کردوں' ایک بہن کی موت دوسری بہن کو کبھی خوش نہیں کرتی مگر اس کی موت میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی' مجھے لگا تھا میری محبت مجھے مل جائے گی میری خوشیاں پھر سے لوٹ آئیں گی میں بھی مسکراؤں گی' مگر یہ میری خام خیالی تھی' حسن میری زندگی میں آئے تو سہی مگر اپنے لیے نہیں بلکہ اپنے بچوں کے لیے' تم لوگوں کے لیے' میں نے جب بھی ان کے قریب آنا چاہا تم اور تمہاری ماں درمیان میں آجاتے' کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں گزرتا تھا جب انہوں نے اپنی بیوی اور اس کی نشانیوں کی بات نہ کی ہو' چڑ سی ہوگئی تھی تم دونوں سے...... میں نے ہمیشہ تم لوگوں کی طرف سے انہیں بدگمان کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوسکی' میں نے تم لوگوں کو ان سے دور رکھنا چاہا اور تم ان سے دور ہوتی بھی چلی گئیں مگر حنا میرے لیے مصیبت بن گیا' ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا وہ مجھے...... پاگل ہوجاتی تھی میں اور بس پھر یہ سب ہوگیا' کوئی فائدہ نہ ہوا مجھے میں ایک بار پھر ہار گئی...... سب کچھ پانے کے چکر میں سب کچھ ہار گئی' کچھ بھی نہ پاسکی۔" ان کے لہجے میں شکست تھی۔ عجیب پاگلوں سا انداز تھا ان کا' اس پل وہ ایک سائیکی کیس لگ رہی تھیں۔

"آپ بہت کچھ پاسکتی تھیں اگر آپ محبت کرتیں' آپ نے تو ہمیشہ نفرت کی' مما سے نفرت' ان کی خوشیوں سے نفرت' انہیں اپنے پیرنٹس کی موت کا ذمہ دار ٹھہرایا' والدین تو وہ ان کے بھی تھے' ان کا بھی تو اتنا ہی نقصان ہوا تھا جتنا کہ آپ کا...... بجائے اس کے کہ آپ انہیں ڈھیر سارا پیار دیتیں جس کی وہ مستحق تھیں اس کے برعکس آپ نے ان سے نفرت کی...... بے تحاشا نفرت، انہوں نے کبھی بھی آپ سے کچھ نہیں چھینا یہ محض آپ کے اپنے ذہن کی اختراع تھی' آپ نے اپنے ذہن میں بٹھالیا تھا کہ آپ کا ہر نقصان انہی کی وجہ سے ہوا ہے حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں تھا' جس کے نصیب میں جو کچھ ہوتا ہے اسے وہی ملتا ہے' کوئی کسی سے کچھ نہیں چھینتا...... وہ تو بہت پیار کرتی تھی آپ سے...... ان کا بس چلتا تو سارے جہاں کی خوشیاں آپ کے قدموں میں رکھ دیتیں' آپ نے ہی تو ان میں اور خود میں ایک حد مقرر کردی تھی جس کو وہ چاہنے کے باوجود پار نہیں کرسکیں کیونکہ آپ نے ایسا کرنے نہیں دیا...... یہ آپ کی خودساختہ نفرت تھی جس نے آپ کو اپنی ہی ماں جائی کا دشمن بنادیا' کوئی قصور نہیں تھا ان کا' سوائے اس کے کہ وہ آپ کی بہن تھیں' آپ سب کچھ پاسکتی تھیں اگر آپ پیار کرتیں' آپ نے تو صرف نفرت کی اور نفرت کسی کو کچھ نہیں دیتی ماسوائے نفرت' دکھ' تکلیف اور تنہائی کے' انسان کی زندگی محض ایک بوجھ بن کر رہ جاتی ہے آپ نے جو بھی کیا بہت پچھتائیں گی آپ اس کے لیے۔ آپ کی اپنی زندگی آپ کے لیے سزا بن جائے گی۔" وہ بری طرح چونکی، کسی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا' اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں' حسن رائے اس کے قریب بیٹھے بڑی محبت سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

"واٹ ہیپنڈ مائی چائلڈ؟"

"نتھنگ پاپا۔" اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے وہ دھیرے سے بولی۔

"شیور۔" وہ ہلکا سا مسکرائے۔

"یس ہنڈریڈ پرسنٹ شیور۔" جواباً انہیں مطمئن کرنے کو وہ مسکرائی، وہ کچھ دیر تک بغور اسے دیکھتے رہے ان کی آنکھیں ڈبڈباسی گئیں' اس کے سر پر بوسہ دیا اور اس کا سر کندھے پر رکھ کر سہلانے لگے تھے۔

"جی تو نوین صاحبہ پڑھائی کیسی چل رہی ہے آپ کی؟" سب ناشتہ کرکے جاچکے تھے اب صرف سفیان اور نوین وہاں بیٹھے تھے۔

"فی الحال تو رفتار سست ہے بھائی صاحب' کچھ عرصے بعد رفتار میں تیزی متوقع ہے۔ ابھی تو چین ہے۔" نوین نے بھی اسی کا انداز اپناتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"ہمیں آپ کا انداز پسند آیا' ہمارے ساتھ رہ رہ کر آپ کا سینس آف ہیومر خاصا اچھا ہو گیا ہے۔" اس نے شاہانہ انداز میں کہتے ہوئے مسکراہٹ کو لبوں میں دبایا۔

"آپ کی ذرہ نوازی ہے ورنہ ہم کس قابل۔" وہ جھکتے ہوئے کورنش بجالائی۔ نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے سفیان دھیرے سے مسکرایا۔

"خاصی تیز ہو گئی ہو بائی داوے تمہاری آدھی پاگل دوست کا کیا حال ہے۔" گو اس نے سرسری سے انداز میں استفسار کیا تھا مگر مقابل بھی اس کی بہن تھی فوراً انجان بن گئی۔

"آپ کس دوست کی بات کر رہے ہیں' میرے تو سب ہی دوست آدھے پاگل ہیں۔" وہ گہری سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"آدھے کیوں بھئی سارے پاگل کیوں نہیں۔" اس نے مصنوعی حیرانگی دکھائی۔

"وہ اس لیے جناب کہ ان کی آدھی حرکتیں نارمل لوگوں جیسی ہیں' اب ان کو پورا پاگل کہنا تو ان کے ساتھ زیادتی ہوگی ناں۔ ایم آئی رائٹ؟ بائی داوے آپ کس کے بارے میں پوچھ رہے تھے؟" لاپروائی سے کہتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ارے وہی بھئی جس کے کام سب سے نرالے ہوتے ہیں۔ راتوں کو مٹرگشت کرنا جس کی ہابی ہے۔ بڑی سے بڑی چوٹی سر کرنے میں سرگرداں' جان بوجھ کر مشکلات سے کھیلنے والی تمہاری آدھی پاگل دوست۔"

"اوہ...... وہ...... اچھا...... اچھا بائی داوے آپ کو اتنا کچھ یاد ہے تو نام بھی یقیناً یاد ہوگا ہے ناں؟" اس کی آنکھوں میں شرارت اور چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"ہاں وہ ایک بھلا سا نام تو تھا اس کا' کیا نام تھا یار یاد نہیں آ رہا۔" وہ سر کھجاتے ہوئے انجان بننے کی بھرپور اداکاری کر رہا تھا۔

"وہ بھلا سا نام شاید مشعل تھا...... مشعل رائے ہے ناں؟"

"آں...... ہاں یاد آ گیا یہی نام تو بتایا تھا اس نے۔"

"اس نے......" اس نے شرارت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔ "ویسے بھیا آپ نے میرے دوسرے فرینڈز کا حال تو پوچھا ہی نہیں' پوچھا ہے تو صرف اس کا۔" "اس کا" پر اس نے خاصا زور دیا۔

"ہاں میں ان کا بھی پوچھنے والا تھا لیکن تم کچھ بولنے دو تب ناں۔" اس کے تفتیشی انداز پر وہ گڑبڑایا۔

"آں...... ہاں بھیا مجھے کچھ خطرناک قسم کی سگنلز موصول ہو رہے ہیں' آپ کہیں تو کارروائی شروع کروں۔" نوین نے معنی خیزی سے آنکھیں گھمائیں۔

"کک...... کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے خوامخواہ اس کو آنکھیں دکھائیں۔

"مطلب یہ بھیا ہم بھی قیامت کی نظریں رکھتے ہیں۔ بھئی کھوئے کھوئے سے سرکار نظر آتے ہیں اور مطلب یہ کہ اتنے انجان ہم بھی نہیں۔" وہ شرارت سے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

"ہم یہ بات ہے تو نیکی اور پوچھ پوچھ۔"

"او کے مائی برادر اب فکر ناٹ میں ہوں ناں' وہ بھیا میری گاڑی خراب ہو گئی ہے تو پلیز آپ مجھے یونیورسٹی سے پک کر لیجیے گا۔" کچھ یاد آنے پر وہ اچانک پلٹی۔

"کیا...... مگر تمہاری گاڑی تو ٹھیک ہے۔" اس نے حیرت سے دیکھا۔

"اطلاع دینے کا شکریہ' میں جانتی ہوں میری گاڑی خراب نہیں ہے اس کے باوجود میری گاڑی خراب ہے۔ آپ مجھے یونیورسٹی لینے آ رہے ہیں اوکے بائے۔" وہ تیزی سے کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ وہ ناسمجھی کے عالم میں اس دیکھتا رہا۔ جب بات سمجھ میں آئی تو اس کی چالاکی پر دھیرے سے مسکرا دیا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"بڑا خوش نصیب ہے یار تو' کسی بھی آزمائش کے بغیر ٹرے میں سجی سجائی محبت مل گئی تجھے۔" درخت سے ٹیک

Wadar Azeem www.pakistanipoint.com

لگا کر بیٹھتے ہوئے حیدر نے اذہان سے کہا۔

"ہائیں یہ محبت ہے یا کھانے کی کوئی ڈش جو تڑے میں سجی سجائی مل گئی اسے۔" شہریار نے مسکراہٹ لبوں میں دباتے ہوئے نہایت معصومیت سے پوچھا۔

"یار مجھے یہی مثال سوجھ رہی تھی اس وقت سو دے دی۔ مثال کچھ جچی نہیں خیر کوئی بات نہیں سب چلتا ہے۔" حیدر سر کھجاتے ہوئے ڈھٹائی سے گویا ہوا۔

"اوئے تیرے بارے میں ہی بات کر رہے ہیں ہم' اتنی افسردگی کیوں جھلک رہی ہے تیرے چہرے سے۔" حیدر پھر سے اذہان کی جانب متوجہ ہوا۔

"تو مجھے محبت کے معاملے میں خوش نصیب گردان رہا ہے' ایسی اپنی قسمت کہاں یار...... ابھی تو صرف آدھی ادھوری محبت کے بل بوتے پر جی رہے ہیں۔ جب پوری ملے گی تب خود کو خوش نصیب سمجھوں گا فی الحال تو......"

تھوڑا سا پیار ہوا ہے تھوڑا ہے باقی
ہم تو دل دے ہی چکے بس تیری ہاں ہے باقی

اذہان وردہ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے معنی خیزی سے گنگنایا۔ حیدر اور شہری نے فائلز بجا کر اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ وردہ اس کے انداز پر کانوں تک سرخ ہوگئی تھی۔ اس کی حالت پہ سب نے محظوظ کن قہقہہ لگایا تھا۔

"ہائے' کیا لگ رہی ہے میری مس گلابو۔" اذہان دل تھام کر اس کی جانب جھکا۔

"سب کے سامنے اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں۔" وردہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے اسے شرم دلانا چاہی۔ جواباً اذہان نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا اور مسکراہٹ لبوں میں دباتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"کیا خیال ہے کہیں اکیلے میں چل کر 'ایسی' باتیں کریں۔"

"اسٹاپ اٹ اذہان' اب اگر تم نے مزید کوئی بکواس کی ناں تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔" وردہ روہانسی ہوئی۔

"اوکے...... اوکے' آئم سوری یار...... میں صرف مذاق کر رہا تھا۔" اذہان فوراً بولا۔ اس نے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔

"اپنی اپنی قسمت ہے یار اس کی نیا تو پار لگ گئی' ہمیں جانے کب ملے گا گرین سگنل۔" حیدر نے کنکھیوں سے مروی کی جانب دیکھتے ہوئے دلگرفتگی سے کہا۔

"کوشش جاری رکھو' کبھی تو دل گداز ہوگا ہی...... محبت انسان کو بڑا خوار کرتی ہے۔ اب ان بڑی بڑی ہستیوں کو ہی دیکھ لو جنہوں نے عشق کی دنیا میں کیسی کیسی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ بیچارے مجنوں بھائی کو دیکھ لو...... رانجھا صاحب کی آزمائشیں ملاحظہ کرو' پنوں کی مشکلات وغیرہ وغیرہ...... پھر تو تو ابھی ابھی اترا ہے اس میدان میں' حوصلہ رکھ ابھی سے ہمت ہار گیا۔" شہری نے حیدر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ بڑھایا۔

"ہمت کون کافر ہار رہا ہے لیکن مقابل کو بھی تو سوچنا چاہیے ناں...... منزل تک پہنچنے کے لیے راستے کا تعین تو کر لینا چاہیے...... بعض اوقات منزل پر پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ منزل تو کسی اور کی تھی یہاں تو ہمارا کوئی نام ونشان ہی نہیں۔ تب آگہی بہت تکلیف دیتی ہے یار۔" اتنے عرصے میں وہ شاید پہلی دفعہ سنجیدہ ہوا تھا...... سب حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں ایسا تاثر تھا جیسے کہہ رہے ہوں یہ اپنا حیدر ہی ہے ناں...... حیدر ان کے اشاروں کو بخوبی دیکھ رہا تھا' تب ہی لبوں میں مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"تو...... یہ مجھے ناکام محبتوں کی مثالیں کیوں دے رہا ہے...... تو میرا دوست ہے یا دشمن...... بھئی مجھ میں تو حوصلہ نہیں اپنی محبت کی قربانی دینے کا اور ویسے بھی ٹائم ویسٹ کرنے کا فائدہ...... ایک کام کر یار' ان جیسی محبت تو کر لے' میری بس کی بات نہیں۔" اس نے اذہان کی طرف دیکھ کر شرارت سے آنکھ دبائی۔

"یہ تو توہین ہے ان عظیم ہستیوں کی جنہوں نے محبت

Wadar Azeem www.pakistanipoint.com

SARS
Oleum®
Quality Products
خوبصورتی اور صحت کا قدرتی ذریعہ
اولیم مصنوعات
اولیم ایکنی اینڈ وائٹننگ کریم
رنگت کو گورا اور گلابی بنائے،
کیل، دانوں، مہاسوں کا
مجرب علاج رنگ گورا کر کے
آپ کو خوبصورت اور حسین بنائے
RS 250/-
اولیم وائٹننگ کریم
رنگ گورا کرنے کے ساتھ
ساتھ چھائیوں جھریوں،
دانوں کے نشانات، زچگی
کے نشانات کو ختم کر کے آپ کو
خوبصورت اور حسین بنائے
رنگ گورا کرے چھائیوں جھریوں
اور دانوں کا مجرب علاج
FAST MAGIC CREAM TO INCREASE BUST
BOOST YOUR BEAUTY
اولیم بریسٹ کریم
کشش اور اعتماد کی بڑھوتری
اب خواتین کے اپنے ہاتھ میں
Safe
Risk Free
No Side Effect
اولیم B.D. کریم میں شامل اجزاء غدودوں میں تحریک
پیدا کر کے غدودوں کی افزائش اور بڑھوتری کرتے ہیں
اولیم مغزیات ہیئر آئل
قد سے لمبے بال
اولیم شیمپو
مغزیات اور روغنیات کا بہترین
مرکب جو بالوں کو گھنا، سیاہ، مضبوط
اور سلکی بنائے۔ خشکی اور سکری کا
مستقل خاتمہ۔ گرتے، ٹوٹتے، کمزور
اور دوشاخہ بالوں کا مجرب علاج
RS:275
Rs: 150/-
خشکی سے پاک مضبوط سے مضبوط تر
ریشمی اور لمبے بالوں کا راز
وعدہ نکھار کا!
اولیم فیئرنس ٹریٹمنٹ
رنگت کو مہینوں یا ہفتوں میں نہیں
بلکہ صرف تین دنوں میں نکھار دے،
اس کا آئل فری فارمولا چہرے کو دن
بھر تروتازہ رکھے، کیل مہاسوں،
آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کو حیرت انگیز طور پر مختصر مدت میں ختم کرے۔
Oleum
اولیم نیم سوپ
روغن نیم اور عرق نیم جیسے قدرتی اجزاء
سے تیار کردہ جو چھائیوں، جھریوں، کیل مہاسوں،
جلدی امراض، سکن الرجی اور سائڈ پڑتی
رنگت کو چند دنوں میں حسین پرکشش بنائے۔
جھریوں کا خاتمہ کرے
نوخیزی بڑھائے۔۔۔۔ کم عمر بنائے
نیم سوپ
RS 80/-
شہر کے ہر اچھے جنرل سٹور، ہومیو سٹور سے طلب کریں!
ہوم ڈیلیوری VPP پارسل
یا مزید تفصیلات کیلئے
0300-3526209
کوئٹہ، پشاور، کراچی اور دیگر شہروں سے ڈسٹری بیوٹر درکار ہیں
کراچی: 0300-3526209 لاہور: 0301-8770177 راولپنڈی: 0300-5533106 فیصل آباد: 0302-6023203
ملتان: 0306-2061506 حیدر آباد: 0333-8770177 رحیم یار خان: 0300-9677700 بہاولپور: 0314-6630740

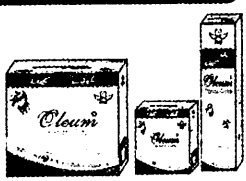

میں اپنی جانیں قربان کردیں' بڑی بڑی تکلیفوں کا سامنا کیا۔'' حیدر کی بات پہ شہری تڑپ کر بولا۔

''بس بس بیٹھ جا یار..... اتنا کافی ہے ان عظیم ہستیوں پر لیکچر بعد میں دے لینا۔'' حیدر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''حیدر اب تم بات گول کررہے ہو' جب سب کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ ہی دیا ہے تو اس منزل کا نام بھی بتادو۔'' نوین نے کنکھیوں سے بے نیاز بنی مروئی کی جانب دیکھا۔

''ہوں..... ہوں بتا تو دوں یار لیکن وہ کیا ہے ناں کہ مجھے لڑکیوں کے سینڈلز بہت برے لگتے ہیں۔'' وہ سر کھجانے لگا۔

''بہت اچھی بات ہے برے لگنے بھی چاہیے' اگر نہیں بھی لگتے تو لگنے لگ جائیں گے۔'' مروئی نے اپنے دانت کچکچاتے ہوئے آنکھیں دکھائیں اور دانستہ اپنا دایاں پاؤں جھلانے لگی..... اس کے انداز پر سب ہی ہنس پڑے تھے۔

''لگتا ہے آج پھر محترمہ کو خاموشی کا دورہ پڑا ہے..... یار اسے ہلا جلا کر دیکھو تو سہی' زندہ بھی ہے یا نہیں۔'' شہریار نے اس کی مسلسل خاموشی پر چوٹ کی۔ اس نے شاید سنا نہیں تھا۔

''اے مشی واٹ ہیپنڈ یار؟'' پاس بیٹھی وردہ نے اسے زور سے ہلایا۔

''آں..... ہاں کک کیا ہوا؟'' وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی جب ہی بری طرح چونکی۔

''یہ تو تم بتاؤ کہ کیا ہوا ہے؟ کبھی کبھی کیا ہوجاتا ہے تمہیں۔ کہاں کھو جاتی ہو؟''

''واٹ میں اور کھو جاتی ہوں' آر یو میڈ ڈیئر۔'' یکلخت وہ اپنی جون میں واپس آئی۔

''آئی ول کل یو مشی۔'' وردہ نے مصنوعی خفگی دکھائی۔

''تم لوگوں کا ارادہ پریڈ بنک کرنے کا ہے کیا؟ سر مشتاق کا پریڈ شروع ہوچکا ہے گائز، یو نو کتنا اہم لیکچر دینا ہے انہوں نے آج اور ہم یہاں بیٹھے فضول میں گپیں ہانک رہے ہیں۔ کم آن یار لیٹس گو۔'' اس سے پہلے کہ مشعل کچھ کہتی دفعتاً وردہ بول اٹھی۔ سب ہی نے برق رفتاری سے اس کی تقلید کی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

''سب چلے گئے کیا؟ اونو.....'' اپنی طرف سے وہ خاصی برق رفتاری سے آئی تھی مگر وہاں ماسوائے نوین کے اور کوئی نہیں تھا۔

''ہاں ابھی ابھی گئے ہیں لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو؟'' وہ جانتے بوجھتے انجان بنی۔

''یار میں نے ہانی سے کہا تھا کہ وہ مجھے گھر ڈراپ کردے گا مگر وہ اسٹوپڈ میرے آنے سے پہلے ہی چلا گیا..... میں آج اپنی گاڑی لے کر نہیں آئی تھی' یو نو اس دن ہلکا سا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا میرا اور بس پاپا نے لگا دیا بین کہ گاڑی کہیں بھی لے کر نہیں جاؤ گی۔ انہوں نے صبح کہا بھی تھا کہ ڈرائیور لینے آجائے گا مگر میں نے ہی منع کردیا' سوچا تھا ذہان کے ساتھ آجاؤں گی مگر وہ بدتمیز..... تمہاری گاڑی بھی نہیں آئی کیا؟'' بات کرتے ہوئے اچانک اس کو خیال آیا تو پوچھا۔

''ہاں ایکچوئلی میری گاڑی ورکشاپ میں ہے کچھ پرابلم ہوگئی تھی۔ بٹ ڈونٹ وری بھیا مجھے لینے آرہے ہیں' ہم تمہیں ڈراپ کردیں گے۔'' بات کرتے ہوئے اس نے نظریں چرائیں..... ان کی باتوں کے دوران ہی نوین کی گاڑی آگئی۔ گاڑی سے نکلتے ہوئے سفیان کو دیکھ کر ایک پل کو وہ چونکی' دوسرے ہی پل خود کو سنبھالتے ہوئے دھیرے سے سلام کیا جس کا اس نے نہایت گرم جوشی سے جواب دیا تھا۔

''کیسی ہیں مشعل آپ؟'' گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے رسمی سا جملہ ادا کیا۔

''فائن تھینکس' آپ کیسے ہیں؟''

''آپ کے سامنے ہوں دیکھ لیجیے۔'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب جسب توقع تھا۔ نوین کی

www.paksociety.com

موجودگی میں اس کا معنی خیز انداز گڑبڑانے پر مجبور کر گیا۔

پورا راستہ وہ جان کر انجان بنتے ہوئے نوین سے باتوں میں مصروف رہی جبکہ وہ ویو مرر اس پہ سیٹ کیے بغور اسے جانچ رہا تھا۔ بظاہر وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی لیکن اس کے چہرے کی سرخی سے وہ خاصا محظوظ ہو رہا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس وقت کا جس کا اس نے وعدہ کیا تھا آیا ہے یا نہیں لیکن نوین کی موجودگی میں اسے موقع نہیں مل رہا تھا۔ ان کی لایعنی باتوں کے دوران ہی اس کا گھر آ گیا۔ گاڑی سے نکلتے ہوئے مشعل کی نظریں غیر ارادی طور پر اس کی نظروں سے ملیں‘ اس کی آنکھوں میں پوشیدہ سوال سے اس نے نظریں چرالیں...... جس سے سفیان سمجھ گیا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا یکلخت اس کے چہرے سے مایوسی جھلکنے لگی تھی۔

❀......❀......❀......❀

مشعل رائے ایک بہت بڑے بزنس مین حسن رائے کی بیٹی تھی۔ ان کے دو بچے تھے‘ معاذ اور مشعل‘ معاذ مشعل سے دو سال چھوٹا تھا۔ مشعل میٹرک میں تھی جبکہ معاذ آٹھویں کلاس میں تھا جب ان کی ممی کی انتقال ہو گیا تھا۔ عفت بیگم کی وفات کے بعد عرشیہ بیگم نے ان کا بہت خیال رکھا تھا۔ عرشیہ‘ عفت کی بڑی بہن ہونے کے ساتھ ساتھ حسن رائے کی کلاس فیلو اور دوست بھی تھیں۔ عفت کی وفات کے بعد حسن ٹوٹ سے گئے تھے۔ وہ ان سے بے حد پیار کرتے تھے‘ ان کے جانے کا انہیں بے حد صدمہ تھا۔

عرشیہ نے ان کی دلجوئی کی‘ ان کا بے حد خیال رکھا‘ مشعل نہایت شوخ و چنچل اور چلبلی سی لڑکی تھی جبکہ معاذ کم گو اور سنجیدہ مزاج کا تھا‘ اس کے باوجود ان دونوں میں گہری چھنتی تھی۔ ایک دوسرے کے بغیر کہیں بھی آنا جانا‘ کھانا پینا‘ کسی طور بھی ممکن نہیں تھا...... یعنی ایک جان دو قالب تھے‘ کچھ عرصہ بعد حسن کے دوستوں اور ان کے خاندان والوں نے حسن پر دوسری شادی کے لیے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ چنانچہ سب کے مشترکہ فیصلے پر انہوں نے عرشیہ سے شادی کر لی۔ عرشیہ نے عفت سے بڑی ہونے کے باوجود شادی نہیں کی تھی اور حسن کے ساتھ شادی پہ انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ سب کا اور خود حسن کا بھی خیال تھا کہ چونکہ عرشیہ عفت کی بہن تھیں اس لیے وہ ان بچوں کو اپنے بچے سمجھ کر ایک ماں جیسا پیار دیں گی۔ معاذ کے کسی انداز سے پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ اس شادی سے خوش ہے یا نہیں البتہ مشعل کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ بہت پیار کرتی تھی اپنی خالہ سے۔ اس کے نزدیک سوتیلا پن کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کا ماننا تھا کہ ماں تو ماں ہے...... کیا سگی اور سوتیلی وہ رشتوں کو بہت اہمیت دیتی تھی۔

وہ خود اچھی تھی‘ اس لیے سب کو اچھا ہی سمجھتی تھی۔ شادی کے بعد وہ عرشیہ کو مما ہی کہتی تھی، ان کا بھی ویسے ہی خیال رکھتی جیسے اپنی مما کا رکھتی تھی‘ بعض اوقات اسے ان کے بی ہیویئر پر حیرانگی ضرور ہوتی تھی ویسے تو عرشیہ بیگم ان سے بے حد پیار کرتی تھیں ان کا خیال بھی رکھتی لیکن کبھی کبھی جانے کیا ہو جاتا تھا کہ ان کا رویہ یکلخت ہی بدل جاتا‘ ان کے لہجے میں رکھائی سی در آتی اور پھر یہ اکثر ہونے لگا‘ مشعل نے محسوس کیا کہ ان پر یہ کیفیت تب طاری ہوتی تھی جب عفت بیگم کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا تھا۔

ان کے چہرے پر تناؤ سا در آتا...... اسے عجیب تو لگتا لیکن وہ نظر انداز کر دیتی۔ معاذ عرشیہ بیگم کو پسند نہیں کرتا تھا اور اس کا اظہار اس نے کئی دفعہ مشعل کے سامنے بھی کیا تھا اور کئی دفعہ وہ عرشیہ بیگم کے سامنے وہ سخت انداز اپنا لیتا تھا‘ ناگواری کا اظہار کرتا تھا‘ اس کے رویے پر مشعل اسے ڈانٹ بھی دیتی اور پیار سے بھی سمجھاتی مگر وہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتا پھر رفتہ رفتہ جانے کیسی بدگمانی کی لہر پھیلی کہ بہت کچھ بدلنے لگا۔ رشتوں میں لاتعلقی سی در آئی‘ حسن رائے جو ایک پل کے لیے بھی اپنے بچوں سے بات کیے بغیر نہیں رہتے تھے...... لاتعلق سے ہو گئے‘ کئی کئی دن بلکہ ہفتوں ان سے سامنا نہیں ہوتا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

تھا' اگر کبھی مشعل ان سے ملنا چاہتی' بات کرنا چاہتی تو عرشیہ بیگم دیوار بن کر کھڑی ہوجاتی تھیں۔

"بیٹا وہ تو باہر گئے ہیں' وہ سو رہے ہیں' آرام کررہے ہیں کسی سے ملنا نہیں چاہتے۔" ان کی باتوں پر وہ دل مسوس کر رہ جاتی..... اس صورت حال سے وہ پریشان ہوگئی تھی۔ انہی دنوں معاذ کی اچانک موت سے اس پر تو جیسے آسمان ہی ٹوٹ پڑا تھا..... سیڑھیوں سے گر کر کسی کی موت ہونا خاصی حیران کن بات تھی لیکن یہ ہوگیا تھا، سیڑھی کا نوک دار کونا اس کے دماغ میں لگا تھا اور وہ بنا کچھ کہے سنے اس دنیا سے رخصت ہوگیا تھا۔ مشعل بالکل تنہا سی ہوگئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد تو ایسا لگتا تھا گھر میں کوئی بھی نہ رہا ہو۔

حسن رائے کو وقت ہی نہیں ملتا تھا' اپنی بیٹی کے لیے اور عرشیہ بیگم کا ہونا نہ ہونا ایک برابر تھا۔ اسے تو جیسے سب بھول بیٹھے تھے۔ کسی کو پرواہ نہیں تھی کہ وہ کہاں جاتی ہے کیا کررہی ہے کس سے ملتی ہے' کب آتی ہے' کسی کو کوئی غرض نہیں تھی۔ وقت کا کام ہے گزرنا اور اس گزرتے وقت کے ساتھ اس کے زخم بھی مندمل ہوگئے تھے۔ اس نے خود کو اس نئے ماحول کا عادی بنا لیا تھا۔ ایک بات تھی کہ اس کے ظاہر میں کوئی بدلاؤ نہیں آیا تھا..... وہ ویسی ہی تھی جیسے کچھ سال قبل تھی ویسے ہی دوستوں کے ساتھ ہلا گلہ کرنا' موج مستی' ہنسنا مسکرانا' خوش رہنا خوش رکھنا۔ درحقیقت بدلاؤ اس کے اندر آیا تھا..... اور اس کا یہ بدلاؤ اس کے کمرے تک ہی محدود تھا۔ باہر سب کے لیے وہ ایک چنچل اور چلبلی لڑکی تھی، جسے کبھی کوئی دکھ نہیں ہوتا جو کبھی پریشان نہیں ہوتی مگر تھی تو وہ ایک کمزور سی لڑکی، وہ جو سمجھتی تھی کہ کبھی دکھوں کو خوشیوں پر حاوی ہونے نہیں دے گی' اسے صحیح معنوں میں دکھ کا احساس ہوا تھا۔ جسے آنسوؤں سے چڑ تھی اب وہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر روتی تھی، اس نے کبھی اپنا آپ کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا' حتیٰ کہ اپنے دوستوں سے بھی نہیں اور پھر وہ ہوگیا جس کے بارے میں اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

ان کی اصلیت کھل کر سامنے آگئی' ان کا گھناؤنا روپ دکھائی دے گیا..... ان کی عفت بیگم سے نفرت کی وجہ سب نے جان لی' ان کے لیے کڑی سے کڑی سزا بھی بہت کم تھی' انہوں نے صرف قتل ہی نہیں کیا تھا بلکہ ایک باپ کو اپنے بچوں سے دور بھی کردیا تھا..... ان پر زندگی کی خوشیاں تنگ کردی تھیں لیکن حسن رائے نے ان کے لیے جو سزا تجویز کی تھی' وہ ان کے لیے بہت تھی' حسن رائے نے انہیں طلاق دے دی' جن کی محبت پانے کے لیے انہوں نے اتنے سارے لوگوں کو نفرت کا نشانہ بنایا تھا۔ وہ ان کی محبت تو کیا نفرت کے بھی قابل نہیں رہی تھیں، حسن رائے کے اس اقدام نے انہیں پاگل کردیا تھا..... وہ سب کے ہوتے ہوئے بھی بالکل تنہا رہ گئی تھیں' کوئی ان سے بات تک کرنا گوارہ نہیں کرتا تھا' وہ اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی گھنٹوں دیواروں کو تکتی رہتیں' خود سے باتیں کرتیں' کبھی کبھی ایسا شدید دورہ پڑتا اور وہ ہذیانی انداز میں چیخنے چلانے لگتیں، مشعل کو ان سے نفرت ہوگئی تھی لیکن کبھی ان پر بے حد ترس آتا تھا۔ اس کے علاوہ عرشیہ بیگم کا کوئی سگا رشتہ نہیں تھا جو ان کی دیکھ بھال کرتا' خیال رکھتا' انہوں نے بے شک ان کے ساتھ ماں جیسا سلوک نہیں کیا تھا مگر وہ تو انہیں اپنی ماں ہی سمجھتی تھی، انہوں نے جو بھی کیا تھا وہ ان کا اپنا فعل تھا' جس کی وہ کڑی سزا کاٹ رہی تھیں لیکن مشعل کا خیال تھا کہ جب ظالم خود مظلوم بن جائے تو اس پر برداشت سے زیادہ ظلم ڈھانا انسانیت کے خلاف ہے..... وہ ان سے نفرت تو کرتی تھی مگر ابھی انسانیت اس میں باقی تھی، وہ ان کی طرح نفرت میں حد سے گزرنا نہیں چاہتی تھی پھر سے تاریخ کو دہرانا نہیں چاہتی تھی اس لیے انہیں گھر لے آئی' حسن رائے کی سخت مخالفت کے باوجود، اسے انہیں منانے میں کافی تگ و دو کرنا پڑی تھی بالآخر وہ مان گئے تھے۔ انہوں نے صرف انیکسی تک محدود رکھنے کی اجازت دی تھی۔ اس کے لیے یہی غنیمت تھا۔ وہ انہیں لے تو آئی تھی لیکن سخت آزمائش سے گزرتا پڑ رہا تھا'

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

وہ جتنا اس سچائی سے دور بھاگنے کی کوشش کرتی' ان کی چیخ و پکار دوبارہ سے سب یاد دلا دیتی تھی۔

لاؤنج سے گزرتے ہوئے حسن ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ مشعل تنہا بیٹھی تھی، اس کے سامنے میز پر مختلف قسم کی ڈشز تھیں اور وہ خالی پلیٹ سامنے رکھے خاموش نظروں سے گھورے جا رہی تھی، ایک پل لگا تھا انہیں سب سمجھنے میں، بیتے کچھ عرصے میں کتنی تنہا ہوگئی تھی ان کی بیٹی، اس طرف تو انہوں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا' اپنی عدم توجہی کا احساس یکلخت حاوی ہوا اور ساتھ ہی دل مین درد کی ٹیس اٹھی تھی...... کتنا عرصہ بیت گیا تھا انہیں ایک ساتھ کھانا کھائے ہوئے، اس کے قہقہوں کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے۔ اس کے آئے دن مختلف قصے سن کر مصنوعی خفگی سے بھرپور لیکچر دیتے کتنے بے پرواہ ہوگئے تھے وہ اپنے گھر سے اپنی عزیز از جان بیٹی سے۔ تکلف کی ایک ان دیکھی دیوار سی کھڑی ہوگئی تھی ان کے بیچ، آنکھوں کی دہلیز پار کرتے نمکین پانی نے انہیں چونکایا، یکبارگی انہیں ہوش آیا اور ساتھ ہی ایک آسودہ سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ مشعل کی جانب بڑھے۔

"ہیلو مائی چائلڈ' ہاؤ آر یو ڈیئر۔ بھئی واہ آج بڑی خوشبوئیں آ رہی ہیں...... لگتا ہے آج خانساماں نے اسپیشل کھانا پکایا ہے۔" وہ پہلے کی طرح چہکتے ہوئے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہ بنا دیکھے بھی مشعل کی حیرانگی سے پھیلی ہوئی آنکھیں خود پر محسوس کر رہے تھے مگر بنا توجہ دیے پلیٹ میں کھانا نکالنے لگے۔

"مشی' کھانا کھا کر دیکھو ذرا' واہ کیا کھانا پکایا ہے خانساماں نے۔ ٹیسٹی...... ارے تم نے کھانا نہیں لیا ابھی تک لاؤ آج میں اپنی بیٹی کو کھانا نکال کر دیتا ہوں۔" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی انہوں نے اس کی پلیٹ میں تھوڑے سے چاول نکال دیئے۔ اس کی نظریں ابھی بھی ان پر جمی ہوئی تھیں...... وہ اس کی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہے تھے تب ہی سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

"میں جانتا ہوں بیٹا مجھے آنے میں دیر ہوگئی مگر میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ کبھی دیر نہیں ہوگی۔" ان کی معنی خیز بات میں بہت کچھ پوشیدہ تھا۔ جسے محسوس کر کے اس کے سارے گلے شکوے دور ہوگئے تھے۔

"پاپا......" اس نے بھیگتی آنکھوں کے ساتھ بے یقینی سے ان کی جانب دیکھا۔

"یس مائی چائلڈ۔" وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس آئے اور وہ بھی برستی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ان کے گلے لگ گئی۔

"آئی لو یو پاپا...... رئیلی لو یو...... پلیز پاپا اب مجھے تنہا مت چھوڑیے گا...... اب کے میں برداشت نہیں کر پاؤں گی۔"

"آئی لو یو ٹو میرے بچے...... اب ایسا کچھ نہیں ہوگا' میں کبھی اپنی بیٹی کو تنہا نہیں ہونے دوں گا کبھی نہیں...... میرے جینے کا ایک ہی تو سہارا ہے اور وہ ہو تم، تمہارے بغیر میں کیسے جی پاؤں گا آج احساس ہوا ہے مجھے...... میں بالکل اچھا باپ نہیں......"

"نہیں پاپا پلیز آپ......" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر حسن رضوی نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"نہیں بیٹا کچھ مت کہو...... آج مجھے کہنے دو' میں حقیقتاً ایک اچھا باپ نہیں بن سکا' اپنی ذمہ داریوں کو کسی اور کے سپرد کر کے بری الذمہ ہوگیا' اپنی بے جا مصروفیت میں اپنے بچوں کے فرائض سے دور ہوگیا تھا۔ قصوروار تو میں بھی ہوں بیٹا' اتنا بھی نہ جان سکا کہ میرے بچے جو میری پرچھائی تھے کیونکر اتنے دور ہوگئے، ہم باپ بیٹی میں تکلفات کی ان دیکھی دیوار کیوں آ گئی؟ ایک چھت تلے رہتے ہوئے بھی کیوں بیگانے ہوگئے۔ اپنی گزشتہ رویے پر بڑا شرمندہ ہوں میں بیٹا، بہت گلٹ فیل کرتا ہوں میں، بہت شرمندہ ہوں میں آج عفت سے' اس سے کیا گیا ایک وعدہ ایفا نہیں کرسکا میں...... اس کے بچوں کو خوش رکھنے کا وعدہ کیا تھا لیکن میں ہی دکھوں سے ہمکنار کر گیا...... پھولوں پہ رکھنے کی بجائے تنہائی کے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کانٹے بچھا دیئے اپنے ہی ہاتھوں سے، خوشی سے مسکراتی ہوئی آنکھوں میں دکھوں کے بادل لے آیا آئم سوری بیٹا رئیلی سوری۔" بات کرتے ہوئے وہ آبدیدہ ہوگئے۔

"نہیں پاپا پلیز ایسا مت کہیں' بھول جائیں سب' بیتے ہوئے سارے لمحے سارے پل' بھول جائیں گزرے ہوئے کل کو..... مجھے کوئی شکایت نہیں ہے آپ سے..... جو کچھ بھی ہوا وہ انجانے میں ہوا' اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔" وہ ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے خود بھی رو دی۔

"دھینکس مائی چائلڈ' اینڈ آئی ایم پراؤڈ آف یو بیٹا۔" وہ اپنی بیٹی کو فخر سے دیکھتے ہوئے بولے۔

❁.....❁.....❁.....❁

آج پہلی بار سفیان مشعل سے ملنے اس کے گھر آیا تھا، اس سے ملنے کی تین وجوہات تھیں' پہلی یہ کہ وہ پچھلے کئی دنوں سے اسے ملا نہیں تھا، دوسری بڑی وجہ اب وہ اس سوال کا جواب چاہتا تھا جو اس نے گاؤں سے آتے ہوئے اس سے کیا تھا اور تیسری بڑی وجہ جو اس کے لیے نہایت اہم تھی' وہ یہ کہ اس کی پروموشن ہوگئی تھی۔ اس سلسلے میں انیس رضوی نے گھر میں ایک پارٹی رکھی تھی..... جس میں نوین کے سارے دوستوں کو بھی مدعو کیا تھا۔ باقی سب کو تو اس نے خود ہی دعوت دی تھی لیکن مشعل کو بلانے کے لیے اس نے بڑی چالاکی سے سفیان کو بھیج دیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی سفیان اس سے ملنے کے لیے کتنا بے تاب ہے..... اس کی اس چالاکی پر سفیان داد دیے بغیر نہیں رہا تھا۔ اس کی گاڑی اس راستے پر رواں دواں تھی جو اس کی منزل کی طرف جاتا تھا، اس کے خیال نے ایک دلفریب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھیر دی تھی۔ اس کے مسلسل ہارن دینے پر چوکیدار نے پورا گیٹ وا کر دیا تھا' وہ گاڑی اندر لے آیا اور خوش کن احساسات لیے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا جب اسے ٹھٹک کر رکنا پڑا..... ایکسی کی طرف سے ہذیانی انداز میں چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں' جانے کیوں اسے ان آوازوں پر مشعل کا بھی گمان ہوا تھا..... تب ہی لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ایکسی کی جانب چلا آیا۔

آواز کی سمت کا تعین کرتے ہوئے وہ اس کمرے میں چلا آیا جہاں مشعل کے علاوہ تین عورتیں اور بھی تھیں..... دو تو حلیے سے ملازمہ دکھائی دے رہی تھیں جبکہ تیسری عورت کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ بیڈ پہ ملازماؤں کی گرفت سے اپنے بازو چھڑاتی ہوئی وہ عورت جس کی عمر تقریباً چالیس پینتالیس کے لگ بھگ ہوگی' اس کا حلیہ عجیب ابتری لیے ہوئے تھا' بال بکھرے ہوئے' آنکھوں کے گرد گہرے ہلکے' ہونٹ خشک' ان کے چہرے کے نقوش ظاہر کرتے تھے کہ وہ کسی زمانے میں بہت خوب صورت تھیں..... ملازمائیں انہیں مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھیں مگر وہ ان کے قابو میں ہی نہیں آرہی تھیں' بیڈ کی دوسری جانب کھڑی مشعل انہیں بڑی یاس بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"سکینہ..... ان کی میڈیسن لے آؤ اب۔" کافی دیر بعد وہ عورت اب نڈھال سی چھت کی جانب دیکھ رہی تھی' مشعل نے ان دونوں میں سے ایک کو کہا تو وہ جھٹ سے میڈیسن لے آئی، مشعل نے ابھی تک سفیان کو نہیں دیکھا تھا..... دوا دے کر وہ جونہی پلٹی دروازے میں کھڑے سفیان کو دیکھ کر ساکت رہ گئی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اس سے نظریں چرائیں۔ سفیان بنا کچھ کہے باہر نکل گیا تھا۔

"کیا اب بھی مجھے سے کچھ پوچھنے کی گنجائش ہے؟" کچھ دیر بعد وہ باہر آئی تو سفیان کو لان میں بیٹھا دیکھ کر اس کے قریب چلی آئی۔ اس نے بنا اس کی جانب دیکھے آہستگی سے سوال کیا۔

"یہ میری خالہ ہیں اور میری ماں بھی تھیں "سوتیلی" ماں....." سوتیلی کا لفظ ادا کرتے ہوئے اس کے لہجے میں زمانے بھر کی تلخی در آئی تھی۔ اس لفظ کو اس نے کبھی اپنی زندگی کا حصہ بننے نہیں دیا تھا مگر وقت اور حالات نے بنا دیا تھا۔

www.paksociety.com

"اب نہیں ہیں؟" سفیان نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں' پاپا نے انہیں ڈائیورس دے دی ہے۔" وہ مسلسل سامنے دیکھ رہی تھی۔

"اوہ...... لیکن ان کی یہ حالت آئی مین یہ ایسی کیوں ہوگئیں۔"

"انہوں نے محبت کی تھی اور اسی محبت کی سزا ہے یہ۔" وہ استہزائیہ مسکرائی۔

"واٹ محبت...... اور سزا...... میں کچھ سمجھا نہیں؟"

"انہوں نے بیک وقت محبت بھی کی اور نفرت بھی...... جتنی شدت سے انہیں پاپا سے محبت تھی اتنی ہی شدید نفرت وہ اپنی بہن سے کرتی تھیں یعنی میری ماما سے...... میری ماں سے ان کی نفرت ایک محبت پر بھاری پڑ گئی...... اس نفرت نے انہیں سراپا نفرت بنادیا اور اسی نفرت کی آج یہ سزا کاٹ رہی ہیں۔" آہستہ آہستہ وہ سب کچھ اسے بتاتی چلی گئی جس کے بارے میں اس نے آج تک کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ اب اسے کسی ایسے سہارے کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی جس کے کندھے پر سر رکھ کر رو سکے، جس سے اپنے دل کی ساری باتیں کرسکے، وہ سب کچھ اسے بتا کر بالکل خاموش ہوگئی...... اس کے خاموش ہوتے ہی سفیان اسے بغور دیکھنے لگا' یہ وہ لڑکی تھی جس کی جھیل سی گہری آنکھوں میں دکھ چھپے ہوئے تھے۔

"آئم سوری...... اپنی باتوں میں یہ پوچھنا یاد ہی نہ رہا...... آپ کو کوئی کام تھا مجھ سے۔" کہنا کچھ چاہتی تھی کہہ کچھ گئی۔

"آں...... ہاں...... وہ نوین نے بھیجا تھا مجھے' تمہیں آئی مین آپ کو یہ کارڈ دینے کے لیے۔"

"آپ مجھے تم کہہ سکتے ہیں مجھے قطعی برا نہیں لگے گا۔" وہ دھیرے سے مسکرائی۔

"بائی داوے یہ کارڈ کس سلسلے میں؟"

"ایکچوئیلی میری پرموشن ہوئی ہے اور پاپا نے ایک چھوٹی سی پارٹی دی ہے۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"او...... یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے...... کانگریچولیشن۔"

"تھینکس...... اوکے اب میں چلتا ہوں' کل پارٹی میں ضرور آنا...... آئی ایم ویٹنگ فار یو۔" کچھ نہ کہتے ہوئے بھی اس کا معنی خیز لہجہ بہت کچھ کہہ گیا تھا، وہ خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"بہت ہی اسٹوپڈ اور بدتمیز لڑکی ہو تم...... غضب خدا کا اتنا کچھ ہوگیا اور تم نے ہمیں بتانا بھی گوارا نہیں کیا...... آئی ڈونٹ بیلو دس۔" مروئی خاصی غصے میں دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی نوین کے ہاں پہنچی تھی، اسے دیکھ کر سب ہی نے ناراضگی سے آنکھیں پھیر لی تھیں۔ اس کے استفسار پر مروئی غصے سے بولی' مشعل سب سمجھ گئی۔

"آئم سو......"

"اس کا مطلب تو یہی ہوا ناں کہ یہ ہمیں اپنا دوست نہیں سمجھتی، اسے ہم پر اعتبار ہی نہیں تب ہی تو ہم سے چھپایا۔" اذہان بھی تپا ہوا تھا۔ اس کی کوئی سن ہی نہیں رہا تھا۔ سب اپنی اپنی خفگی کا اظہار کررہے تھے۔ اسے کچھ اور نہ سوجھا تو یکلخت چلا اٹھی۔

"اسٹاپ اٹ یار...... کیا مجھے بھی کچھ بولنے دو گے تم لوگ۔" اس کے چلانے پر سب خاموش تو ہوگئے مگر اس کی جانب دیکھا نہیں۔ انہیں حقیقتاً بہت دکھ ہورہا تھا۔

"میں جانتی ہوں میری اس حرکت نے تم لوگوں کو بہت ہرٹ کیا ہے...... بہت تکلیف ہوئی ہے تم سب کو' خفا بھی ہو مجھ سے' میں نے اپنی پریشانیوں کو تم سے دور رکھا' اپنے آنسو تم لوگوں سے چھپائے' اپنی تنہائی تم سب سے شیئر نہیں کی، اس کا مطلب یہ قطعی نہیں کہ میں تم لوگوں کو اپنا دوست نہیں سمجھتی یا مجھے اعتبار نہیں ہے تم لوگوں پر' نہیں ایسا بالکل بھی نہیں ہے' یونو جب تم لوگ میرے لیے پریشان ہوتے ہو' میری ذرا سی تکلیف پہ فکر مند ہو جاتے ہو، اس وقت تم لوگوں کی پرواہ میری آنکھوں میں پانی لے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

آتی ہے اس روز نوین کے گاؤں میں جب رات کو میں بہت لیٹ گھر آئی تھی تو تم سب کتنے پریشان ہوگئے تھے میرے لیے اس روز تم لوگوں کی پیار بھری خفگی سے بھرپور ڈانٹ سن کر مجھے لگا تھا میرا بھی کوئی ہے جسے میری فکر ہے میری پرواہ ہے تم سب کی محبت بہت معنی رکھتی ہے میرے لیے اور تم لوگوں کی ان فیلنگز میں سچائی ہے اپنی دوست کے لیے خالص محبت ہے ہمدردی کی ملاوٹ نہیں جبکہ مجھے ہمدردی نہیں چاہیے تھی مجھے صرف محبت چاہیے تھی اس لیے میں نے سب چھپایا بلیومی اس کے علاوہ کچھ نہیں جو تم لوگ سمجھ رہے ہو..... میں بہت محبت کرتی ہوں تم سب سے بہت قدر ہے تم سب کی میرے دل میں..... مجھے فخر ہے کہ تم لوگ میرے دوست ہو اور میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ تم لوگ مجھ سے دور ہو تمہاری ناراضی میں افورڈ نہیں کرسکتی پلیز آئم سوری رئیلی ایکسٹریملی سوری۔" وہ ابھی تک اس سے منہ موڑے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی در آئی تھی۔

"پلیز اب بس بھی کرو..... سوری کہہ تو رہی ہوں میں ایسا بھی کیا ہوگیا کہ تم سب یوں منہ پھلا کر بیٹھ گئے ہو۔"

"تم نے ہمدردی کا لفظ یوز کرکے پروف کردیا ہے کہ تم ہمیں اپنا دوست نہیں سمجھتیں..... اب یہ خوامخواہ سی محبت مت جتاؤ..... جتنی اہمیت ہے تمہارے دل میں ہمارے لیے ہم جان چکے ہیں۔ سو پلیز ایسے پوز مت کرو تم۔" حیدر نے پاس بیٹھی ہوئی مروئی کو بے خیالی میں پاؤں سے ٹھوکر ماری تو وہ چلا اٹھی۔

"حیدر....."

"کیا ہے؟" اس کی بلاوجہ چیخ پہ حیدر نے حیرت سے پوچھا۔

"تم نے اپنا پاؤں میرے پاؤں سے کیوں مارا؟" اس کے استفسار پر وہ سر کھجانے لگا۔ اس کی اس حرکت پر مشعل نے بھنویں اچکاتے ہوئے حیدر کو دیکھا..... تب ہی ان سب کی شرارت سمجھ گئی..... وہ بھی گلا کھنکارتے ہوئے مروئی سے بولی۔

"نہیں مروئی اس نے پاؤں تمہیں نہیں شہریار کو شرارت سے مارا تھا اسے کیا معلوم تھا کہ غلطی سے صحیح جگہ پر لگ جائے گا۔"

"حیدر تم بہت برے ہو ہر دفعہ میرا مذاق بنا دیتے ہو۔" حسب معمول وہ ناراضی سے کہتی وہاں سے اٹھ گئی۔ حیدر بے بسی سے دیکھتا رہ گیا پھر مشعل کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"پوری بی جمالو ہو تم..... کردیا نا اسے ناراض بالکل بھی اچھی دوست نہیں ہو تم۔" ناراضی سے کہہ کر مروئی کی جانب چل دیا، باقی سب لطف اندوز ہوتے ہوئے ہنس دیے تھے۔ اس دوران سفیان بھی وہیں چلا آیا تھا۔ مشعل اس کی نگاہوں کی تپش محسوس کررہی تھی مگر جان کر نظر انداز کررہی تھی۔ وہ جانتی تھی سفیان اس سے بات کرنا چاہتا ہے اور وہ کیا بات ہے وہ یہ بھی جانتی تھی، کچھ دیر بعد نوین معذرت کرکے وہاں سے اٹھ گئی۔ اس کے بعد سب ہی نا محسوس طریقے سے وہاں سے اٹھتے چلے گئے۔ مشعل کو پتا بھی نہ چلا..... ان کی عدم موجودگی محسوس کرکے اس نے ان کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تب ہی اس کی نگاہیں نوین کی شرارت سے چمکتی ہوئی نظروں سے ٹکرائیں..... اس نے بے بسی سے اپنے لب بھینچ لیے۔

"آئی ول کل یو نوین....." وہ دھیرے سے بڑبڑائی لیکن سفیان نے سن لیا۔

"تم نے مجھ سے کچھ کہا؟" سفیان نے مسکراہٹ ہونٹوں میں دباتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی نہیں آپ سے کچھ نہیں کہا..... خود سے باتیں کرنے کی بیماری ہے مجھے۔"

"اور ٹیلی..... یہ تو خاصی دلچسپ بیماری معلوم ہوتی ہے۔" اس نے مسکراہٹ چھپانے کی ناکام کوشش کی مگر مشعل سے یہ حرکت چھپ نہ سکی، دونوں بہن بھائی کچھ زیادہ ہی اسمارٹ بنتے ہیں۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا، کچھ دیر تک ان دونوں کے درمیان معنی خیز سی خاموشی چھائی رہی جسے سفیان کی بارعب آواز نے توڑا۔

www.paksociety.com

''میں جانتا ہوں تمہیں نوین کی یہ حرکت پسند نہیں آئی لیکن اس میں اس کا کوئی قصور نہیں' اس نے یہ سب میرے کہنے پر کیا ہے۔''

''واٹ.....! آپ کے کہنے پر مگر کیوں؟''

''ایکچوئلی مجھے تم سے بات کرنا تھی اور جو بات مجھے تم سے کرنی تھی وہ اکیلے میں ہی ہوسکتی تھی' مشعل مجھے لمبے چوڑے ڈائیلاگز بولنے نہیں آتے، نہ تو میں آسمان سے تارے توڑ کر لاسکتا ہوں اور نہ ہی محبت میں جان دے سکتا ہوں کیونکہ جان میں اپنے ملک وقوم کے لیے اور اپنے دین کی پاسداری کے لیے وقف کرچکا ہوں اور ضرورت پڑنے پر قربان بھی کرسکتا ہوں، ایک فانی انسان کے لیے ہرگز نہیں لیکن اتنا ضرر کہوں گا تمہیں خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا، اپنی ذمہ داری کسی اور کے کندھے پر نہیں ڈالوں گا، تمہارے ساتھ ہمیشہ ایمان دار رہوں گا، شادی کروگی مجھ سے؟'' وہ پوری سنجیدگی اور ایمان داری سے پوچھ رہا تھا اور اسے اچھا بھی لگا۔ اس کے سوال پر وہ سوچ کر گویا ہوئی۔

''سفیان آپ نے اتنا بڑا فیصلہ کیا ہے لیکن آپ میرے بارے میں جانتے ہی کتنا ہیں' محض چند اتفاقیہ ملاقاتوں پہ اتنے بڑے فیصلے نہیں کیے جاتے اور ایسے.....''

''نہیں مشعل..... کسی کو جاننے کے لیے بعض اوقات ایک ملاقات ہی کافی ہوتی ہے' جو لڑکی کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی..... جو بنا کسی کے علم میں لائے غریبوں کی مدد کرسکتی ہے..... جو لوگوں کے آنسو پونچھ کر انہیں مسکرانا سکھا سکتی ہے..... جو لوگوں کی بڑی سے بڑی غلطی معاف کرسکتی ہے..... جو کسی کو تکلیف میں دیکھ کر اپنی تکلیفیں بھول سکتی ہے..... جسے نفرت کرنا نہیں آتا' جسے رشتوں سے بے پناہ پیار ہے' جو سب کو خوش رکھنا جانتی ہے' جسے رب کی عطا کردہ ہر نعمت سے اس کی بنائی ہر شے سے پیار ہے' اسے اس سے بڑھ کر اور کتنا جاننا ضروری ہے۔'' اس کے منہ سے اپنے بارے میں جان کر وہ تو دنگ رہ گئی کچھ پل کے لیے تو وہ کچھ بول ہی نہ پائی۔

''لیکن سفیان آپ.....''

''ایک منٹ..... تم مجھے صرف اتنا بتاؤ میں تمہیں کیسا لگتا ہوں؟'' اس کی بات کاٹ کر اس نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

''جیسے بھی لگتے ہوں مگر برے قطعی نہیں لگتے۔'' جھینپی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے وہ نظریں چرا گئی۔ اس کے انداز نے سفیان کو خاصا محظوظ کیا۔

''پھر یہ ٹال مٹول کیسی؟ پلیز یار ہاں بول دو ناں۔''

''ہاں بول تو دوں مگر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ کبھی میرے ساتھ بے ایمانی نہیں کریں گے؟'' اس نے مسکراہٹ دانتوں میں دباتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

''ہوں..... ہوں..... اپنی ساری زندگی تمہارے نام کرنے کی بات کررہا ہوں..... اس سے بڑھ کر اور کیا گارنٹی ہوسکتی ہے..... اب کیا کہتی ہو؟'' گہری نگاہوں میں اس کا خوب صورت چہرہ لیے استفسار کیا۔

''آپ کو پاکر مجھے لگے گا کہ زندگی کو بھرپور طریقے سے جینے کی تمنا پوری ہوگئی میری۔'' اس نے وہ بات کہہ دی جسے سفیان سننا چاہتا تھا۔

''تھینک یو..... تھینک یو ویری مچ..... تمہاری یہ خواہش کبھی ادھوری نہیں رہنے دوں گا' یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔'' اس نے اس کے موی ہاتھ پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر یقین دلایا، مشعل کو ایسا لگا جیسے اس ایک لمحے نے اسے سب کچھ لوٹا دیا ہو' مسکراہٹیں' محبت اور خوشیاں' اس پل شاید آخری آنسو اس کی آنکھ سے گرا تھا جسے سفیان نے چپکے سے اپنی پور پہ چن لیا' مشعل دل سے مسکرادی تھی۔

www.naeyufaq.com

www.paksociety.com

مہمان

سلمیٰ غزل

جنونِ عشق اب بھی کم نہیں ہے
مگر وہ آج بھی برہم نہیں ہے
مری بربادیوں کا ہم نشینوں
تمہیں کیا' خود مجھے بھی غم نہیں ہے

باپ کی اچانک موت نے لیہا کی زندگی ویران کردی تھی۔ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس مشکل وقت میں اس کا ساتھ دیتا یا تسلی کے دو بول ہی بول دیتا۔ اچانک سے کاروبار کا بوجھ اس کے ناتواں کندھوں پر آ گیا تھا۔ نیہا اس قابل نہ تھی کہ اس کا ہاتھ بٹاتی وہ گھر سے دور ہاسٹل میں رہ کر میڈیکل کی تعلیم حاصل کررہی تھی جو اس کا خواب تھا اور شہر میں ہونے کی وجہ سے وہ وہیں ہاسٹل رہ رہی تھی۔ کاروبار میں باپ کے دست راست اور پرانے ملازم چاچا عبدالکریم جو حقیقت میں ملازمت سے زیادہ دوست تھے۔ انہوں نے اس مشکل وقت میں لیہا کا ساتھ دیا لیکن آج کل وہ خود بیمار رہنے لگے تھے۔

انہوں نے لیہا کی ہر طرح سے ہمت بندھائی اور وعدہ کیا کہ جیسے ہی کوئی نیک اور ایماندار آدمی ملا۔ وہ اسے لیہا کے پاس بھیج دیں گے۔ جب مصیبت پڑی تو لیہا کو جھیلنا بھی آ گیا کیونکہ وہ نامساعد حالات کا بچپن ہی سے سامنا کرنے کا حوصلہ رکھتی تھی۔ نیہا اس سے چھ سال چھوٹی تھی جسے ماں کی شکل بھی یاد نہیں تھی۔ چار سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جب ماں کینسر کے موذی مرض سے لڑتے لڑتے جان کی بازی ہار گئی، تب لیہا نے نیہا کی اس طرح دل جوئی کی جیسے وہ بڑی بہن نہیں ماں ہو۔

خواب تو اس کے بھی بہت سے تھے۔ سب سے پہلا خواب آئی بی اے سے بی بی اے کرنے کے بعد اس کا کسی باہر کے ملک سے ایم بی اے کرنے کا تھا اور اس کے لیے وہ مختلف یونیورسٹیز میں اپلائی بھی کررہی تھی مگر باپ کی اچانک موت نے اس کے کندھوں پر ذمہ داریوں کا بوجھ لاد دیا تھا۔ اس احساس کے ساتھ کہ وہ اب لڑکی نہیں ایک ذمہ دار خاتون ہے مگر لاکھ سنجیدگی کا لبادہ اوڑھنے کے باوجود اٹھائیس سال کی عمر میں خواہشوں کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ہزار خود کو دنیا کی الجھنوں میں الجھا لو لیکن خواہش عشق کی طرح دامن دل سے لپٹی رہتی ہیں۔ لوگ تعریف کرتے نہ تھکتے کہ اتنی کم عمری میں جب باپ بھی بیچ منجدھار میں چھوڑ گیا نہ صرف اپنی بہن کو سنبھالا بلکہ کاروبار کو بھی اس کی ساکھ کے مطابق رکھا۔ اب اس کا شمار بھی شہر کے مشہور اور بڑے سرمایہ داروں میں ہونے لگا تھا۔ نیہا بے فکر اپنی پڑھائی میں مصروف تھی۔ اس نے بے شمار آنسو اپنے سینے میں اتار لیے تھے۔ آرزوؤں کا گلا گھونٹ کر خواہشوں کی مرقد بنائی جو گھٹ گھٹ کر انگارے بن گئی تھی اور اپنی ہستی کو اندر ہی اندر جلا رہی تھی۔

کئی موسم آئے اور گزر گئے مگر اس کے اندر جیسے خزاں کا موسم ٹھہر سا گیا تھا۔ وہ اب ایک چٹان کی طرح مضبوط کمپنی کی مینجنگ ڈائریکٹر تھی جس پر آگ و پانی کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا، وہ سر اٹھا کر ثابت قدمی سے جی رہی تھی مگر جب دن بھر کی تھکن کے بعد رات کو بستر پر گرتی تو کروٹیں بدلتے بدلتے رات گزر جاتی۔ جسم کی فطری طلب انگارے بن کر دھکنے لگتی اور وہ اللہ کے آگے سربسجود ہو جاتی اور اپنی سوچ پر ندامت محسوس کرکے گڑگڑا

www.pakistanipoint.com
Waqar Azeem

کر اپنے رب سے معافی مانگنے لگتی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

آخر دو سال کی کوششوں کے بعد چاچا عبدالکریم نے ایک ذمہ دار اور ایمان دار آدمی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ وہ تو چاچا کی عمر کا آدمی چاہتی تھی مگر وہ آدمی جب سامنے آیا تو اس کی دل کی عمارت لرزنے لگی۔ آفس کی لمبی میز کے گرد چند کاروباری افراد بے حد خشک اور کاروباری گفتگو میں مصروف تھے اور وہ سب سے الگ تھلگ بیٹھا ہونقوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا مگر صدارت کی کرسی پر متمکن لڑکی پر بار بار اس کی نظر پڑ رہی تھی جو کہیں سے بھی عمر کے لحاظ سے اس کمپنی کی مینجنگ ڈائریکٹر نہیں لگ رہی تھی۔ سب کے جانے کے بعد وہ کھڑا ہوا۔

"کس سے ملنا چاہتے ہیں آپ..... کیا کام ہے آپ کو؟"

لیہا نے قدرے رعب سے پوچھا۔

"جی مجھے انکل عبدالکریم نے بھیجا ہے، محترمہ لیہا صادق سے ملنا ہے۔"

"اوہ..... اچھا مجھے انکل نے فون کیا تھا کیا نام ہے آپ کا؟"

"جی مجھے دانیال کہتے ہیں۔ کراچی یونیورسٹی سے ایم کام کیا ہے۔ گولڈ میڈلسٹ ہوں ایکچوئیلی مجھے لیہا صادق سے ملنا ہے۔" اس نے ادب سے جواب دیا۔

"آپ لیہا صادق سے ہی مخاطب ہیں۔" وہ ذرا سا مسکرا کر بولی اور وہ پھر اس کو دیکھا۔

"آپ.....!" وہ حیران ہوا۔ اس کے خیالوں میں تو ایک بھاری بھرکم، عمر رسیدہ بارعب خاتون کا خیال موجود تھا مگر لیہا کو جانے کیوں لگا کہ یہ حیرت بناوٹی اور مصنوعی ہے۔ وہ بہت غور سے لیہا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے یقین کرنا چاہتا ہو کہ وہ صحیح جگہ پہنچا ہے۔ لیہا کو یہ اسمارٹ اور قدآور خوش شکل نوجوان جو غالباً اس سے عمر میں چند برس ہی بڑا تھا۔ بدھو اور بے وقوف لگا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ وہ سر جھکائے قالین کے نقش و نگار دیکھ رہا تھا جب لیہا نے دفعتاً سوال کیا۔

"اس سے پہلے آپ نے کہیں کام کیا ہے۔ کوئی تجربہ ہے کام کرنے کا؟"

"جی..... پہلی بار آپ کے پاس آیا ہوں۔ اس سے پہلے کئی سالوں سے خوار ہو رہا ہوں، نہ سفارش ہے نہ دینے کو رشوت،

خوش گمانی اتنی تھی کہ میں سوچے بیٹھا تھا کہ جیسے ہی یونیورسٹی سے نکلوں گا ایک اچھی ملازمت میری منتظر ہوگی پر ایسا نہیں ہوا جانے کہاں کہاں کی خاک چھانی در بدر ہوا تب عبدالکریم انکل نے مجھے آپ کے پاس بھیجا کہ یہاں بھی قسمت آزمالوں۔"

"حیرت ہے گولڈ میڈلسٹ ہو کر بھی آپ اپنی صلاحیتوں کو منوا نہیں سکے۔ اچھا یہ تو بتایئے آپ کے پاس رہنے کا کوئی ٹھکانہ ہے۔"

"جی نہیں..... مگر میں جلد بندوبست کرلوں گا اگر آپ کی خدمت کا موقع ملا تو۔" وہ جلدی سے بولا۔

"میں آپ کو اپنے لیے نہیں کمپنی کی خدمت کے لیے رکھ رہی ہوں۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"جی..... جی میرا بھی کہنے کا یہی مطلب تھا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔" خجالت اور تشکر کا اظہار بھی لیہا کو عجیب لگا۔

"اچھا اب آپ اپنا سامان لے کر گھر کی ٹینکسی میں آجائیں کیونکہ میں زیادہ کام گھر سے ہی کرتی ہوں۔ مجھے آپ کی ضرورت کسی بھی وقت پڑ سکتی ہے۔" وہ کمرے سے نکل گئی اور اس کی نگاہیں دور تک اس کا تعاقب کرتی رہیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

رات کے دس بجے وہ اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ ٹینکسی میں آ گیا۔ کوٹھی کی زیبائش اور آرائش باہر سے بھی متاثر کن تھی مگر ٹینکسی میں بھی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ جب وہ آیا تو پوری کوٹھی پر سناٹا طاری تھا۔ لان میں بھی کوئی خاص روشنی نہ تھی لیکن پھولوں کی بھینی بھینی خوش بو سے فضا مہک رہی تھی۔ وہ کھڑکی میں آ کھڑا ہوا اور لان کو دیکھنے لگا۔ یہاں سے کوٹھی کا کچھ حصہ بھی نظر آ رہا تھا۔ اوپری منزل کے کمرے کی کھڑکیوں سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی جس پر پڑے پردے ہوا میں اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ وہ بے ساختہ مسکرانے لگا تقدیر کی راہیں جگمگانے لگی تھیں۔

اس نے غور سے اپنا کمرہ دیکھا۔ سجا سنورا، خوب صورت کمرہ۔ اچانک اس کی نگاہ میز پر پڑے لفافے پر گئی جس پر اس کا نام درج تھا۔ اس نے لفافے کو کھولا اور کسی احساس سے چہرہ سرخ ہوگیا۔ اس کا تقرر 50 ہزار روپے پر اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے ہوا تھا۔ بونس اور میڈیکل الاؤنس اس کے علاوہ تھے۔ کتنی دیر تک وہ ہاتھ میں لفافہ لیے کھڑا رہا پھر اس کی آنکھیں بھیگ سی گئیں۔ مایوسی کے اندھیروں میں امید کی ایک کرن جگمگانے لگی تھی۔ لیہا کا دلکش سراپا اس کی نگاہوں میں آ ٹھہر تھا۔ جس میں احترام اور ممنونیت بھی تھی۔

ساری رات وہ دریچے کے پٹ سیے لگا آسمان کو تکتا رہا جس پر ستاروں کی بساط جگ مگ کر رہی تھی۔ دوسری صبح اسے اپنے عہدے کا چارج لینا تھا۔

"بیگم صاحبہ آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔" نوکر نے اطلاع دی تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"وقت کی پابندی کرنا سیکھیے کل سے آفس کی گاڑی آپ کو پک کرے گی۔ یہ عبدالکریم چاچا کی سفارش تھی جو میں نے آپ کو رہنے کی جگہ دی ورنہ میں ورکرز کو منہ نہیں لگاتی۔" لیہا نے بے رخی سے کہا اور ڈرائیور کے دروازہ کھولنے پر تمکنت سے پیچھے بیٹھ گئی۔ اس نے دانیال کے معذرت خواہانہ الفاظ کو درخور اعتنا نہ جانا اور دانیال کا دل، جیسے روئی کے نرم نرم ڈھیر میں دھنسا چلا گیا تھا۔ سارے آفس میں خاموشی کا راج تھا۔ سارا عملہ میڈم کو دیکھ کر احتراماً کھڑا ہوگیا تھا۔

"یہ یہاں کے نئے اسسٹنٹ منیجر ہیں۔ ان کو ان کا روم دکھادیں اور کام بھی سمجھادیں پھر میرے آفس آئیں۔" اس نے ایک ورکر سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ نئے ہیں اور عبدالکریم چاچا ابو کے پرانے دوست، ان کی سفارش پر آپ کو رکھا ہے کہ انہیں انسان کی پرکھ اور پہچان ہے۔" کچھ دیر بعد اس نے دانیال کو اپنے کمرے میں بلوایا۔

"میری ذات سے آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" اس کا سر بدستور جھکا ہوا تھا اور نظریں فرش پر تھیں۔

"میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کے معیار پر پورا اتر سکوں۔"

"اللہ کرے۔" وہ یاسیت سے گویا ہوئی۔ "ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہے کیونکہ میں نے دوست نما دشمنوں سے بڑے دھوکے کھائے ہیں۔ جتنے بھی لوگ یہاں کام کر رہے ہیں ان میں کوئی بھی میرا اپنا نہیں جس پر اعتبار کیا جاسکے۔ اب جائیں اور اپنا کام شروع کریں۔" دانیال نے باہر کی طرف قدم بڑھائے لیکن لیہا کا جملہ "میرا اپنا کوئی نہیں" دیر تک اس کے کانوں میں گونجتا رہا۔ آہستہ آہستہ اس کو اندازہ ہونے لگا کہ مینجنگ ڈائریکٹر تند مزاج اور سخت گیر ہے اور پورا عملہ نہ صرف اس کا احترام کرتا تھا بلکہ ڈرتا بھی ہے مگر وہ اقتصادیات کا ماہر تھا اور کام بھی حسب منشا کر رہا تھا۔ اس لیے اسے کوئی ڈر و خوف نہیں

www.paksociety.com

تھا۔

وہ دن بدن تجربہ کار اور ایماندار ثابت ہو رہا تھا۔ اس کے مشورے بھی مفید اور کارآمد ہو رہے تھے۔ عبدالکریم چاچا بھی گاہے بگاہے چکر لگا لیتے اور ان کا صرف ایک ہی مشن تھا۔ ”لیہا کی شادی“ ان کے خلوص پر لیہا کو کوئی شک نہیں تھا مگر اس نے باپ کے انتقال کے بعد ہی ان سے دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا تھا۔

”دیکھیں چاچا میں ابھی تو شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔“ اور اب پھر جب ان کا اصرار بڑھا تو اس نے صاف صاف کہا۔

”میری عمر 30 سال ہوگئی ہے۔ یہ کوئی شادی کی عمر ہے اب تو آپ کو لیہا کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ جس کا اب میڈیکل بھی مکمل ہونے والا ہے۔ اس کی شادی میرا ٹارگٹ ہے تاکہ اس کے فرض سے سبکدوش ہو کر میں اپنے والدین کی روح کو خوش کر سکوں۔“

”بیٹا ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے۔ لڑکیاں اپنا کیریئر بناتے بناتے اس عمر کو پہنچ ہی جاتی ہیں۔ رہا لیہا کا سوال تو آپ نے بتایا تو تھا کہ اس کا ایک کلاس فیلو اس سے شادی کا خواہش مند ہے۔“

”جی چاچا..... مجھے ڈاکٹر حمزہ پسند بھی ہے مگر لیہا پیٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتی، چڑتی ہے اس سے جبکہ میں مل چکی ہوں بہت سلجھا ہوا ڈیسنٹ بندہ ہے اور فیملی بھی اچھی ہے۔“

”بیٹا آپ شادی کا فیصلہ کر لیں تو وہ بھی مان جائے گی۔ دو تین لوگوں نے مجھ سے خواہش کا اظہار کیا ہے۔“ چاچا عبدالکریم نے جلدی سے کہا۔

”چاچا اس پورے کاروبار کے ہم دونوں تنہا وارث ہیں۔ اس عمر میں مجھ سے شادی کرنے والا صرف دولت کی لالچ میں شادی کرے گا۔ جو مجھے منظور نہیں۔ لیہا کی شادی کے بعد اس کا حصہ دے کر میں باقی ٹرسٹ میں دے دوں گی۔ اس کے بعد بھی کوئی راضی ہوا تو میں ضرور سوچوں گی۔“

”ہر انسان لالچی اور خودغرض نہیں ہوتا۔ بیٹا اپنی آنکھوں سے شک اور بے یقینی کی پٹی اتار کر دیکھو تو مخلص لوگوں کو اپنے اردگرد ہی پاؤ گی۔“ عبدالکریم چاچا اس کو خیالات کے گمبھیر اندھیروں میں دھکیل کر چلے گئے اور وہ سوچنے لگی۔

”میرے ساتھ کون مخلص ہو سکتا ہے۔ یہ سب تو تنخواہ دار ملازم ہیں۔“

دانیال سے لیہا کا ہفتوں سامنا نہیں ہوتا کیونکہ اینکسی کا دروازہ پیچھے کھلتا تھا۔ ویسے بھی چاچا کے کہنے پر اس نے دانیال کو رہائش دے دی تھی مگر ڈرتی تھی کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اس دن کام کے لیے اس نے دانیال کو بلایا تو پتا چلا کہ بخار کی وجہ سے وہ دو دن سے آفس نہیں آ رہا۔ پتا نہیں وہ کیوں بے چین ہوگئی۔ اس نے اکتا کر لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ عجیب باضابطہ سہا ماحول تھا۔ نوٹوں کی سرسراہٹ، سکوں کی جھنکار جن میں مدغم ہو کر لطیف اور نازک احساسات ڈھکوسلہ بن کر رہ گئے تھے جن کی اہمیت اپنی جگہ لیکن وہ بے جان تھے۔ گھر پہنچ کر بھی وہ بے چین رہی آخر مجبور ہو کر دانیال کی طبیعت پوچھنے آ گئی۔

”آپ۔“ دانیال گھبرا کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

”لیٹے رہو..... تم آفس نہیں آئے تو میں طبیعت پوچھنے آ گئی۔ اب طبیعت کیسی ہے؟“ اس نے جھجکتے ہوئے پیشانی پر ہاتھ رکھا تو لگا ایک لاوا سا دل میں ابل پڑا ہو۔

”تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔“ اس نے جذبات پر قابو پاتے ہوئے پریشانی سے کہا۔ اِدھر دانیال کو بھی یہ قرب اور تنہائی پاگل کر رہی تھی۔ چاندنی کا فسوں لمحہ تیز ہو رہا تھا۔ رات کی رانی کی مہک جادو جگا رہی تھی۔ وہ خود نہیں سمجھ سکا کہ اسے کیا ہو رہا ہے۔ جسم کا سارا خون کنپٹیوں میں سنسنانے لگا تھا۔ دل کی رگیں کھنچنے لگی تھیں اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”تم آرام کرو، میں ڈاکٹر کو بھیجتی ہوں۔“ اس کی نگاہوں کے ارتکاز سے گھبرا کر لیہا کھڑی ہوگئی۔

”پلیز تھوڑی دیر بیٹھ جائیں۔“ اس نے التجا کی۔

”بے شک آپ مالک ہیں اور میں نوکر مگر اس وقت یہ تنہائی مجھے ڈس لے گی۔ آپ کی موجودگی سے میری بیماری خود ہی دور ہو جائے گی۔“ اس نے التجا کی تو لیہا کو حیرت ہوئی۔

”میں کوئی مسیحا ہوں۔ تم آرام کرو میں ڈاکٹر کے علاوہ کھانا بھی بھیجتی ہوں۔“ وہ کہہ کر چلی گئی تو دانیال حسرت سے اس کے جاتے دیکھتا رہا۔

پتا نہیں لیہا کو دن بدن کیا ہوتا جا رہا تھا۔ رات کی تنہائی میں نرم گرم بستر جسم کو جھلسانے لگتا۔ بے چینی نیند اڑا دیتی اور پھر

www.paksociety.com

کروٹیں بدلتے بدلتے رات گزر جاتی اور وہ اپنی حالت سمجھنے سے قاصر تھی۔ اپنے آپ سوچتے سلگتے اس کی آنکھیں اس مفلسی اور بے نوا کی آنکھیں ہوگئیں جو دست سوال دراز کرنے سے پہلے دست عطا کرنے والے کے بارے میں سوچتا ہے۔

اس کا دل کچھ ہمک ہمک کر طلب کررہا تھا، کچھ مانگ رہی تھیں ایسی خواہش جو اس کے بس میں نہیں تھی اور ایسے ہی بے زار دنوں میں اس کی چھوٹی بہن نیہا آ گئی۔ شوخ و چنچل اور زندگی سے بھرپور نچلے بیٹھنا جیسے اس نے سیکھا ہی نہ تھا۔ پارہ بھرا تھا اس کے جسم میں۔ دوسرے دن لیہا کے منع کرنے کے باوجود وہ آفس پہنچ گئی کسی کام سے دانیال کمرے میں آیا تو نیہا چیخ اٹھی۔

”آپی یہ شاہکار تم نے کہاں سے اور کب دریافت کیا؟“

چیک کی شرٹ دانیال کے لمبے قد پر خوب جچ رہی تھی، جس میں اس کا کسرتی جسم نمایاں تھا۔ پُرتکلف اور مودبانہ مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو رہی تھی۔ آنکھوں سے احساس وفا جھلک رہا تھا۔

نیہا کی بات پر دانیال سٹپٹا گیا اور لیہا کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

”یہ ہماری کمپنی کے نئے اسسٹنٹ منیجر ہیں۔ یہ میری چھوٹی بہن نیہا ہے۔“

”ڈاکٹر نیہا۔“ نیہا نے شوخی سے تصحیح کی اور مسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا۔ جسے نظرانداز کرتے ہوئے دانیال نے چند فائلیں لیہا کے آگے رکھتے ہوئے شائستگی سے کہا۔

”میڈم آپ کے پاس ٹائم ہو تو اس پر نظر ثانی کرلیجیے گا۔“

وہ کہہ کر جانے کے لیے مڑا تو نیہا بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ لیہا اس کی بے باکی پر حیران رہ گئی اور پھر یہ روز کا تماشا ہونے لگا۔ نیہا کو سنجیدگی چھو کر بھی نہیں گزری تھی، وہ دن بھر کوٹھی میں رہتی اور جیسے ہی دانیال آفس سے اینکسی میں داخل ہوتا وہ اس کو زبردستی اپنے ساتھ گھمانے پھرانے لے جاتی اور لیہا کچھ نہ کہہ پاتی۔ اپنی بے بسی پر اسے رونا آنے لگتا مگر اس کے پاس کہنے کو بچا ہی کیا تھا جب بھی نیہا کو سمجھانے لگتی وہ برا مان جاتی۔

”آپی تمہارے اندر تو بوڑھی روح ہے مگر مجھے تو لائف کو انجوائے کرنے دو، میں ابھی جوان ہوں تو میری سوچ بھی جوان ہے تم نے خوامخواہ اپنے اوپر بڑھاپا طاری کرلیا ہے۔“

لیہا حد سے زیادہ پریشان تھی اپنے جذبات اور دلی کیفیت کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ نیند تو جیسے اس کی دشمن ہوگئی تھی۔ رات کا جانے کون سا وقت تھا جب وہ بے چین ہوکر خواب گاہ سے باہر نکلی اب اس کے قدم لان کی طرف تھے مگر آگے جاکر جیسے قدم زمین میں گڑھ گئے تھے۔ دو سائے چاندنی میں دکھائی دے رہے تھے۔ آواز مدہم مگر دل کی اس دنیا تک پہنچ رہی تھی جو کب کی تہہ و بالا ہوچکی تھی۔

”آپ کو اپنی اور میری حیثیت کو سمجھنا چاہیے۔ آپ کی اور میری پوزیشن میں زمین آسمان کا فرق ہے، کہاں راجہ بوجھ اور کہاں گنگو تیلی۔ آپ اپنے خیالات سے باز آجائیں۔ میں آپ کی بہن سے نظریں نہیں ملا پاؤں گا۔ میں نے ان سے وفاداری کا وعدہ کیا ہے اور انہوں نے مجھے ایمان دار اور وفادار سمجھا ہے۔ میں خائن نہیں ہوسکتا۔“

”اس میں غداری کی کون سی بات ہے۔ آخر آپی کو میری شادی تو کرنا ہے پھر تم سے کیوں نہیں، ہینڈسم ہو، کماتے ہو پھر جائیداد میں میرا حصہ بھی ہے۔ ڈاکٹر بن گئی ہوں اور سب سے بڑھ کر تمہیں پسند بھی کرتی ہوں۔“

”مگر میں آپ کو پسند نہیں کرتا۔ مجھے نہ دولت کی ہوس ہے نہ جائیداد کی لالچ، میں کہہ چکا ہوں کہ آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں میں آپ کے لائق نہیں۔“ دانیال عاجزی سے بولا۔

”مسٹر دانیال مجھے جو چیز پسند آجائے میں اسے حاصل کرکے رہتی ہوں کیونکہ میں نیہا ہوں، بچپن میں آپی کی بھی کوئی پسندیدہ چیز مجھے اچھی لگتی تھی تو میں ان سے چھین لیتی تھی کیونکہ میں نیہا ہوں۔“ وہ فخر سے بولی تو دانیال نے تحمل سے جواب دیا۔

”آج بھی آپ وہی کررہی ہیں جو بچپن سے کرتی آئی ہیں۔ اول تو میں انسان ہوں کوئی بکاؤ مال نہیں کہ آپ خرید لیں دوسرا میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں اور اس کے علاوہ میں کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔“ دانیال نے آرام سے کہا تو نیہا کو پتنگے لگ گئے۔

”کون ہے وہ نام تو بتاؤ حشر نہ کردیا تو میرا نام بدل دینا تم مجھے جانتے نہیں ضد پر آجاؤں تو اچھے اچھوں کے دماغ ٹھکانے لگا دیتی ہوں۔“ اس سے زیادہ سننے کی لیہا میں ہمت نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے پلٹ گئی پھر پوری رات ٹہل ٹہل کر روتی رہی، فجر کے وقت وہ کسی نتیجے پر پہنچ کر نماز پڑھ کر لیٹ گئی تھی۔

دوسرے دن اس نے سب سے پہلا کام عبدالکریم چاچا کو بلانے کا کیا۔ دانیال آفس جاچکا تھا اور نیہا سو رہی تھی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

"چاچا آپ سے ایک ضرور کام ہے۔" وہ لجاجت سے بولی۔

"بولو بیٹا تمہارے کام آ کر مجھے خوشی ہوگی۔" عبدالکریم چاچا شفقت سے بولے۔

"آپ کا دانیال کے بارے میں کیا خیال ہے؟" لیہا نے جھجکتے ہوئے سوال کیا تو عبدالکریم چاچا کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"اس سوال کا کیا مطلب ہے، کیا تمہیں اس سے کوئی شکایت ہے؟"

"ارے نہیں۔" لیہا گھبرا کر بولی۔

"دراصل میں سوچ رہی تھی نیہا کی شادی دانیال سے کردوں۔ اچھا لڑکا ہے اور شاید وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

"ویسے آج مجھے تمہاری عقل پر افسوس ہو رہا ہے اور ماتم کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ ساری زندگی نیہا تمہارے حق پر ڈاکہ ڈالتی رہی جو چیز اسے پسند آئی اس نے تم سے چھین لی اور تم نے خوشی خوشی دے دی۔ تمہارے مرحوم ابا کو بھی تم سے یہی شکایت تھی کہ تم نیہا کو بگاڑ رہی ہو اور اپنے حق سے آسانی سے دستبردار ہو جاتی ہو اور آج بھی تم یہی کر رہی ہو۔" چاچا تحمل سے گویا ہوئے۔

"میں سمجھی نہیں چاچا، آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔" لیہا حیرت سے بولی۔

"میں سمجھتا ہوں اور دانیال سے وعدے کے باوجود حقیقت سے پردہ اٹھا رہا ہوں کہ اب یہ سب میری برداشت سے باہر ہے جو تم سمجھ رہی ہو دانیال وہ نہیں، وہ ایک مل اونر کا بیٹا ہے۔ تمہارے ابو کی زندگی میں ہی کسی تقریب میں تمہیں دیکھ کر وہ دل ہی دل میں تمہیں چاہنے لگا تھا مگر تم پڑھ رہی تھیں اور وہ خود بھی طالب علم تھا مگر اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا اور پھر حالات نے پلٹا کھایا۔ میرا دوست دنیا چھوڑ گیا اور تم نے خود پر مینجنگ ڈائریکٹر کا خول چڑھا لیا۔ تم نے سوچ لیا کہ ہر شخص لالچی اور خودغرض ہے مگر تم سوچو اس کی محبت کس قدر بے ریا اور سچی تھی کہ تمہارے آفس میں کام کرتا رہا، گرمیوں میں اینکسی میں بغیر اے سی کے سوتا رہا اور اف تک نہ کی کیونکہ اس نے مجھے سختی سے منع کر دیا تھا کہ اس کی حقیقت نہ بتائی جائے۔ وہ اپنے عمل سے اپنی محبت کو ثابت کرنا چاہتا تھا اور اس نے ثابت کر دیا لیکن تم چاہے کتنا بھی کہو میں یہ اب نہیں ہونے دوں گا۔" عبدالکریم چاچا نے غصے سے کہا۔

"چاچا نیہا اس کو پسند کرتی ہے....." ابھی اس کا جملہ منہ میں تھا کہ نیہا اندر داخل ہوئی اور اس کے گلے میں بانہیں ڈالتی ہوئی مسکرا کر بولی۔

"میری جان سے پیاری آپی، آپ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ میں دانیال کو پسند کرتی ہوں۔"

"رات وہ لان میں....." لیہا ہکلا کر بولی تو نیہا کو ہنسی آ گئی۔

"وہ دانیال کا امتحان تھا کیونکہ جو آپ کی نظر نہ دیکھ سکی وہ میری نگاہوں نے پہچان لیا تھا کہ وہ گوڈوں گوڈوں آپ کے عشق میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ اس کا امتحان تھا اور وہ اس امتحان میں پورا اترا۔ ویسے بھی میں ڈاکٹر ہوں اور ڈاکٹر کوڈاکٹر ہی سوٹ کرتا ہے موقع نہیں ملا ورنہ میں آپ کو بتانے ہی والی تھی کہ حمزہ کے والدین رشتے کے سلسلے میں آنا چاہ رہے ہیں ڈیٹ آپ نے دینی ہے۔"

"تم سچ کہہ رہی ہو؟" لیہا ابھی تک مشکوک تھی۔

"آپی....." وہ مصنوعی غصے سے روٹھتی ہوئی بولی۔

"مانا کہ آپ مہان ہیں۔ ایثار و قربانی کی جیتی جاگتی تصویر لیکن میں ایسی نہیں جو چیز مجھے پسند ہو وہ میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتی ہوں اور ہر جائز یا ناجائز طریقے سے اسے حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتی ہوں لیکن دانیال نا بابا نا وہ آپ کو ہی مبارک ہو۔" اس نے لیہا کی پیار سے ناک کھینچی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر اور کھڑی رہتی تو شاید ضبط کرنا مشکل ہو جاتا۔ پہلی مرتبہ اس کو آئینے میں اپنی شکل نظر آئی تھی جو بڑی خودغرض مطلبی اور ریاکار تھی، جو بہن ساری زندگی ماں کی طرح اس کا خیال رکھتی رہی وہ اسی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے جا رہی تھی وہ سچ مچ دانیال کو چاہنے لگی تھی مگر آج اس نے دانیال سے دستبردار ہو کر بہن کی قربانیوں کا کچھ تو صلہ دے دیا تھا اب اسے حمزہ کو بھی فون کرنا تھا جو اس کے ایک اشارے کا منتظر تھا۔

www.naeyufaq.com

www.paksociety.com

قسط نمبر 26

اکائی

عشنا کوثر سردار

ایک روشنی سی پھوٹتی ہے انگ انگ سے
اس آدمی میں ماہِ درخشاں کا رنگ ہے
یہ کون اپنے ساتھ لیے رونقیں گیا
کیوں اتنا پھیکا شہرِ نگاراں کا رنگ ہے

سیاہ چادر سے چہرہ چھپاتے ہجوم کو چیرتی ہوئی وہ آگے بڑھی اور اندراج کرنے والے تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ہجوم اس قدر تھا کہ راستہ نہ مل رہا تھا اور وہ آگے بڑھنے کی ہر راہ مسدود پا رہی تھی۔ کوشش کر کے وہ آگے بڑھے مگر اس کوشش میں نقاب اس چہرے سے سرک گیا اور وہ جو فاصلے پر کھڑا تھا حیرت سے ششدر رہ گیا۔ چہرہ میخوں سے شدید زخمی تھا۔ کیا یہ وہی چہرہ تھا اسے پہچاننے میں دقت ہوئی۔ یکدم نگاہوں میں وہ دلکش اور رعنائی سے بھرا چہرہ آن اترا۔ جو خوب صورتی میں یکتا اور بے مثال تھا کیا یہ وہی چہرہ تھا جو آنکھوں کے رستے دل میں اترتا تھا جیسے وہ دیکھتے نہ تھکتے تھے۔

''نہیں.... یہ.... وہ چہرہ نہ تھا....'' وہ خود آپ انکاری ہوئے۔ ماننے کو دل مائل نہ ہوا، یہ وہ چہرہ کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ چہرہ تو یکتا و بے مثال خوب صورتی سے بھرا تھا، اس سے زیادہ حسین چہرہ آنکھوں نے دیکھا نہ تھا۔ خوب صورتی ایسی کہ نگاہ خیرہ کر دے۔ دھڑکنیں روک دے وقت ساکت کر دے یہ چہرہ وہ چہرہ کیسے ہو سکتا تھا۔ اس کو دیکھنے سے نہ وقت تھما تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص کشش نہ دکھائی دی مگر وہ آنکھیں۔ وہ آنکھیں جوان کی طرف بغور تک رہی تھیں ایک شناسائی کا پتا دیتی تھیں۔ وہ اس شناسائی کو چاہتے ہوئے بھی نظر انداز نہ کر سکتے تھے۔ نگاہ کہتی تھی کہ گہرا ربط تھا۔

''نہیں یہ وہ نہیں۔ شاید اس کا کوئی پرتو تھا۔'' وہ پلٹے اور قدم اٹھائے اور دور ہٹنے لگے۔

''نوابزادہ۔'' کسی نے بے قراری سے پکارا۔ وہ آواز، وہ لہجہ نظر انداز کرتے تو کیسے، یہ آواز بھولنے والی کہاں تھی۔ یہ لہجہ سماعتیں کہاں بھول سکتی تھیں، یہ فاطمہ ناظم الدین کی آواز تھی۔ وہ بے اختیار پلٹے اور فاطمہ بی بی کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

مگر وہ غائب ہو گئی تھیں، نوابزادہ بے قرار ہو کر بے چینی سے آگے بڑھے، مضطرب نظریں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں مگر

www.pakistanipoint.com
Waqar Azeem

فاطمہ کہیں نہیں تھیں یہ یکدم کیا ہوا تھا؟ کیا فاطمہ ان سے خفا ہو گئی تھیں اور خود کو ان سے دانستہ چھپا لیا تھا۔ یہی سوچ ان کو بے چین کر رہی تھی اور وہ پاگلوں کی طرح فاطمہ کو ڈھونڈ رہے تھے۔

"فاطمہ....." انہوں نے بے قراری سے پکارا۔

"فاطمہ، کیا آپ یہاں ہیں؟" وہ پاگلوں کی طرح فاطمہ کو پکار رہے تھے مگر کوئی جواب نہ آ رہا تھا۔ شاید وہ فاطمہ کو ایک بار پھر کھو چکے تھے۔

"فاطمہ....." وہ اس قدر زور سے چیخے کہ ان کی آنکھ کھل گئی۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھے۔ پورا وجود پسینے سے شرابور تھا۔ دھڑکنوں کی رفتار تیز تھی۔ وہ خواب تھا صد شکر کہ انہوں نے فاطمہ کو دوبارہ نہیں کھویا تھا ورنہ اب کی بار وہ ایسا سنگین نقصان کیسے برداشت کر پاتے ایک بار انہیں کھو دیا تھا دانستہ دوری اختیار کی تھی مگر پھر خود سے ہار گئے تھے اور جان لیا تھا کہ یہ مشکل ترین عمل ہے اور انہیں قبول کرنا پڑا تھا کہ وہ ان سے محبت کرتے ہیں۔

"فاطمہ..... اللہ گواہ ہے ہم آپ کو کھونے اور آپ سے دور جانے کا ارادہ باندھ چکے تھے مگر یہ عمل کتنا روح فرسا ہے اس کا اندازہ ہمیں ہو گیا ہے، ہم اس دقیق عمل سے دوبارہ گزرنے کی کوشش نہیں کر سکتے۔ ہمیں یقین ہے یہ عمل جان لیوا ہو گا۔" پہلی بار انہوں نے جیسے خود کو باور کرایا تھا۔

وقت کیسا کرشمہ ساز ہے کیسی کہانیاں لکھتا ہے کہ عقل ورطہ حیرت میں پڑ جاتی ہے۔ محسوسات کا رخ بدلتا ہے تو

موسموں کے زمانے بھی اپنے رنگ بدلنے لگتے ہیں دل اپنی موجودگی کا اظہار اتنے بھرپور انداز میں کراتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔نواب صاحب نے گہری سانس لی۔

چہرہ تھا کہ سراسر جادو، نگاہ سے اوجھل ہو کر بھی حواسوں پر مسلسل سوار تھا عمر.....زمانے.....وقت کا تسلسل، لمحوں کا گزرنا، آگے بڑھ جانا، کچھ معنی نہیں رکھتا، محسوسات کی عمر محبت کے ہاتھ ہوتی ہے پھر محبت جو چاہے کرلے، جس رخ پر مرضی موڑ دے یا جس سمت مرضی لگا دے۔انسان اس کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔محبت جو زمانے اور وقت سے ماورا ہے، زندگی میں آئے تو تمام معنی بدل دیتی ہے۔نواب صاحب اس تغیر پر قدرے انگشت بدنداں تھے۔انہوں نے بیگم کے گزرنے کے بعد کسی چہرے کی سمت نگاہ تک نہ کی تھی۔دیکھنا تو کجا سوچا تک نہ تھا اور اب محبت نے کیسے آن گھیرا تھا۔وہ خود سمجھ نہ پا رہے تھے سمجھ پاتے بھی تو عقل اور دانائی راستہ روک لیتی۔

''میاں کیا کرنے چلے ہو، یہ کوئی عمر ہے، کیا سٹھیا گئے ہو؟عشق کی جی حضوریاں کرنے چلے ہو، پہلے وقت کی سفیدیاں تو دیکھ لو۔'' اندر سے ایک آواز ابھری، اس ملامت پر وہ جیسے خود سے شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

''عشق کے کھیل میں مت پڑو، میاں عقل کے ناخن لو، ہوش کو خیر باد کہو گے تو چھڑی بالوں میں خاک اڑتی پھرے گی۔عشق کا زمانہ گیا۔وقت گزر جائے تو بارشوں کا تعاقب نہیں کرتے۔بھول جاؤ پہلو میں کہیں دل ہے، عزت ہاتھ میں ہے تو اس کی فکر کرو، خاک میں مل گئی تو ہاتھ ملتے پھرو گے، آئے کہیں کے مجنوں چپکے سے دل کو خاموش کراؤ، عشق کو خیر باد کہو اور چلتے بنو۔'' اندر کی آواز نے سرزنش کرنے کی حد کر دی، کانوں سے گویا دھواں نکلنے لگا۔نواب صاحب گہری سانس لے کر رہ گئے۔

''ایسا سوچنا عبث ہے، عزت کو خاک کرنا دانش مندی تو نہ ہوگی۔'' ایک نقطے پر پہنچ کر نواب صاحب متفق ہوئے اور واپس چل دیئے مگر کیمپ پہنچ کر جب وہ چہرہ دکھائی دیا تو گویا عقل پھر سے مات کھا گئی۔

وہ آنکھیں اور چہرہ نظر انداز کیے جانے کے قابل تو نہ تھا مگر وہ دامن بچا کر گزرنے لگے مگر تب ہی ایک آواز نے ان کے قدم روک دیے۔

''آپ لکھنو سے تشریف لائے ہیں کیا؟'' اس آواز پر دل کھینچتا تو قیامت ہوتی، قدم رک گئے، روم روم سماعت بن کر سننے کو منتظر ہوا۔

''لگتا ہے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔'' آواز تھی کہ شہد کی نہریں سماعت کو سیراب کرتی سیدھا دل میں گھر کرنے لگیں، ایسا شہد آگیں لہجہ کہ روح مسرور ہو جائے اور کیا کم تھا جو آزمائش بڑھانے کو وہ دوشیزہ عین سامنے آن کھڑی ہوئیں۔

''لکھنو کے نواب سے ہمارے والد محترم کے پرانے مراسم ہیں، کئی بار ان کے یہاں جانا ہوا، شاید وہیں کہیں آپ کو دیکھا ہے ہم نے۔'' دوشیزہ کی یادداشت گویا کمال کی تھی مگر نواب صاحب کو مراسم نہیں بڑھانے تھے سو جھٹ سے سر نفی میں ہلایا اور فوراً بولے۔

''نہیں.....'' اس انکار پر دوشیزہ قدرے چونکیں، ایک ادا سے ابرو ہلائے اور گداز لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ایسا شدید انکار؟'' اور اس کے ساتھ ہی جانے کیا سوچ کر ان کی ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ہنسی ایسی مترنم تھی کہ دنیا سے تمام ساز اس کے مقابلے میں ہیچ لگنے لگے تھے۔نواب صاحب سب بھول کر ان کو حیرت سے دیکھنے لگے۔

حسن سے بڑھ کر کیا ہے؟ حسن سے زیادہ حسین کیا ہے؟ حسن سے زیادہ دلچسپ کیا ہے؟ اور حسن سے زیادہ کشش رکھنے والا کیا ہے؟

شاید کچھ نہیں۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

حسن سے بڑا کوئی جادو نہیں، نہ متاثر کن ہے، حسن جو تخت الٹا تا ہے۔ حسن جو خاک اڑاتا ہے اور عقل کو مات کر جاتا ہے۔ حسن کے لیے کیا ناممکن ہے؟ شاید کچھ بھی نہیں۔

حسن جو چاہے کرامات کرے، جسے چاہے چھو لے، جسے چاہے مات کر دے، جسے چاہے شاہ بنادے، جسے چاہے گدا بنادے۔ جسے چاہے پاگل کر دے جسے چاہے سنوار دے، جسے چاہے ڈبو دے، اجاڑ دے۔

ملکوتی حسن یکتا ہوش نہ اڑائے تو اور کیا کرے، حواس قائم رہیں ہوش نہ کھوئیں کیسے ممکن ہے مگر نواب صاحب کنی کترا گئے تھے۔

''ہمیں ضروری کام یاد آ گیا ہے ہم چلتے ہیں۔'' کہتے ہی وہ فوراً آگے بڑھے۔ دوشیزہ نے انہیں قدرے حیرت سے دیکھا پھر بے فکری سے سر جھٹک دیا حسن کی طبیعت میں بے نیازی بلا کی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ رخ پھیر گئی تھیں۔

وقار الحق نے جب سے خواب میں فاطمہ کو دیکھا تھا وہ بے چین ہو گئے تھے۔

''ہم آپ کی خیریت چاہتے ہیں فاطمہ، ہم کس سے آپ کا پتا پوچھیں، کس سے خیریت دریافت کریں؟'' وہ شدید الجھے ہوئے لگ رہے تھے۔

''ہم نے آپ کو گنوایا ہے فاطمہ، دانستہ کیے گئے گناہ قابل معافی نہیں ہوتے۔ ہم آپ سے اپنے کیے کی معافی نہیں مانگ سکتے شاید ہم کبھی ملیں بھی نہیں مگر جو ایک ربط باہم ہم محسوس کرتے ہیں اس کو فراموش کرنا ممکن نہیں کوئی پل، کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جس میں ہم نے آپ کو نہ سوچا ہو یا خود سے آپ کا تذکرہ نہ کیا ہو مگر ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم آپ کے بنا نہیں جی سکتے اور آپ کے لیے منتظر ہیں کہ آپ ایک دن اچانک آن ملیں اور یہ کوئی خواب نہ ہو، خیال نہ ہو، صرف حقیقت ہو۔ ہم آپ کے منتظر ہیں فاطمہ ناظم الدین۔ ہم نے محبت کی مگر محبت کو جان نہیں پائے، ہم نے محبت کو اپنے زاویے سے پرکھا اور جانا، ہم نے محبت کو اپنی مرضی کی راہ پر چلانا چاہا مگر محبت وہ نہیں جو آپ کی مرضی کے مطابق ہو اور کسی کے کہے پر چلے، کسی کی سنے اور سر جھکا دے، ہم نے جو کیا وہ محبت کو قبول نہیں تھا کیونکہ وہ محبت کے منافی تھا جو محبت کے خلاف جائے محبت اس کو قبول نہیں کرتی۔ سو ہم نے دیکھا کہ راستے ایک نہ رہے اور ہم نے محبت کو الزام نہیں دیا مگر کہیں یہ آرزو تھی کہ محبت کوئی معجزہ کرتی کوئی لمحہ چرا لیتی، سر اٹھاتی، ہمیں گرانی سب تہس نہس کر دیتی مگر اپنے ہونے کا پتا دیتی، اپنا احساس دلاتی اور ہم خود کو غلط مان لیتے، خود کو رد کر دیتے شاید ہم نے دیر کی یا محبت نے خاموشی اختیار کر لی، اگر محبت یہ خاموشی توڑ دے تو وقت محبت کی نئی کہانی لکھ دے، وہ کہانی جو محبت خود لکھوانا چاہتی ہے جس کو لکھوانے والا کوئی اور نہیں خود محبت ہو ہم اپنے اندر کی آوازوں کو رد کرتے ہیں، کبھی سننے میں تاخیر کرتے ہیں یا سنی ان سنی کر دیتے ہیں مگر اس سے خسارہ محبت کو نہیں ہوتا۔ ہمیں ہوتا ہے فی الفور اس کا اندازہ نہیں ہوتا مگر جب ہمیں اندازہ ہوتا ہے تو ہاتھ سے سب نکل چکا ہوتا ہے کاش ہم وقت کو پیچھے لے جا سکتے اور محبت کی موجودگی کو سمجھ سکتے۔'' وہ بہت پُرملال دکھائی دے رہے تھے۔

''ہم آپ کے لیے یہاں تب تک رہیں گے جب تک آپ سے ملاقات نہ ہو جائے، جانے کیوں دل کو یقین ہے کہ آپ یہاں ضرور آئیں گی۔ پاکستان ہجرت کرنا آپ کا خواب تھا ناں؟ ایسا کیسے ممکن ہے کہ آپ اس خواب کو فراموش کر دیں؟ ہم انتظار کریں گے فاطمہ ناظم الدین اگر کوئی وعدہ آپ سے نہیں کیا۔ کوئی امید نہیں دی مگر ہم اپنے دل کی سننے پر مجبور ہیں اور دل مکمل آپ کی حمایت میں ہے۔ ہم نے دل کی مخالفت کی پر اب ہم دل کی حمایت میں کھڑے ہونا چاہتے ہیں پھر چاہے محبت مخالفت کرے یا حمایت کر دے یا مٹا دے، فنا کر دے یا بنا دے۔'' وہ ارادوں میں پختہ

Waqar Azeem www.pakistanpoint.com

دکھائی دیے۔

فاطمہ ناظم الدین کو خبر نہ تھی کوئی اتنا منتظر ہے، وہ خود کو تاریکیوں میں گرا محسوس کر رہی تھیں، شاید وجہ یہ تھی کہ جس وقت ان کو یقین کی ضرورت تھی تب وقار الحق مخالف سمت کھڑے تھے جہاں ان کو فاطمہ بی بی کے ساتھ چلنا تھا وہ راہ بدل گئے تھے اب یہ الگ بات کہ اس راستے پر وہ تنہا تھے۔

مدار چوں میں گھرے
قطار اندر قطار
گمان تک نہ ہوا
کہاں رکے کہاں چلے
قافلوں سے ملے کہاں جدا ہوئے
خبر نہیں
عجب گومگوں میں مبتلا ششدر و حیراں
سرابوں میں گھرے، سفر پر چلے تو مگر
قدم قدم قیامتوں کے زیر تھا
کوئی ہمسفر نہ گلاب
دھوپ کی تمازتوں میں جلتے
چلتے چلتے رکے قدم مگر
منزلوں کا پتا نہیں
سیراب در سیراب
قطار اندر قطار
نظر کے دھوکے تمام منظر
قدموں سے لپٹے
حقیقتوں سے پرے منزلوں سے دور
کھینچتے رہے..... چلتے گئے
چلتے گئے..... چلتے گئے
سرابوں میں گھرے
قافلوں سے ملے..... کہاں جدا ہوئے
خبر نہیں
کوئی ہم سفر، نہ گلاب
دھوپ کی تمازتوں میں چلے
چلتے گئے..... چلتے گئے

جنت بی بی کو لگا کہ اب کوئی بچانے نہ آئے گا اور اس کا وجود انہی لاشوں تلے دبا دم توڑ دے گا وہ آخری امید جو اس

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

خاتون کے آنے سے ہوئی تھی وہ بھی دم توڑ گئی تھی کیونکہ وہ خاتون پلٹ گئی تھیں۔ جنت بی بی نے آنکھیں بند کرلیں اور کرب کا احساس ان کی بند آنکھوں سے قطروں کی صورت بہہ نکلا تھا۔

''یا اللہ مدد۔'' اس نے شدت سے پکارا۔

ایک.....دو.....تین کئی لمحے اسی کرب میں گزر گئے۔ تب اچانک قدموں کی آہٹ سنی، کوئی چلتا ہوا پاس آن رکا۔ جنت بی بی نے فوراً آنکھیں کھول دیں، سامنے وہی خاتون کھڑی دکھائی دیں وہ جنت کو بغور دیکھ رہی تھیں پھر اس کے ہاتھ کو تھام لیا آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود نبض دیکھی۔

''تم تو زندہ ہو، مجھے لگا سب ہی مردہ ہیں یہاں اور میں پاگلوں کی طرح اپنی بیٹی کو ڈھونڈ رہی ہوں سو کسی اور طرف نگاہ ہی نہیں گئی۔'' خاتون کو افسوس ہوا پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر اسے مردوں کے بوجھ سے نکالنا شروع کردیا۔ بھاری بھرکم وجود ان پر سے ہٹائے۔

''قوم کی بہادر بیٹی ہو تم.....تم نے ہجرت کر کے درست فیصلہ کیا ہے۔ میری بیٹی نا جانے کہاں ہوگی؟'' وہ یکدم جذباتی ہوئیں۔

''میری بچی سلامت ہوگی کہ نہیں، اس کی آبرو محفوظ رہی ہوگی کہ نہیں، جانے کہاں کس حال میں ہوگی۔'' وہ بیٹی کا ذکر کے زار و قطار رونے لگیں، جنت بی بی بے حد تکلیف میں تھیں اور جلد از جلد ٹرین کے فرش سے اٹھنا چاہتی تھیں، ریڑھ کی ہڈی میں بہت درد محسوس ہو رہا تھا مگر خاتون اسے اٹھانے کی بجائے اپنا دکھ رونے لگیں وہ ایسی بے حس بھی نہ تھیں مگر خود جب اپنا وجود درد میں مبتلا ہو تو کسی اور کی تکلیف کا اندازہ کسی طور نہیں ہو پاتا خاتون اگرچہ پُرملال تھیں مگر انہوں نے آنکھیں رگڑ کر بقیہ لاشوں کو سمیٹ کر جنت بی بی کے وجود سے سرکایا اور بالآخر جنت بی بی کے وجود کو بوجھ سے آزاد کردیا اور جنت بی بی کو ہاتھ تھمایا۔ جنت بی بی نے کسی طور ان کا ہاتھ تو تھام لیا مگر تکلیف کے احساسات سے کراہ کر رہ گئیں، پورا وجود ایسا بے جان تھا کہ وہ فوری طور پر کوئی حرکت نہ کرپائیں۔

''اللہ کا عذاب نازل ہوگا ایسے سفاک بلوائیوں پر، انسانیت مرگئی، ان کی لاشیں ایسے گرائیں کہ گویا سبزی کاٹ رہے ہوں، یہ لاشوں کی ٹرین بنی ہوئی ہے گنتی کے چند ہی لوگ زندہ بچے ہوں گے مگر ان زندہ لوگوں کی کیفیت مردوں سے بھی کہیں بدتر ہے۔'' انہوں نے سہارا دے کر کسی طرح جنت بی بی کو اٹھایا اور کھڑکی کے برابر والی سیٹ پر بٹھا دیا اور خود ان کے سامنے ٹک کر بیٹھ گئیں اور بغور دیکھنے لگیں۔ ان دونوں کو بے تحاشا لاشوں سے خوف آرہا تھا کیونکہ ان کے لیے اپنا دکھ بہت تھا۔

''شادی شدہ ہو؟'' جانے کیا سوچ کر انہوں نے پوچھا۔ جنت بی بی نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔

''ایسی اجلی رنگت اور دلکش سراپا ہے کسی بڑے گھر کی لگتی ہو، نام کیا ہے؟'' خاتون نے پوچھا پھر خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگیں ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

''کیا میں تمہیں بخت بھری کہہ کر بلا سکتی ہوں؟'' خاتون نے پوچھا۔ جنت بی بی کسی طور اس بخت بھری داستان سے واقف ہو چکی تھیں۔ سو آہستگی سے سر اثبات میں ہلا دیا۔ خاتون کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اٹھ کر جنت بی بی کو اپنے سے لگا زور سے بھینچ لیا۔

''دعا کرو کہ کسی معجزے کی صورت میری بخت بھری کو بھی کسی نے بچا لیا ہو۔'' وہ آنسوؤں کے درمیان بولیں۔ جنت بی بی کچھ بول نہ سکیں، تکلیف سے برا حال تھا۔ ٹرین تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اور اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ منزل دور نہیں، نا چاہتے ہوئے بھی وہ پاکستان آ گئی تھیں اور ایسا ریحان میاں کے کہنے پر ہوا تھا۔

''ریحان میاں۔'' ایک لمحے کو وہ ساکت رہ گئیں۔ ریحان میاں کہاں گئے؟ اپنی تکلیف کے احساس سے وہ ریحان میاں کے متعلق تو سرے سے بھول ہی گئی تھیں، ٹرین کے فرش پر پڑی لاشوں کو بغور دیکھا، فوری طور پر اٹھ کر دیکھنے کے قابل نا تھیں کہ اس متعلق کوئی جانچ پڑتال کر سکتیں۔

''کیا دیکھ رہی ہو بخت بھری۔ کیا تمہارا خاوند تمہارے ہمراہ تھا۔'' خاتون نے پوچھا مگر جنت بی بی نے کوئی جواب نہ دیا۔

❁.....❁.....❁.....❁

''ہم منزل کے قریب ہیں، تمام تر برے حالات اور مصائب کے باوجود دل میں اطمینان ہے کہ اب کوئی خونریزی نہیں ہوگی۔'' حلیمہ خالہ کی آواز ابھری۔

''شکر ہے اس رب کا جس نے یہ لمحہ دکھایا۔'' ہاجرہ اماں نے کہا۔

''ہم جو قافلہ بن کر چلے تھے بنا کسی نقصان کے منزل پر قدم رکھنے جا رہے ہیں اس سے بڑھ کر اس پاک ذات کا کرم کیا ہوگا۔'' تاج بیگم نے کہا۔

''یہ تو بجا فرمایا آپ نے۔'' حلیمہ خالہ متفق ہوئیں۔

''حالانکہ آغاز میں ہم نے جو مصائب سہے ہم کسی درجہ خوف زدہ تھے مگر اللہ کا شکر ہے اس نے محفوظ رکھا۔'' حلیمہ خالہ نے کہا۔ فاطمہ بی بی خاموشی سے سب سن رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر اطمینان دکھائی دے رہا تھا۔ ایک امید تھی جو تسلی دے رہی تھی۔ ہجر کی تمازتیں جیسے چھٹنے کو تھیں، موسم بدلنے کو تھا۔

''آپ خوش دکھائی دے رہی ہیں فاطمہ۔'' شاکرہ نے ان کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا مگر فاطمہ نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔

''خوش قسمت ہوتی ہیں وہ آنکھیں جن میں خواب ہوتے ہیں۔ خواب آباد ہوں تو امید باقی رہتی ہے، جن آنکھوں میں خواب ہی نہ ہوں وہ کیا امید رکھیں گی؟'' شاکرہ جانے کیا سوچ کر بولی تو فاطمہ بی بی مسکرا دیں۔

''آنکھیں جو خواب دیکھتی ہیں ان پر بھی عذاب آتے ہیں شاکرہ، امید باقی رہتی ہے مگر جو دل کو تاریکی گھیرتی ہے وہ بیان سے باہر ہے ہجر کی ایک شب ہزار صدیوں کے برابر ہے۔'' شاکرہ خاموش رہیں۔

''اور ڈر ہجر کی رات سے نہیں لگتا۔ اس خدشے سے لگتا ہے جو ہر لمحہ دامن گیر رہتا ہے۔ کوئی اپنا نہ رہا تو، کوئی کھو گیا تو، کسی نے راہ بدل لی تو، کسی نے نظر پھیر لی تو؟ یہ خدشے کئی صورتوں میں دامن گیر رہتے ہیں، کئی سوالوں کے جواب نہ ملنا بھی عذاب ہے۔'' فاطمہ بی بی مدھم لہجے میں بولیں تو شاکرہ ان کی حالت سمجھ سکتی تھیں، اگرچہ ان سے واسطہ کم مدت کا رہا تھا مگر ان کا مزاج دوستانہ تھا۔

''محبت ایسی اندھی ہوتی ہے کیا؟'' شاکرہ نے اچانک پوچھا۔ اس کا سوال فاطمہ بی بی کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کا باعث بنا۔

''محبت کے متعلق قیاس آرائیاں بہت ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ محبت کو جاننے والے تھوڑے ہیں اور محبت کے متعلق بے پر کی اڑانے والے زیادہ۔ اگر اندھی ہوتی تو محبت بھید بھاؤ رکھتی۔ اپنے مفاد کا سوچتی کیونکہ جب کوئی ایک حس جاتی رہتی ہے تو دوسری حس بڑھتی ہے سو ایسا کیسے ممکن ہے کہ بینائی جائے اور دانائی نہ بڑھے؟'' فاطمہ بی بی کی بات میں وزن تھا شاکرہ نے سر ہلا دیا۔

''بات تو ٹھیک کہتی ہیں آپ، محبت دانائی تو خوب رکھتی ہے۔'' شاکرہ کا لہجہ کھویا ہوا تھا۔ فاطمہ بی بی نے اسے بغور

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

دیکھا مگر مزید بولنا ضروری خیال نہ کیا۔

آیت نے جانے کیوں اس چہرے کو بغور دیکھا، وہ آنکھیں میچے شاید سو رہا تھا، اس شخص میں نجانے ایسی کیا خاص بات تھی جس سے وہ خود کو بندھتا ہوا محسوس کر رہی تھیں، جہانگیر نے آنکھیں یکدم کھول کر آیت کی سمت دیکھا تو آیت فوراً نگاہ پھیر گئیں، دل دھک سے رہ گیا۔ اچانک کوئی چوری پکڑ لے تو کیا کیفیت ہوتی ہے، ایک لمحے میں وہ اس بات کا تجربہ کر گئی تھیں۔

چاچا کرم دین کے جہانگیر پر بہت احسان تھے اس لیے وہ چاچا کرم دین اور ان کے کنبے کی بہت عزت کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آیت کی جانب دیکھنے سے بھی گریزاں تھا۔ اس کا رشتہ اسی احترام سے جڑا تھا اور وہ اس احترام کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہتا تھا۔ سو اگلے ہی لمحے نگاہ پھیر لی۔

''جہانگیر بیٹا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کافی سست لگ رہے ہو، میں نے تمہیں ایسے خاموش کبھی نہیں دیکھا..... لگتا ہے سفر کی تھکان تم پر اثر انداز ہو رہی ہے۔'' کرم دین چاچا نے اسے مخاطب کر کے کہا تو جہانگیر نے فوراً سر نفی میں ہلایا۔

''ایسی بات نہیں چاچا جان، طبیعت بس کچھ بوجھل ہے۔'' جہانگیر نے مدہم لہجے میں کہا۔

''یہ بات تو ہے میاں، کوئی انسان ایسی صورت حال دیکھ کر اداس ہوئے بنا نہیں رہ سکتا۔ کیا کریں میاں ہر ذی روح ان حالات کو دیکھ کر کانپ گئی ہے۔ حالات ہی ایسے ہیں، انسانیت سوز واقعات ہیں۔'' کرم دین چاچا گہری سانس لے کر چپ سادھ گئے۔

''ہندوؤں کے ہر کام کے پیچھے سازش ہوتی ہے چچا جان، سازشیں آسانی سے بے نقاب نہیں ہوتیں۔'' جہانگیر نے کہا تو کرم دین چاچا نے سر ہلایا اور صاحبزادی سے مخاطب ہوئے۔

''ہم آپ کی پھوپو بیگم کو لے کر خاصے متفکر ہیں اللہ کرے وہ خیریت سے ہوں۔''

''ابا جان پھوپو کے متعلق متفکر تو ہم بھی ہیں مگر ہم ان کے انتظار میں ٹھہرتے تو شاید اب تک ہندوستان میں ہوتے مگر ہمیں امید ہے کہ وہ خیریت سے ہوں گی۔ وہ ضرور پاکستان پہنچنے کی کوشش کریں گی کیونکہ وہ بھی تہہ دل سے پاکستان جانے کی خواہش مند تھیں مگر صورت حال ایسی ہوئی کہ ہم راستے میں بچھڑ گئے۔'' آیت افسردہ دکھائی دیں۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو کہ وہ پاکستان پہنچ گئی ہوں اگر نہیں پہنچیں تو اللہ ان کے لیے آسانیاں فرمائے ہم اپنی ہمشیرہ کے احسان مند ہیں انہوں نے ہمارے لیے بہت کیا۔'' کرم دین چاچا پُرملال دکھائی دیے تب ہی آیت بولی۔

''آپ رنجیدہ مت ہوں ابا جان، پھوپو محفوظ ہوں گی۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔'' کرم دین چاچا نے کہا۔

''چچا جان سننے میں آیا ہے کہ پاکستان کی جانب سے اس ضمن میں بڑا کام ہو رہا ہے۔ کئی نوجوانوں نے رضا کارانہ طور پر اپنی فورسز بنالی ہیں اور وہ اپنے طور پر بچھڑ جانے والے لوگوں کو ڈھونڈنے کا کام جانفشانی سے سرانجام دے رہے ہے۔ اگر پھوپو جان کہیں کھو بھی گئیں یا ہندوستان میں ہیں تو وہ فورسز ان کو یقیناً ڈھونڈ نکالیں گی۔'' جہانگیر نے مطلع کیا تو چاچا کرم دین نے سر ہلا دیا تھا۔

کیا نام ہوگا اور کوئی بھی نام ہو خوشبوؤں کا حوالہ کیا ہوتا ہے؟ پھول کی اہمیت اس کی بناوٹ اور رنگوں سے ہوتی ہے اور

اس کی خوش بو سے۔ سو کیا عجب ہے کہ حسن..... حسن ہے چاہے کوئی بھی نام رکھ دو اور چہرہ چاند ہو، آنکھیں ستارہ ہوں یا ہونٹ پنکھڑیوں سے ہوں یا سراپا خوشبو اور بادِ صبا سا ہو، حسن جب عشق سے ملتا ہے تو حوالے شکست کھا جاتے ہیں۔

نواب صاحب اپنی ہی سوچوں سے الجھ رہے تھے جب ان کو آواز سنائی دی۔

''محترم یوں تنہا بیٹھے کیا سوچ رہے ہیں؟ آپ کے احباب تو بیٹھک سجائے سیاست اور حالات پر سیر حاصل گفتگو فرما رہے ہیں۔'' مترنم سی فضا کو اپنے ہمراہ باندھ گئی۔ نواب صاحب ساکت سے اس چہرے کو دیکھنے لگے۔

''جہاں آرا..... جہاں آرا نام ہے ہمارا، ہمارے ابا برطانوی فوج میں ملازم تھے۔ پاکستان آنے کے لیے بہت پُر جوش تھے مگر افسوس جس رات پاکستان بننے کی خبر آئی اسی رات ان کی حرکت قلب بند ہوگئی، ان کا پاکستان آنے کا خواب تو پورا نہ ہوا مگر ہم نے ان کی خاطر ہجرت کی تاکہ ان کی خواہش پوری ہو اور ان کی روح کو سکون مل سکے، دیکھا جائے تو کوئی تھا نہیں ہمارا جو ہندوستان کے ہو کر رہتے یا پاکستان نا آتے۔ رہنا تو وہاں بھی تنہا تھا اور پاکستان میں بھی مگر کسی کے خواب کو پورا کرنا ضروری تھا۔'' وہ بولی تو لہجہ نمی سے بھیگتا گیا نواب صاحب چپ چاپ دیکھتے رہے۔

''کھونے والوں نے بہت کچھ کھویا مگر پاکستان کے لیے میں سب کچھ وار دوں تو بھی کم ہے۔ ابا کا جنون تھا پاکستان اور ان کے جنون کو پورا کرنا ہماری خواہش بن گیا۔ ہمارے منگیتر اسد اللہ کو پاکستان آنے سے کوئی سروکار نہ تھا ابا نے ایک بار اپنی زندگی میں کہا تھا میں رہوں یا نہ رہوں تم پاکستان ضرور جانا اور ان کے گزر جانے کے بعد پتا چلا اسد اللہ کو ان کی خواہش سے کچھ واسطہ نہیں، ہمارے پاس دو راستے تھے کہ ہم اسد کو چھوڑ دیتے یا پاکستان کو اور ہم نے اسد اللہ کو چھوڑنا مناسب جانا مگر اسد اللہ.....'' وہ بولتے ہوئے رکیں، نواب صاحب چونکے۔

''مگر.....؟'' وہ جیسے کسی پرانے رفیق سے مخاطب تھے کسی اپنے کی داستان سن رہے تھے اور جاننے کو بے تاب تھے کہ پھر کیا ہوا؟ ان کی دلچسپی جہاں آرا نے محسوس کی یا نہیں مگر وہ خود اپنے بے تاب لہجے پر حیران رہ گئے تھے۔

''اسد اللہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم انہیں چھوڑیں یا ہندوستان کو خیر باد کہیں ان کی انا پر بن گئی تھی برادری والوں کے طعنوں کا بھی خوف تھا کہ ان کی منگیتر ان کو اس لمحے چھوڑ کر جا ئیں جب وہ نکاح کرنے کی مد میں عملی اقدامات کر رہے تھے۔ وہ ذہنی دباؤ کا شکار تھے اور خاندانی دباؤ کا بھی انہوں نے ہمیں کمرے میں قید کر دیا تاکہ ہم ہجرت نہ کر سکیں مگر مضبوط ارادوں کے سامنے رکاوٹیں معنی نہیں رکھتیں، ہم نے بھاگنے کی کوشش کی انہوں نے سزا کے طور پر ہم پر ہاتھ اٹھایا اور.....'' ان کی آواز میں جو کرب تھا وہ محسوس کیا جا سکتا تھا۔

''اسد اللہ کوئی بلوائی نہ تھا نہ کوئی غیر، ہمارا رشتہ طے تھا مگر اس نے جو داغ ہماری پیشانی پر لگایا اس نے ہماری روح کو تار تار کر دیا۔ ہمیں اپنے ساتھ باندھنے کی غرض سے انہوں نے جو سزا تجویز کی یا اقدام کیا وہ اپنی وقعت ہماری نظروں میں گنوا گیا۔ محبت کو جوڑنے کا جو ذرا سا بھی ملال دل کو تھا وہ باقی نہ رہا۔ محبت کیا ہوتی ہے کسی کی عزت کرنا، کسی کی آبرو کو اہم جاننا اس کی حفاظت کرنا، جب محبت کرنے والا شیر ابن جائے تو اسے محبوب نہیں کہتے قاتل کہتے ہیں۔ انہوں نے ہماری وفاؤں، آرزوؤں کا قتل کیا تھا اور کوئی اپنے مقتول کے ہمراہ زندگی نہیں گزار سکتا۔ شاید ہم ان کی محبت کا سوچ کر پاکستان آنے کے ارادے کو خیر باد بھی کہہ دیتے مگر ان کے اس اقدام کو ہم فراموش نہیں کر پائے، ایسا ممکن نہ تھا کہ ہم اپنے مقتول کی محبت کو پیشانی پر جھومر بنا کر سجاتے اور زندگی ان کے نام کر دیتے۔ ہم ان کو معاف نہیں کر سکتے۔ اس جدائی کا رتی بھر قلق نہیں ایسا کہنا بجا نہ ہوگا کہ محبت کا اثر زمانوں تک رہتا ہے پھر کیسے ممکن تھا کہ ان کی محبت ہم اپنے دل و دماغ سے یکدم کھرچ کر نکال دیتے۔ پیشانی کے داغ کے ہمراہ ہم نے دل کے داغوں کو بھی سنبھال کر رکھ لیا اور راہ بدل لی۔ اسد اللہ ہمیں خاموشی سے جاتا دیکھتے رہے وہ جانتے تھے ہم انہیں معاف نہ کر پائیں گے۔ محبت چاہے تو

سب معاف بھی کردے مگر نقب زنی اور بے وفائی معاف نہیں کرتی۔ اسد اللہ جو گھاؤ دینے کا باعث بنا، ہم پر اپنا ہر حق کھو گیا۔ محبت نے جیسے خود کشی کرلی، ہر احساس دم توڑ گیا۔ بلوائیوں نے کئی لاشیں گرائیں، ایک جو بلوائی نہ تھا اس نے محبت کی قبر کھود دی اور عشق خاک میں مل گیا۔'' ایک طنزیہ مسکراہٹ ان کے لبوں پر ابھری اور آنکھوں کی نمی میں مدغم ہوگئی۔ نواب صاحب مضطرب سے انہیں دیکھتے رہے، کاش وہ حق رکھتے کہ ان آنکھوں کی نمی کو پوروں میں جذب کر پاتے مگر وہ ایسا کوئی حق نہیں رکھتے تھے سو چپ چاپ دیکھتے رہے۔ جہاں آرا کا ضبط جیسے جواب دے گیا۔ دل کرب سے پھٹنے لگا تو وہ چپ چاپ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی، نواب صاحب نے انہیں روکنے کو ہاتھ اٹھایا مگر پھر ہاتھ گرالیا۔ نواب صاحب اٹھے اور تھکے قدموں اور بوجھل دل کے ہمراہ خیمے کی طرف چل دیے تھے۔

''اگر ممکن ہوتا تو ہم دلجوئی کرنے کی کوئی کسر نہیں رہنے دیتے، مرہم رکھتے، چاک دل رفو کرتے مگر محبت ہمراہ تو ہے مگر واقف حال نہیں، محبت دل میں سانس تو لیتی ہے مگر ابھی ایسی نمگسار نہیں، جہاں آرا ہم نہ مرہم رکھ سکتے ہیں نا رفو گری کرسکتے ہیں مگر ہم آپ کے دل کے فشار سے واقف ضرور ہیں، آپ جو ہم سے واقف بھی نہیں ہم سے دل کا احوال کیونکر کہہ پائیں، ہم جو اجنبی ہیں آشنا بھی نہیں آپ نے ایسے دل کھول کر رکھ دیا جیسے ہم ہر گھاؤ پر مرہم رکھ سکتے ہیں۔ یہ تعلق کیا ہے؟ یہ واسطہ کیا ہے اور ہے بھی کہ نہیں۔'' نواب صاحب الجھتے رہ گئے تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁

''پاکستان کی محبت میں کیسی اذیتیں جھیل رہے ہیں۔'' ان خاتون نے مدھم لہجے میں کہا۔

جنت بی بی نے بہ مشکل آنکھیں کھول کر ان کو دیکھا، وہ پُرملال دکھائی دے رہی تھیں اور جنت بی بی اس بات کی تائید نہ کرپائیں کہ انہوں نے یہ ہجرت کسی محبت میں نہیں کی تھی۔ ریحان میاں کے کہنے پر کی تھی جو اچھے رفیق تھے اور ان کا بھلا چاہتے تھے مگر جانے کس موڑ پر بچھڑ گئے تھے جنت بی بی کو احساس تک نہ ہوا تھا۔ ٹرین کے ڈبے میں موجود لاشوں کو انہوں نے کئی بار دیکھا مگر ان میں ریحان میاں شامل نہیں تھے۔ جانے کیوں جنت بی بی نے ان کی سلامتی کی دعا مانگی تھی۔

''اللہ کرے آپ خیریت سے ہوں ریحان میاں، آپ ہمارے محسن ہیں، برے وقت اور تکلیف میں ہمارا ساتھ دیا اور ہم یہ احسان نہیں بھول سکتے، آپ ایک اچھے رفیق ہیں اور آپ کی سلامتی کے لیے ہم دعا گو ہیں۔'' جنت بی بی نے دل ہی دل میں ریحان میاں کے لیے دعا مانگی، خاتون کے لب ہلتے ہوئے دکھائی دیے شاید وہ کچھ کہہ رہی تھیں۔

پاکستان کے متوالوں کے ہمراہ یہ سفر کبھی نہ بھولنے والا تھا۔ جنت بی بی چاہ کر بھی اس سفر کو یادداشت سے محو نہیں کرسکتی تھیں، وہ گھنٹوں لاشوں کے ڈھیر تلے دبی رہی تھیں، وہ جو پاکستان کا نام بھی سننے کی روادار نہ تھیں اور پاکستان کی محبت میں دم بھرنے والی فاطمہ بی بی کے کام میں مسلسل روڑے اٹکا رہی تھیں ان کے لیے یہ تجربہ کبھی نہ فراموش کرنے والا تھا۔

''پاکستان سے ایسی محبت، زمین کے ایک ٹکڑے کو لے کر ایسا جنون، یہ عشق کی کون سی قسم ہے۔ عشق کی کون سی راہ ہے؟

عشق.....عشق.....عشق.....
آہ.....ہا.....ش.....ق
عین وقت پر محبت کو کیا سوجھی
شکن اور شکن

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

بے روح..... بے کفن
محبت الوداع
محبت خیر باد
قرار جان کو آئے تو کیونکر آئے
مداوا کرنے کو چارہ بچا نہیں
سواب ملال کیا کرنا
سفر موقوف ہے تو پھر ذکر یار کیا کرنا؟
عشق برخاست، سر نگو یار
پھر کیا ملال
عشق خیر بار
عشق خیر بار
انتہائی تکلیف کے باوجود خیال یار نے دل کو جیسے خاص تسکین دی تھی۔ وقار الحق کے متعلق ایک لمحے کی سوچ نے جیسے زخموں پر مرہم رکھ دیا تھا، روح تک نے تاثیر محسوس کی تھی۔
ہم انتہائے عشق میں کیا کیا نہ کر گئے
ہائے اس عشق کی خیر جسے
الوداع کر آئے
مرا سم دل، ربط جاں کی خیر ہو
کہ اک دل کے واسطے ہم دل کو مسل کر رکھ دیا
آ زوئے شب تمام کر آئے
اف یہ عشق
''کیسا درد دیتا ہے مگر دل پھر بھی اس کے خلاف نہیں جاتا۔ کاش ہم محبت کی مخالفت کر سکتے وقار الحق۔ ہم جانتے ہیں آپ پاکستان پہنچ چکے ہوں گے مگر جانے کیوں ہم آپ سے ملنے کی چاہ اب نہیں رکھتے شاید دانستہ اب ہم آپ سے ملنے کی خواہش نہ کر سکیں شاید کہیں ہم خود کو باور کرا چکے ہیں کہ ہم اس محبت کے قابل نہ تھے جو آپ کے دل میں ہمارے لیے تھی، ہم اپنی غلطیوں کا شمار کرنے بیٹھیں تو ہم شرمندگیوں میں گرتے چلے جائیں گے۔ دو چیزوں کو لے کر ہم اپنے آپ کو غلط تسلیم کرتے ہیں، ایک آپ کی محبت اور دوسرے پاکستان سے نفرت۔ شاید یہ نفرت بلاسبب تھی محض جذباتیت۔ زمین کے ٹکڑوں میں کیا تضاد؟ ایک ٹکڑا اچھا اور دوسرا برا کیونکر ہو سکتا ہے؟ تضاد سوچ سے ہو تو کوئی منطق بھی بنتی ہے اور وہ کس سے تضاد رکھتی؟ ان لوگوں سے جو خود ہزار ہا تکلیفوں سے صعبتوں سے گزر کر پاکستان پہنچ رہے تھے۔'' جنت بی بی کو اپنی گزشتہ سوچ پر شرمندگی ہوئی۔
کبھی کبھی محض مخالفت برائے مخالفت کی راہ گمراہ کرتی ہے، سوچ کے در بند کرتی ہے، مخالفت کرنا بھی ایک اندھا جنون ہے ایسا جنون جو آخری حد تک بے منطق کے سر پٹ بھاگتا ہے اور اختتام پر اندھے کنوئیں میں جا گرتا ہے، وہ خاتون جس طرح ان سے اپنائیت جتا رہی تھیں ان کا انداز انہیں شرمندہ کر رہا تھا، دراصل یہ ان کی گزشتہ سوچ تھی جو ان کو اس طور شرمندگی میں مبتلا کر رہی تھی، جس طور وہ پاکستان کے نظریے اور پاکستان جانے والوں کے متعلق سوچتی رہی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تھیں۔ٹرین کے پاکستان پہنچنے تک اور خاتون کے انہیں اسپتال پہنچانے تک وہ ایک لفظ نہ بول پائی تھیں، وہ جو اپنے آپ پر نازاں اور کسی کو خاطر میں نہ لائی تھیں، آج کسی اور کے رحم و کرم پر تھیں، پاکستان کے خلاف وہ کام کرتیں اور سازشیں بنتی رہی تھیں، اب پاکستان میں ان کی دیکھ بھال ہو رہی تھی، انہی نظریات رکھنے والوں نے ان کو علاج معالجہ کی سہولت فراہم کی تھی۔ وہ خاتون انہیں دلیہ کھلا رہی تھیں، جب وہ شرمندہ سی ہو کر نگاہ پھیر گئیں اور کھانے سے منع کر دیا۔

''کیا ہوا میری بچی، کھاؤ گی نہیں تو ٹھیک کیسے ہوگی؟'' خاتون نے نرم ممتا سے بھرے لہجے میں کہا، نرس جو طبی امداد دینے کے لیے آئی تھیں جنت بی بی کو دیکھ کر مسکرائیں۔

''بخت بھری بہت خوش قسمت ہیں آپ کہ آپ کو محبت کرنے والا کوئی ہے، آپ کے ناز نخرے اٹھا رہی ہیں، مسلسل جاگ کر آپ کی دیکھ بھال کر رہی ہیں۔'' نرس کے جتانے پر جنت بی بی مزید شرمندگی میں گھر گئیں، غالباً اسپتال میں ان خاتون نے جنت بی بی کا نام بخت بھری ہی درج کرایا تھا اور اپنا ہی حوالہ دیا تھا تب ہی نرس ان کو بخت بھری کے نام سے پکار رہی تھیں۔

''چلو، ایک نئی پہچان ملی۔ پاکستان آنے کے بعد رشتہ بھی بن گیا، والدہ بھی مل گئیں۔'' جنت بی بی کے اندر بخت بھری سانس لیتی محسوس ہوئی اور جنت بی بی کہیں دم توڑنے لگی تھی۔ وہ تبدیلیوں کو دانستہ قبول کر رہی تھیں یا نادانستگی میں وہ خود سمجھ نہ پائیں مگر جو پاکستان آنے سے انکاری تھی وہ جنت بی بی تھی اور جس نے پاکستان میں قدم رکھا وہ بخت بھری تھی۔ یہ آن کی آن میں کیا ہو گیا تھا۔ اس کی پہچان کا حوالہ بدل گیا تھا اور سوچ بھی۔

''ڈاکٹر صاحب اور کتنا وقت لگے گا میری بچی کو تندرست ہونے میں اور یہ اپنے پیروں پر چل پھر سکے گی ناں؟'' ڈاکٹر کے دورہ کرنے پر خاتون نے بخت بھری کی طبیعت کے متعلق دریافت کیا۔

''ہاں ضرور یہ جلد اپنے پیروں پر چلے پھریں گی، ان کی ریڑھ کی ہڈی میں چوٹ آئی ہے جس کے باعث یہ فی الحال حرکت کرنے کے قابل نہیں مگر یہ وقتی ہے، علاج کے بعد یہ دوبارہ معمول کے مطابق چلنے پھرنے اور بھاگنے دوڑنے لگیں گی جس رب نے زندگی دی ہے وہ تندرستی بھی دے گا۔ آپ نے مطلع کیا تھا کہ یہ ٹرین میں بچ جانے والوں میں اکلوتی دوشیزہ تھیں اگر اللہ نے ان کو بلوائیوں کے حملے میں سلامت رکھا تو وہ شفا بھی دے گا۔'' ڈاکٹر نے سمجھایا تو خاتون نے مطمئن ہو کر جنت بی بی کو دیکھا۔

''بخت بھری کے بخت بہت اچھے لکھے ہیں میرے مولیٰ نے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔'' وہ جیسے خود کو تسلی دے رہی تھیں، جنت بی بی خود کو کسی بھی احساس سے عاری محسوس کر رہی تھیں، ان کے اندر زندگی جینے کی تمنا جیسے وقعت کھو گئی تھی۔ کیا تھا باقی جس کے لیے وہ جینا چاہتی یا پھر خوش ہوتیں کوئی خیال.....امید.....اب باقی نہ تھی۔

''آپ کی رپورٹس دیکھی ہیں ہم نے، ریڑھ کی ہڈی کی ضرب معمولی اور قابل علاج ہے۔'' ڈاکٹر اکرام مرزا نے اس کی رپورٹس کو جانچنے کے بعد سر اٹھایا۔

''محترمہ آپ جلد شفایاب ہو کر اسپتال سے جائیں گی، ہم نے آپ کی دوائیوں میں کچھ ردوبدل کی ہے۔ امید ہے اس تبدیل کے مثبت نتائج دیکھنے کو ملیں گے۔'' ڈاکٹر اکرام نے مسکراتے ہوئے کہا مگر جنت بی بی نے کوئی تاثر نہ دیا۔ ڈاکٹر اکرام الحق نے اس زندگی سے خالی آنکھوں والی لڑکی کو بغور دیکھا۔

''ڈاکٹر صاحب، کھانے پینے میں کوئی احتیاط کرنی ہے تو بتا دیں اور ان کو ذرا ڈانٹ کر کھانے کی تلقین کر دیجیے میری تو سنتی نہیں جو کھلاؤں ہاتھ روک دیتی ہے۔'' خاتون نے جنت بی بی کی شکایت کی، ڈاکٹر اکرام الحق نے سر ہلا دیا۔

www.paksociety.com

''آپ اس کی پروانہ کریں ان کی دواؤں میں بھوک لگنے کی دوا بھی شامل کردی گئی ہے۔ان شاء اللہ یہ کھانے میں بھی اب کوئی کوتاہی نہیں کریں گی۔'' ڈاکٹر اکرام الحق نے خاتون کو سمجھایا انہوں نے سر ہلا دیا تھا۔

عملے نے مطلع کردیا تھا کہ جائیدادیں ان کو منتقل کردی گئی ہے اور جلد ان کو کیمپ سے جانا ہوگا، یہ خبر وقار الحق کو پریشان کرگئی تھی، وہ پاکستان آ کر اگر کسی کے منتظر تھے تو وہ فاطمہ تھیں اور دوسری شخصیت ان کے والد محترم۔

''ہم نے آپ سے گزشتہ دنوں میں کچھ تفصیل مانگی تھی ذرا فہرست میں ایک بار پھر دیکھ لیجیے۔ان افراد سے متعلق کوئی معلومات درج ہوئیں تو برائے کرم آگاہ کیجیے۔'' وقار الحق نے کہا تو کلرک بیزار دکھائی دیا۔

''محترم کسے جان جوکھوں میں ڈالتے ہو، اگر کسی کو تلاشنا ہے تو کیمپ میں جاؤ اب ہر بار کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی، کرنے کو سو کام ہیں اب کس کس بات کی تفصیل یاد رکھیں ہم؟ یہ کیا کم ہے کہ ہم ریکارڈ درج کررہے ہیں اور امور کی ذمہ داری احسن طریقے سے ادا کررہے ہیں۔'' کلرک اکتایا ہوا لگ رہا تھا۔وقار الحق نے بحث کرنا ضرور خیال نہ کیا اور فائل تھام کر وہاں سے چلا آیا۔

''چچا جان آپ الجھن میں دکھائی دیتے ہیں...... کیا آپ کو اب تک اپنے والد محترم اور بیگم کی خبر نہیں ملی؟'' شیر دل نے وقار الحق کو اداس دیکھ کر دریافت کیا، وقار الحق نے کوئی جواب نہ دیا۔

''بھائی صاحب آپ پریشان نہ ہوں، جلد آپ اپنے پیاروں سے ملیں گے، ہندوستان سے کئی ٹرینیں مسلسل آرہی ہیں۔اللہ پاک آپ کے پیاروں کو خیریت کے ساتھ پاکستان لائے۔'' شیر دل کی والدہ نے ان کو متفکر دیکھ کر کہا۔

''آپا ہم پاکستان ان کے بنا آئے یہ ہماری غلطی ہے مگر اب ہمیں علم ہوگیا ہے کہ ان کی تلاش کا کام ہمیں اپنے طور پر کرنا ہوگا۔کیمپ چھوڑنے سے قبل ہم ہر حال میں والد محترم اور فاطمہ کو ڈھونڈ لینا چاہتے ہیں۔'' وقار الحق نے مدہم لہجے میں کہا تو شیر دل کی والدہ چونکیں۔

''کیا آپ کو رہنے کی جگہ دے دی گئی ہے؟'' وقار الحق نے سر ہلا دیا۔

''یہ تو اچھی خبر ہے، متعلقہ شعبے والے بہت دل لگا کر کام کررہے ہیں، ہمیں لگا تھا اس میں وقت لگے گا۔''

''ہمیں بھی ایسا ہی لگا تھا آپا مگر عملے نے کلیم کی گئی جائیدادیں ہمارے نام وقف کرکے فائل ہمارے ہاتھ تھما دی تو ہم خود چونک گئے، ہم یہاں قیام کرکے والد محترم اور فاطمہ کے لیے انتظار کرنا چاہتے تھے۔'' وقار الحق کی پریشانی ان کے چہرے سے ہویدا تھی۔

''اوہ...... یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے مگر ایک بات ہوسکتی ہے، جب تک ہم یہاں کیمپ میں ہیں جا کر متعلقہ عملے سے تفصیلات کی بابت دریافت کرتے رہیں گے، آپ بے فکر ہوکر کیمپ سے رہائش گاہ پر منتقل ہوجائیے۔'' آپا نے مشورہ دیا تو وقار الحق چونکے۔

''کیا آپ اور شیر دل ہمارے ہمراہ نہیں آئیں گے؟'' وقار الحق کے پوچھنے پر شیر دل کی والدہ نرمی سے مسکرائیں۔

''ہم آپ سے ملنے آتے رہیں گے وقار بھائی مگر ہم شیر دل کو ان کے حق سے محروم نہیں کرسکتے۔ان کے والد نے ان کے نام بہت سی جائیدادیں چھوڑی تھیں جو ہم ہندوستان میں چھوڑ آئے ہیں، ہم ان کی منتقلی شیر دل کے نام چاہتے ہیں، تب تک ہمیں کیمپ میں ہی رکنا پڑے گا۔'' شیر دل کی والدہ نے سہولت سے کہا تو وقار الحق گہری سوچ میں پڑ گئے اور پھر سر نفی میں ہلایا۔

''ہم اب یہاں سے اس وقت تک کہیں منتقل نہیں ہوں گے جب تک اپنے پیاروں کو ڈھونڈ نہ لیں اگر ایک کلرک

تفصیل بتانے کو تیار نہیں تو ہم ہمت نہیں ہار سکتے۔ ہم ان کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔'' مصمم ارادہ باندھ کر وہ گویا ہوئے، شیر دل کی والدہ نے سر ہلا دیا۔

❁.....❁.....❁.....❁

جہانگیر نے کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھا، ٹرین قصور کے پاس تھی۔

''چلو میاں سفر ساتھ خیریت کے مکمل ہوا صد شکر ہے کہ ہم پاکستان پہنچ گئے۔'' کرم دین چاچا بولے۔

''سو تو ہے چچا جان ہم خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل ہیں، اللہ پاک نے سفر مبارک کیا، منزل مقصود تک پہنچایا، شکر ہے اس ذات پاک کا اس نے خاص کرم کیا۔'' جہانگیر بولا۔

''تم اداس لگتے ہو، اپنے فیصلے پر پشیماں ہو کیا یا کوئی پچھتاوا ہے؟'' کرم دین چاچا نے دریافت کیا تو جہانگیر خاموش رہا، کرم دین چاچا نے سر ہلایا اور مدہم لہجے میں بولے۔

''میں سمجھ سکتا ہوں برخوردار۔''

''جب منزل کو چل پڑو تو پچھتاوؤں کو پس پشت ڈال دینا چاہیے۔'' جہانگیر نے آہستگی سے کہا۔

''ہم نے پچھتاوؤں کے متعلق نہیں سوچا نہ نقصان کو نظر میں رکھا۔ زیادہ سوچنے سے دماغ الجھتا ہے اور الجھنا منطق کے خلاف ہے۔ منطق دانشوری ہے اور الجھاؤ مقصدیت کا قتل، الجھن انتشار کی علامتوں میں سے ایک ہے اور منتشر ہونا ٹھیک نہیں۔'' وہ مدہم لہجے میں گویا ہوا، آیت نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے اسے سنا وہ بہت منفرد گفتگو کرتا تھا اگرچہ اس نے اسے کم سنا تھا مگر اس کے لہجے کا ٹھہراؤ سماعت کو اپنی جانب کھینچتا تھا اس شخص کی شخصیت میں کوئی خاص بات تو تھی مگر وہ اس متعلق سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

''اس رب کی رضا سے بڑھ کر کچھ نہیں چچا جان، ہم ارادے باندھتے ہیں مگر ہمارے ارادے زمین میں جڑ نہ رکھنے والے بیج کی طرح ہوتے ہیں ہمارا مالک ان ارادوں میں جان ڈالتا ہے، روح پھونکتا ہے اس کی رضا کے بنا کیا ممکن ہے؟ اس کی مرضی کے بنا کچھ ہونا ناممکن ہے۔'' جہانگیر نے کہا کرم دین چاچا نے سر ہلایا۔

''درست کہتے ہو میاں، یہ زمین و آسمان، اس کائنات کا ذرہ ذرہ، اس ذات پاک کے ایک اشارے کا منتظر ہے اس کی مرضی کے بنا کچھ ممکن نہیں۔'' کرم دین چاچا متفق ہوئے۔

''سفر میں پیچھے چھوٹ جانے والے منظر دوبارہ دکھائی نہیں دیتے۔ سو اس بات کا ملال کرنا کوئی جواز نہیں رکھتا۔'' جہانگیر نے کہا۔ کرم دین چاچا کو اطمینان ہوا تھا۔ وہ اپنے پیاروں کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ آیا تھا۔ ملال نہ ہوتا یہ تو ممکن نہ تھا۔ سو وہ مزید بات کرنے کا ارادہ ترک کر کے چپ ہو گئے تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁

نواب صاحب کے دل پر جیسے منوں وزن آن پڑا تھا کسی کا درد سننا آسان ہے کسی کے درد پر مرہم رکھنا دشوار اور وہ کیا دلجوئی کرتے؟ وہ نامحرم تھے کوئی حق رکھتے نہ کوئی واسطہ پھر کیا کہتے، وہ دکھائی دی تو ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

''نواب صاحب کچھ اداس سے دکھائی دے رہے ہیں، سب ٹھیک تو ہے ناں؟'' نواب صاحب چونکے۔

''آپ سے کس نے کہا کہ ہم نواب ہیں۔'' اس نے مسکرا کر دیکھا پھر شانے اچکا دیے۔

''نواب ہونا ایسا برا نہیں..... البتہ نوابی شوق رکھنا برا ہے کہیں ایسے گن آپ میں تو نہیں۔'' وہ مسکرائی تو نواب صاحب نے سر نفی میں ہلا دیا۔

''ہم اس عمر میں نہیں رہے جہاں ایسے گن پائے جاتے ہیں۔'' انہوں نے گہری سانس خارج کی تو وہ ہنس دیں۔

www.paksociety.com

”کیا کہہ دیا محترم، اچھے خاصے جوان تو دکھائی دیتے ہیں آپ، تیس پینتیس سے کیا ہی زیادہ ہوں گے آپ۔“ اس نے کہا تو نواب صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔

”ہم چھیالیس برس کے ہونے کو ہیں۔“ عمر بتانے کے ساتھ ہی انہوں نے خود کو بھی باور کرایا کہ وہ عمر کے کس پڑاؤ پر ہیں اور عشق کی سرمستی ٹھیک نہیں مگر وہ چونکی اور حیرت سے بولی۔

”بخدا آپ کہیں سے بھی چھیالیس کے نہیں لگتے، ہم تو آپ کو تیس پینتیس کے لگ بھگ ہی تصور کیے بیٹھے تھے۔ خیر عمروں میں کیا رکھا ہے، کہنے والے کہتے ہیں دل جوان ہونا چاہیے، دل میں امنگ ہو تو عمر دراز ہو جاتی ہیں اور عمر کیا ہے بس دنوں کا اعداد و شمار۔“ اس نے گویا اس دلیل کو رد کیا نواب صاحب گہری سانس بھر کے رہ گئے۔

”عمروں کا تضاد بہت معنی رکھتا ہے جہاں آرا، آپ ابھی بچی ہیں۔ ایسی باتوں کو سمجھیں گی نہیں، بہرحال ہم آپ سے کہنا چاہتے تھے کہ آپ پر جو بھی گزری اسے بھول کر زندگی میں آگے بڑھیے، اپنے ہونے کو اہم جانیے اور خود کو اہمیت دیجیے، آپ خود کے لیے اہم ہوں یہ بہت ضروری ہے، اپنے آپ سے خوش ہونے کا حق مت چھینیے۔“ نواب صاحب نے سمجھایا۔ وہ خاموش ہو کر سر جھکا گئیں پھر آہستگی سے بولیں۔

”جو بھی پیچھے چھوڑ آئے ہم اسے فراموش کر دیں گے، ایسا کہنا حقیقت پر مبنی نہیں۔ ماضی اگرچہ گزر جاتا ہے مگر اس کو کاٹ کر خود سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ نہ اس دکھ کو نہ اس وقت کی اذیت کو۔“ وہ پُرملال سی سر جھکا گئی۔ نواب صاحب اسے دیکھتے رہے پھر آہستگی سے بولے۔

”بجا فرمایا آپ نے بھولنا آسان نہیں مگر ہم گزرے کل میں جا کر رہ نہیں سکتے سو ماضی اسی ایک نقطے پر بے معنی ہو جاتا ہے۔“ انہوں نے تسلی دینے کو کہا۔

”ایسا لفظوں میں کہنا آسان ہے مگر عملاً ایسا کرنا آسان نہیں، وقت لگتا ہے گھاؤ بھرنے میں لیکن بھر جاتے ہیں، بہت گہرے گھاؤ بھی مندمل ہو جاتے ہیں، وقت میں ایسا وصف ہے مگر وقت لگنے میں کیا کیا گزر جاتا ہے۔ اس کی الگ کہانی ہے بہرحال۔“ اس نے گہری سانس خارج کی۔ نواب صاحب کچھ نہ کہہ سکے۔ وہ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز اور چہرہ پرملول تھا۔

❁......❁......❁......❁

جہانگیر نے پاکستان کی زمین پر سجدہ کیا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا۔ آیت اس کی جانب دیکھتی ہوئی مڑی، یہ شخص حیران کن لگتا تھا۔ پاکستان سے اس کی انسیت دیکھ کر وہ متاثر ہوئی پھر اس کا بات کرنا۔ مدلل انداز میں بولنا اور سب سے بڑھ کر دین کی راہ پر چلنا۔

”ابا جان، یہ جہانگیر ایسا ہی تھا یا آپ کی تعلیم نے اسے بدلا؟“ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی، کرم دین مسکرا دیے۔

”کوئی کسی کو نہیں بدل سکتا بیٹی، یہ اس اللہ کی ذات پاک ہے جو بدلنے کا وصف رکھتی ہے۔ یہ اس رب کے رنگ ہیں جو ہر شے میں ہیں ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں جا بجا کائنات میں بکھرے خوب صورتی بڑھاتے ہیں تو انسانوں میں بھی دکھائی پڑ کر ان کی شخصیت کی جاذبیت بڑھاتے ہیں۔“ کرم دین چاچا نرمی سے گویا ہوئے آیت خاموشی سے دیکھنے لگی پھر جانے کیوں چلتی ہوئی اس کی جانب بڑھنے لگی۔

عشق ذات

رنگ ہزار

نہ کوئی دور

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

نہ کوئی دور
نہ کوئی پاس
رنگ ہزار
ڈھنگ ہزار کمال
سنگ دھمال
نیا سر تال
عشق ذات
عشق مات
عشق گھات
عشق بات
نہ سنی سنائی
نہ دیکھی دکھائی نہ دہرائی
نئی ہر بار
عشق ذات
عشق گھات

''آپ ہمیشہ اتنے ہی خاموش رہتے ہیں؟'' آیت نے دریافت کیا وہ جو چپ چاپ بیٹھا تھا چونک کر آیت کی سمت دیکھنے لگا۔ آیت بلا کی پر اعتماد تھی سو خود ہی اس کے برابر بیٹھ گئی پھر بولی۔

''میں آپ کی شخصیت پر قدرے حیران ہوں مگر یہ حیرت کوئی عجب نہیں۔ میرا مطلب ہے بس یہ حیرت کسی قدر متاثر کن ہے آپ شاید نہیں جانتے ایسا وصف کم لوگوں میں ہوتا ہے۔'' آیت بنا جھجکے بولی۔ جہانگیر انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ وہ بنا توقف بولی۔

''مجھے جانے کیوں لگتا ہے کہ آپ کسی گہری محبت میں سر تک ڈوبے ہوئے ہیں اگرچہ آپ نے کہا نہیں مگر مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے آپ سمندر جیسی اتھاہ گہرائی لیے ہوئے محبت میں غوطہ زن ہیں اور اس گہرائی سے باہر آنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔'' جہانگیر چونکا مگر دوسرے ہی پل اس کی طرف سے نگاہ ہٹالی۔

''اوہ یعنی مجھے جو لگا وہی درست ہے؟'' وہ مسکرا کر بولی۔ جہانگیر کچھ نہ بولا۔

دل ہمیں اس کی گلی میں لے جاکر
اور بھی خاک میں ملا لایا

آیت کے لب ہولے سے ہلے۔

''ایسی محبت اور اس محبت کا مرکز کون ہے؟ مجھے یہ شے حیرتوں میں مبتلا کرتی ہے کہ کون ہے جو ایسی طغیانی میں کھینچ لاتا ہے اور کناروں تک پہنچنے نہیں دیتا؟'' آیت کا لہجہ حیرتوں سے پُر تھا مگر وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔

''آپ سوچ رہے ہوں گے کون ہے محترمہ جو مجھے پریشان کیے جارہی ہے؟ دراصل میری عادت ہے میں منطق ڈھونڈتی ہوں۔ اگر کوئی شے عجیب لگے تو میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتی۔'' آیت مسکرائی۔

''تھوڑی عجیب ہوں مگر ایسی ہی ہوں، ویسے میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا نہیں تھا۔ آپ بس دلچسپ لگے ایسے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

شدید دلچسپ کہ دلچسپی خود آپ حیرت میں پڑ جائے۔'' آیت بولتی رہی جہانگیر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔
''آپ بہت بولتی ہیں۔'' آیت مسکرائی۔
''باتونی ہونا بھی ایک خاصیت ہوتی ناں؟'' اس کا انداز سوالیہ تھا مگر جہانگیر نے مزید کچھ نہ کہا اور اٹھ کر چل دیا۔ آیت نے لب بھینچ لیے اور اسے جاتا دیکھتی رہی۔

❁.....❁.....❁.....❁

فاطمہ کو دیکھنے کو نظریں انتہائی مضطرب تھیں۔ نگاہ بار بار اٹھتی اور خالی لوٹ آتی۔ وقار الحق دستاویزات ہاتھ میں تھامے کھڑے تھے انہیں بہاولپور کے لیے نکلنا تھا۔ یہاں کیمپ میں رہنے کا کیا جواز تھا جب ان کو رہنے کو گھر مل گیا تھا۔ سوان کے لیے جانا ناگزیر ہو گیا تھا مگر وہ دل کے آگے مجبور تھے۔ دل چاہتا تھا وہ رکیں اور انتظار کریں۔ شیر دل بھاگا آیا اور ان کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ وقار الحق نے شیر دل کے سر پر ہاتھ رکھا اور پیار سے ان کے بال بکھیر دیے۔
''کیا ہو گیا محترم آپ تو ہمیں بھی کمزور کر رہے ہیں۔ ایسے بہادر نوجوان ہیں آپ اور ہم کون سا ہمیشہ کے لیے بچھڑ رہے ہیں۔ ہم قریب ہی ہوں گے آپ کو جب ملنا ہو آگاہ کر دینا ہم ملنے چلیں آئیں گے..... آپ اس درجہ غمگین نہ ہوں ہم الگ ہو رہے ہیں مگر دور نہیں۔'' وقار الحق نے جھک کر ننھے شیر دل کی پیشانی پر پیار کیا شیر دل ان سے لپٹ گیا۔
''ہم سچ میں اداس ہو رہے ہیں آپ سے بچھڑنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ اتنے دنوں میں آپ سے انسیت ہو گئی ہے چچا جان۔ آپ جا رہے ہیں تو اچھا نہیں لگ رہا۔'' شیر دل کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ وقار الحق کے لیے مشکل ترین گھڑی تھی۔ انہوں نے شیر دل کے گالوں پر بہتے آنسوؤں کو صاف کیا اور ان کو گلے لگا لیا۔
''بیٹا ہم آپ کے ہمراہ ہیں۔ ہم آپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں مگر آپ کی والدہ محترمہ نے آگاہ کیا ہے ان کا یہاں رکنا ضروری ہے آپ سمجھ رہے ہیں ناں ہم کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔'' وقار الحق نے پیار سے انہیں سمجھایا۔ انہوں نے سر ہلا دیا پھر بولے۔
''چچا جان آپ اپنی ملکہ کے بنا یہاں سے چلے جائیں گے۔ آپ ان سے ملیں گے نہیں؟'' شیر دل نے پوچھا۔ وقار الحق گہری سانس لے کر رہ گئے پھر انہوں نے کاندھے سے بیگ اتار کر رکھ دیا اور بولے۔
''شیر دل زندگی اپنی ترتیب سے چلتی ہے اور اپنی رفتار رکھتی ہے۔ نہ ہم بھاگ دوڑ کر کے اس سے الگ نکل سکتے ہیں اور نہ ہی وقت کو پیچھے موڑ سکتے ہیں۔ ہم اپنی من مانیاں نہیں کر سکتے۔ سو اس کا حل فقط یہ ہے کہ ہم وقت کے مطابق اور ہمراہ چلیں۔'' وقار الحق نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی اور وہ جواب میں ان سے لپٹ گیا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

پاکستان پہنچنے کی فقط ایک وجہ تھی اور وہ وقار الحق تھے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش بڑھ گیا تھا۔ فاطمہ بی بی منتظر نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اندراج کرنے والوں سے جو تفصیلات معلوم ہوئی تھیں ان سے اتنا تو پتا چل گیا تھا کہ وقار الحق یہیں ہیں مگر وہ ان کو کس طور ڈھونڈتی؟ یہ سمجھ میں نہ آیا تفصیلات کے مطابق جس کیمپ میں وہ ٹھہرے تھے وہ وہاں تک پہنچیں مگر وہاں کچھ سراغ نہ ملا۔ فاطمہ بی بی کی امید ٹوٹنے لگی۔ وہ ہر ایک سے ان کی بابت دریافت کرتی رہی تھیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

''فاطمہ ہمیں کس طرح ڈھونڈیں گی؟ اندراج کرنے والوں سے خبر ہوئی ہے کہ وہ پاکستان پہنچ چکے ہیں مگر ہمارا اندراج نامہ یہاں سے خارج ہو چکا ہے۔ سو جو تفصیلات ان تک پہنچیں گی وہ ادھوری ہیں سو کیونکر ڈھونڈ پائیں گی؟''

وقار الحق خود سے الجھ رہے تھے۔ وہ وہیں رک گئے تھے جانے کا ارادہ بھی ملتوی کر دیا تھا مگر کیمپ تبدیل کر لیا تھا کیونکہ نئے لوگوں کے آنے کے باعث ان کا کیمپ خالی کرنا ضروری تھا۔ وہ بھی اس صورت میں جب ان کو رہائش کے لیے گھر دے دیا گیا تھا۔ انہوں نے قریب کے ایک سرائے میں قیام کر لیا تھا اور روز کیمپ کا چکر لگانے لگے تھے۔ مگر اندراج کرنے والے ان کی پوچھ گچھ سے اس قدر عاجز تھے کہ وہ کوئی مزید تفصیل دینے کو تیار نہ تھے۔

''فاطمہ ہم آپ سے ملنے کے منتظر ہیں، آپ کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب ہیں، کیا یہ بات آپ جانتی ہیں، کیا آپ کے علم میں ہے؟'' وہ اپنی سوچوں سے الجھ رہے تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁

نواب صاحب جیسے ایک نئے تجربے سے گزر رہے تھے۔ ان کے لیے وقت جیسے نئے معنی ڈھونڈ لایا تھا اور اس وقت میں ہر شے اپنے وصف سے دکھائی سنائی دے رہی تھی۔

جو تیرے عارض و گیسو کے درمیان گزرے
کبھی کبھی وہی لمحے بلائے جاں گزرے
مجھے یہ وہم رہا مدتوں کہ جرأت شوق
کہیں نہ خاطر معصوم پر گراں گزرے
ہر اک مقام محبت بہت ہی دل کش تھا
مگر ہم اہل محبت کشاں کشاں گزرے
مری نظر سے تری جستجو کے صدقے میں
یہ اک جہاں ہی نہیں سیکڑوں جہاں گزرے
کہاں کا حسن کہ خود عشق کو خبر نہ ہوئی
رہ طلب میں کچھ ایسے انجان گزرے
کوئی نہ دیکھ سکا جن کو وہ دلوں کے سوا
معاملات کچھ ایسے بھی درمیاں گزرے
کبھی کبھی تو اسی ایک مشت خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسمان گزرے

جہاں آرا کی دلکشی کمال تھی یا نواب صاحب کا دل کمزور تھا۔ وہ ان کے ہمراہ بیٹھتے تو ان کے لفظ سنائی دیتے معنی گم ہو جاتے اور وہ بولتی رہتیں۔ کبھی بے وجہ اپنے منگیتر کا ذکر کرتے ہوئے مسکراتیں، کبھی ان کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگتی، کبھی فکریں اس کی جگہ لے لیتیں اور ان کا لہجہ یاسیت سے بھر جاتا۔

''نواب صاحب وقت نے ہمیں عجب بھول بھلیوں میں ڈال دیا ہے اور ہم نے جیسے خود کو بے جان سا چھوڑ دیا ہے۔ ہم ڈوب رہے ہیں مگر ہم ساکت ہیں، ہاتھ پاؤں مارنے کی زحمت بھی نہیں کرتے..... ہم ڈوبتے جاتے ہیں اور زندگی ساتھ بھی نہیں چھوڑتی ہم جو وقت سے ہاتھ چھڑانا چاہتے ہیں۔ ہم ساتھ چلتے بھی نہیں اور ہاتھ چھڑاتے بھی نہیں۔'' وہ افسردہ لہجے میں بولیں تو نواب صاحب گہری سانس بھر کر رہ گئے۔

''عشق کیا شے ہے نواب صاحب..... جو تکلیف دیتا ہے اسی کی حمایت کرتا ہے، اسی کے حق میں دلیل دیتا ہے، اسی کے لیے سوچتا اور اسی کا ذکر کرتا ہے۔ یہ کیا ہے نواب صاحب ہم محبت کو اس قدر گنجائش کیوں دیتے ہیں؟ ایسی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

مراعات کیوں دیتے ہیں عشق کو، ہم کیوں عشق سے ہار مانتے ہیں اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں ہم خود کو فراموش کیوں کرنے لگتے ہیں۔ اگر ہمیں عشق کے ہاتھوں تکلیف اٹھانا پڑی ہے تو پھر عشق کو ایسی رعایت کیونکر دینی؟'' وہ بنا نواب صاحب کی جانب دیکھے بولیں۔ نواب صاحب ساکت بیٹھے رہے اور جہاں آرا کی آنکھوں سے ساون کی جھڑی لگ گئی۔ جیسے چھپانے کو وہ چہرہ پھیر گئی۔ نواب صاحب ایک حرف نہ کہہ پائے۔

''جو تکلیف دے وہ دل سے کیوں نہیں اترتا جاتا؟ جو نگاہ سے اوجھل ہو جائے وہ ہر منظر میں کیونکر نظر آتا ہے، محبت کی جمع تفریق ناسمجھ میں آنے والی کیوں ہے؟'' جو تفریق ہوتا ہے وہ جمع ہوتا جاتا ہے؟ دل میں اس کی محبت کا حصہ بڑھتا کیوں جاتا ہے محبت کی تفریق جمع تقسیم ایسی انوکھی کیونکر ہے؟'' اس کا لہجہ کرب لیے ہوئے تھا اور نواب صاحب کیا کہتے۔ لفظ تھے ہی نہیں جو مداوا کرتے وہ کیا تسلی دیتے، کیا دل جوئی کرتے۔ کیا حوصلہ بڑھاتے۔

''عشق عذاب دیتا ہے تو کرامات کیونکر کرتا ہے، ختم ہوتا ہے تو جان کیوں نہیں چھوڑ دیتا، ذہن سے نکل کیوں نہیں جاتا، ہر بار سوچ میں داخل کیوں ہو جاتا ہے؟'' ان کی آواز میں جو درد تھا وہ صاف محسوس کر سکتے تھے۔

''کیا آپ ان کو زندگی میں کبھی واپس لانا چاہیں گی؟'' نواب صاحب نے یکدم پوچھا تو وہ ساکت رہ گئیں، خاموشی سے نواب صاحب کی سمت دیکھنے لگیں پھر گردن گھما کر دوسری سمت دیکھنے لگیں، نواب صاحب حیران نہ ہوئے ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا محبت ایسی باتوں کے جواب کہاں رکھتی ہے؟ محبت تو بس کچوکے لگاتی ہے، نوچتی ہے اور نئے زاویوں سے گھیرتی ہے سو جواب نہ پا کر نواب صاحب خاموشی سے اٹھ کھڑے ہوئے جہاں آرا نے ان کو روکا نہیں اور روکنے کا کیا جواز تھا؟

''بخت بھری بچی ایسی چپ نہ رہا کر، کوئی بات کیا کر، بات کرنے سے دل بہلتا ہے، جو تلخیاں گزری ہیں ان کو بھلا دو، اس وقت کو سب نے یکساں جھیلا ہے۔ سب نے ایک جیسا درد اٹھایا ہے کسی کا حصہ کم یا زیادہ نہیں لگ بھگ ایک جیسا ہے ہم سب کا درد مشترکہ ہے میری بچی کیا میں نے نہیں کھویا یا کسی اور نے نہیں گنوایا؟'' خاتون نے پوچھا مگر جنت بی بی کچھ نہ بولیں۔

''ڈاکٹر صاحب بخت بھری ایسی چپ کیوں ہو گئی ہے؟'' ڈاکٹر اکرام الحق نے بغور جنت بی بی کو دیکھا۔

''محترمہ آپ فکر مند نہ ہوں ان کا علاج چل رہا ہے جلد صحت یاب ہو جائیں گی تو پھر سے ہنسنے بولنے لگیں گی۔'' وہ خاتون سے کہہ کر جنت بی بی کی طرف متوجہ ہوئے۔

''محترمہ کیسا محسوس کر رہی ہیں؟ آپ دواؤں سے کس قدر افاقہ دکھائی دے رہا ہے، کل سے ایک ڈاکٹر آپ کو تھراپی کرانے آئیں گے وہ تھراپی آپ کو جلد چلنے پھرنے میں مدد دیں گی دوا ہم کر رہے ہیں باقی دعا کریں اللہ بہتر کرے گا۔ آپ تعلیم کے زیور سے آراستہ لگتی ہیں اس متعلق آپ کو ضرور معلومات ہوں گی۔ ہم ڈاکٹر ہمت بندھاتے ہیں اور ہر ممکن مثبت سوچ دیتے ہیں آپ کا مرض بڑا ہے بھی اور نہیں بھی مگر آپ کی رپورٹ کہتی ہیں آپ کی ریڑھ کی ہڈی کی انجری قابل علاج ہے۔ شفا دینے والی ذات اس ذات پاک کی ہے۔ آپ حوصلہ کریں اس طرح چپ ہو جانے سے آپ کم ہمت ہو جائیں گی اور علاج میں وقت لگے گا اگر آپ خود کو اپنے پیروں پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہتی ہیں تو اس کڑے وقت میں ثابت قدم رہنا ہوگا۔ ایسا وقت آزمائش بن کر آتا ہے اور آزمائش پر پورا اترنے کے لیے ہمت کا ہونا ضروری ہے۔ آپ سمجھ رہی ہیں ناں، میری بات؟'' ڈاکٹر اکرام الحق نے کہا اس نے خاموشی سے سر جھکا دیا فی الحال وہ کسی کے رحم و کرم پر تھیں، وقت نے انہیں سزا دی تھی یا جو بھی تھا آزمائش کڑی تھی اور جانے کب تک ان کو اس صورت

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

حال سے گزرنا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

میخوں سے زخمی چہرہ، ہونٹ پپڑی زدہ آنکھوں میں حیرانی اور ویرانی کیسی چیختی، پکارتی تھی مگر آواز اس تک کیوں نہ جاتی تھی جسے سننا تھا وہ سنتا کیوں نہ تھا؟ اس کے پاس کوئی تصویر نہ تھی کہ دکھا کر پوچھتی اندراج کرانے والوں کے پاس کئی بار گئی مگر کوئی مدد نہ ملی۔

''اتنے لوگ آتے ہیں محترمہ اب ہم کس کس کا حساب رکھیں؟ یہاں تو گنتی بھولنے لگی ہے اب اعداد و شمار کرتے، کئی آئے کئی گئے کون ان کیمپوں میں بیٹھا رہے گا۔ جو گھر بار تیاگ کر آئے ہیں ان کو رہنے کو چھت بھی چاہیے اور ہم بس یہیں تک کا کام کرتے ہیں کون کہاں گیا کس کو کہاں زمین یا جائیدادیں ملیں اب اس کا حساب کتاب کون یاد رکھتا ہے۔ آپ کے لیے ہم فالس تو جانچنے سے رہے ایک نئی فائل کھلتی ہے تو دس پرانی اٹھا کر ریکارڈ میں محفوظ ہونے چلیں جاتی ہیں اب آپ کے لیے سر درد والا کام کون کرے گا؟'' ایک کلرک نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا اور دوبارہ سر جھکا کر اپنے معاملات میں مصروف ہو گیا۔ فاطمہ بی بی خاموشی سے واپس پلٹ آئیں۔

وہ چہرہ جو دلکشی سے بھرا تھا اب باعث کشش نہ رہا تھا وہ قابل توجہ بھی نہ رہی تھیں جو چہرہ نقاب میں چھپا رہتا تھا اب وہ زخموں سے بھرا سب کے لیے بے نقاب تھا مگر کوئی ایک نگاہ بھی ان کی طرف نہ اٹھ رہی تھی۔

''کیا ہوا اگر تم ملو اور ہماری سمت نگاہ بھی نہ کرو؟ وہ نظر ہماری سمت نہ اٹھے جی بھر کے دیکھنے کی کوئی طلب نہ رکھے اور.....'' ایک سوچ ان کی تمام ہمتوں کو پست کر گئی۔ فاطمہ بی بی نے خشک پپڑی زدہ لبوں پر زبان پھیری اور نظروں کو نئے سرے سے تلاش میں گھمایا۔

''کیا آپ نے نواب زادہ وقار الحق کو دیکھا ہے، کبھی ملے ہیں آپ ان سے، وہ انڈیا سے آئے ہیں اونچا لمبا قد ہے بہت پُر وجاہت شخصیت کے مالک ہیں اور.....'' کیمپ میں رہنے والوں سے وہ باری باری پوچھتی رہی مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

''وقار الحق ہم آپ کو کہاں ڈھونڈیں گے؟ کیا آپ بھی ہمیں اسی طور ڈھونڈ رہے ہوں گے جس طور ہم آپ کو بے قراری سے ڈھونڈ رہے ہیں؟'' ان کے سوال کا کیا جواب تھا کسی کے پاس۔

''ہم آپ کو ڈھونڈنے کا سلسلہ منقطع نہیں کریں گے۔ آپ ہماری زندگی کا حصہ ہیں اور آپ کے بنا زندگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہمارے پاکستان آنے کی وجہ آپ ہیں، آپ کے علاوہ ہمیں کوئی درد دکھائی نہیں دیتا۔'' وہ سوچتی ہوئیں ہجوم میں آگے بڑھتی گئیں، تب ہی ایک لمحہ میں اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا جیسے کوئی ہمراہ یا پیچھے چل رہا ہے اس سے قبل کہ وہ پلٹتیں کسی نے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا وہ بے طرح چونک گئیں۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

www.naeyufaq.com

آئینہ کی طرح سنبھال

نزہت جبین ضیاء

وہ مجھ کو چاہنے لگے بے حد اور اس کے بعد
اس بات کی جہاں میں شہرت کمال ہو
پھر کیوں اس کو جیت کے لے جائے کوئی اور
جب ہم کو ہار جانے کی عجلت کمال ہو

عناف آئی ہوئی تھی اور قیمہ مٹر پلاؤ شوق سے کھاتی تھی، یہی سوچ کر چھوٹا سا بٹوہ مٹھی میں دبا کر صولت بیگم گھر سے نکلیں۔ ابھی سبزی والا مرزا صاحب کے گھر کے سامنے کھڑا تھا ان کی بیوی شکیلہ بیگم بھاؤ تاؤ کر رہی تھیں، صولت بیگم واپس گھر جانے کے لیے مڑیں۔

"السلام علیکم۔" صولت بیگم نے مڑ کر دیکھا مہر آپا کھڑی مسکرا رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپا؟" صولت بیگم نے مسکرا کر پوچھا۔

"الحمدللہ..... آج کل گھٹنوں کے درد نے پریشان کیا ہوا ہے۔"

"تب ہی آپ نظر نہیں آرہیں۔ دکھایا ڈاکٹر کو؟" صولت نے پوچھا۔

"ہاں تمہارے بھائی لے کر گئے تھے ہڈی والے ڈاکٹر کے پاس۔ ویسے تھوڑا سا افاقہ ہوا ہے۔"

"شکر ہے اللہ کا..... اللہ پاک شفا دے۔" صولت بیگم نے کہا۔

"سبزی لینے نکلی تھی مگر؟" صولت بیگم مسکرا کر چپ ہوگئیں۔

"ہاہاہا میں بھی مصیبت کی ماری اسی لیے نکلی تھی۔" مہر آپا نے ہنس کر کہا۔

"آجائیں۔" صولت بیگم نے پیشکش کی۔

"مونا دروازہ بند کرلو آتی ہوں میں تھوڑی دیر میں۔" آتے ہوئے بہو کو آواز دے کر وہ دروازہ بھیڑ کر صولت کے پیچھے گھر میں داخل ہوئیں۔ وہ اور مہر آپا صحن میں رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔

"عناف آئی ہوئی ہے..... کب آئی؟" مہر آپا نے پوچھا۔

"تین دن ہوگئے۔"

"ماشا اللہ..... اللہ ہر بچی کے نصیب اچھے کرے آمین، خوش تو ہے ناں ہماری عناف؟"

"جی آپا! الحمدللہ..... ویسے اونچ نیچ کس گھر میں نہیں ہوتی۔" صولت بیگم نے کچن کا رخ کرتے ہوئے کہا اور ساتھ چائے کا پانی بھی رکھ دیا۔

"ویسے واقعی صولت..... یہ بات تو ہے کہ آج کل کی بچیوں میں برداشت کم ہے۔ ذرا سی بات پر لڑائی جھگڑے اور ساس نندوں سے معرکہ آرائی شروع کر دیتی ہیں۔ اب دیکھو ناں یہ شکیلہ بیگم کے گھر کیا حال ہوگیا ہے۔ توبہ توبہ

www.paksociety.com

اللہ معاف کرے۔" مہر آپا نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ "نہ ان کی بچیوں کا گھر ڈھنگ سے بسا..... وہ تو بیٹا نہ جانے کیسے ساتھ ہے، بھوان کی اللہ کی گائے ہے..... قسم سے لگتا ہے منہ میں زبان نہیں بیچاری کے ایسی ساس اور نندوں کے ساتھ نبھا رہی ہے مسکین۔" صولت آپا نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"جنتی ہے جنتی۔" صولت اور مہر آپا نے چند اور ادھر ادھر کی باتیں کیں جب تک سبزی والا بھی ان کے گھر کے سامنے آ گیا تھا۔

مہر آپا نے کچھ سبزیاں خریدیں صولت بھی آلو، مٹر، ہرا مصالحہ اور ٹماٹر لے کر اندر آ گئی۔ جب تک عناف بھی اٹھ گئی تھی۔

"ارے امی..... آپ نے اٹھایا کیوں نہیں، ساڑھے دس بجنے والے ہیں۔" وہ گھڑی پر نظر ڈال کر بولی۔

"میں نے سوچا کہ شاید رات کو دیر سے سوئی ہوگی تم اس لیے نہیں اٹھایا۔"

"ہاں یہ بات تو ہے..... ایسی بے فکری وہاں کہاں نصیب ہوتی ہے۔" عناف منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی غسل خانے میں گھس گئی۔

صولت بیگم کچن کی طرف بڑھ گئیں تاکہ عناف کے لیے ناشتہ بنا دیں..... شفیع صاحب اور شفیق تو صبح جلدی نکل جاتے تھے صولت بیگم ان لوگوں کے ساتھ ہی ناشتہ کر لیتی تھیں مگر آج کل عناف کی ساتھ ہی ناشتہ کرتی تھیں۔

اس محلے میں درمیانے طبقے کے لوگ آباد تھے بہت زیادہ پیسے والے تھے نہ بہت کم بلکہ اوسط درجے کے لوگ تھے۔ جن کی بہتر آمدنیاں تھیں، زیادہ تر دفاتر میں ملازمت کرتے کچھ کی چھوٹی موٹی دکانیں تھیں ان لوگوں کا اچھا گزارا ہو جاتا تھا۔ اس محلے کی اچھی بات یہ تھی کہ آپس میں تعلقات اچھے تھے۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں

ساتھ ہوتے۔ شفیع صاحب بھی سرکاری ملازم تھے۔ ایک بیٹی عناف جو شادی شدہ تھی، دوسرا بیٹا شفیق جو ابھی پڑھ رہا تھا۔ سامنے مہرآپا اچھی خاصی عمر رسیدہ خاتون تھیں شوہر کا انتقال ہو چکا تھا دو بیٹیوں، دو بیٹے بہوں اور پوتا پوتیوں کے ساتھ رہتی تھیں۔ شوہر سرکاری ملازم تھے اچھی خاصی پنشن آجاتی دونوں بیٹے بھی نوکری کرتے تھے۔ ان کے برابر میں احسان صاحب کا گھر تھا۔ بیوی اور دو بیٹیوں کے ساتھ رہتے تھے۔ بچیاں ابھی چھوٹی تھیں، غرض یہ کہ سادے اچھے لوگ تھے۔ البتہ ایک مرزا بدرالدین بیگ کا گھرانہ تھا جو تھوڑا سا الگ تھا۔ ویسے تو شکیلہ بیگم ہر جگہ آتی جاتیں مگر ساری کی ساری فیملی لڑاکا اور نک چڑھی تھی۔ مرزا صاحب کسی بنگلے پر ڈرائیور تھے سو عمر کی زیادتی کی وجہ سے اب گھر پر رہتے تھے۔ اکثر و بیشتر گھر میں سے لڑائی جھگڑے کی آوازیں آتیں، مرزا صاحب کی ایک بیٹی طلاق یافتہ تھی جو گھر آ کر بیٹھ گئی تھی اور دوسری بھی بنا طلاق لیے گھر آ کر کئی ماہ سے بیٹھی ہوئی تھی، بس دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ بیٹا بڑا تھا اور شادی شادہ تھا۔ بیچارہ سیدھا سادھا اور چپ چاپ رہنے والا تھا۔

شفیع صاحب اور صولت بیگم ابھی پانچ سال پہلے اس محلے میں آئے تھے۔ اس سے قبل وہ اس شہر میں خاصے دور رہتے تھے۔ پہلا مکان فروخت کر کے یہاں خریدا تھا۔ اس لیے صولت بیگم کو شروع شروع میں محلے والوں کے بارے میں اتنا خاص علم نہ تھا، آہستہ آہستہ باتیں پتا چلیں اور پھر تعلقات بھی قائم ہوئے، ایسے میں مہرآپا نے بہت خیال رکھا، صولت بیگم جب یہاں آئی تھیں تب ہی شکیلہ بیگم کی بڑی بیٹی روزینہ طلاق لے کر آئی تھی۔ ایک آدھ بار صولت بیگم نے گلی میں اس کو دیکھا تھا۔ اچھی بھلی شکل صورت کی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

عناف منہ دھو کر آئی تب تک صولت بیگم نے ناشتہ لگا دیا تھا۔ گرما گرم خستہ پراٹھے، آملیٹ رات کا آلو قیمہ، اچار اور رائتہ۔ سلیقے سے ہر چیز سجی تھی۔ عناف دسترخوان کو دیکھنے لگی۔

''کیا ہوا عناف؟ بیٹھو ٹھنڈا ہو رہا ہے ناشتہ۔'' صولت بیگم کی آواز پر وہ مسکرائی۔

''امی یہاں پر ہر کام کتنے سلیقے، طریقے سے وقت پر ہوتا ہے۔ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کتنا مزا آتا ہے۔ میرے سسرال میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا، جب جس کا دل چاہے اکیلے بیٹھ کر کھانا کھا لیتا ہے نہ سلیقہ نہ طریقہ۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''ارے بیٹی..... بھلا اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔ ہر گھر کے اپنے طور طریقے ہوتے ہیں۔ میرے سسرال میں بھی تو اکیلے کی عادت تھی۔ میکہ میں بابا جان کی تاکید تھی کہ کھانے کے وقت سارے جمع ہوں اور دسترخوان ایک بار لگے۔ بچپن سے یہی دیکھا ہے اس لیے سسرال میں آ کر بھی میں نے یہ رواج قائم کیا۔ تم بھی کوشش کرو ابھی تو تمہاری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔'' صولت بیگم نے سمجھانے والے انداز میں بات کی ساتھ ہی اس کی پلیٹ میں سالن اور انڈہ بھی نکالا عناف مسکرا کر ناشتہ کرنے لگی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

عناف کے سسرال میں ویسے تو پڑھے لکھے اور اچھے لوگ تھے مگر ان کے پاس ڈھنگ، طریقہ اور اصول نہیں تھے۔ عناف کا شوہر عماد پڑھا لکھا اور اچھی جاب کرتا تھا۔ والدہ ایک شادی شدہ بہن اور ایک بڑا بھائی تھا۔ بڑا بھائی شادی کے بعد الگ ہو گیا تھا۔ شادی شدہ بہن اسی شہر میں تھی۔ عماد کی والدہ اس بہو سے خاصی نالاں تھیں بقول ان کے بہو نے بیٹے پر جادو کر دیا ہے۔ اس لیے بیٹا بدل گیا ہے حالانکہ فواد آتا جاتا رہتا تھا۔ اماں کا خیال بھی رکھتا مگر اماں کے دل میں بہو اور بیٹے کے خلاف بغض برقرار تھا اور وقتاً فوقتاً اماں اپنا غصہ نکالتی رہتی تھیں۔ ان کا پہلا تجربہ تلخ ثابت ہوا تھا۔ اس لیے دوسری بہو کے معاملے میں وہ خود تھوڑی سی تلخ ہو گئی تھیں۔ شام میں عماد عناف کو لینے کے لیے آیا تھا۔ کھانے پر صولت بیگم نے خاص اہتمام کیا۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

صولت بیگم فطرتاً رکھ رکھاؤ والی خاتون تھیں، ان کو ہر رشتہ نبھانا آتا تھا۔ طور طریقے، رسم و رواج، راہ و رسم..... سب چیزوں سے بہ خوبی واقف تھیں۔ کھانا سب نے خوشگوار ماحول میں کھایا، کھانے کے کچھ دیر بعد ہی عناف چلی گئی مگر ایک بات صولت بیگم نے محسوس کی کہ عناف شادی کے بعد کچھ چپ چپ سی ہوگئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کچھ سوچتی رہتی ہے۔ حالانکہ شادی میں اس کی اپنی مرضی شامل تھی۔ اس سے پوچھ کر رشتہ طے کیا گیا تھا، وہ خوش بھی تھی، عماد سے ذہنی آہم آہنگی بھی تھی مگر شاید میرا وہم ہو۔ صولت بیگم نے خود کو تسلی دی۔

''امی جی..... اماں کا رویہ میرے ساتھ بہت نامناسب ہوتا ہے۔ میری ہر بات کی نفی کرتی ہیں وہ، مجھے اچھا نہیں لگتا کسی کام کی بھی حوصلہ افزائی نہیں کرتیں..... امی مجھے اپنی مرضی سے کچھ کرنے کی بھی اجازت نہیں..... مجھے لگتا ہی نہیں کہ وہ میرا گھر ہے۔ اجنبیوں کی طرح رہتی ہوں، جہاں نہ میری پسند کا خیال رکھا جاتا ہے نہ میری بات کا۔ پتا نہیں کیوں اماں ہمیشہ منہ بنائے رکھتی ہیں۔'' آہستہ آہستہ عناف اپنی ساس اور گھریلو ماحول کے حوالے سے منفی باتیں صولت بیگم سے کرنے لگی۔ ایسے میں صولت بیگم کا ایک ہی جواب ہوتا اور ایک ہی سوال ہوتا۔ سوال یہ۔

''عماد کا کیسا رویہ ہے تمہارے ساتھ۔ وہ تو ٹھیک ہیں؟''

''جی.....'' صولت بیگم مسکرا کر کہتیں۔

''عناف..... تم یوں ہی پریشان ہو رہی ہو۔ ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا دیکھو ہر لڑکی کو شادی کے بعد بہت ساری قربانیاں دینی پڑتی ہیں، بہت برے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شادی کے شروع میں اگر برداشت کرلو تو لڑکی بہت جلد سسرال میں اپنا اعلیٰ مقام بنا لیتی ہے..... تمہاری ساس خود استانی رہی ہیں تو تھوڑی غصے والی اور حاکمانہ طبیعت کی مالک ہیں، ٹھیک ہو جائیں گی..... خوامخواہ تم ہر بات پر گھبرا جاتی ہو اور پھر عماد ہے ناں ساتھ..... وہ تو سمجھتا ہے سب۔'' ہر بار عناف کی باتوں پر صولت بیگم کا یہی جواب ہوتا، کبھی بھی سسرال کے خلاف منفی بات نہ کرتیں پھر ایک روز اچانک مرزا صاحب اور شکیلہ کو حادثے کا شکار ہوگئے..... دونوں موٹر سائیکل پر کہیں جا رہے تھے کہ شدید ایکسیڈنٹ ہوا تھا کہ دونوں جانبر نہ ہو سکے۔ محلے میں اچانک سے دو اموات ہوگئی تھیں۔ گو کہ کسی سے بھی ان لوگوں کے اچھے تعلقات نہ تھے مگر ایک عرصے سے ساتھ رہتے تھے، اس لیے سب لوگ ہی اداس تھے۔ صولت بیگم مہرآپا کے ساتھ تعزیت کے لیے گئیں تھیں۔ ایک بیٹی تو طلاق یافتہ تھی ہی..... سنا تھا دوسری کو بھی طلاق ہوگئی تھی۔ بڑی والی بیٹی کی ایک بیٹی تھی جب کہ دوسری والی بیٹی کی اولاد نہ تھی۔ صولت بیگم پہلی بار ان کے گھر آئی تھیں کچھ دیر بیٹھ کر بیٹوں اور بہو سے تعزیت کر کے واپس آ گئی تھیں گھر کا ماحول بھی کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ ایک تو ویسے بھی میت کا گھر تھا دوسرے صولت بیگم کو دو دو بیٹیوں کا یوں میکے آ کر بیٹھ جانا عجیب سا لگ رہا تھا کہ مرزا صاحب اور شکیلہ نے کوشش ہی نہیں کی کہ مصلحت کی کہ کوئی صورت نکل آئے۔

❁.....❁.....❁.....❁

عناف کی ساس نند اور نندوئی عمرے پر گئے تھے۔ جدہ میں عناف کی نند کی نند رہتی تھیں تو کچھ دن ان کے پاس قیام کا پروگرام بھی تھا۔ یہاں پر گھر کی مکمل ذمے داری عناف پر آ گئی تھی۔ عناف نے اپنے طور سے گھر کی اچھی طرح دیکھ بھال کی۔ ہر بات کا خیال رکھا۔ عماد ویسے تو اچھا تھا۔ وہ عناف کے کام کو سراہتا بھی تھا لیکن والدہ کے سامنے کھل کر اظہار نہیں کرتا تھا کہ کہیں اماں کو برا نہ لگ جائے..... یہ بات عناف کو اچھی نہیں لگتی تھی۔ وہ کہتی کہ جب غلط کام پر کھل کر جھاڑ دیتے ہیں تو اچھے کام پر اسی طرح سے سراہنا بھی چاہیے..... کبھی کبھی اس بات کو لے کر عناف ناراض بھی ہو جاتی اور عماد اسے منا لیتا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

شام کا وقت تھا، شفیع صاحب ابھی آفس سے نہیں لوٹے تھے، شفیق ٹیوشن گیا ہوا تھا۔ ابھی عصر کی نماز میں کچھ وقت باقی تھا۔ صولت بیگم نے سوچا کہ عناف کو کال کر کے خیر خبر لے لیں دو دن سے بات نہیں ہوئی تھی۔ ویسے بھی وہ آج کل اکیلی تھی۔ اس لیے صولت بیگم کو فکر رہتی تھی کہ کہیں وہ پریشان نہ ہو جائے۔ اسے اکیلے گھر گھرہستی کی عادت نہیں تھی...... ابھی صولت بیگم نے موبائل اٹھایا ہی تھا کہ اچانک گلی میں عجیب سا بے ہنگم شور ہوا...... صولت بیگم نے موبائل واپس میز پر رکھا اور سر پر دوپٹا پھیلا کر باہر کی طرف آئیں۔ تقریباً ساری گلی کے دروازوں پر گھر کی خواتین کھڑی تھیں۔ جب کہ کچھ بزرگ مرد حضرات مرزا صاحب کے گھر کے پاس کھڑے تھے۔ ایک دو بزرگ خواتین جن میں مہر آپا اور سلطانہ خالہ تھیں وہ بھی وہیں پر تھیں۔ صولت بیگم نے اپنے برابر والی خاتون نجمہ سے پوچھا۔

”نجمہ...... کیا ہوا خیریت تو ہے؟“

”پتا نہیں صولت...... میں بھی ابھی باہر نکلی ہوں بس یہ سنا کہ شکیلہ بیگم کے بچوں کی آپس میں لڑائی ہو گئی ہے...... بہنوں اور بھائی میں کسی بات پر جھگڑا ہوا ہے...... بات کیا ہے یہ تو پتا نہیں کسی کے معاملے میں بولنا بھی مناسب نہیں ہے...... اس لیے میں بہن نہیں گئی۔ ابھی مہر آپا آ جائیں گی تو اصل حالات کا علم ہوگا۔“ نجمہ نے لمبی چوڑی بات کی۔

”جی ٹھیک کہہ رہی ہو...... مجھے بھی یوں دخل اندازی کرنا اچھا نہیں لگتا...... ویسے بھی شکیلہ بیگم کی زندگی میں بھی بس سلام دعا ہی رہی ہے۔“ صولت بیگم نے کہا۔

عصر کی اذان شروع ہو گئی بدستور شکیلہ بیگم کے گھر سے آوازیں آ رہی تھیں، صولت بیگم کو اول وقت نماز پڑھنے کی عادت تھی اس لیے وہ پلٹ کر گھر میں داخل ہو گئیں۔ نماز سے فارغ ہوئیں تو شفیع صاحب آ گئے۔

”کیا مسئلہ ہو گیا ہے بھئی؟ سنا ہے کافی دیر سے جھگڑا چل رہا ہے مرزا صاحب کے گھر میں۔“ صولت بیگم نے پوچھا۔

”پتا نہیں کیا مسئلہ ہے؟ عجیب ہی حساب کتاب لگتا ہے کچھ اس گھر کا۔“ شفیع صاحب نے کہا اور فریش ہونے کے لیے واش روم کی طرف بڑھ گئے۔ آوازیں آنی بند ہوئیں۔ شفیع صاحب چائے پی کر باہر نکلے کہ پتا کر آئیں۔ وہیں سے مغرب کی نماز کے لیے چلے گئے۔ صولت بیگم نے مغرب کی نماز ادا کی تب ہی دروازے پر دستک ہوئی مہر آپا آئی تھیں۔

”السلام علیکم مہر آپا۔“ صولت بیگم نے ان کو اندر آنے کا راستہ دیتے ہوئے سلام کیا۔

”وعلیکم السلام! صولت یہ آج بہو نے کڑھی پکائی تھی کہا صولت آنٹی کو پسند ہے ان کو دے آئیں۔“ انہوں نے پیالہ آگے بڑھایا۔

”بہت شکریہ آپا! آپ بیٹھیں۔“ وہ پیالہ لے کر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ کچھ دیر بعد واپس آئیں تو مہر آپا کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

”کیا بات ہے آپا یہ مرزا صاحب کے گھر میں آج شور کیسا تھا؟“

”کیا بتاؤں صولت کہ اس گھر میں ماں باپ کے مرتے ہی کیا کیا ہنگامے شروع ہو گئے۔ سارا مسئلہ، گھر کا ہے...... اللہ توبہ...... یہ مادی چیزوں نے رشتوں میں بھی فاصلے پیدا کر دیئے ہیں۔“ مہر آپا نے قدرے دکھی لہجے میں کہا۔

”ہائیں......! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپا؟ ابھی تو دو ماہ بھی نہیں ہوئے ان کی وفات کو ابھی سے یہ سب؟“ صولت بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں بھئی...... احتشام اور اس کی بیوی نے کہا ہے کہ وہ لوگ یہ گھر فروخت کر کے کہیں اور جانا چاہتے ہیں اور دونوں بہنوں کو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ اپنا کہیں اور انتظام کر لیں...... اب بہنیں بہ ضد ہیں کہ یہ گھر باپ کا ہے ان کا بھی حصہ بنتا ہے...... وہ کسی صورت اس گھر سے نہیں جائیں گی بڑی والی بیٹی اور احتشام کے بچوں میں آئے دن

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

اہم اطلاع

نئے اُفق گروپ آف پبلیکیشنز سے شائع ہونے والے ڈائجسٹ

آنچل نئے اُفق حجاب

کا ویب ایڈریس اور تمام کالموں کے ای میل تبدیل ہو گئے ہیں۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

پرانے ویب اور ای میل ایڈریس پر مسلسل صارفین کی شکایات موصول ہوتی رہیں۔ جس کی بنا پر ادارے نے اپنے ای میل ایڈریس تبدیل کر لیے ہیں۔ تمام سلسلوں کے الگ الگ ایڈریس اس پوسٹ میں لگائے جا رہے ہیں۔ براہ کرم اسے اپنے پاس محفوظ کر لیجیے اور اپنے دوست احباب کو بھی اطلاع کر دیں۔

نیا ویب ایڈریس یہ ہے

www.naeyufaq.com

info@naeyufaq.com	نئے افق، آنچل اور حجاب سے متعلق معلومات کے لئے یہ ای میل ہے
editorufaq@naeyufaq.com	نئے افق کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے
editor_aa@naeyufaq.com	آنچل کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے
editorhijab@naeyufaq.com	حجاب کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے
biazdill@naeyufaq.com	بیاض دل اور نیرنگ خیال
dkp@naeyufaq.com	دوست کے پیغام
yaadgar@naeyufaq.com	یادگار لمحے
aayna@naeyufaq.com	آئینہ کے لئے تبصرہ
bazsuk@naeyufaq.com	بزم سخن (شاعری)
alam@naeyufaq.com	عالم میں انتخاب شاعری منتخب شعرا کا کلام
shukhi@naeyufaq.com	شوخئ تحریر (اقتباسات)
husan@naeyufaq.com	حجاب میں تبصرے کے لئے حسن خیال

اپنی کہانیاں یونی کوڈ، ورڈز اور ان پیج پر ٹائپ کر کے ای میل کر دیں۔ اردو رسم الخط میں موصول ہونے والی کہانیاں قابل قبول ہوں گی۔

نئے افق، آنچل اور حجاب کے کالم میں شریک ہونے کے لئے درست ای میل کا انتخاب کیجئے۔ بصورت دیگر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

تمام احباب سے گذارش ہے کہ ای میل ایڈریس محفوظ کر لیں تاکہ بوقت ضرورت آپ کو کسی قسم کی دشواری نہ اٹھانا پڑے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

جھگڑے رہتے ہیں...... اب تو جھگڑے بڑوں کے درمیان تک پہنچ گئے ہیں، سمجھ میں نہیں آ رہا کہ فیصلہ کیا ہوگا۔''

''مگر آپا...... احتشام اور اس کی بیوی تو بڑے سیدھے سادھے لگتے ہیں...... میں نے تو کبھی کوئی ایسی بات نہیں سنی کہ بہو نے ساس سے یا نندوں سے جھگڑا کیا ہو۔''

صولت بیگم کو یہ سن کر بے حد حیرت ہوئی۔

''ارے...... گھنے ہیں ایک نمبر کے...... سنا تو ہم نے بھی نہیں مگر اب...... ویسے بھی روزینہ اور زرینہ کی زبانیں بھی اللہ اللہ......'' صولت آپا نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''اگر وہ لوگ ڈھنگ کی ہوتیں تو اپنے اپنے سسرالوں میں نہ رہتیں آپا...... پہلے ایک اور پھر دوسری بھی آ گئی یہ تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ روزینہ اور زرینہ بہت تنک مزاج، بد زبان اور بدتمیز لڑکیاں ہیں۔'' صولت بیگم نے بھی اپنے طور سے اپنا نظریہ بیان کیا جو سو فیصد درست تھا۔

''بالکل ٹھیک کہا تم نے۔'' مہر آپا نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''اچھا اب میں چلتی ہوں بہت دیر ہوگئی۔'' وہ کہہ کر چلی گئیں اور صولت بیگم کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

جب سے عناف کی ساس عمرہ کر کے آئی تھیں تب سے ان کے گھر میں مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ کوئی چائے لوازمات کے بعد چلا جاتا تو کسی کے لیے کھانے کا انتظام کرنا پڑتا...... عناف کی ساس کے جاننے والے اور دوست احباب بھی بہت تھے۔ ہر کوئی پھول اور مٹھائی کے ڈبے لے کر آ رہا تھا۔ عناف بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مہمان نوازی کر رہی تھی...... اپنے طور پر یہی کوشش کرتی کہ کوئی کمی نہ رہ جائے...... صولت بیگم نے بھی اپنے گھر ان لوگوں کو دعوت پر بلایا تھا۔ صولت بیگم نے بہت بہترین دعوت کا اہتمام کیا تھا، جس میں عناف کی نند، نندوئی، ان کے گھر والے، عناف، عماد اور ساس شامل تھے۔ ہر چیز گھر میں تیار کی، داماد کی، بیٹی کی پسند کا خاص خیال رکھتے ہوئے مینو تیار کیا...... ساتھ ہی عناف کی ساس، ان کی بیٹی داماد کو بہترین جوڑے اور تحائف بھی دیئے...... عناف بہت خوش تھی۔ ہر چیز اس کے ذوق کے مطابق تھی۔ اسے اپنے میکے والوں سے یہی امید تھی، جہاں امی جی سلیقہ مند تھیں وہیں ابو جی بھی بھرپور تعاون کرنے والے اور کھلے ہاتھ سے خرچ کرنے والے تھے۔

صولت بیگم نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا کہ بیٹی اب مطمئن تھی، ہر ماں کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ عناف اپنے سسرال میں خوش رہے اور مطمئن زندگی گزارے۔ دو تین دن گذرے ہوں گے کہ عناف کی کال آ گئی۔ صولت بیگم اس وقت ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں سلام کے بعد احوال پوچھا۔

''امی جی...... آپ کی بہت یاد آ رہی ہے۔'' عناف کا لہجہ بھیگا ہوا تھا...... جیسے کہ وہ روئی ہو۔

''ارے کیا ہو گیا بچے...... سب خیریت ہے ناں؟'' صولت بیگم گھبرا گئیں۔

''بس امی دل کر رہا تھا آپ سے بات کروں...... آپ کی آواز سنوں...... امی جی ایسی بات...... ایسا لہجہ اور ایسا انداز اور کہیں تھوڑی نا ہوتا ہے۔'' وہ رونے لگی۔

''ارے پگلی...... ایسے نہیں روتے، تم بچی ہو کیا؟ اس طرح سے رو رہی ہو...... ماشاء اللہ سے سمجھدار ہو، بات ہوگئی ناں اب تو رونے والی کون سی بات ہے؟ ایسا کرو اماں سے پوچھ کر رات کو چکر لگا لو...... یوں بچوں کی طرح برتاؤ تو نہ کرو۔'' گو کہ صولت بیگم کا کلیجہ، اس کی بھیگی آواز پر کٹ گیا تھا مگر انہوں نے بہ ظاہر لہجے کو خوشگوار اور نارمل بناتے ہوئے کہا۔

''اماں...... ہنہ......'' عناف کے لہجے کی کاٹ صولت بیگم نے صاف محسوس کی۔

''ہاں ناں اگر کوئی مسئلہ نہ ہو تو گھنٹے بھر کے لیے آ جاؤ'' صولت بیگم نے لہجے کو بدستور نارمل رکھتے ہوئے کہا تاکہ عناف کو محسوس نہ ہو کہ صولت بیگم پریشان ہو رہی ہیں۔

''اچھا امی جی بعد میں بات کرتی ہوں عماد آ گئے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ہیں۔'' عناف نے جلدی سے کال کاٹ دی، دوسری جانب صولت بیگم بے چین ہوگئیں وہ تو کافی حد تک عناف کی طرف سے مطمئن ہونے لگی تھیں مگر اچانک سے عناف کا پھر سے یوں کال کرنا، شکستہ لہجہ اور اداس انداز..... ایسا کیوں ہے؟ صولت بیگم کا دل چاہا کہ وہ خود سے کال ملا کر دوبارہ عناف سے بات کریں، صاف صاف پوچھیں کہ مسئلہ کیا ہے؟ وہ کیوں پریشان ہے، اسے کیا دکھ ہے لیکن وہ یہ سوچ کر چپ ہوگئیں کہ اگر میں کال کروں تو کہیں وہ پریشان نہ ہوجائے، صولت بیگم عجیب و غریب کیفیت کا شکار تھیں اور خاصی پریشان بھی..... جیسے تیسے دن گزرا۔

''شفیع صاحب..... آج دن میں عناف کی کال آئی تھی۔'' رات کو صولت بیگم نے بستر پر لیٹتے ہوئے شوہر سے کہا۔

''اچھا..... ٹھیک تو ہے ناں وہ؟'' شفیع صاحب نے پوچھا۔

''نہیں.....'' صولت بیگم کے مختصر سے جواب پر شفیع صاحب بری طرح چونکے۔

''کیا..... کیا مطلب؟''

''شفیع صاحب، ویسے تو وقتاً فوقتاً عناف کوئی نہ کوئی بات کرتی رہتی تھی جس سے لگتا تھا کہ اسے سسرال میں اپنا آپ منوانے میں مشکل ہورہی ہے، میں اسے سمجھاتی رہتی کہ ابتدا میں ایسا ہوتا ہی ہے..... آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہوجائے گا اور وہ چپ ہوکر میری بات سن لیا کرتی تھی کافی دن سے اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے مجھے لگا کہ وہ اب سسرال میں بہتر محسوس کررہی ہے لیکن آج پھر اس نے کال کی بات تو کوئی ایسی نہیں کی۔ بس کہا کہ آپ کی آواز سننے، آپ سے بات کرنے کا دل چاہا تو کال کرلی لیکن بات صرف اتنی ہی نہیں تھی بلکہ اس کی آواز بہت بھاری تھی جیسے کہ رو رہی ہو..... اس کا لہجہ بہت بکھرا ہوسا لگا تھا۔ شفیع صاحب میری بچی پریشان ہے..... پتا نہیں کیوں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے سارا دن..... کئی بار سوچا کہ خود کال کرلوں لیکن پھر خاموش ہوگئی، مجھے لگتا ہے ہمیں اس کے گھر جاکر بات کرنا چاہیے ایک بار۔'' صولت بیگم خاصی پریشان تھیں۔

''یار..... کیا بات کریں گے؟ بقول تمہارے کہ وہ سسرال کے ماحول کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال نہیں پا رہی۔'' پہلے تو شفیع صاحب بھی کچھ پریشان ہوئے اور پھر پلٹ کر صولت بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی مجھے بھی یہی لگتا ہے..... وہ حساس بھی بہت زیادہ ہے۔'' صولت بیگم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''چلو..... کل دن میں کال کرکے بات کرلو دیکھو وہ کیا کہتی ہے؟'' بیوی کو پریشان دیکھ کر شفیع صاحب نے کہا تو صولت بیگم نے سر ہلا کر شوہر کو دیکھا۔

''صولت بیگم فکر نہ کرو..... ان شاء اللہ سب اچھا ہوگا..... اللہ پر بھروسا رکھو..... ہم نے بھی کسی کا غلط نہیں چاہا..... اللہ پاک ہمارے لیے بھی بہتر کرے گا۔ ان شاء اللہ۔'' شفیع صاحب نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

''ان شاء اللہ تعالیٰ۔'' صولت بیگم نے بھی صدق دل سے کہا۔ دوسرے دن صولت بیگم نے ناشتے سے فارغ ہوتے ہی عناف کو کال کی۔

''السلام علیکم امی۔'' آواز سن کر جان میں جان آئی کہ نارمل انداز تھا۔

''کیسی ہو، کیا ہورہا ہے، طبیعت ٹھیک ہے ناں تمہاری؟''

''جی امی ٹھیک ہوں..... آپ اور ابو جی ٹھیک ہیں؟'' عناف نے نارمل انداز میں جواب دیا۔

''الحمدللہ..... تم سناؤ گھر میں سب ٹھیک ہیں ناں اماں وغیرہ؟'' صولت بیگم نے ٹٹولا۔

''جی امی..... ابھی ابھی اماں جاگیں ہیں میں ان کا ناشتہ بنادوں پھر بات ہوگی..... اللہ حافظ۔'' عناف نے جواب دیا۔

''اوکے..... چلو ٹھیک ہے..... تمہارے ابو جی بھی تمہیں دعا کہہ رہے تھے۔'' صولت بیگم نے کہا۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"او کے امی جی میں چکر لگاؤں گی ان شاء اللہ ایک دو دن میں۔" عناف نے جواب دے کر کال منقطع کردی..... صولت بیگم کچھ تھوڑی سی مطمئن ہوئیں۔

ماں تھیں ناں اس لیے جلد گھبرانا قدرتی عمل تھا، ناشتے کر کے گھر کی صفائی کی آج کھانا نہیں پکانا تھا رات کو سالن بچ گیا تھا سو صولت بیگم کا ارادہ تھا کہ رات کو ہی تازہ سالن پکائیں گی۔ شفیق بھی آج کہہ کر گیا تھا کہ دن میں نہیں آئے گا کیونکہ اسے یونیورسٹی سے کہیں جانا تھا، صولت بیگم نے سوچا کیا آج وہ کپڑے بھی دھولیں ہفتہ ہوگیا تھا مشین نہیں لگائی تھی، کپڑے زیادہ تو ہوتے نہیں تھے، تین افراد تو تھے اس لیے جلد ہی فارغ ہوجاتیں...... اصل مسئلہ تو لائٹ کا تھا اس وقت لائٹ بھی دو گھنٹے کے بعد جانے والی تھی اسی لیے بہتر یہی تھا کہ پہلے واشنگ مشین لگالی جائے یہی سوچ کر مشین لگائی جلدی جلدی کپڑے دھوئے اور اوپر چھت پر پھیلانے گئیں تو گلی میں ایک دم بھگدڑ سی محسوس ہوئی جیسے کہ لوگ بھاگ کر ایک سمت جارہے ہوں ساتھ ہی زور زور سے رونے اور چلانے کی آوازیں آنے لگیں جیسے ایک نہیں بلکہ دو تین خواتین مل کر رو رہی ہوں، چیخ رہی ہوں۔

"ہائے اللہ خیر ہو۔" صولت بیگم نے کپڑوں کی ٹوکری چھت کے فرش پر پھینکی اور گلی کی سمت والی دیوار کی جانب دوڑیں، مرزا صاحب کے گھر کے باہر گھر کا سامان بکھرا پڑا تھا ان کی دونوں بیٹیاں چیخ رہی تھیں، بھائی اور بھاوج کو بد دعائیں دے رہی تھیں ساتھ میں رو بھی رہی تھیں۔

"اللہ پاک تم لوگوں کو برباد کرے گا...... اللہ پاک تمہیں بری سزا دے گا...... بہت برا انجام ہوگا تمہارا...... شرم نہیں آتی، جوان بہنوں کو یوں بے آسرا کرتے ہوئے...... ہائے اماں ابا دیکھیں تو ذرا آج تمہاری بیٹیاں کیسے دربدر ہورہی ہیں...... اپنے ہی گھر سے کس بے دردی سے دھکے مار کر نکال رہا ہے یہ کمبخت ہمارا بھائی اور بھاوج..... لعنت ہو ایسی بھابی پر...... دیکھنا اس عورت کی اولاد اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے گی...... اللہ پاک...... اے میرے اللہ اس عورت کی اولاد اس کو لات مار کر گھر سے نکالے۔"

"بکواس بند کرو...... بے غیرت اور فسادی عورتیں...... اپنا گھر بسایا نہ ہمارا ڈھنگ سے بسنے دے رہی ہیں...... شادی کے بعد ناگن کی طرح آ کر بیٹھ گئی ہیں ڈائنیں...... کاہے کا گھر، کس کا گھر، یہ گھر تمہارا کہاں سے ہوگیا؟ تمہارا گھر تو وہ تھا جسے تم لوگ اپنی مرضی سے چھوڑ کر آگئی ہو...... رشتے نبھانے کا ڈھنگ تو آتا نہیں...... اپنا گھر برباد کرلیا اپنے ہاتھوں...... میں ہی تھی جواب تک برداشت کررہی تھی ورنہ ٹھڈے مار کر نکال دیتی کب کے...... ہاں گھر میں جو حصہ بنتا ہے تمہیں مل گیا...... اب وہ لو اور یہاں سے اپنے منہ کالے کرو، چھوڑو ہماری جان جونکیں خون چوسنے والی بلائیں ہو تم دونوں...... سارا قصور اماں کا ہے ان کی بے جا شہ تھی نہ تم لوگوں میں رشتے نبھانے کے گن تھے...... شادی کے بعد بھی تمہاری حرکتیں بدتمیزیاں، زبان درازیاں اور جہالت میں کوئی فرق نہیں آیا...... اللہ اللہ کر کے گھر سے نکالا کہ پھر آ گئیں ہمارے سینے پر مونگ دلنے کے لیے...... میں بھی تو تھی ناں گھر میں بہو بن کر رہی کیا کیا نہ برداشت کیا میں نے مگر اب ساری زندگی تو برداشت نہیں کرسکتی تم جیسی منحوس عورتوں کو...... ہمارے گھر کا ماحول بھی تم لوگوں کی وجہ سے خراب ہوتا جارہا ہے۔" شکیلہ بیگم کی بہو بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئی...... سارے محلے والے اسے دیکھ رہے تھے، اتنی سیدھی سادی اور بہ ظاہر معصوم دکھنے والی شکیلہ بیگم کے اندر اتنا زہر بھرا تھا جس کا کبھی سر سے دوپٹا نہ سرکا تھا آج اسے اس بات کا ہوش بھی نہ تھا کہ اس کا دوپٹا شانوں سے ڈھلک کر زمین پر گرا پڑا ہے...... پہلو میں بے غیرت شوہر کھڑا تھا اور سارے محلے کے سامنے اس کی بیوی بے حیائی اس کی بہنوں سے بدکلامی کررہی تھی...... بہنیں بھی کم نہ تھیں وہ بھی دوبدو جواب دے رہی تھیں سیر پر سوا سیر تھا...... محلے کے تمام لوگ خاموش تماشائی بنے یہ سب دیکھ رہے تھے صولت بیگم بھی آنکھیں پھاڑے

حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہی تھیں۔

''اف..... توبہ توبہ۔'' انہوں نے گال پیٹے۔ ''یہ سگے خون کے رشتے ہیں..... یا اللہ کیا ہوگیا ہے ان لوگوں کو نہ شرم نہ حیا، نہ رشتوں کا احساس..... بہنیں تو بھائیوں کو لے کر خود پر ناز کرتی ہیں..... بہنیں اور بھائی کا رشتہ تو کتنا پیارا اور مقدس ہے۔'' صولت بیگم کا دل بہت بوجھل ہوگیا تھا وہ باقی کپڑے بے دلی سے یوں ہی پھیلا کر نیچے آ گئیں..... ان کا کھانا بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ نہا کر نماز ادا کی اور پھر قرآن پاک کی تلاوت کرنے بیٹھ گئیں، سہ پہر تک تلاوت کی تب ہی دودھ والے کی مخصوص گھنٹی سن کر قرآن پاک چوم کر بند کر کے جزدان میں رکھا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئیں..... مہر آپا بھی باہر نکلی ہوئی تھیں..... صولت بیگم کی نظر غیر ارادی طور پر مرزا صاحب کے مکان کی طرف اٹھی اس وقت مکمل خاموشی تھی دروازہ بند تھا شاید تالا پڑا تھا..... صولت بیگم کو دور سے ٹھیک سے نظر نہیں آیا۔

''السلام علیکم مہر آپا۔'' صولت بیگم نے عادتاً فوراً سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' انہوں نے جواب دیتے ہوئے دودھ والے سے دودھ کی تھیلی لی اور ساتھ کھڑے پوتے کے ہاتھ میں دے دی۔

''جاؤ مما کو دے دو۔'' صولت بیگم نے بھی دودھ کی تھیلی لی اور دودھ والا آگے بڑھ گیا۔

''مہر آپا..... کیا ہوا تھا آج؟'' صولت بیگم کو بھی تھوڑا سا تجسس تھا۔ مہر آپا نے اشارے سے روکا اور بچے کو اندر کر کے دروازہ بند کرنے کو کہا اور صولت بیگم کے دروازے کی جانب بڑھیں تاکہ گھر کے اندر بیٹھ کر تفصیل بتائیں۔

''آپ بیٹھیں میں چائے بنا کر لاتی ہوں پھر باتیں کریں گے۔'' صولت بیگم انہیں صحن میں تخت پر بیٹھا کر خود کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

''ارے..... بہن ابھی دوپہر کے کھانے کے بعد بہو نے بنائی تھی میں بار بار نہیں پیتی چائے..... سینے میں جلن شروع ہو جاتی ہے..... ویسے بھی آج صبح سے دل میرا بہت اداس ہے دیکھو ایک گھر کیسے اجڑ گیا۔'' مہر آپا نے دکھ سے کہا۔

''جی آپا! میری طبیعت بھی بہت بوجھل ہو رہی تھی۔ گو کہ مجھے صحیح حالات کا علم نہیں مگر آپ کیا کہتی ہیں؟ کیا ایک بھائی کے لیے یہ غیرت کا مقام نہیں کہ اس کی بہنیں یوں سرعام چیخیں چلائیں..... بے عزت اور بے آبرو ہو کر محلے میں بین کرتی پھریں..... یوں عزت اور غیرت کا جنازہ نکلتا دیکھ کر بھلا کوئی غیرت مند بھائی کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ جب کہ یہ بھی جانتا ہو کہ ان بہنوں کا کوئی دوسرا ٹھکانہ بھی نہیں ہے۔'' صولت بیگم بھی ان کے قریب بیٹھتے ہوئے دکھ بھرے لہجے میں بولیں۔

''صولت! میں نہیں سمجھتی کہ سو فیصد غلطی بھائی کی ہے..... دیکھو ناں کوئی انسان کبھی بھی کسی بات سے، کسی زیادتی سے عاجز آ کر بھی انتہائی قدم اٹھا لیتا ہے..... ویسے تو موجودہ حالات کی خاص بھنک مجھے بھی نہیں مگر گزشتہ کئی سال سے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے..... اللہ معاف کرے مرحومہ اور ان کی بیٹیاں ہمیشہ منفی کردار ادا کرتی دکھائی دی ہیں مجھے..... شکیلہ بیگم انتہائی تیز طرار اور بدتمیز خاتون تھیں، آج سے کئی سال پہلے جب میں اس محلے میں آئی تب ان کی ساس بھی حیات تھیں..... وہ سلجھی ہوئی خاتون تھیں اپنی ہانڈی چولہا الگ کر لیا تھا۔ شکیلہ نے بیٹی کی شادی کی تو اسے بھی یہ ہی مشورہ دیا کہ کل کو بچہ ہو جائے گا تو کہاں خدمتیں کرتی پھرو گی۔'' یہ خاص تاکید تھی شکیلہ بیگم کی اپنی شادی شدہ بیٹی کے لیے اور پھر روزینہ کو بیٹی ہوگئی..... روزینہ تو ایسی ہوگئی کہ اپنے کمرے سے نہ نکلتی بیچاری ساس کام کر کر کے ادھ موا ہو جاتیں مگر پھر بھی کرتیں..... روزینہ کو کبھی کبھی شوہر کہتا کہ بچی سو رہی ہے کچھ کام میں اماں کا ہاتھ ہی بٹا دو کم از کم اس پر روزینہ اپنے کمر کے درد کا بہانہ بنا کر منہ لپیٹ کر لیٹ جاتی یہ ساری ہدایات ماں کی طرف سے وقتاً فوقتاً ملتی رہتیں..... سسرال آخر سسرال ہوتا

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہے کبھی میاں کو بھی برا لگ سکتا ہے پھر ایک دن یوں ہی معمولی بات پر روزینہ ساس سے جھگڑ کر میکے آ بیٹھی۔ شوہر بیچارہ ایک بار منانے آیا تو اس بار شکیلہ بیگم نے صاف کہہ دیا کہ میری بیٹی کوئی نوکرانی نہیں کہ سارا دن کام کرتی رہے الگ چولہا ہانڈی کرو تو اسے لے کر جانا ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے لیے میکے میں بڑی جگہ ہے کوئی گری پڑی نہیں ہے شکیلہ بیگم کی بیٹی۔"

"اماں..... یہ کیسے ممکن ہے۔" داماد بے چارہ بھی اپنی سسر اور سالے کی طرح منمنایا۔

"بس تو بھیا جو ممکن ہے وہی کرلو..... شکیلہ بیگم نے کون سا روکا ہے تمہیں..... اب شکیلہ بیگم وہ کرے گی جو اس سے ممکن ہوگا آئی سمجھ؟" ساس کی بات پر عماد کا رنگ ایک دم ہی بدل گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر ایک گہری نظر پاس کھڑی روزینہ پر ڈالی جو بڑے اطمینان کے ساتھ کھڑی تھی، چہرے پر کوئی پریشانی کے آثار نہ تھے بلکہ زیر لب مسکراتے ہوئے فاتحانہ انداز میں اس طرح سے دیکھ رہی تھی کہ اس کے شوہر کا خون کھول گیا پھر اس نے وہی کیا جو اس کے لیے ممکن تھا گھر پر روزینہ کے طلاق کے کاغذات آ گئے شاید شکیلہ بیگم کو اس اقدام کی امید نہ تھی۔ ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی..... روزینہ کے سسرال جا کر جو ہنگامہ کیا کہ الامان الحفیظ لوگوں نے کانوں کو ہاتھ لگا لیے تھے۔

"ارے فکر نہ کر اس سے اچھا رشتہ ڈھونڈ کر نہ دیا تو میرا نام شکیلہ بیگم نہیں..... وہ تو مرد تھا ہی نہیں بے غیرت اماں کی گود میں سر رکھ کر فیصلے لینے والا انتھا بچہ تھا کمبخت اچھا ہوا خس کم جہاں پاک۔" اتنے اچھے الفاظ میں بیٹی کو تسلیاں بھی دیں اور روزینہ نے بھی اکثر کر اماں کی ہاں میں ہاں ملائی۔ بھلا ایسی لڑکیوں کو دوبارہ رشتے ملنا آسان بات ہے کیا؟ پھر احتشام کی شادی ہوئی۔ اس کی بیوی بھی اس جیسی تھی یہ تو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تینوں ماں بیٹیاں دن بھر احتشام کی بیوی پر حکم چلاتیں، گھر کے سارے کام، سلائی کرنا، کپڑے دھونا، شکیلہ بیگم کے سر کی مالش کرنا، زرینہ کے کپڑے سلائی کرنا، دن بھر گدھوں کی طرح وہ بیچاری لگی رہتی، ایسے میں شکیلہ بیگم کو کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ بھی کوئی خرید کر بہو نہیں لائی تھیں بیاہ کر لائی تھیں جس کو نوکروں سے بدتر حالت میں رکھا ہوا تھا پھر اس دوران پتا نہیں کس طرح زرینہ کی بھی بات طے ہوگئی..... شادی کی تیاری میں بھی بہو ہی پیش پیش رہتی..... گھر کے سارے دھندے نپٹاتی، اپنے بچے اور روزینہ کے بچوں کو سنبھالتی یہ تینوں ماں بیٹیاں بس مارکیٹ کے چکر لگاتی رہی تھیں..... کپڑوں کے ڈھیر لا کر بہو کے سامنے لگاتی رہتیں..... جس کو بہو نے ہی سلائی کرنا ہوتا..... دوپٹوں پر بیل لگانی ہو، روزینہ کا بلاؤز سینا ہو یا اماں کا سوٹ وہ ساری ذمہ داری بہو کے کاندھوں پر ہی تھی..... جیسے تیسے زرینہ بھی رخصت ہو کر سسرال چلی گئی۔ اس کا سسرال تھوڑا بڑا تھا۔ ویسے تو شکیلہ بیگم کو زیادہ لوگوں پر اعتراض تھا لیکن گلی محلے میں جوان کی پوزیشن تھی اس وجہ سے زرینہ کے رشتے میں کافی مشکلات درپیش آئی تھیں، اسی لیے اس رشتے کو غنیمت جانا امید تھی کہ بیٹی راج کرے گی کیونکہ تربیت شکیلہ بیگم کی تھی۔ ان کو اپنی تربیت پر پورا پورا بھروسا تھا۔ ایک نند گھر سے گئی تو بہو کو تھوڑا سا سکون ملا..... مرزا صاحب کی کوشش تھی کہ روزینہ کو بھی کسی عمر رسیدہ شخص سے بیاہ دیں تاکہ اطمینان ہو ایک دو عمر رسیدہ رشتے آئے تو شکیلہ بیگم کے ساتھ ساتھ روزینہ نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا۔

"اے ہے مرزا..... کہیں سٹھیا تو نہیں گئے..... اس بڈھے کی شکل دیکھی ہے منحوس ماراتم سے بھی پانچ سال بڑا ہوگا..... ایسی بھی کیا اندھیر مچی ہے ہماری بیٹی اتنی گئی گزری بھی نہیں..... پاگل ہوگئے ہو تم تو قسم سے۔ اتنی بوجھ بن گئی ہوں تم پر تو کہیں جھاڑو پوچھا کر کے اپنا اور بیٹی کا پیٹ پالوں گی۔ حد ہی کردی تم نے اتنی بیزاری بھی کیسی۔" جہاں بیوی نے میاں کو آڑے ہاتھوں لیا وہیں بیٹی نے بھی جذباتی کرنے کی بھرپور اداکاری کی مرزا صاحب اپنا سا منہ لے کر چپ ہوگئے..... ادھر ابھی

Nasir Azeem
www.pakistanipoint.com

روزینہ کے لیے سوچا جارہا تھا کہ ادھر زرینہ بیگم کے جھگڑے شروع...... اس کو یہ مسئلہ تھا کہ اتنے سارے لوگ کیوں ہیں...... اس کا تو دل ہی سسرال میں نہیں لگتا...... ہڈحرامی اور آرام کی عادت تھی اس لیے سسرال میں ایک گھنٹہ گزارنا مشکل لگتا...... شروع شروع میں تو ساس وغیرہ نے اعتراض نہ کیا کہ چلو نئی دلہن ہے میکے کی ہوک اٹھتی ہوگی لیکن جب یہ سلسلہ مستقل جاری رہا تو ساس نے سمجھانے کی کوشش کی۔

”بیٹی اپنے گھر میں دل لگاؤ۔“ یہ سن کر زرینہ زورزور سے رونے لگی۔

”اماں! مجھے میکے جانے سے منع کررہی ہو...... کیا شادی کے بعد میکے والوں سے رشتہ نہیں رہتا؟“

”نہیں نہیں! میرا یہ مطلب نہیں تھا...... تم یہاں رہنے کی کوشش کروگی...... عادت ڈالوگی تو عادت بنے گی ناں...... تمہارا دل تو بھرتا ہی نہیں میکے سے آخر کب تک...... چھ ماہ ہوگئے ہیں چھ ماہ میں تو لڑکیاں سسرال کے طور طریقوں سے اچھی طرح واقف ہوجاتی ہیں مکمل طور پر گھرداری اور ذمہ داریوں میں لگ جاتی ہیں مگر تم تو آج بھی کوری کی کوری ہو...... ایسے لچھن نہیں ہوتے لڑکیوں کے۔“ ساس بھی سواسیر ثابت ہوئی تھیں، تب ہی اچھی خاصی کلاس لے لی پھر کیا تھا؟ زرینہ بیگم کو تو کسی کی ایک بات سننے کی عادت نہیں تھی، اتنی باتیں سننے کے بعد اس کو پتنگے لگ گئے خوب روئی دھوئی، واویلا کیا...... ظالم ساس اور کم ظرف لوگوں کے القابات سے ساس اور شوہر کو نوازا گیا۔ ساتھ ہی اپنی ماں کی عدالت میں اپنی مظلومیت کی داستان نمک مرچ کے تڑکے کے ساتھ پیش کی ساتھ یہ بات بھی کہ ساس نے روزینہ کی طلاق کا طعنہ بھی دیا ہے کہ اگر لڑکیاں سسرال والوں کو اہمیت نہ دیں اور ماحول کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش نہ کریں تو تمہاری بہن کی طرح گھر آ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ یہ بات تو زرینہ کے دماغ پر جاکر لگی تھی اور اس بات پر تو نہ صرف شکیلہ بیگم بلکہ روزینہ بھی ہتھے سے اکھڑ گئی تھیں۔

”اس بڑھیا کو کیا تکلیف ہے؟ اس منحوس موٹی کا کھا رہی ہوں کیا؟ اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ مجھے بیچ میں گھسیٹے۔“ شکیلہ بیگم کیل کانٹوں سے لیس ہوکر سمدھن پر چڑھ دوڑیں اور وہ بھی کم نہ تھیں انہوں نے بھی آڑے ہاتھوں لیا...... روزینہ کے سسرال والے پھر سیدھے تھے یہ لوگ تیز اور بدتمیز تھے، ٹکر برابر کی تھی، ابتدا میں تو انہوں نے پھر بھی خیال کیا لیکن اب وہ لوگ بھی سمجھ گئے تھے کہ گھی سیدھی انگلی سے نکلنے والا نہیں، اس لیے ان جیسا ہی بننا پڑے گا...... اینٹ کا جواب پتھر سے دینا پڑے گا۔ یہاں پر بھی جھگڑے شروع ہوگئے...... کبھی بھی شکیلہ بیگم نے بیٹیوں کو سمجھانے کی سنبھالنے کی اور سسرال والوں میں گھلنے ملنے کی نصیحت نہ کی...... ہمیشہ ان کی معمولی سی شکایت پر ان کو خوب شے دی کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا...... تم بھاگ کر نہیں گئی ہو...... اپنا حق مانگ سکتی ہو...... دبنے کی ضرورت نہیں ہے...... پیچھے میں ہوں۔“ اور اسی طرف داری نے بیٹیوں کو شیر کردیا تھا۔ مزاجی، تحمل، صبر، برداشت اور مصالحت جیسی باتیں ان لوگوں کے لیے بے معنی اور غیر ضروری تھیں کیونکہ انہوں نے آنکھ کھول کر وہی دیکھا...... ان کی تربیت میں، ان لوگوں کی گھٹی میں جو ملا تھا اس کا اثر تو ہونا ہی تھا...... ایک بار بھی شکیلہ بیگم نے بیٹی کو سمجھا کر سسرال نہیں بھیجا...... ایک بار بھی یہ کوشش نہیں کی نتیجہ تمہارے ہمارے سامنے ہے...... دوسری بیٹی بھی گھر آ بیٹھی اور بہو بیچاری پر مکمل دباؤ تھا۔ دیکھو ماں باپ مرے تو برسوں کی چپ کیسے ٹوٹی؟ بہو بھی آخر عورت تھی کب تک برداشت کرتی...... احتشام بھی اندھا نہیں تھا۔ وہ سب کچھ دیکھتا تھا۔ سنتا تھا مگر تھا اس ماں کا بیٹا، انہی بہنوں کا بھائی...... موقع کی تلاش میں تھا، جیسے ہی ماں باپ مرے بھائی بھاوج شیر ہوگئے...... اگلے پچھلے سارے بدلے اس طرح نکالے کہ گھر کا سودا کرلیا، بھائی نے قانوناً گھر کے سودے کے بعد جو بہنوں کا حصہ بنتا تھا ان کی ہتھیلی پر رکھ کر کہہ دیا کہ گھر خالی کردو۔ آج...... بس سمجھو اس برسا برس سے چلتے ہوئے ڈرامے کا ڈراپ سین

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تھا۔ سنا ہے کہ احتشام نے کہیں فلیٹ لے لیا ہے اور روزینہ..... روزینہ اور روزینہ کی بیٹی..... کا پتا نہیں کہ وہ لوگ کہاں گئے؟ مگر دل پر عجیب سا بوجھ آ گیا ہے..... دروازے پر پڑا بڑا سا تالا دیکھ کر نہ جانے کیوں دل اداس ہوگیا ہے حالانکہ میرے خیال میں یہ سب وہی کاٹا گیا جو بویا گیا تھا۔'' صولت بیگم جو دم سادھے سن رہی تھیں..... ان کے چپ ہوجانے پر چونکیں۔

''آپا پانی پی لیں۔'' مسلسل بولنے سے مہر آپا کا گلا بھی خشک ہوگیا تھا۔ صولت بیگم نے پانی کا گلاس آگے بڑھایا تو صولت بیگم کی رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے واقعی..... مہر آپا سچ ہی تو کہہ رہی تھیں۔

''صولت! بات صرف اتنی سی ہے کہ مائیں اپنی بیٹیوں کی کیسی تربیت کرتی ہیں؟ اپنی بیٹی کے بنانے اور سنوارنے میں ''ماں'' کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے..... زمانے کی اونچ نیچ سمجھانا، ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ دینا، دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی رکھ رکھاؤ، رہن سہن کے آداب..... سسرال میں اپنی اہمیت بنانا، جگہ بنانا، لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا..... یہ سب آسان نہیں ہوتا..... ایک ماں ہی ہوتی ہے یا بڑی بہن جو کہ لڑکی کو سمجھا سکتی ہے..... جہاں پر تربیت ہی نہ ہو وہاں پر اگر ماں حق کے ساتھ کچھ فرائض بھی سکھا دے تو گھر یوں بگڑتے نہیں..... یوں اجڑتے نہیں بہر حال میں خود سوچ رہی تھی کہ تمہارے پاس آؤں تم کو تو شروع سے کچھ پتا ہی نہیں تھا کہ حالات کس طرح سے اس نہج پر پہنچے..... بس اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہر بیٹی کا نصیب اچھا کرے، وہ اپنے گھر میں شاد و آباد و سکھی رہے..... اپنے ماں باپ کا نام روشن کرے۔'' مہر آپا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آمین..... ثم آمین۔'' صولت بیگم بولیں۔ مہر آپا الوداعی کلمات کہہ کر رخصت ہوگئی تھیں۔

صولت بیگم کو دل پر نہ جانے کیوں عجیب سا بوجھ محسوس ہوا جیسے کہ کہیں کوئی گڑبڑ ہے۔ تب ہی ڈور بیل بجی عناف آئی تھی..... عناف کو دیکھ کر اندر تک سکون اتر گیا تھا۔ عماد بھی ساتھ تھا۔

''ارے واہ ماشاء اللہ۔'' بیٹی داماد کے سلام کا جواب دے کر صولت بیگم نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہتے ہوئے اندر آنے کا راستہ دیا۔

''امی جی، مجھے ذرا کام سے جانا ہے عناف کو چھوڑنے آیا ہوں ان شاء اللہ پھر آؤں گا۔'' عماد نے شائستگی سے معذرت کی۔

''ارے ایسے کیسے؟ ایک کپ چائے تو پی لو۔'' صولت بیگم نے گہری نظروں سے پہلے عناف اور پھر عماد کو دیکھا۔

''معذرت چاہتا ہوں امی جلدی میں ہوں..... بہت شکریہ۔'' عاجزانہ انداز میں معذرت کی۔

''اچھا چلو ٹھیک ہے اللہ حافظ۔'' صولت بیگم نے کہا۔ عماد واپسی کے لیے پلٹ گیا۔

''خیریت تو ہے ناں؟'' صولت بیگم نے بیٹی کو ٹٹولا۔

''جی امی.....'' مختصر سا جواب دے کر چادر اتار کر رکھی اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ صولت بیگم نے فی الحال مزید کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی، مرزا صاحب کے گھر کی کہانی کا تذکرہ تک نہ کیا کہ عناف خوامخواہ اس بارے میں نہ سوچے..... ویسے بھی صولت بیگم بڑی محتاط خاتون تھیں ہر بات سوچ سمجھ کر عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر کرنے کی کوشش کرتیں..... شفیع صاحب اور شفیق آئے تو اچانک سے غیر متوقع عناف کو گھر میں دیکھ کر خوش ہوئے اور شفیع صاحب نے آج باہر کھانا کھانے کا پروگرام بنالیا۔

''ارے یار..... عماد بھائی کو بھی بلوالیں آپی۔'' شفیق نے کہا۔

''وہ کہہ کر گئے ہیں کہ کچھ کام سے جارہے ہیں دیر سے لوٹیں گے۔'' عناف نے کہا۔

''داماد بھی ہوتے تو اچھا لگتا۔'' شفیع صاحب نے کہا۔

''پھر پروگرام ملتوی؟'' عناف نے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔

''ارے نہیں بھئی بالکل بھی نہیں۔'' شفیع صاحب زور سے ہنس کر بولے۔

❁.....❁.....❁.....❁

دو دن عناف بہ ظاہر نارمل انداز میں رہی۔ گھر کے کام میں صولت بیگم کا ہاتھ بھی بٹایا، صولت بیگم نظروں ہی نظروں میں مسلسل اسے کھوجنے کی کوشش کررہی تھیں..... منہ سے کچھ کہے بنا صرف اس کی حرکات وسکنات محسوس کررہی تھیں کہ کہیں سے کوئی جھول، تو نہیں، کوئی شکایت تو نہیں..... البتہ یہ بات محسوس کی تھی کہ دو دن سے عماد آیا تھا نہ ہی کال کی تھی نہ ہی عناف نے کال کی تھی۔ تیسرے دن سہ پہر کے وقت..... جب کھا کر صولت بیگم اپنے کمرے میں جارہی تھیں تو انہیں عناف کے کمرے سے اس کی باتوں کی آواز آئی غالباً وہ فون پر کسی سے باتیں کررہی تھی۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی رک کر سننے لگیں۔

''بالکل بھی نہیں..... عماد حد ہوتی ہے کسی بات کی..... بس بہت ہوگئی۔'' عناف کی سخت اور دوٹوک آواز پر صولت بیگم گھبرائیں بے ساختہ سامنے آگئیں..... عناف نے اچانک ماں کو سامنے دیکھا تو گھبرائی اور جلدی سے موبائل تکیے پر رکھ دیا۔

''کیا بات ہے..... کیا ہوا عناف؟ اتنے سخت لہجے میں کیا بات ہورہی تھی وہ بھی عماد سے؟'' صولت بیگم کا لہجہ پریشان تھا۔

''جی امی.....'' مختصر جواب ملا۔

''جی امی جی کیا..... کیا کہہ رہی تھیں تم؟'' صولت بیگم نے اس کے قریب چلی آئیں۔

''اس طرح کا لہجہ اور انداز..... وہ بھی اپنے شوہر کے لیے۔ کیا تم نے کبھی مجھے اپنے ابو جی کے ساتھ اس لہجے میں بات کرتے دیکھا ہے؟''

''امی جی..... پلیز اپنی اور ابو جی کی بات نہ کریں..... آپ لوگ کہاں اور وہ لوگ کہاں..... امی میں تھک گئی ہوں برداشت ختم ہونے لگا ہے، خود کو وہاں کے ماحول سے آراستہ کرنے کے لیے کیا کیا جتن کررہی ہوں میں..... آپ کو اندازہ نہیں ہے، ہر بات کا جواب صفر..... ہر کام کا اختتام صفر..... بدلے میں مجھے سوائے مایوسی، جھوٹی تسلی اور کھوکھلی باتوں کے کچھ نہیں ملتا۔ امی کتنا اور آخر کتنا حوصلہ لاؤں..... کتنا صبر کروں..... کتنا انتظار کروں..... اپنے آپ کو منوانے کے لیے، کب تک ناپسندیدہ چیزوں کے ساتھ، بے ترتیبی اور بے ڈھنگے انداز سے زندگی گزاروں۔'' عناف کی بات پر صولت بیگم سن ہو کر رہ گئیں۔

''عناف..... یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ مجھے نہیں لگتا کہ تم اتنی تکلیف میں ہو، اس قدر پریشان اور عاجز ہو اگر اتنا بڑا مسئلہ تھا تو تم نے صاف صاف کیوں نہیں بتایا مجھے۔ کیوں چھپایا مجھ سے، کھل کر کوئی بات کیوں نہیں کی۔ ہمیشہ ذو معنی بات کی..... عناف جو تم کہہ رہی ہو کیا یہ سچ ہے؟'' صولت بیگم کا لہجہ شاکی ہوا۔

''امی کیا کہتی..... جب کبھی کہنا چاہا آپ نے ہمیشہ مجھے وہیں روک دیا..... آپ نے کبھی میری ہاں میں ہاں ملائی؟ کبھی آپ نے مجھ سے کہا کہ ہاں تمہارے ساتھ غلط ہورہا ہے..... امی پلیز میں آپ کی بیٹی ہوں، آپ سے کہنے کی کوشش کی مگر آپ نے ہمیشہ مجھے سمجھایا کہ سب ٹھیک ہوجائے گا..... تھوڑا انتظار کرو..... خود کو ماحول کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو..... شروع شروع میں تھوڑی مشکل ہوتی ہے مگر آپ نے کبھی بھی میری حوصلہ افزائی نہیں کی، میرے حق میں کچھ نہیں کہا، کیا کہتی آپ سے؟'' وہ پھٹ پڑی۔

''عناف تم..... کس طرح کی باتیں کررہی ہو؟ تم چاہتی ہو کہ تمہیں شہہ دوں..... تمہارا حوصلہ بڑھاؤں، تمہارے حق میں بات کہہ کر تمہیں مزید پریشان کروں..... بجائے یہ کہ تم اپنا گھر، گھر ستی بچانے کی کوشش کرو..... میری بے جا حمایت سے تم کو شہہ مل جائے اور تم ہمیشہ کے لیے یہاں آجاؤ تم بچی ہو ابھی..... میں نے دنیا دیکھی ہے۔ بہت بڑے بڑے مشاہدات نظر سے گزرے ہیں۔ ناعاقبت اندیشی لے ڈوبتی ہے، بیٹی عورت کو اپنا گھر

www.paksociety.com

بسانے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔"

"امی! آپ کو پتا ہی نہیں ہے ناں کیا آپ اپنی بیٹی کو نہیں جانتیں؟ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں کوشش نہیں کر رہی؟ اماں خودغرض خاتون ہیں..... اپنی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرنے دیتیں، کسی کام کا وقت نہیں، جب دل کرے بھوک لگ جاتی ہے، کپڑے دھونے کے لیے رات کے ایک بجے مشین لگوا دیتی ہیں۔ کبھی گیس کے چلے جانے کے ڈر سے رات کے دو بجے کھانا پکوا پکوا کر فریزر کرواتی ہیں۔ چلیں یہ کام میں کر لیتی ہوں مگر اس پر بھی غیر مطمئن..... تین ماہ گھر سے باہر رہیں..... میں نے اتنے اچھے سے گھر چلایا..... ان کے آنے سے پہلے گھر کو نئے سرے سے آراستہ کیا..... نئے پردے لگائے، کچن کی الماریوں کی صفائی کی۔ نئے مصالحوں کے ڈبے اور برتن لے کر آئی، ان کی الماری ترتیب سے رکھی، آنے کے بعد پاگلوں کی طرح مہمانوں کی خاطریں کرتی رہی۔ کبھی ایک لفظ تعریف کا یا دو لفظ پیار کے ان کے منہ سے نہیں نکلے اور پتا ہے، جب وہ عمرے سے واپس آئیں اور گھر کو دیکھا تو دو دن تک مجھ سے بات نہیں کی کہ کس کی اجازت سے گھر میں یہ تبدیلیاں آئی ہیں۔ مصالحے کے ڈبے کی ترتیب پر ایک گھنٹہ لیکچر دیا تو اپنی الماری کی ترتیب پر مجھے بے بھاؤ کی سنائی اور بیٹے..... بیٹے صاحب تو فیڈر پیتے بچے ہیں ایک لفظ نہیں کہتے، غلط بات نہ کریں کم از کم سچ تو کہہ سکتے ہیں ناں امی مگر نہیں..... ہر بات میں بس یہی کہ اماں دکھی ہیں..... اماں نے دکھ دیکھے ہیں۔ میں ان کو کچھ نہیں کہہ سکتا، تم میری خاطر برداشت کر لو مگر امی اب نہیں اگر ان کی زندگی میں دکھ پریشانیاں اور مسائل تھے تو کیا وہ ہماری زندگی میں زہر گھولیں گی..... امی آپ ہی کہتی ہیں ناں کہ ہر شخص اپنے اپنے نصیب کا لکھا ہی بھگتتا ہے تو پھر اپنی الجھن اور پریشانی دوسروں پر نکالنا کہاں کی انسانیت ہے؟" عناف کا لہجہ باغیانہ تھا، صولت بیگم کانپ گئیں۔

"تم..... چاہتی کیا ہو عناف؟"

"امی جی..... میں چاہتی ہوں عماد کوئی اسٹیپ لیں یا اپنی اماں کی گود میں پڑے رہیں یا پھر میرا ساتھ دیں؟"

صولت بیگم اس کے انداز پر بری طرح چونکیں۔

"میں اس گھر میں نہیں جانا چاہتی۔" اس کے آخری جملے پر صولت بیگم چیخ پڑیں۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تمہاری ساس کے لیے عماد کا ساتھ کتنا ضروری ہے۔ تم ایسا فیصلہ کیسے کر سکتی ہو؟"

"امی..... آپ اتنا سب کچھ سن کر بھی اب بھی آپ..... منفی بات کر رہی ہیں۔ آپ ان کے بارے میں سوچ رہی ہیں جو آپ کی بیٹی کو کسی قابل نہیں سمجھتیں۔ امی آپ میرے بارے میں سوچیے..... صرف میرے بارے میں۔ میں آپ کی بیٹی ہوں۔" عناف چلائی۔

"تمہارے لیے ہی سوچ رہی ہوں بیٹی..... میں ایک ماں بن کر تو سوچ رہی ہوں..... جذباتی ماں نہیں بلکہ سمجھدار ماں بن کر سوچ رہی ہوں..... عناف تمہیں اندازہ نہیں ہے زمانے کی اونچ نیچ کا..... بے شک تم مشکل اور کٹھن وقت گزار رہی ہو۔ مجھے اس بات سے انکار نہیں لیکن ایک بار سوچو کہ کتنی عورتیں ہیں جو ظلم و جبر کا شکار ہو کر بھی اف نہیں کرتیں، کتنی عورتیں ہیں جو ساری زندگی اپنے بچوں کو دو وقت کی روٹی اور اپنے شوہروں کو چار وقت کے نشے کے لیے پیسہ فراہم کرنے کی گلی گلی گھوم کر جھاڑو پوچھے لگاتی ہیں..... اس پر بھی کبھی شوہر اور ساس کے ڈنڈے کھاتی ہیں تو کبھی شوہر سگریٹ سے جلا کر اپنی تسکین پوری کرتا ہے..... سسک سسک کر تڑپ تڑپ کر لمحہ لمحہ گزارنے والی عورتیں بھی تو تمہاری اور میری طرح کی عورتیں ہیں ناں..... تمہیں پتا ہے کہ تمہاری ساس نے ساری زندگی حاکمیت کی، شوہر کی موت کے بعد کٹھن حالات کا سامنا کیا۔ بہ مشکل بچوں کو پالا پوسا، پڑھایا لکھایا اور کسی قابل کیا، اپنی جوانی، نیند، چین سب حرام کر دیا۔ بے تربیتی ان کے یہاں جان بوجھ کر نہیں کی جاتی..... وہاں پر شروع سے ہی ایسا ہوتا ہوگا۔ جو جب آیا کھانا کھا لیا، جس کو جب وقت ملا سو گیا، جہاں حالات ایسے ہوں خاتون خانہ

www.paksociety.com

جاب کرتی ہوں...... گھر میں اور کوئی نہ ہو، وہاں بدنظمی اور بے ترتیبی تو ہوجاتی ہے۔ یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے، ساری زندگی جس نے اپنے تئیں ہر کام کیا اپنی مرضی سے ہر چیز رکھی، اگر وہ ترتیب سے نہیں بھی ہے تو اس شخص کو تو اسی بے ترتیبی کی عادت ہوگی ناں اور سالہا سال کے بعد اگر ترتیب بدل جائے تو وہ خود کو بے وقعت سمجھ لیتا ہے۔ بے کار سمجھ لیتا ہے جیسے کہ غیر اہم ہو...... اس بات کا برتاؤ وہ غصے کی شکل میں ہی تو کرے گا عناف بیٹی...... تم میری جان ہو، میری بیٹی ہو...... تم سے عزیز مجھے کوئی نہیں لیکن تمہارے سسرال کے مسائل بھی سمجھ سکتی ہوں...... والدین دعاؤں اور محبتوں کے سائے میں جب بیٹی کو رخصت کرتے ہیں تو ہر وقت بیٹی کے نیک اور اچھے نصیبوں کی دعائیں بھی کرتے ہیں...... وہ نہیں چاہتے کہ بیٹی کی آنکھ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی آئے، وہ نہیں چاہتے کہ ان کی نازوں پلی بیٹی ان کے جگر کے ٹکڑے کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے، تم پریشان مت ہو بس تمہارے اور تمہاری ساس کے درمیان تھوڑے سے فاصلے ہیں...... وہ اپنی حیثیت کا فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ دل کی بری ہوں گی...... ہاں سختی ان کی فطرت میں ہے کیونکہ وہ استانی رہ چکی ہیں...... تمہیں کوئی بڑی بات یا بڑا فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں، میں اور تمہارے ابو آج رات ہی تمہارے سسرال جائیں گے...... اپنے طور سے آرام سے بات کریں گے...... یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے ان شاء اللہ حل ہوجائے گا...... اٹھو جا کر منہ ہاتھ دھو میں چائے بناتی ہوں۔'' صولت بیگم کے اندر نہ جانے اتنا اطمینان اور اتنا حوصلہ کہاں سے آ گیا تھا۔

''امی جی۔'' عناف نے احتجاجاً اس انداز سے کہا جیسے کہ صولت بیگم کی بات سے متفق نہیں۔ صولت بیگم نے اشارے سے اسے مزید بولنے سے منع کردیا تھا۔

دوسری جانب عماد جو کہ کال پر تھا عناف نے جلدی میں کال منقطع نہیں کی تھی اور کال بدستور جاری تھی عماد پہلے خود سنتا رہا اور پھر اسپیکر آن کرکے اپنی اماں کو سنانے لگا

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ نئے اُفق کراچی
ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
6000 روپے
میڈل ایسٹ، ایشیائی، افریقہ، یورپ کے لیے
5000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ، منی آرڈر، منی گرام ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔
مقامی افراد
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0316-0128216
موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0300-8264242
رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز
81 ٹیپیر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510
فون نمبرز: +922-35620771/2
naeyufaq.com
Info@naeyufaq.com

Iqbal Azeem
www.pakistanipoint.com

جیسے جیسے وہ لوگ سن رہے تھے ویسے ویسے عماد کی والدہ کے چہرے پر مختلف تاثرات ظاہر ہو رہے تھے..... ان کے چہرے پر ندامت تھی...... واقعی وہ زیادتی کر جاتی تھیں.....کال ختم ہوگئی تھی۔

”عماد واقعی میں نے بچی کے ساتھ زیادتی کی ہے.....وہ تو نئی تھی اس گھر میں.....بجائے یہ کہ مجھے اس کا حوصلہ بڑھانا چاہیے تھا میں نے ہمیشہ اس کو مایوس کیا.....وہ تو سلیقہ مند ماں کی سلیقہ مند بیٹی ہے۔ اس نے اپنے طور پر اچھا کیا لیکن مجھے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ اس بے چاری پر میری باتوں کا اتنا اثر ہوتا رہا اور اس کی ماں.....عماد مجھے ابھی ابھی عناف کے گھر لے چلو میں خود جا کر اپنی بہو کو لے کر آؤں گی......اپنی غلطیوں کو مان کر، اسے منالوں گی۔ ابھی چلو۔“ اماں بے حد جذباتی ہو رہی تھیں۔ ان کے اوپر عناف اور خاص طور پر صولت بیگم کی باتوں نے بہت مثبت اثر کیا تھا۔ پل میں ان کے دل سے وہ شکوک وشبہات نکل گئے تھے جو انہوں نے پال رکھے تھے۔

”اماں.....صبر کرلیں ذرا۔“ عماد نے کہا۔

”صبر.....صبر کس بات کا عماد؟ ابھی چل رہے ہو یا میں اکیلی ہی چلی جاؤں؟“ اس کا لہجہ ایک دم بدل گیا تھا۔

آج شفیع صاحب اور شفیق وقت سے کچھ پہلے آ گئے تھے۔ صولت بیگم، شفیع صاحب سے بات کرنے کمرے میں گئیں تاکہ ان کو صورت حال سے آگاہ کر کے کوئی صورت نکالی جائے اور ابھی صولت بیگم نے بات شروع ہی کی تھی کہ بیرونی دروازے کی بیل بجی تو شفیق نے دروازہ کھولا۔

”السلام علیکم!“ شفیق کی آواز سن کر کچن سے عناف اور کمرے سے صولت بیگم اور شفیع صاحب نکلے۔

”وعلیکم السلام!“ عماد اور اس کی والدہ نے ایک ساتھ جواب دیا، عناف اور صولت بیگم حیرت سے غیر یقینی انداز سے عماد کی والدہ کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر پھیلی ندامت اور آنکھوں میں پشیمانی تھی، عناف کی تربیت کا اثر تھا کہ عناف تقریباً دوڑتی ہوئی ساس تک پہنچی اور جھک کر سلام کیا، انہوں نے عناف کو گلے سے لگا کر بھینچ لیا۔ ساتھ ہی صولت بیگم بھی کھڑی تھیں۔ انہوں نے دوسرے ہاتھ سے صولت بیگم کو ساتھ لگایا...... شفیع صاحب اور شفیق عماد سے مل رہے تھے۔

”عناف بیٹی......اپنی اماں سے ناراض ہو؟“ لہجے میں بے پناہ شیرینی گھلی ہوئی تھی۔

”جی.....“ عناف کو شاید اس بے تکے سوال کی امید نہیں تھی تب ہی بے خیالی میں اس کے منہ سے نکلا۔

”نہ.....نہیں.....“ وہ دوبارہ بے ساختہ بولی۔

”صولت بیگم.....اللہ کی قسم آفرین ہے تم جیسی ماں پر اللہ مجھے معاف کرے......حرکت تو شاید غلط اور معیوب تھی مگر اس کی وجہ سے میری آنکھیں صحیح معنوں میں کھل گئی ہیں۔ مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط اور کون کہتا ہے؟“ ان کی ذو معنی باتیں سب کے سر پر سے گزر رہی تھیں۔ عناف اور صولت بیگم ہونق بنے ان کو دیکھ رہے تھے۔

”معافی چاہتا ہوں آپ سب سے آج جب دوپہر میں میری اور عناف کی کال پر بات ہو رہی تھی، درمیان میں امی جی شاید آپ آ گئی تھیں اور عناف نے موبائل آف نہیں کیا اور پھر آپ دونوں کے درمیان ہونے والی باتوں کو میں نے اور اماں نے آخر تک سنا، بے شک یہ غلط بات تھی لیکن شاید اسی میں ہم سب کی بہتری تھی۔“ عماد نے حقائق کا اعتراف کیا تو عناف اور صولت بیگم کے ساتھ ساتھ شفیع صاحب اور شفیق بھی کچھ کچھ بات سمجھ گئے تھے۔

”صولت بیگم.....عناف بیٹی دراصل میں حالات کی ماری تھی۔ کہتے ہیں ناں کہ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے......میں دودھ کی جلی تھی۔ میری بڑی بہو جب آئی۔ میں بہت خوش تھی میں نے اس کو بیٹی کی طرح چاہا، اس کی ہر بات مانی، چاؤ ارمان پورے کیے.....

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بدلے میں وہ مجھ پر ہی حاوی ہوگئی حتیٰ کہ میرے بیٹے کو مجھ سے بدظن کردیا..... ہماری زندگی اور ہمارے گھر سے نکل گئے، صرف رشتے کی حد تک تعلق رکھا۔ میں اس وقت تقریباً مر ہی گئی تھی۔ جن کے لیے زندگی داؤ پر لگادی تھی وہی جب اپنا نہ رہے تو انسان ویسے ہی آدھا مر جاتا ہے۔ تب ہی میں نے فیصلہ کیا تھا کہ عماد کی دلہن کو پہلے دن سے ہی حد میں رکھوں گی..... اسے کبھی بھی من مانی نہیں کرنے دوں گی شاید میں بھول گئی تھی کہ بیٹیوں کی زندگی میں ان کی ماؤں کا کردار کتنا اہم ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ عناف کی ماں اور تنزیلہ کی ماں میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ صولت بیگم اتنی متحمل مزاج، اتنی نرم طبیعت کی اتنی اچھی مثبت سوچ رکھنے والی خاتون ہیں..... میں غلطی پر تھی لیکن اب مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ جس بچی کی ماں صولت بیگم جیسی خاتون ہو وہ بچی غلط ہو ہی نہیں سکتی..... ہاں میرے رویے سے وہ بددل ضرور ہوگئی ہے مجھے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ آنے والی بچی کس گھر سے آرہی ہے۔ ساری مائیں ایک جیسی نہیں ہوتیں مگر میرا پہلا تجربہ اتنا تلخ تھا کہ مجھے کسی پر یقین نہ رہا..... وہ میری سمدھن، میری دوست بھی تھی لیکن سمدھن بنتے ہی بدل گئی اس لیے میرا اعتماد اٹھ گیا اور میں انجانے میں اپنے ہنستے بستے اور آباد گھر کی بجائے اجاڑنے کے درپے تھی..... صولت بیگم، شفیع بھیا یوں سمجھ لیں کہ اب تک جو بھی ہوا وہ محض ایک خواب تھا آج میں آپ کے گھر سے اپنی بہو کو لے جانے آئی ہوں..... جسے بہو نہیں بیٹی بنا کر رکھوں گی۔ ان شاء اللہ۔'' زینت بیگم بولیں اور عناف، صولت بیگم، شفیع صاحب شفیق اور عماد صرف سن رہے تھے۔

''اماں.....!'' عناف ان کے سینے سے لگ کر رو پڑی۔

''اماں..... مجھے معاف کردیں..... میں نے بھی آپ کا دل دکھایا۔''

''نہیں میری بچی۔'' زینت بیگم نے عناف کا ماتھا چوم لیا۔

''صولت بیگم..... مجھے فخر ہے کہ میری بہو کی تربیت تم جیسی ماں نے کی..... مجھے امید ہے کہ میری نسل کی تربیت بھی بہترین انداز میں ہوگی۔'' زینت بیگم کی بات پر صولت بیگم کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو آگئے۔

''بس کریں بہن..... اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے..... بس ادنیٰ سی کوشش کرتی ہوں کہ خود بھی مثبت سوچوں اور بچوں کو بھی ہمیشہ مثبت انداز میں سوچنے کی تلقین کروں..... ہمارے لیے یہی بہت ہے کہ الحمدللہ ہماری بچی اپنے گھر میں شاد و آباد اور خوش رہے..... والدین کی تو یہی خواہش ہوتی ہے۔'' صولت بیگم کی آواز بھرا گئی تھی۔

''امی..... ان شاء اللہ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوگی..... میں بھی عناف کا پورا پورا خیال رکھوں گا اور اس کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔'' اتنی دیر میں پہلی بار عماد بولا تھا۔

''جیتے رہو، آباد رہو۔'' صولت بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دل سے دعا دی۔

سبھی کچھ دیر پہلے چھایا ہوا غبار، بدمزگی، اداسی اور الجھن نہ جانے کہاں غائب ہوگئی تھی۔ ماحول یکسر تبدیل ہوگیا تھا۔ عناف مسکراتی ہوئی مطمئن نظر آرہی تھی۔ عماد کے چہرے پر سکون پھیلا ہوا تھا۔ جب کہ صولت بیگم اور شفیع صاحب کے چہروں پر بھی طمانیت کا احساس تھا..... حقیقت ہے بیٹیوں کی بہترین تربیت میں زیادہ ہاتھ ماؤں کا ہوتا ہے۔ صولت بیگم نے بہترین ماں ہونے کا حق ادا کردیا تھا کیونکہ انہیں بیٹی کا گھر بسانا تھا اجاڑنا نہیں تھا۔

www.naeyufaq.com

تیری کن کے منتظر

کنیز زہرہ

کبھی کسی کو مکمل جہان نہیں ملتا
کہیں زمیں تو کہیں آسماں نہیں ملتا
بجھا سکا ہے بھلا کون وقت کے شعلے
یہ ایسی آگ ہے جس میں دھواں نہیں ملتا

اس نے دس سال پہلے اپنی پسند سے عاصم سے شادی کی تھی۔ جس کی پاداش میں اس کے ڈیڈی ایاز ملک اس سے ناراض ہوگئے تھے۔ اسی ناراضی اور غصے میں انہوں نے اپنی سیکرٹری سے شادی کرلی تھی۔ وہ تقریباً ان کی بیٹی کی عمر کی تھی یہ وہ اطلاع تھی جس پہ انیلہ کا ناراض دل باپ کی طرف سے مزید کھٹا ہوگیا تھا۔ وقت گزرتا گیا اور اللہ نے انیلہ کو بیٹے کی نعمت عطا کی جس کا نام اس نے فائق رکھا۔ پھر سالوں وہ ڈیڈی سے بے نیاز رہی۔ عاصم کی رشتے کی ایک خالہ کے سمجھانے پہ ایک ہفتے پہلے کئی سال بعد وہ ان سے ملنے گئی تو وہ نزع کے عالم میں تھے۔ بنا کوئی شکوہ کیے اسے لپٹا کے روتے رہے اور ہاتھ جوڑ کے معافی مانگتے رہے ان کے آنسو اس بات کے گواہ تھے کہ انہیں اس سے کوئی شکوہ نہیں۔ اس کے وہاں پہنچنے کے دس منٹ بعد انہوں نے اس کے سامنے دم توڑ دیا تھا۔ وہ فالج کے مریض تھے کئی مہینوں سے بستر پہ پڑے تھے۔ وہ بول نہیں سکتے تھے مگر ان کے ہر انداز سے جھلکتی ندامت اس بات کی گواہ تھی کہ بالآخر اس کے باپ نے اس کو معاف کردیا تھا۔ وہ ابھی اس بات پہ ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہو پائی تھی کہ ڈیڈی کی ناگہانی موت پہ پڑھے گئی۔

ہفتوں باپ کی جدائی کا سوگ منانے کے بعد وہ زندگی کی طرف لوٹ ہی رہی تھی کہ شہلا خالہ کی زبانی پتا چلا کہ ایاز صاحب کی بیوہ ان کی ساری پراپرٹی سیل آؤٹ کرنے کے بعد امریکہ شفٹ ہونے کی تیاری کررہی ہے۔ یہ انکشاف اس کی سماعت پر بم کی طرح پھٹا تھا۔ وہ اسی وقت عاصم کے ساتھ ایاز ولا پہنچ گئی تھی۔

"ارے آیئے آیئے آج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہیں ہمارے گھر۔ بھئی خلیق ان سے ملو یہ ایاز صاحب کی بیٹی اور داماد اور انوان سے ملو یہ خلیق احمد ہیں میرے منگیتر۔" انہیں لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھ کے فضیلت نے کھڑے ہوتے ہوئے بڑی بے نیازی سے سامنے بیٹھے شخص کا تعارف کروایا۔

"فضیلت..... مجھے تم سے اور تمہارے سو کالڈ رشتوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں یہ کیا سن رہی ہوں تم ساری پراپرٹی بیچ کے امریکہ شفٹ ہورہی ہو۔ تم یہ پراپرٹی بیچ کیسے سکتی ہو اس کی حصہ دار میں بھی ہوں اور میرے ہوتے ہوئے تم میرے باپ کی محنت سے بنائی گئی یہ جائیداد یوں کوڑیوں کے بھاؤ نہیں بیچ سکتی۔" انیلہ نے سب لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کو سنائیں۔

www.paksociety.com

"او کے فضیلت..... میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے۔ پھر ملاقات ہوگی۔" فطرتاً بزدل سا خلیق انیلہ کے خطرناک تیور دیکھ کر عجلت میں ایاز ولا سے نکل گیا تھا۔

"اچھا جی تو کیوں نہیں بیچ سکتی میں یہ پراپرٹی۔ کون روکے گا مجھے تم یعنی ایاز کی نافرمان بیٹی جسے ایاز گئی سال پہلے اپنی زندگی سے نکال چکے تھے۔ اپنی حد میں رہو بی بی، ایاز مرتے ہوئے وصیت کر گئے تھے کہ وہ اپنی ناہنجار اولاد سے بوجہ نافرمانی سخت ناراض ہیں اس لیے ان کے مرنے کے بعد ان کی ساری جائیداد مجھے یعنی ان کی بیوہ کے نام منتقل کر دی جائے۔" استہزائیہ انداز میں وہ پر اعتماد لہجے میں بولی۔ فضیلت کی آنکھوں میں چھپا تمسخر گویا اس کی جان لے رہا تھا۔

"کیا بکتی ہو غلیظ عورت..... بھلا کبھی کوئی باپ بھی اپنی بیٹی کو اس کے حق سے محروم کر سکتا ہے۔ رہ گئی بات ناراضی کی تو اگر مرنے سے کچھ دیر قبل میں ان سے ملی ہوتی تو تمہاری بکواس پہ یقین کر لیتی مگر اب تو مر بھی جائے تب بھی مجھے اس بات پہ قائل نہیں کر سکتی۔" وہ اس غلط بیانی پہ بپھر گئی۔ عاصم نے بے اختیار آگے بڑھ کے اس کو روکا۔

"ریلیکس انو..... اتنا غصہ مت کرو تمہارا بی پی شوٹ کر جائے گا سنبھالو خود کو۔" عاصم نے مدبرانہ انداز میں اسے سمجھایا۔

"خاصے عقل مند لگتے ہو عاصم، سمجھاؤ اسے اور لے جاؤ یہاں سے۔ اب اسے یہاں سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملنے والی۔ اس سے پہلے کہ ہم اسے دھکے دے کر یہاں سے نکلوا دیں اسے عزت سے یہاں سے لے جاؤ۔" فضیلت اب کے عاصم کی طرف دیکھتے اسے ناصحانہ انداز میں سمجھاتی بالائی منزل کی طرف جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"تو..... تو نکلوائے گی مجھے دھکے دے کے۔ تمہاری اوقات کیا ہے جو یوں اچھل رہی ہے تو۔ ٹھیک کہتے ہیں

لوگ مخمل میں کبھی ٹاٹ کا پیوند نہیں لگتا۔ پتا نہیں کس ذہنی کیفیت میں ڈیڈی نے تجھ جیسی غلاظت کو اپنے گھر میں سجالیا تھا۔ تم اس گھر کی مالکن ہی بن بیٹھی وقت بتائے گا کون کس کو دھکے دے کے یہاں سے نکالتا ہے۔'' انیلہ کسی شیرنی کی طرح ہذیانی انداز میں دھاڑ رہی تھی۔ اگر عاصم نے سختی سے اس کا ہاتھ نا تھام رکھا ہوتا تو وہ نخوت سے سر جھٹک کے اوپر غائب ہوتی عورت کا حشر بگاڑ کے رکھ دیتی۔

''تو انیلہ عاصم..... جو کر سکو کرلو۔ میں چند ہی دن میں امریکہ شفٹ ہو جاؤں گی اور تم بے بسی سے دیکھتی رہ جاؤ گی ہاہاہاہا'' قدرے بلند آواز میں کہتی فضیلت نے آخر میں قہقہہ لگایا جس پہ مغلظات کا ایک طوفان انیلہ کے منہ سے نکلا تھا۔ عاصم اس کو روکتا رہ گیا تھا۔

''بس کرو انیلہ، بہت تماشا ہوگیا چلو اب گھر۔'' عاصم نے جنونی انداز میں چیختی انیلہ کو ہوش میں لانے کے لیے طمانچہ رسید کیا۔ وہ خاموش ہو کر زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔ اس کی سسکیاں لاؤنج میں گونج رہی تھیں۔ فضیلت نے ایاز کی وفات کے بعد سب وفادار نوکر نکال کر نئے ملازم رکھ لیے تھے۔ گھر میں کام کرتے نوکروں نے حیرت سے سسکیاں بھرتی لڑکی کو دیکھا تھا۔

''انو..... ہمیں نہیں چاہیے ڈیڈی کی جائیداد سے کچھ بھی۔ پلیز تم حوصلہ کرو اور چلو یہاں سے۔'' عاصم سامنے ہی موجود شیشے کی میز سے جگ اٹھا کر پانی گلاس میں منتقل کر کے اس کی طرف بڑھا کے نرم مگر مستحکم لہجے میں بولا۔

''تمہیں ڈیڈی کی جائیداد نہیں چاہیے مت لینا مگر میں اپنے باپ کی خون پسینے کی کمائی اس گھٹیا عورت کو ہڑپ نہیں کرنے دوں گی۔ کبھی بھی نہیں۔'' گلوگیر لہجے میں اپنی بات مکمل کرتی انیلہ اٹھ کے اس گھر سے نکلتی چلی گئی۔ افسردگی سے سر جھٹکتا عاصم سرعت سے اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

''سلام بی بی..... کیسی ہیں آپ؟ ٹھہریے مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔'' وہ بار بار نم ہوتی آنکھیں انگلی کی پوروں خشک کرتی ایاز ولا سے نکل کے تیزی سے عاصم کی سفید مہران کی طرف بڑھ رہی تھی کہ حفیظ قریباً بھاگتے ہوئے اس کی طرف آیا تھا۔ حفیظ یہاں کا پرانا خانساماں تھا۔

''حفیظ تم یہاں کیسے؟ فضیلت نے تو سب پرانے ملازم نکال دیئے تھے ناں۔ بتاؤ کیا بتانا چاہتے تھے تم۔'' کچھ متعجب سی انیلہ نے چونک کر پوچھا۔ پیچھے آتا عاصم بھی حفیظ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''جی بی بی..... نکال تو مجھے بھی دیا تھا۔ میں نے اس چوکیدار سے دوستی گانٹھ لی تھی۔ روز یہاں آپ کا انتظار کرتا تھا تاکہ آپ کو یہ بتا سکوں کہ ایاز صاحب نے مرنے سے سال بھر پہلے ساری جائیداد آپ کے نام کردی تھی۔ آپ جلد سے جلد کمال صاحب سے رابطہ کرلیں۔'' حفیظ نے وضاحت سے بتاتے ہوئے امید کی ایک نئی کرن انیلہ کو تھمائی تھی۔

''تمہارا بہت شکریہ حفیظ، تم نے واقعی وفاداری کی ایک زندہ مثال قائم کی ہے۔ اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔'' تشکر لہجے میں کہتی انیلہ کی آنکھیں پھر سے نم ہوگئیں۔

''شرمندہ مت کریں بی بی یہ تو میرا فرض تھا۔ آپ کا نمک کھایا ہے حق تو ادا کرنا ہی تھا۔'' حفیظ کے لہجے اور انداز میں احترام تھا۔ وہ سر شاری سی آگے بڑھ گئی۔

کچھ ہی دن بعد انیلہ نے حق وراثت کا کیس دائر کردیا تھا۔ فضیلت انیلہ کی اس درجہ جرأت پہ ششدر رہ گئی تھی۔ وہ تو اپنے تئیں دو چار دن میں سب معاملات نمٹا کر سارا بزنس جائیداد اور یہ گھر اونے پونے داموں بیچ کے امریکہ جانے والی تھی۔ یہ وقت و حالات نے کیسا پینترا بدلا تھا کہ ایک مڈل کلاس شخص سے شادی کر کے سفید پوشی کی زندگی گزارنے والی آج اس کی چالاکی سے ہتھیائی گئی جائیداد کی حصے دار بن گئی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

ان کا مقدمہ بہت کمزور تھا۔ ان کے وکیل نے زیادہ امید نہیں دلائی تھی کہ بہر حال فضیلت نے ایک نامور اور مہنگے وکیل کو ہائر کیا تھا اور سب سے بڑی بات اس کے

پاس ایاز ملک کی دستخط شدہ وصیت بھی موجود تھی مگر انیلہ کو ان دنوں ایک ہی جنون تھا وہ اپنے باپ کی جائیداد کسی کی لالچ کی نظر ہونے نہیں دے گی۔ اسی نیت سے اس نے مقدمہ دائر کیا تھا۔ ان کا وکیل کسی نا کسی طرح اسٹے آرڈر لینے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ انیلہ کمال یزدانی کا انتظار کررہی تھی۔ کمال یزدانی ان کے خاندانی وکیل تھے جو ایک سال پہلے ہی وکالت کو خیر باد کہہ کے اپنے بیٹے کے پاس لندن شفٹ ہوئے تھے۔

انیلہ نے ان کے آفس سے ان کا رابطہ نمبر لے کر انہیں کال کی تو پتا چلا وہ کومہ میں ہیں۔ یہ اطلاع اس کے حوصلے کا گراف ایک ہی جھٹکے میں ڈاؤن کرتی زیرو تک لے آئی تھی۔ ان دنوں اس کی کیفیت کسی دیوانے سے کم نہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی زندگی اس کی ہنسی سب اس کیس میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ آج اس کیس کی پہلی سماعت تھی۔ فضیلت کے وکیل نے وہ وصیت عدالت میں پیش کی تھی جس کے مطابق ایاز صاحب اپنی ساری جائیداد اپنی بیوی فضیلت کے نام کرچکے تھے۔ ان کے وکیل نے اس وصیت کی صداقت پہ سوال اٹھایا تھا۔ تب عدالت نے وصیت کی تصدیق کروانے کے لیے اگلی تاریخ دی تھی۔

اس کا دل خود ڈانواں ڈول تھا۔ اس کے پاس اپنے سچ کا کوئی ثبوت نہیں تھا اور جھوٹ پورے طمطراق سے بازی مار لینے کو تیار تھا وہ کسی بھی صورت یہ کیس ہارنا نہیں چاہتی تھی۔ دماغ میں ہوتے جھگڑے اسے ایک کمرے تک محدود کیے ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک عام سا دن تھا جو ڈھل رہا تھا۔ اوس میں بھیگی ہوئی شام ستاروں بھری ردا اوڑھے ملگجے سے اجالے پہ حاوی ہورہی تھی جب عاصم گھر میں داخل ہوا۔

"اور بھئی شہزادے، یہاں اداس بلبل بن کے کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟" دونوں ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ سجائے لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھے بیٹے کو دیکھ کے عاصم نے شرارت سے اس کے بال بکھیرتے ہوئے پوچھا۔

"ہوم ورک کررہا تھا بابا، ابھی فری ہوا ہوں۔" نو سالہ فائق نے نظر چرا کے قدرے اداس لہجے میں جواب دیا۔

"یہ تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے اور تمہاری والدہ صاحبہ کہاں ہیں نظر نہیں آرہیں؟" عاصم گہری نظروں سے اس کے افسردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے انیلہ کی بابت پوچھنے لگا۔

"وہ آپ کو نا ہی نظر آئیں تو اچھا ہے۔ ان دونوں ان کا موڈ بہت خراب ہے۔ آج دو بار مجھے ڈانٹ کے کمرے سے بھگا چکی ہیں۔ آپ وہاں گئے تو جھگڑے کا بھی خدشہ ہے۔" فائق نے تنبیہہ انداز میں اسے سمجھایا تو وہ ہنس دیا۔

"واہ میرا بیٹا تو بہت سمجھدار ہوگیا ہے۔ اچھا میں فریش ہوآؤں پھر مل کے کھانا کھاتے ہیں۔" عاصم فائق کے گال پہ بوسہ دیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بابا..... مت جائیں ناں بتایا تو ہے وہ بہت غصے میں ہیں۔ مجھے آپ دونوں کے جھگڑے سے ڈر لگتا ہے۔" آنکھوں میں خوف کے سائے لیے فائق نے اس کا ہاتھ پکڑ کے پھر روکنا چاہا۔

"اتنا کیوں ڈر رہے ہو فائق؟ کوئی جھگڑا نہیں ہوگا میں نے کہا ناں۔ اچھا وعدہ وہ کچھ کہیں گی بھی تو میں خاموش رہوں گا اوکے۔" لہجے کو حد سے زیادہ نرم کرتے ہوئے عاصم اسے بچکارتا اپنے کمرے میں آگیا۔ کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے لائٹ جلائی تو بیڈ پہ سر تھامے بیٹھی انیلہ نے اسے ناگواری سے دیکھا۔ عاصم بنا کچھ کہے وارڈروب سے کپڑے نکالتا باتھ روم میں چلا گیا۔ وہ خود بھی جھگڑے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ فریش ہوکر سیدھا کچن میں آیا۔ کچن یوں صاف ستھرا تھا جیسے آج وہاں کسی نے جھانکا ہی نا ہو۔ وہ پیچ وتاب کھاتا لاؤنج میں آیا۔ فائق سر صوفے کی بیک سے ٹکائے ٹانگیں سیدھی کیے بیٹھا تھا۔ جانے وہ کب سے بھوکا تھا۔

"جلدی سے تیار ہوکر آؤ لڑکے آج ہم باپ بیٹا پہلے سمندر کی سیر کریں گے پھر اچھا سا ڈنر کریں گے۔ آج خوب موج مستی کریں گے۔" عاصم اپنے غصے پر قابو پاتا معتدل لہجے میں کہتا ہوا فائق کو اس کے کمرے کی طرف دھکیلتا وہیں صوفے پہ ڈھیر ہوگیا۔

www.paksociety.com

"بابا..... میں ماما کو بھی بلا لوں۔ انہوں نے بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا۔" فائق اس سے اجازت لیتا گویا اپنے اندر ہمت مجتمع کرنے لگا تھا کہ عاصم بول اٹھا۔

"نہیں میری جان، ماما ابھی اداس ہیں ناں یہ نا ہو کہ آپ کو ڈانٹ دیں۔ اس لیے انہیں رہنے دو ہم ان کے لیے کھانا پیک کروا کے لے آئیں گے اوکے۔" عاصم کی بات پہ سر تسلیم خم کرتا فائق اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ جبکہ عاصم کا ذہن پراگندہ سوچوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ فائق ذرا سی آؤٹنگ اور اچھے سے ریسٹورینٹ میں کھانا کھا کے چہکنے لگا تھا۔ گھر آتے ہی پیک شدہ کھانے کا بیگ لیے پھدکتا ہوا انیلہ کے پاس آ گیا تھا۔

"تم آخر میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ میں نوکر نہیں ہوں کہ تمہیں پکا پکا کے ٹھساتی رہوں۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے اور بند کر دو یہ لائٹ۔ نہیں چاہیے مجھے روشنی۔" گھٹنوں میں سر دیئے وہ دھاڑتے ہوئے فائق سے مخاطب ہوئی۔ فائق پوری جان سے لرز گیا۔ عاصم کے قدم جہاں کے تہاں تھم گئے۔

"ماما..... ہم تو آپ کے لیے کھانا لائے تھے۔ آپ کچھ کھالیں آپ صبح سے بھوکی ہیں۔" فائق نے منمناتے ہوئے کھانے کا بیگ اس کے پاس بیڈ پہ رکھا۔ عاصم بھی سست قدم اٹھاتا کمرے کی دہلیز پہ آ کھڑا ہوا۔ انیلہ نے گھٹنوں سے سر اٹھا کے کینہ توز نظروں سے پہلے فائق اور پھر دروازے پہ کھڑے عاصم کو گھورا۔

"کیا جتانا چاہتے ہو تم لوگ کہ میں بہت بری ہوں، تم لوگوں کے لیے کھانا نہیں پکا سکتی۔ یہی جتا رہے ہو ناں میرے لیے کھانا لا کر تو ہاں میں بہت بری ہوں۔ میں اچھی ہو بھی کیسے سکتی ہوں۔ میں اپنے باپ کی محنت سے بنائی ہوئی جائیداد، وہ گھر جہاں میرا بچپن گزرا، میں وہ نہیں بچا پا رہی۔ ہاں میں ایک بری بیٹی ہی تو ہوں اچھی ماں اور اچھی بیوی کیسے ثابت ہو سکتی ہوں۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ مسلسل ذہنی اذیت نے اس کے اعصاب شل کر دیئے تھے۔ فائق ڈر کے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گیا تھا۔

"کیوں اپنی فرسٹریشن ایک معصوم بچے پہ نکال رہی ہو۔ یہ کیوں نہیں کہتی کہ تم مجھ جیسے مڈل کلاس شخص کے ساتھ آسائشوں سے محروم زندگی گزارتے تھک گئی ہو۔ اسی لیے اب باپ کی جائیداد حاصل کرنے کے لیے یوں مری جا رہی ہو کہ چھوٹے سے بچے پہ اپنا غصہ نکال رہی ہو۔" اشتعال آمیز لہجے میں اپنی بات مکمل کرتا عاصم کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ انیلہ حیران رہ گئی۔

عاصم کبھی بھی اس کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ انیلہ نے اپنے باپ کو کھویا تھا۔ اب وہ اپنے ماں باپ کی یادوں سے بھرے اس گھر کو نہیں کھو سکتی تھی جہاں اس کے بچپن کے بھی سنہرے دن گزرے تھے۔ وہ اپنے باپ کی کمائی ہوئی ایک ایک چیز کو نہیں کھونا چاہتی تھی کہ ان چیزوں میں اس کے باپ کا خون پسینہ شامل تھا۔ ایک بے چینی اور درد تھا جو اس کی روح میں دھرنا دیئے کسی ضدی بچے کی مانند بیٹھا تھا۔ اوپر سے عاصم کی بات اسے رلائے دے رہی تھی۔ یکلخت اسے لگا امید کے سب جگنو اس کی دسترس سے پرواز کر گئے ہوں۔ ناامیدی میں گھرے دل کی مانتی وہ کافی دیر زار و قطار روتی رہی۔ رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔ فضا میں فجر کی اذان گونج رہی تھی۔ وہ سرعت سے اٹھ کے وضو کرتی نماز ادا کرنے لگی اور ورو کے دل کا سکون مانگنے لگی۔

دل کچھ مطمئن ہوا تو وہ اٹھ کے بالکونی میں آ گئی۔ باہر اداسی کی گہری چادر اوڑھے خاموشی کائنات پہ راج کر رہی تھی۔ اس کی نظر سنسان سڑک پہ دور سے آتی ایک بچی پہ پڑی۔ سرخ میلے فراق میں ملبوس وہ گلابی گڑیا جیسی بچی کاندھے پہ کوڑے سے بھرا مٹیالی سی رنگت کی بوری تھامے ہوئے تھی۔ چھوٹے سے زرد دوپٹے کے ہالے میں اس کی سپید رنگت زرد پڑ رہی تھی۔ زرد اوڑھنی جگہ جگہ سے پھٹی تھی یہ ہی حال اس کی خستہ حال فراک کا تھا۔ اس کے کمرے کی بالکونی گھر کی پچھلی طرف والی سڑک پہ کھلتی تھی۔ علی الصبح کے وقت کی وجہ سے اکا دکا لوگ سڑک سے گزر رہے تھے۔ بچی اس کی بالکنی کے عین نیچے بیٹھ گئی تھی۔ اندھیرے

www.paksociety.com

پہ حاوی ہوتی سپیدی میں آسمان پہ ٹمٹماتے ستارے پر نظر جمائے وہ لڑکی سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

"اللہ تعالیٰ..... یہ گھر پتا نہیں کس کا ہوگا۔ کتنا پیارا گھر ہے ناں۔ لوگ بھی کتنے امیر ہوں گے۔ کینسر جیسی بیماری تو امیر لوگوں کو لگتی ہے ناں میری اماں کو کیسے لگ گئی۔ آپ تو جانتے ہیں ناں وہ تو میری طرح کوڑا چنتی ہے۔ ہم کیسے کروائیں یہ مہنگا علاج۔" ننھی سی شازیہ اب ایک نظر سنسان پڑی سڑک اور ترتیب سے کھڑی شاندار مگر کم رقبے پہ بنی ہوئی کوٹھیوں کو دیکھ کے مٹیالی سی بوری میں سے ادھ کھائے گلے سڑے پھل نکال رہی تھی اس کوشش میں وہ تھیلے میں سے کئی چیزیں بکھیر بیٹھی تھی۔ ادھ کھائے کیلے کو ہاتھ میں لیتے اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔ انیلہ کی آنکھیں دنگ رہ گئیں۔

"ڈاکٹر..... کہتی ہے امی کو روز ایک ہزار کا ٹیکہ لگے گا۔ یہ نہیں بتاتی کون لگوائے گا۔ ابا تو نشے کے ہاتھوں مر گیا اور ایک ہزار..... اللہ تعالیٰ ایک ہزار تو اتنے زیادہ پیسے ہیں کہ میں نے کبھی اکٹھے دیکھے بھی نہیں۔ اب امی کو ٹیکہ کیسے لگواؤں یہ آپ سوچ کے بتانا۔" ہوا کے دوش پہ اڑتی سرگوشی گویا انیلہ پہ آگہی کے نئے در کھول رہی تھی۔ وہ جس خود ساختہ دکھ کا ماتم منانے میں خود فراموشی کی کیفیت میں گھر گئی تھی وہ دکھ تو کسی ننھی التجا سے بہت ہی کم تھا۔ اس نے حیرت سے ادھ کھایا کیلا رغبت سے کھاتی بچی کو دیکھا۔ جو اپنا غم اللہ سے کہہ کے گویا مطمئن ہوگئی تھی۔

انیلہ گویا فیصلہ کن انداز میں بالکونی سے ہٹی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اپنے پرس سے ہزار کا نوٹ گھسیٹتی وہ بالکونی سے نیچے پھینک گئی اور جھٹ اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔ نوٹ شازیہ کی بکھری ہوئی چیزوں پہ گرا تھا۔ شازیہ نے آنکھیں مل کے دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کے چاروں طرف کسی ذی روح کو ڈھونڈا پھرنا کام ہو کر اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔

"اللہ تعالیٰ جی امی کہتی تھی آپ کبھی نا کبھی ضرور سنتے ہو مگر آج آپ میری واقعی سن لو گے مجھے اندازہ نہیں تھا۔ شکریہ اللہ جی میں آج ڈاکٹر بی بی کو گھر لے جاؤں گی شکریہ اللہ جی۔" وہ باقی گلے سڑے پھل تھیلے میں رکھتے ہوئے تیز قدموں سے چلتی ایک طرف کو مڑ گئی۔

اس بچی کے لہجے کی کھنک جیسے انیلہ کو یک گونا اطمینان بخش گئی تھی۔ یوں جیسے سارے وہم سارے دکھ سارے وسوسے کہیں جا سوئے ہوں۔ اس دن اس نے کافی دن بعد گھر پہ کھانا پکایا تھا۔ کام والی کے سر پہ کھڑے ہو کر صفائی کروائی تھی۔ اب فریش ہو کر عاصم اور فائق کا انتظار کر رہی تھی۔ عاصم فائق کو گھر چھوڑنے آتا تھا پھر لنچ کر کے آفس جاتا تھا۔ کچھ عرصے سے یہ روٹین بدل گئی تھی۔ وہ فائق کو اسکول سے گھر لاتا پھر باہر سے کھانا لاتا دونوں باپ بیٹا لنچ کرتے پھر کچھ دیر آرام کے بعد آفس چلا جاتا لیکن جب فائق عاصم کی مصروفیت کی وجہ سے اکیلا اسکول سے آتا تب سارا دن بھوکا ہی پھرتا رہتا۔ وہ اپنے بیٹے کی مجرم تھی اپنے جنون میں وہ اس معصوم پہ ظلم روا رکھے ہوئے تھی۔

"چل بھئی میرا شیر جلدی سے منہ ہاتھ دھو لے پھر میں تمہارے لیے لنچ لاتا ہوں۔ کیا کھائے گا آج میرا بیٹا۔" عاصم فائق کا بیگ تھامے اس سے باتیں کرتا لاؤنج میں داخل ہوا۔

"لزانیہ کھاؤں گا آج میں۔ ریسٹورینٹ والے ماما جیسا مزے دار لزانیہ تو نہیں بناتے پھر بھی اچھا ہوتا ہے۔" بجھے لہجے میں کہتا فائق کچن میں سب سنتی انیلہ کو دکھی کیے دے رہا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے آج باہر سے کھانا لانے کی۔ میں نے کھانا پکا لیا ہے جلدی سے فریش ہو جاؤ تم لوگ میں کھانا لگاتی ہوں۔" آنکھ کا کنارہ شہادت کی انگلی سے صاف کرتی انیلہ نے لاؤنج سے ملحقہ کچن سے نکلتے ہوئے گویا ان دونوں کو حیران کر دیا تھا۔

"ماما..... آپ کو کیسے پتا لگا کہ آج میرا لزانیہ کھانے کا موڈ ہے؟" رغبت سے کھاتے فائق نے اس سے پوچھا تو عاصم کی پلیٹ میں بریانی سرو کرتے اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ اتری۔ عاصم نے تفکر سے اس کا پھیکا پڑتا چہرہ

www.pakistanipoint.com

دیکھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا فائق، تمہارا فیورٹ تھا اس لیے بنایا۔ ورنہ میں تو اپنے جنون میں سب کچھ بھولی ہوئی تھی۔ مجھے معاف کرنا میرے بیٹے۔" بے اختیار امڈ آتے آنسوؤں پہ اس بار اس نے کوئی بند باندھنے کی کوشش نہیں کی۔

"ریلیکس انیلہ..... تمہاری کوئی غلطی نہیں ان دنوں حالات نے ہی عجیب رخ بدل لیا ہے۔ بس تم اب حالات کا یونہی ڈٹ کے مقابلہ کرنا۔ دیکھنا سب ٹھیک ہو جائے گا۔" عاصم تسلی آمیز لہجے میں کہتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ماما..... میں نے آپ کو افسردہ کر دیا ناں۔ چلیں میں آپ کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتا ہوں۔" فائق نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس کی پلیٹ میں بریانی منتقل کی اور اس کے ہزار منع کرنے کے باوجود اسے کھلانے لگا۔ ملال پھر اس کے دل کو کچوکے لگانے لگا۔ اس کا معصوم بیٹا کیسے اس کی ذرا سی توجہ پہ کھل اٹھا تھا۔ آج کئی دن کے بعد ان کے گھر میں ہنسی اور باتوں کی آواز گونجی تھی۔ تب ہی اس کا سیل فون بج اٹھا۔ دوسری طرف کی بات سن کے فون رکھتی انیلہ جیسے حیران رہ گئی تھی۔

"کیا ہوا انیلہ..... خیریت تو ہے، کس کا فون تھا؟" اس کے گم صم ہو جانے پہ قدرے متفکر انداز میں دیکھتے عاصم نے پوچھا تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

"کمال انکل کے بیٹے فرحان کی کال تھی۔ کمال انکل کو ہوش آگیا ہے۔ تم نے سنا عاصم، وہ کومے سے باہر آگئے ہیں۔ اللہ نے معجزہ کر دیا۔ اب ہم یہ کیس نہیں ہاریں گے۔" خوشی سے کھنکتے لہجے میں کہتی وہ بیڈ روم کی طرف بھاگی۔ کچھ ہی لمحوں میں وضو کیے وہ رب کے حضور سجدہ شکر ادا کر رہی تھی۔

❁.......❁.......❁.......❁

دوسرے دن انیلہ اس بچی کا پیچھا کرتی اس جھگی تک جا پہنچی جہاں کسمپرسی کے عالم میں خستہ حال چارپائی پر پڑی عورت حقیقت میں موت سے زندگی کی جنگ لڑ رہی تھی۔

انیلہ کو اس کی حالت دیکھ کر دکھ پہنچا اور اس نے دل میں اس کی مدد کرنے کی ٹھان لی تھی۔ اب اس کا معمول بن گیا تھا وہ گاہے بگاہے کچھ دوائیں اور کچھ موسم کے کپڑے لیے وہاں آتی تھی۔ اس عنایا پہ تشکر سے بھیگتی بختاں کی آنکھیں گویا اس کے دل سے تمام غم چرا کے لے جاتے تھے۔ بے شک رب کی بے کس مخلوق کی مدد کرنے پہ وہ معجزے بھی ہو جاتے ہیں جن کی انسان امید چھوڑ چکا ہوتا ہے۔

دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ فیس بک پہ ایک کمپین چلائی۔ مخیر حضرات کو بختاں اور شازیہ کی جھگی تک پہنچانے کا جیسے تہیہ کر لیا۔ اللہ نے اس کی لاشعوری میں کی گئی نیکی کے انعام کی صورت ان کی واحد امید کمال یزدانی کو اندھیروں کی دنیا سے ہوش و خرد بخشا تھا۔ اللہ اس کی دانستہ کی گئی نیکی کو نا جانے کتنے رنگ لگانے والا تھا۔ یہ سوچ کے ہی اس کا دل سرشار ہو جاتا۔

وہ یہ سوچ کے خوش ہو رہی تھی کہ کمال انکل کے پاکستان آتے ہی وہ ان سے اصل کاغذات لے کر عدالت میں جمع کروا کے کیس کا رخ اپنی طرف موڑ لے گی مگر وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ زندگی ابھی اس کے لیے مزید سرپرائز لیے منتظر ہے۔

❁.......❁.......❁.......❁

وہ معمول کا عام سا دن تھا جب ڈور بیل بجنے پہ اس نے دروازہ کھولا اور سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ کے حیران رہ گئی۔ اس کے سامنے اپازولا کی کیئر ٹیکر فیروزاں بی کھڑی تھی۔ وہ فیروزاں بی جن کی گود میں اس نے پرورش پائی تھی۔ انیلہ کافی دیر ان کے گلے لگ کے روتی رہی پھر انہیں لیے اندر آگئی۔

"بیٹی بڑی مشکل سے تمہارا گھر ملا ہے اللہ بھلا کرے حفیظ کا جس نے مجھے تمہارا ایڈریس دیا۔ تم تو جانتی ہی ہو گی اس مکار عورت نے سب نوکروں کی چھٹی کروا دی تھی۔" اس کا دیا کولڈ ڈرنک کا نفیس سا گلاس تھامتی فیروزاں بولی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"جی فیروزاں بی مجھ سے وفاداری کی سزا اس نے آپ سب کو دی مگر دیکھیے گا وہ پھر بھی کچھ حاصل نہیں کر پائے گی۔" آنکھوں کی پتلیوں میں عزم کے پہاڑ سمیٹے وہ ان سے مخاطب تھی۔

"اس جیسی مطلب پرست عورت کو کچھ ملنا چاہیے بھی نہیں۔ جس طرح اس نے ہائی بلیڈ پریشر کے مریض ایاز صاحب کو بیماری کی حالت میں دوا دینے کی بجائے کمرے میں بند کر دیا تھا۔ وہ ہی ذمہ دار تھی ایاز صاحب کے فالج کی بھی اور میں نے تو یہ تک سنا تھا کہ وہ ایاز صاحب کو سلو پوائزن دے رہی ہے۔" نفرت انگیز لہجے میں کہتی فیروزاں کے لہجے میں دکھ تھا۔

"یہ آپ سے کس نے کہا فیروزاں بی؟ پاپا کو تو ہارٹ اٹیک ہوا تھا ناں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انہیں زہر دیا جاتا رہا ہو اور کسی کو خبر بھی نا ہو؟" متورم آنکھیں ان پہ جما کے وہ متعجب سی سوال کر گئی۔

"ایسا ہی ہوا ہے میری بچی، وہ فون پہ کسی کو بتا رہی تھی میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا۔ اس سے جو ابد ہی بھی کی تھی مگر اس نے مجھے نوکری سے نکال دیا۔ مجھ غریب کی بھلا کون سنتا سو میں نے بھی چپ سادھ لی۔" وہ گلوگیر لہجے میں بتاتی چلی گئیں جبکہ انیلہ کی آنکھیں غیر مرئی نقطے پہ ساکت تھیں۔

"فیروزاں بی..... انسان کتنا عجیب ہوتا ہے ناں۔ اس دولت جائیداد کے پیچھے انسان سے زندگی تک چھین لیتا ہے جس کا ایک زرہ بھی قبر میں نہیں لے جا سکتا۔ انسان جانتا بھی ہے کہ اس جہاں کی دولت روپیہ پیسہ اس جہاں کی طرح ہی فانی اور بے مصرف ہے پھر بھی اسے انسان سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے۔" اس کے ٹوٹے پھوٹے درد سے چور لہجے پہ فیروزاں بی کافی دیر اس کا حوصلہ بندھاتی رہیں مگر باپ کی وفات کا زخم نئے سرے سے تازہ ہو گیا تھا۔ یہ تکلیف اتنی جلدی نہیں ختم ہونے والی تھی۔

دو دن کے اندر کمال یزدانی بھی اصل کاغذات لے کر آ گئے تھے جس کی رو سے ایاز ملک کی ساری جائیداد انیلہ عاصم کے نام تھی۔ درحقیقت وہ بہت پہلے فضیلت کی نیت جان گئے تھے۔ سو کمال یزدانی کو بلا کے ساری جائیداد اپنی بیٹی کے نام کر دی تھی۔ کمال یزدانی بہت عرصہ اسے ڈھونڈتے رہے پھر اپنے بیٹے کے پاس لندن چلے گئے۔ جہاں ایک ایکسیڈنٹ کے بعد وہ کومے میں چلے گئے تھے۔ وقت نے انہیں امانت حق دار تک پہنچانے کا موقع دیا تھا وہ اپنی حالت کو خاطر میں لائے بنا پاکستان آ گئے تھے۔

آج وہ اپنا کیس جیت کے سرخرو ٹھہری تھی۔ فضیلت پہ ایاز صاحب کا قتل بھی ثابت ہو گیا تھا۔ سو فضیلت کو فی الفور گرفتار کر کے عمر قید کی سزا سنا دی گئی تھی۔ آج اسے وہ سب مل گیا تھا جس کی اسے چاہت تھی۔ درحقیقت رب اس چاہت کو اس طرف موڑ چکا تھا جو رب قادر کی چاہت تھی۔ کچھ ہی ماہ میں ایاز ولا کے باہر لگا "دارالسکون" کا بورڈ ہر بے ٹھکانہ کا مسکن بن گیا تھا۔ اس کے پاپا کا بزنس ان کے قابل بھروسہ منیجر آفاق صاحب سنبھال رہے تھے۔ اسی بزنس سے "دارالسکون" این جی او اور اسکول چلتا تھا۔ جس کی نگرانی انیلہ اور عاصم خود کرتے تھے۔ اللہ نے عاصم پہ بھی جیسے عنایتوں کے سب در کھول دیئے تھے۔ ان کے رزق میں ان کی آمدن میں اتنا اضافہ ہو گیا تھا کہ وہ خود ایک ہاسپٹل تعمیر کروا رہے تھے۔ انیلہ نے جب سے راز زندگی پایا تھا تب سے سکون اور اطمینان جیسے اس کی میراث بن گیا تھا۔ بے شک انسان کو اس کا عمل پلٹ کے ملتا ہے خواہ وہ دھوکے کی صورت میں ہو۔

www.naeyufaq.com

قسط نمبر 5

نسلوں کے اس سفر میں

اُم ایمان قاضی

مسافر تو بچھڑتے ہیں رفاقت کب بدلتی ہے
محبت زندہ رہتی ہے، محبت کب بدلتی ہے
تمہی کو چاہتے ہیں اور تمہی سے پیار کرتے ہیں
یہ ہے برسوں کی عادت اور عادت کب بدلتی ہے

''اور میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ میں شادی کروں گا تو صرف اور صرف مریم سے، رونہ نہیں کروں گا۔'' ابتہاج ملک اپنی ماں کو حیران چھوڑ کر جا چکے تھے جو کہ مریم اور شائستہ کی سگی پھوپو تھیں۔ دل سے شائستہ کو پسند کرتی تھیں اور بہو بنانے کی خواہاں تھیں کہ کم و بیش اپنی ماں جیسی عادات و فطرت رکھتی ہیں، کچھ ماحول بھی ایسا ہی ملا تھا سسرال کا کہ شائستہ ان کو اس سانچے میں ڈھلی ہوئی لگتی جو انہوں نے اپنی بہو کے لیے سوچ رکھا تھا۔ دبے دبے لفظوں میں شائستہ کی شرم و حیا اور ڈھکے چھپے انداز پر ناگواری کا اظہار کرتا بیٹا اب کھل کر میدان میں آ گیا تھا جب سے ماموں زاد مریم کو پسند کے مطابق پایا تھا۔ یونیورسٹی کا طالب علم ابتہاج ملک تو باقاعدہ ماں کے ساتھ بحث پر اتر آیا تھا کہ چھوٹے بچوں کے قبل از وقت آپس میں رشتے جوڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے، کیا پتا دوسرا اس کے معیار اور پسند پر اتر سکے یا نہ اتر سکے..... بس ماں باپ کی بات رکھنے کو عمر بھر ناپسندیدگی کا بوجھ ڈھوتا رہے۔ اس کے نزدیک تو یہ بات ہی غلط تھی کہ اگر وہ ماموں کی بیٹی کو ٹھکرانے اور دوسری کو اپنانے کی بات کر رہا تھا جبکہ پھوپو کی تو راتوں کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ کیسے وہ یہ بات اپنے منہ سے نکال سکتی تھیں کہ وہ مدفون ہی ان کے بھائی کی اولاد تھیں اور شائستہ کی اپنے بیٹے سے دلی وابستگی سے بھی واقف تھیں۔ دبے دبے لفظوں میں اپنے شریک حیات سے ذکر کیا تو وہ پورے کے پورے اپنے بیٹے کے ہم نوا بن گئے تھے کہ ان کو بھی اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آ رہی تھی کہنے کو تو دونوں ہی بھتیجیاں ہیں۔

''مجھے تو اس کی خواہش سے کوئی مسئلہ نہیں ہے ابتہاج کی ماں۔ آپ خود سوچیں کہ جس نے زندگی گزارنی ہے اگر زندگی کا ساتھی ہی اس کی پسند کا نہیں ہے تو فائدہ آپ صاف صاف جا کر اپنی بھابی کو یہ بات بتا دیجیے اور مریم کا رشتہ طلب کر لیجیے۔'' انہوں نے کمال اطمینان سے کہا۔ سعیدہ پھوپو دکھ سے اپنے نصف بہتر کو دیکھ کر رہ گئیں۔

''آپ کے نزدیک اتنی ہی آسان بات ہے یہ..... شائستہ پر کیا گزرے گی آپ نے سوچا ہے اور پہلے تو میں ایسی کوئی حماقت نہیں کرنے والی آپ کے بیٹے کی بے وقوفی میں اس کا ساتھ دے کر، بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو کیا قیامت ٹوٹے گی میرے بھائی کے گھر پر..... میں تو آپ کے پاس یہ فریاد لے کر آئی ہوں کہ خدارا اپنے بیٹے کو سمجھائیں کہ چھ دے یہ فضول کی ضد اور اس بات کو یہیں دل ہی میں دفن کر لے مرد ذات تو ویسے بھی ڈال ڈال پھرنے والے بھنورے

طرح ہوتا ہے۔ کسی کی ہنسی پسند آ گئی تو کسی کا رکھ رکھاؤ اب سب سے شادی تو نہیں ہو سکتی ناں؟ اس عمر میں ہر نئی اور انوکھی چیز لبھاتی ہی ہے۔ فوراً اس کی شادی کر دیتے ہیں۔ دیکھئے گا کتنی جلدی یہ سب بھول بھال جائے گا اور آنے والے دنوں میں بیٹھ کر اپنی بے وقوفیوں پر ہنسے گا مجھے پتا ہے وہ آپ کی کتنی سنتا ہے' آپ بات کریں گے ناں اس سے..... سمجھائیں گے ناں؟'' وہ التجائیہ انداز میں بولیں۔

''دیکھو سعیدہ..... یہ کسی کپڑے کی یا کتاب کی بات نہیں ہو رہی۔ زندگی بھر کے ساتھ کا سوال ہے' آپ کہتی ہیں تو میں اس سے بات کر لوں گا لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ آپ کی بات پر راضی ہوگا۔ اسے شروع سے ہی اس رشتہ پر اور آپ کی بھتیجی کے انداز و عادات پر اعتراض تھا۔ میں کہتا رہا آپ سے کہ پھر سوچ لیں مگر نہیں آپ کی ایک ہی ضد تھی کہ نہیں میری بھتیجی اتنی خوب صورت ہے کہ وہ اس کو نظر انداز کر ہی نہیں سکتا اور اتنی خوب صورت اور سمجھ بوجھ رکھتی ہے کہ اسے اپنا بنا لے گا دیکھ لیں اب..... میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ ہمارا وقت اور تھا بچے ماں باپ کی مرضی کے مطابق ان دیکھے' ان چاہے رشتوں میں بندھ بھی جاتے تھے' رشتے نبھ بھی جاتے تھے میں اپنے بیٹے کے ساتھ کسی قسم کی زور زبردستی نہیں کروں گا یہ بات آپ اپنے ذہن میں بٹھا لیں۔'' انہوں نے صاف صاف جواب دے دیا تھا۔ سعیدہ پریشانی میں گھر گئی تھیں اور ایک بار پھر ابتہاج ملک سے بات کرنے کی ٹھانی مگر ہر قسم کا سمجھانا' قسمیں' منت و ترلے سب بیکار گیا تھا۔ اس لڑکی کی ایک دو ملاقاتوں کا سحر ابتہاج ملک پر اتنا حاوی تھا کہ ایک عرصہ سے جڑے بندھن کو وہ لمحوں میں توڑنے کے لیے تیار تھے۔ آخری قسم سعیدہ بیگم نے اپنا مرا منہ نہ دیکھنے کی دی تھی' ابتہاج ملک بغیر کچھ کہے چپ چاپ بیگ اٹھا کر واپس ہاسٹل چل دیئے تھے۔

مومنہ کی حالت اب کچھ بہتر تھی مگر وہ خاموش تھی، بالکل خاموش..... اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو تکتے ہوئے وہ اب سے کچھ دیر پہلے پیش آنے والے واقع کے بارے میں سوچ رہی تھی، درمیان میں منتہا کا چہرہ دھیان کے صفحے پر ابھرتا تو جسم و جان کو کاٹتی ہوئی اذیت محسوس ہوتی تھی۔ زندگی بھی کیسی بے یقین اور بے ثبات ہے، اپنے پلو میں انسان کے لیے ایسے ایسے راز چھپا کر پھرتی ہے جن کا کبھی وقوع پذیر ہونا تو ایک طرف تصور میں بھی گمان نہیں ہوتا اور وقت آنے پر زندگی ایک ایک کر کے وہ سارے راز افشاں کرتی چلی جاتی ہے۔ اس چیز سے قطع نظر کہ ان سربستہ رازوں کا افشا ہونا انسان کی زندگی میں کیسے کیسے بھونچال لے آتا ہے جو اسے پٹخ کر کبھی زمین کی دھول چٹا دینے پر مجبور کر دیتے ہیں تو کبھی اڑ کر آسمان کو چھو لینے کا موقع فراہم کرتے ہیں..... بس قدرت نے جس کو جو کام تفویض کر رکھا ہے وہ اس نے ہر صورت انجام دینا ہے اور زندگی وقت مقررہ پر وہ سارے ذائقے انسان کو چکھاتی ہے جو اس کے ذمہ روز ازل سے سونپ دیئے گئے ہیں۔ انسان روئے، تڑپے، ہنسے یا کرلائے اسے ہر صورت ان حقائق کو قبول کرنا پڑتا ہے۔

مومنہ کبھی بھی اماں جہان سے اس قسم کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ جو منتہا کی موت نے اس سے کروائی تھی..... رات اماں جی اس کی گفتگو کو اس کے جذبات اور منتہا کی موت کا ردعمل سمجھی تھیں وہ اس کا حتمی فیصلہ تھا۔ اس نے اماں جی کو ایک بار پھر باور کروایا تھا۔ وہ عمر بھر اس گھر میں واپس نہیں جائے گی جہاں حق کی بات کرنے پر جان لے لی جاتی ہو اور اگر انہوں نے اسے وہاں بھیجنے کی کوشش کی تو وہ یہاں سے کہیں اور چلی جائے گی۔ تب اماں جی نے اپنے رات کے فیصلے پر حتمی مہر لگاتے ہوئے فجر کی نماز کے بعد اپنے بیٹوں اور بہوؤں کو بلوایا اور منتہا کو زہر دینے کی بات پوشیدہ رکھتے ہوئے مومنہ کی ضد اور ردعمل کا حال سناتے ہوئے ایک تجویز سب کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تھا کہ ایان کے متعلق ان کو ایک بار گھر کی کسی لڑکی کے ذریعے پتا چلا تھا کہ وہ مومنہ سے شادی کا خواہاں ہے، اگر ایسا ہے تو وہ آج دن نکلتے ہی ایان اور مومنہ کا نکاح چاہتی ہیں..... سب ہی حیران رہ گئے تھے مگر اماں جی کی بات ان کے بیٹوں کے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ بہویں بھی چپ رہی تھیں، چچا نے ایان کو بلوا کر سب کے سامنے ہی ساری بات رکھ دی تھی اور اس گمبھیر صورت حال کے باوجود اس کے چہرے کے تاثرات اور اقرار نے سب کو باور کروایا تھا کہ اماں جی کو ملنے والی یہ خبر غلط ہرگز نہیں تھی کہ ایان مومنہ کو پسند کرتا تھا۔

''اور اماں جہاں..... وہ مان جائیں گی؟'' تایا جان نے پوچھا۔ اماں جی کے تاثرات بہن کے ذکر پر پتھریلے ہو گئے۔

''فی الوقت میرے نزدیک بچی کی زندگی محفوظ کرنا ہے..... میں انہیں جلد یا بدیر منا لوں گی۔'' انہوں نے کہا۔

''وہ تو سب ٹھیک ہے اماں جی مگر آج شاید یہ وقت اور حالات نکاح کے لیے مناسب نہیں ہیں کل ہی تو خاندان میں ایک جوان جہان جنازہ اٹھا ہے۔'' چچا نے حاضرین پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''اور میں کہتی ہوں کہ آج ہی کا وقت مناسب ہے اگر آج یہ کام نہ ہو سکا تو پھر کبھی بھی نہیں ہو سکے گا کیونکہ کل جو میت والے گھر میں ایک دو چہ میگوئیاں ہوئیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اب منتہا کی جگہ مومنہ کو اس گھر کی دلہن بنا کر بھیجا جائے گا۔ جہاں بات طے ہو چکی تھی اور شادی سر پر تھی، مومنہ نہ تو اس شادی پر راضی ہے نہ ہی اس گھر میں واپس جانے پر۔'' وہ سنجیدگی سے بولیں۔

''نکاح آج ہی ہوگا..... ہاں رخصتی ہم موحد اور شجر کی شادی پر ساتھ ہی کریں گے..... ہو سکتا ہے تب تک وہ لوگ بھی اس رشتے کو قبول کر لیں..... میرا نہیں خیال کہ جب ایان بھی راضی ہے تو کسی کو اس نکاح پر کوئی اعتراض ہونا چاہیے اور اگر

ایان نہ مانتا تو پھر میں اس کا کوئی اور حل ڈھونڈتی مگر یہ طے ہے کہ جب تک وہ بچی چاہے گی یہیں رہے گی۔'' اماں جی کے حتمی انداز پر پھر کوئی اور اعتراض تو نہ کر سکا اور سب خاموش ہو گئے تھے۔ اماں جی نے سب کی خاموشی کو رضامندی جانا اور اماں جہاں کے گھر جانے سے پہلے مومنہ اور ایان کو نکاح کے بندھن میں باندھ دیا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

''مومنہ نہیں ہے گھر میں..... کیا مطلب ہے اس بات کا؟'' تائی سلطانہ کے سر پر جیسے کسی نے بم پھوڑ دیا تھا۔

''گھر میں ہی کہیں ہو گی اور کہاں جانا ہے اس نے..... اماں جہاں کے پاس نہ ہو..... اس کی تو طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی..... وہیں سو گئی ہو گی۔'' انہوں نے وریشہ سے زیادہ جیسے خود کو اطمینان دلایا تھا۔ میت والے گھر پر ان کی نظر تھی کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے وہ سب دیکھ رہی تھیں اور ایسے میں مومنہ ان کو کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ رات کو انہوں نے یہی سمجھا کہ وہ اماں جہاں کے پاس ہو گی کہ جنازے کے وقت حالت غیر ہو گئی تو اسے اماں جہاں کے کمرے میں جا کر لٹا دیا گیا تھا..... وریشہ کے پریشان لہجے میں بتانے پر ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی کہ اماں جہاں کے پاس تو رات فجر سوئی تھی۔

''بہت شکوہ تھا ناں سب کو کہ گھر بھرا ہوا ہے بیٹیوں سے، کیسے ایک دن میں کایا پلٹ دی مالک نے اور ہمارے ہی بول پکڑ میں آ گئے کہ ایک ہی دن میں گھر کیسے خالی ہو گیا ہمارا۔ منتہا مر گئی اور مومنہ بھی.....''

''خیر کا کلمہ منہ سے نکالو آمنہ۔'' تائی سلطانہ نے ابھی ابھی کمرے میں آئی آمنہ کو ٹوک دیا۔

''اماں جہاں کہاں ہیں؟'' انہوں نے پریشانی سے سوال کیا۔

''فجر بتا رہی تھی کہ بی پی ابھی بھی ہائی ہے ان کا..... اجمل بھائی نے ناشتا کرا کے دوائی دی ہے۔ اب سو رہی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ کوشش کریں کہ ان کو مکمل ریسٹ کرنے دیں، تعزیت کرنے والی خواتین ان سے نہ ملیں..... طبیعت زیادہ خراب ہونے کا خطرہ ہے۔'' آمنہ نے افسردگی سے کہا۔

''اچھا تم لوگ جلدی جلدی سب کچھ سمیٹ کر مردوں کو ناشتا دے دو..... رات بھی کسی نے کچھ نہیں کھایا۔ ابھی لوگوں کا پھر سے تانتا بندھ جانا ہے، میں ذرا مومنہ کو خود دیکھ لوں، تم لوگ کسی سے اس بارے میں کوئی بات مت کرنا۔'' وہ دونوں بیٹیوں کو ہدایات دیتی ہوئی شدید پریشانی کے عالم میں نکلیں مگر مومنہ گھر میں ہوتی تو ان کو ملتی..... گھر میں کمرے ہی کتنے تھے، ایک ان میاں بیوی کے تصرف میں تھا۔ دوسرا چھوٹا کمرہ اجمل کے زیر استعمال تھا اور سب سے آخری کمرہ لڑکیوں کے لیے مخصوص تھا۔ اماں جہاں کا کمرہ گھر کی دوسری جانب تھا جو کئی سال پہلے کمرے پر مشتمل ایک چھوٹا سا پورشن تایا نے ان کو تعمیر کرا دیا تھا۔ جس میں چھوٹا سا ایک کچن بھی تھا۔ اٹیچڈ باتھ کے ساتھ وہ کمرہ ایک کھلے سے ہال میں بنوایا گیا تھا۔ جہاں پر اماں جی آنے والی عورتوں سے ملتیں، ان کے مسئلے مسائل کے لیے وظائف بتاتیں، ہفتہ میں ایک بار درس کا اہتمام بھی ہوتا اور یہ سارے انتظامی کام عنایت بی سنبھالتی تھیں۔

سوچ سوچ کر سلطانہ تائی کا دماغ پھٹنے کو تھا کہ آخر کو مومنہ گئی تو کہاں گئی، اس کی تو منتہا کے علاوہ کسی سے دوستی ہی نہ تھی، اور وہ حد درجہ فرماں بردار، سمجھدار اور کسی حد تک بزدل لڑکی تھی۔

''یا میرے مالک، ہم بہت کمزور ہیں، تیری کسی آزمائش کے قابل نہیں ہیں، ہم پر اپنا کرم فرما دے۔'' انہوں نے دل ہی دل میں دعا کی اور ایک چکر چچا کے کمرے کا لگا یا جہاں تایا اور اجمل افسردہ سے ناشتا زہر مار کر رہے تھے۔ تائی سلطانہ سے مومنہ کی گمشدگی کی خبر ان کو سنائی نہ جا سکی۔

''مومنہ کی طبیعت کیسی ہے اب؟'' تایا کے پوچھنے پر وہ گڑبڑائیں۔

''ٹھ..... ٹھیک ہے، بہتر ہے اب۔'' انہوں نے ہکلا کر جواب دیا۔ تایا جان گھر کے انتظام سے لے کر بیٹیوں کی

Waqar Azeem
www.paksociety.com

تربیت تک کے سارے مراحل اماں جہاں کو سونپ کر ہر قسم کی فکرات سے آزاد تھے۔ ان کا جتنا وقت کاروبار میں گزرتا سو گزرتا اس کے بعد نماز کے لیے مسجد جاتے یا پھر اپنے کمرے میں بند اسلامی کتب کے مطالعہ میں وقت گزار دیتے۔ بچوں سے تعلق ایک واجبی سا تھا۔ جس میں وہ شام کو ان کو کھانا آ کر دیتی اور ان کا ٹھیک ہو؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، کہنا ہی مومنہ کے لیے کافی ہوتا تھا..... نہیں تایا ابا! کچھ نہیں چاہیے..... کہہ کر وہ واپس لوٹ آتی..... تائی سلطانہ الٹے قدموں وہاں سے نکل آئیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

اماں جی اپنے پورے خاندان کے ساتھ اماں جہاں کے گھر پہنچیں..... مومنہ کے پاس شیرہ اور آیت کو چھوڑ آئی تھیں..... مرد بھی سارے ہی آئے تھے اور مردانے میں تھے..... اماں جی نے اماں جہاں کی غیر موجودگی کی وجہ دریافت کی کیونکہ وہ جلد از جلد ان کو مومنہ کے بارے میں بتانا چاہتی تھیں مگر پتا چلا کہ ان کی طبیعت بہت خراب تھی اور وہ دواؤں کے زیر اثر سو رہی ہیں۔

''فجر..... سب ٹھیک تو ہے ناں؟ مومنہ نظر نہیں آ رہی؟'' فجر نے جیسے ہی سپارہ پڑھ کر واپس اپنی جگہ پر رکھا اور اماں جی کے برابر آ کر بیٹھی، انہوں نے سرگوشی کی۔

اس کی طبیعت بہت خراب تھی..... تیز بخار بھی تھا..... شاید سوئی ہوئی ہے۔ اماں جہاں کا بھی بی پی رات سے بہت ہائی ہے۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔ اماں جی ''ہمم'' کر کے رہ گئیں۔ جان گئیں کہ ابھی نہ تو فجر کو مومنہ کی گمشدگی کا پتا ہے نہ ان کی بہن کو..... انہوں نے طائرانہ نظر سارے گھر میں دوڑائی پھر وہ عورتوں کے درمیان افسردہ بیٹھی تائی سلطانہ کی بے چینی بھانپ گئیں۔ افسردگی کے علاوہ ان کے چہرے پر شدید پریشانی کا تاثر تھا اور ذرا سا غور کرنے پر ان کو آمنہ اور وریشہ کا بار بار اندر جانا اور پھر آپس میں کھسر پھسر کرنا بھی نظر آ گیا تھا۔

''تو سلطانہ کو بتا دینا چاہیے.....'' انہوں نے پرسوچ انداز میں سلطانہ تائی کے چہرے پر نگاہ کی اور دل ہی دل میں ایک حتمی فیصلہ کر کے مطمئن ہو گئیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

''میں اندر آ سکتا ہوں؟'' اس نے کھنکھار کر شیرہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ ابھی اس نے شیرہ کو کچن میں جاتے دیکھ کر اسے خیال آیا تھا۔ بڑے آج ہی تو اس کے نام کے ساتھ جوڑ کر اس کے سارے جملہ حقوق اس سے منسلک کر گئے تھے۔ وہ ابھی اماں جہاں کے گھر سے واپس آیا تھا کہ اسے ایک ضروری فائل آفس پہنچانی تھی، باقی لوگ ابھی وہیں تھے۔ ہلکی سی دستک دے کر وہ کمرے میں چلا آیا۔ مومنہ تکیوں کے سہارے نیم دراز نڈھال سی لیٹی تھی۔ اسے دیکھ کر دوپٹا ٹھیک کرتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ ایان نے کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے قریب رکھی اور اس پر براجمان ہو گیا۔

''کیسی طبیعت ہے اب؟''

''بہتر ہے۔'' جواب دیتے ہوئے اس کی آواز گھبرائی۔ نظریں جھائے جھکائے وہ دھیمی آواز سے بولی۔

''مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔''

''بات تو مجھے بھی تم سے کرنا تھی لیکن پہلے تم بولو..... میں سن رہا ہوں۔'' وہ نرمی سے بولا۔

''میں..... بہت ڈر گئی تھی منتہا کی موت سے.....'' منتہا کے نام پر اس کی آواز بھرائی اور گلا رندھ گیا۔

''یہ تو طے تھا کہ مجھے اب وہاں کبھی نہیں جانا۔'' وہ خود پر قابو پا کر بولی جبکہ وہ خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔

''میرا واحد رشتہ جس میں ہر رشتہ چھپا تھا۔ اپنی موت کے ساتھ ہی لے گیا سب کچھ..... اس ایک منتہا کے ساتھ

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

میرے سارے رشتے مر گئے، دوست کا، ماں کا، بہن کا..... مجھے لگا میں وہاں رہی تو اپنے ساتھ کچھ غلط کر بیٹھوں گی اور میں حرام موت نہیں مرنا چاہتی تھی، اس لیے بغیر کسی منزل کا سوچے سمجھے وہاں سے نکل آئی پھر آپ کے گھر کی گاڑیاں باہر نظر آئیں تو نہ جانے کیا سوچ کر میں نے گاڑی کو دیکھا، اس کا ڈور لاک نہیں تھا۔ چھوٹی دادی کا شفیق چہرہ ذہن میں آتے ہی میں اس میں بیٹھ گئی اور جب آپ اور شیرہ گاڑی میں بیٹھے تو میں نیچے بیٹھ گئی تھی پھر چھوٹی دادی نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ وہ بالکل ویسی ہی ہیں جیسی میں نے توقع کی تھی..... مگر وہ ایسا کریں گی میں نے کبھی سوچا تھا نہ چاہا تھا..... میں یوں کسی کے سر پر زبردستی مسلط نہیں ہونا چاہتی تھی۔ آپ نے، گھر والوں نے کیا سوچا ہوگا میرے بارے میں کہ میں ایسی لڑکی ہوں..... یقین کریں میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا میں....." وہ رو دی۔

"خاتون..... اپنے یہ سارے مفروضے اور خیالات اپنے پاس محفوظ رکھیے اور یہ رونا دھونا چھوڑ کر دو منٹ میری بات سن لیجیے۔ اس میں آپ کا بھی بھلا ہوگا اور میرا بھی۔" وہ گھبرا کر بولا تو مومنہ نے اپنا چہرہ صاف کیا۔

"تم کسی کے سر پر مسلط نہیں کی گئی ہو..... ہمارا ایک ہونا ازل سے طے تھا یہ بات تو میں پورے ایمان سے کہتا ہوں ہاں حالات و واقعات جنہوں نے ہم دونوں کو اس رشتے میں باندھا وہ تھوڑے مختلف ضرور ہیں اور میں تو اللہ کی اس مہربانی کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ میرے دل میں چھپی میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی جسے شجر نہ جانے کب اور کیسے بھانپ گئی تھی کو مالک ایسے پورا کرے گا، میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اماں جی نے ایسے ہی یہ رشتہ نہیں جوڑا، ان کو شجر میری تم سے شادی کی خواہش کے متعلق بتا چکی تھی..... میں اگر کوشش بھی کرتا تو اس میں ہو سکتا ہے کئی لوگ مخالف ہوتے، کئی تلخ رویوں کا سامنا کرنا پڑتا جیسے حالات ان دو گھروں کے ہمیشہ رہے ہیں کامیابی کے چانسز بہت کم تھے اور یہی چیز مجھے ہمیشہ گھر میں بات کرنے سے روک دیتی تھی..... سوچتا تھا کہ جیسے ہی عبدالحنان اور شیرہ کا معاملہ حل ہوگا میں فوراً اپنی بات کروں گا مگر میرے مالک نے میرے دل کی خواہش ایسے پوری کی کہ مجھے تو حیران ہونے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ اس لیے اپنے چھوٹے سے دماغ پر زور مت ڈالو اور مت خود کو تھکاؤ تم مجھ پر یا اس گھر پر زبردستی مسلط کی گئی ہو بلکہ یہ سوچ کر خوش رہو کہ تم کسی کی اچھے وقت میں مانگی جانے والی دعا ہو جو مالک نے میرے کسی اچھے کام کے صلے میں پوری کر کے مجھے شکر گزار ہونے کا موقع دیا ہے۔" اس کے رسان سے کہنے پر مومنہ نے بے یقینی سے اس کو دیکھا۔ ذہن نے منتہا سے ہٹ کر کچھ سوچا تو موجودہ صورت حال اور اپنا اور اس کا رشتہ سوچتے ہی اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا اور ہاتھ پسینے سے تر ہو گئے۔

"کک..... کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"نہیں یقین آتا تو میری طرف دیکھو اور میری آنکھوں میں دیکھو، ایک لمحے میں ہی اپنی حیثیت اور مقام وہاں دیکھ لو گی۔" وہ بے حد محبت سے گویا ہوا۔

"اب تم میری ہو مومنہ..... پہلے میری محبت تھیں، اب میری ذمہ داری بھی ہو، تمہاری ہر خوشی میری خوشی، تمہارا ہر دکھ میرا دکھ ہے..... میں وعدہ نہیں کرتا قبل از وقت کسی بھی بات کا لیکن یقین دلاتا ہوں کہ بہت جلد میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گا..... یہاں اب تم میرے حوالے سے ہو اور کوئی تمہیں کبھی بھی نہ تو ان چاہا سمجھے گا نہ احساس دلائے گا۔"

"ارے تم کب آئے اور چوری چوری کیا پٹیاں پڑھا رہے ہو ہماری معصوم سی بچی کو؟" شیرہ چائے لے کر آئی تو دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر کھلکھلا کر بولی۔ وہ دونوں ہی ایک ٹرانس سے باہر آئے۔

"بس ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں اور یہ اب آپ کی معصوم بچی نہیں ہے صرف، مجھ سے ہی ایک مضبوط رشتہ جڑ گیا ہے ان کا اس لیے مجھے مت ڈرائیں آپ۔"

”ارے واہ..... کیا بات ہے بھئی مومنہ تمہاری، ہمارے ایان کو بولنا سکھا دیا تم نے ورنہ یہ تو بہت کم گو مشہور ہے اور دولہے میاں مت بھولیے کہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی آپ کی اس لیے چلتے پھرتے نظر آ ئیے۔“ شیرہ نے مومنہ کے چہرے پر ذرا سا سکون دیکھا اور بات کو ہلکا پھلکا رنگ دیا ورنہ کل سے اب تک وہ اتنا روئی تھی کہ اس کا بخار اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ شیرہ بھی اسی کی وجہ سے گھر رک گئی تھی۔

”ٹھیک ہے مادام جیسے آپ کا حکم۔“ ایان اٹھتے ہوئے کورنش بجالایا۔ مقصد صرف مومنہ کو اس ذہنی تناؤ سے نکالنا تھا۔ جس میں وہ کل سے تھی۔

”مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی تھی اس لیے اکیلے میں بلا کر بات کرنا مناسب سمجھا۔“

”جی فرمائیے۔“ سلطانہ تائی نے حیرت سے کہا کہ اب تعزیت کے لیے آنے والے لوگوں کا رش قدرے کم تھا۔ صرف چند خواتین ہی بچی تھیں جب اماں جی بیٹھے بیٹھے تھک گئیں تو فجر کو کسی کمرے میں لے جانے کو کہا تا کہ تھوڑی دیر آرام کرلیں پھر کچھ سوچ کر فجر کو ہی پیغام دیا تھا کہ وہ سلطانہ کو ان کے پاس بھیج دیں۔

”مومنہ..... نظر نہیں آرہی کہاں ہے وہ؟“ وہ بغور سلطانہ کا چہرہ دیکھ رہی تھیں جو ان کے سوال پر ایک دم سپید پڑ گیا تھا۔ سلطانہ جن کو صبح سے ہی کسی سامع اور ہمدرد کی تلاش تھی نے کچھ لمحے سوچا پھر اماں جی کا اماں جہاں سے رشتہ، ان کی سمجھداری، معاملہ فہمی اور ہمدرد طبیعت کے بارے میں سوچ کر ان کو سب کچھ بتا دیا کہ رات تو سب غم اور تھکن سے اس قدر نڈھال تھے کہ کہیں نہ کہیں پڑ کر سو گئے تھے۔ صبح پتہ چلا کہ مومنہ گھر پر نہیں تھی۔ اب اللہ جانے وہ جان بوجھ کر کہیں چلی گئی یا بخار کی حالت میں غم بھی اس قدر شدید تھا کہ اسے پتا ہی نہیں چلا اور وہ مدہوشی ہی میں کہیں چل دی، زیادہ قوی امکان یہی تھا اور وہ سوچ سوچ کر پریشان تھیں کہ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کچھ سوچ سمجھ کر کر سکتی اور اب وہ کہاں ہوگی؟ یہ سب وہ اماں جہاں کو نہیں بتا سکتی تھیں کہ ان کا پہلے ہی بی پی مسلسل ہائی تھا اور تایا ابا کو بتانا بھی کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔ اس لیے اماں جی کو بتا کر وہ اب رونے لگی تھیں۔

”مومنہ ہمارے ہاں ہے سلطانہ..... میں اسے کل لے گئی تھی..... واقعی اس کی ذہنی حالت نہایت مخدوش تھی وہ اسی حالت میں ہماری گاڑی میں آ کر بیٹھی پھر میں نے اسے ساتھ لے جانا مناسب سمجھا اور میں معذرت خواہ ہوں کہ تمہیں بتانا بھول گئی اور تم لوگوں کو ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔“ سلطانہ تائی نے بے اختیار ایک طویل سانس لی۔

”شکر ہے میرے مالک، بے شک تو عزت دینے والا ہے اور پردہ قائم رکھنے والا ہے۔“ انہوں نے اپنے آنسو صاف کیے۔

”وہ ابھی ٹھیک نہیں ہے..... بہت اثر لیا ہے اس نے منتہا کی موت کا..... میں ابھی کچھ دن اسے اپنے پاس رکھوں گی تم گھر میں سب کو بتا دینا۔“

”جی ٹھیک ہے، جیسے آپ مناسب سمجھیں، بس اماں جہاں کو آپ خود بتا دیجئے گا۔“ سلطانہ نے ادب سے کہا۔ اماں جی ہمم کہہ کر رہ گئیں۔ وہ پہلی فرصت میں بہن کو اس نکاح کی بابت بتا دینے والی تھیں مگر انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے اور کاتب تقدیر اس کے لیے کچھ اور سوچے ہوئے ہوتا ہے۔ اماں جہاں نے جو کچھ بھی کیا تھا اس کے بعد اماں جی ان سے بے حد کبیدہ خاطر تھیں مگر اپنی بہن جیسی ظالم اور خود غرض نہیں تھیں سو ان کو لیٹا ہوا دیکھ کر ہی ان کے کمرے سے واپس لوٹ آئی تھیں مگر مومنہ کی گمشدگی کا معمہ حل کرنا ضروری تھا کہ اس سے اس کے کردار پر کئی داغ لگ سکتے تھے۔

منتہا کی موت کو آج پانچواں روز تھا۔ اماں جہاں کی حالت بھی بہت بہتر تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ان کے پاس

منتہا کی ہونے والی ساس کا فون آیا تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ اماں جہاں کے خاندان میں رشتہ کرنا ان کے لیے اعزاز کی بات تھی اب اگر منتہا نہیں رہی تھی تو وہ اس کی جگہ کسی اور لڑکی کی خواہش مند تھیں اصل مقصد تو ان کا اس نیک گھرانے سے رشتہ جوڑنا تھا اماں جہاں نے ان سے سوچنے کا وقت مانگا تھا اور ان کو امید کی ڈور تھمائی تھی۔ انہوں نے سلطانہ تائی کو عنایت بی کے ہاتھ بلوایا اور ساری بات ان کے سامنے رکھ دی تھی۔

''جیسے آپ مناسب سمجھیں اماں، اس گھر کے فیصلوں کا اختیار ہم نے اپنی پوری خوشی سے آپ کو دے رکھا ہے، جیسا آپ چاہیں گی ویسا ہی ہوگا۔'' سلطانہ تائی کی تابعداری آج بھی ان کے لیے ویسی ہی عقیدت مند تھی۔

''ہمم...... ہم چاہ رہے ہیں کہ مومنہ کا نکاح اجمل سے کر دیا جائے اور آمنہ یا وریشہ جس کا تم چاہو، یہاں پر کر دیتے ہیں کہ ایسے رشتے بار بار کسی دہلیز کی چوکھٹ پر پلٹ کر نہیں آتے۔ بہت شریف اور وضع دار گھرانہ ہے جنہیں اور کئی لڑکیاں مل جائیں گی مگر ہمیں ایک ہی رشتے میں شاید وہ سب کچھ نہ مل سکے جس کا ہم تقاضا کرتے ہیں۔''

''جی اماں جہاں...... جیسے آپ مناسب سمجھیں، آمنہ بڑی ہے تو میرا خیال ہے پہلے اس کا سوچ لیتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے تم آمنہ کو بتا دو پھر ہم اگلے مہینے کی تاریخ نکاح کے لیے طے کر لیتے ہیں...... تب تک منتہا کو بھی کچھ دن گزر گئے ہوں گے، ویسے بھی نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ دونوں نکاح ہم ایک ہی تاریخ کو کرنا چاہتے ہیں۔''

سلطانہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئیں...... اماں جہاں کو مومنہ کی جرأت اور اماں جی کا اس پر اس قدر استحقاق پسند نہیں آیا تھا مگر نہ جانے کیا سوچ کر چپ رہ گئی تھیں مگر ان کا زیادہ دیر چپ رہنے کا ارادہ نہیں تھا۔

''کیا کہنے آپ کے بھی اماں، جو اماں جہاں نے کہا اس پر ہاں کہہ کے آ گئیں۔ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر، اماں جہاں بھی انسان ہیں وہ بھی غلط کر سکتی ہیں، غلط کہہ سکتی ہیں، اجمل بھائی پہلے ہی اس گھر کی لڑکیوں سے شادی کے لیے انکار کر چکے ہیں، وہ فجر سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور میں...... میں بھی ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی...... میری تعلیم ادھوری ہے اور یہ رشتہ دنیا کا آخری رشتہ تو نہیں ہے کہ ایک مر گئی تو دوسری کو زبردستی وہاں بیاہ دیں گے...... میرا دل ہی نہیں مانتا اس جگہ شادی کے لیے جہاں میری بہن کے لیے خواب دیکھے گئے ہوں، ارمان سجائے گئے ہوں اور اب اس کے مر جانے پر میں اس کی سیج سجا کر بیٹھ جاؤں۔ اس مالک پر توکل رکھنا سیکھیں جس نے پیدا کیا ہے، جو رزق دے رہا ہے اور اگر قسمت میں ہوا تو اپنے حصے کا گھر بھی دے گا۔ خدارا اس طرح اپنی بیٹیوں کو نہ تو دوسروں کی نظر میں ارزاں کریں نہ ہی انہیں ان کی خود کی نظروں میں گرائیں۔'' آمنہ تو پہلے ہی سلطانہ تائی کا فرمان سن کر حیران رہ گئی تھی مگر جب بولنے پر آئی تو جو دل میں آیا بولتی چلی گئی اور پھر دل کی بھڑاس نکال کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

''دیکھو ذرا اس لڑکی کو...... کیا برا ہے اگر ہم ایسا سوچ بھی رہے ہیں...... کہیں نہ کہیں، تو تم لوگوں کو بیاہنا ہے، اب اگر ہمیں خوش قسمتی سے اچھے لوگ مل گئے ہیں جو اپنی مرضی اور چاہ سے ہمارے گھر سے جڑنا چاہ رہے ہیں تو کیا غلط ہے اور مجھے تو اس غصے اور اعتراض کی وجہ بھی نظر نہیں آ رہی...... ہاں مجھے اس رشتے میں کوئی برائی یا اعتراض کا پہلو نظر آتا تو میں بھی اعتراض کرتی اور فوراً اماں جہاں کو منع کر دیتی کہ بہر حال ایک ماں اپنے بچوں کا برا کبھی بھی نہیں چاہ سکتی...... سمجھا دینا اس کو کہ پہلے ہی بہت سی مشکلات میں گھرا ہے ہمارا خاندان۔ ہماری پریشانیوں کو مزید مت بڑھاؤ۔'' وہ بہت سخت لہجے میں بول رہی تھیں...... وریشہ آگے بڑھ کر ان کے پاس بیٹھی۔

''اچھا اماں، آپ پریشان مت ہوں۔ آپ نے اس طرح اچانک بتایا ہے تو اس کو شاک لگا ہے اس لیے وہ الٹا سیدھا بول گئی ہے۔ میں سمجھاؤں گی اسے۔''

''سمجھا ہی دو تو زیادہ بہتر ہے اور دیکھو اجمل ہے تو اسے میرے پاس بھیجو۔'' وہ اسی بگڑے مزاج کے ساتھ بولیں، وریشہ جی کہہ کر باہر نکل گئی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

''تمہیں ہم سب سے بھی زیادہ صدمہ تھا اس کی موت کا کہ پرائے گھر جا کر بیٹھ گئی ہو، مانا کہ وہ ہماری بہن کا گھر ہے مگر تمہیں ہماری تربیت اور ادب و آداب سب بھول گئے جو ہم سمجھے کہ اپنے بچوں کو ہم گھول کر پلا چکے ہیں۔ ایک گھنٹہ، ایک دن نہیں کئی دن بڑوں کی اجازت کے بغیر ایسے گھر جا کر رہنا جہاں کے تمام مرد ہی تمہارے لیے نامحرم ہیں.....'' اماں جہاں کی آواز موبائل میں سے کیا سنی کہ اس کے ہاتھ میں فون لرز کر رہ گیا وہ خود کانپنے لگی۔ اماں جہاں کی کال آئی تھی اماں جی کے سیل پر..... نروٹھے لہجے میں سلام کے بعد فوری طور پر مومنہ سے بات کرانے کو کہا تھا..... وہ جو اس گھر سے بڑے بڑے دعوے کر کے نکلی تھی۔ اماں جہاں کی آواز نے ہی اس پر اتنا رعب ڈالا کہ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ دور ہو کر بھی وہ آج بھی ان کے زیر اثر تھی، آج بھی ان سے ویسے ہی ڈرتی تھی جیسے اس گھر میں رہتے ہوئے۔

''چھ..... چھوٹی دادی سے بات کریں۔'' اس نے ان کی بات کا جواب دیئے بغیر ہکلا کر سیل اماں جی کو پکڑا دیا۔

دوسری طرف اماں جہاں مومنہ کی اس گستاخی پر بل کھا کر رہ گئیں۔

''دکھ سکھ تو زندگی کا حصہ ہیں، غم میں ایسے چھپ کے بیٹھے رہنے کے قائل نہیں ہیں ہم ورنہ جو غمگسار ہوتے ہیں وہ تو مرتے دم تک ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں۔'' ان کی بات پر اماں کیا کہتی صرف ہنکارا بھر کر رہ گئیں، وہ ان کی اس لمبی تمہید کا مقصد جاننا چاہ رہی تھیں۔

''وقت اپنے آپ میں بہت بڑا مرہم ہے ہر دکھ اور غم پر تسلی اور غفلت کا پھایا رکھ دیتا ہے۔ دکھ بہت شدید تھا، سنبھلنے میں وقت لگے گا مگر سنبھل ہی جائیں گے۔ اب کوئی کب تک کسی کے گھر رہ سکتا ہے، آپ مومنہ کو بھجوانے کی تیاری کریں، ہم کسی کو بھیجتے ہیں اسے لینے کے لیے..... ہم نے اجمل اور مومنہ کے نکاح کا فیصلہ کیا ہے وہ بھی بہت جلد..... امید ہے نئی زندگی کا سفر اس کو جلد ہی سب کچھ بھلا دے گا۔'' انہوں نے اطمینان سے کہا۔

''مگر آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟'' اماں جی کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''کیوں؟ اس میں آپ کو کون سی قباحت نظر آ رہی ہے..... جب رشتہ گھر ہی میں موجود ہے۔'' ان کا لہجہ ایک بار پھر سخت ہوا۔

''نہیں قباحت تو کوئی نہیں ہے مگر مومنہ کی ذہنی حالت ابھی ایسی نہیں ہے کہ وہ اس وقت اس نئی ذمہ داری کو قبول کر سکے پھر وقت کی نزاکت بھی تو دیکھیں۔'' اماں جی فوراً بولیں۔

''ہمارے خیال میں یہی وقت مناسب ہے جو ہمارے گھرانے سے غم کی فضا کو بدلنے میں مدد دے گا اور کچھ نہیں ہوا اس کی ذہنی حالت کو، آپ اسے ہمارے پاس بھجوانے کی تیاری کریں، باقی ہم خود سنبھال لیں گے۔'' اماں جہاں کا لہجہ تحکمانہ ہوا۔

''پہلے میری بات سن لیں آپا..... اس کے بعد باقی کی بات ہوگی۔'' اماں جی بھی کمر کس کر میدان میں آ گئیں..... اماں جہاں کو بہن کا انداز تھوڑا کھلا کہ وہ نہ تو اپنی بات کے جواب میں نہ سننے کی عادی تھیں نہ ہی اعتراض۔

''پہلے تو میرا ارادہ آپ سے یہ بات کچھ دن پہلے کرنے کا تھا مگر اب جب آپ ہتھیلی پر سرسوں جمانے کو تیار بیٹھی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ اب میرے پاس بتائے بغیر کوئی دوسرا چارہ نہیں رہ گیا۔''

''کیا بات ہے؟'' ان کے انداز سے اگرچہ دل میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی مگر پھر بھی مختصراً پوچھا۔

www.paksociety.com

ماہنامہ حجاب کراچی

مرگِ تمنا

کے قارئین کے لئے ایک خاص تحفہ

دلکش و دلفریب انداز تحریر

ماورا طلحہ

نئی سلسلے وار کہانی

کی ایک ناقابل فراموش کہانی جو آپ کو اپنے سحر میں جکڑ لے گی

اپنی خواہشوں، آرزوؤں اور خوابوں کے بے دام غلامی میں
ہر رشتہ، احساس اور جذبہ روندنے والوں کا قصہ

ان لوگوں کی کہانی ہے جو اپنی انا کے محل میں سود و زیاں سے بے نیاز مقید رہے

ان رویوں کے ازالے کا احوال جہاں آبلہ
پائی کے سوا کچھ حاصل نہ تھا

جب تمناؤں کے محل مسمار ہوتے ہیں تو احساسات بنا شور کیے سفید کفن اوڑھ لیتے ہیں
گرتے ہیں تو اٹھانے والے ہاتھ آپ کے ارد گرد موجود ہیں بس فرق اس نگاہ کا ہے
نفرتوں کی بھیڑ میں محبت کیسے تلاش کر سکتے ہیں یہ آپ کو اس ناول میں معلوم ہوگا

اس کہانی میں محبت کی کہانی محبت کی زبانی سنائی جائے گی

حجاب کراچی کے صفحات پر ملاحظہ کیجیے

کہانی پڑھنے کیلئے آج ہی اپنی کاپی بک کرالیں کہیں دیر نہ ہوجائے

81 نیپئر بیرکس، ہاکی
کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم نزد آنچل پریس
کراچی 75510

03008264242

"جو کچھ آپ نے منتہا کے ساتھ کیا اسے زبان پر لاتے ہوئے زبان کانپتی ہے اور دل لرزتا ہے مگر آپ نہ جانے کیسے کر گزریں......" اماں جی کی بات سن کر اماں جہاں کے چہرے پر زلزلے کے تاثرات نمایاں ہوئے۔

"کیا کہنا چاہ رہی ہو تم...... کیا مطلب ہے اس بات کا؟" ان کی آواز بلند ہوئی۔

"میں کچھ کہنا یا جتانا نہیں چاہ رہی آپا کہ اللہ سب دیکھ رہا ہے اور وہی بہترین انصاف کرنے والا ہے۔ میں صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ منتہا مرنے سے پہلے مومنہ کو سب بتا کر گئی تھی۔ جو جان کر اس بچی کی حالت غیر ہوئی تو آج تک سنبھلنے کا نام نہیں لے رہی۔ آج بھی وہ سوتے میں ڈر جاتی ہے اور چیخیں مار کر گھر سر پر اٹھا لیتی ہے۔ وہ گھر سے منتہا کی موت والے دن ہی کبھی واپس آپ کے پاس نہ آنے کا ارادہ باندھ کر نکلی تھی...... وہ تو ہمارے گھر کی گاڑی نظر آ گئی تو اس میں بیٹھ گئی...... مختصر یہ کہ مومنہ کبھی بھی آپ کے پاس آپ کے گھر آنے کو تیار نہیں تھی اور میں ایسے اسے گھر میں رکھنا مناسب نہیں سمجھ رہی تھی۔ گھر والوں کی مرضی اور مومنہ کی مرضی جان کر میں نے ایان کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا ہے۔ میں اگر ایان کی دادی ہوں تو مومنہ کی بھی ہوں۔ موحد کی شادی کے ساتھ ہی ہمارا مومنہ کی رخصتی کا ارادہ بھی ہے...... میں اس سے بات کرتی ہوں اگر وہ اب بھی آپ کے پاس آنے پر آمادہ ہے تو میں اسے رخصتی تک آپ کے ہاں اپنی امانت سمجھ کر بھیج دیتی ہوں لیکن اگر وہ راضی نہیں ہے تو میری طرف سے معذرت قبول کیجیے...... اب وہ ہماری بہو ہے، صورت حال کی نزاکت کو سمجھ کر اگر معاملہ فہمی سے کام لیں گی تو مومنہ اپنی جگہ پر اور میں اپنی جگہ پر صحیح نظر آئیں گی...... باقی آپ بہتر سمجھتی ہیں، فون رکھتی ہوں پھر بات ہوگی۔" رسان سے انہوں نے بات مکمل کی اور سیل بیڈ پر رکھ کر طویل سانس لی۔ سہمی ہوئی مومنہ کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے چھوٹی دادی، اب وہ میرے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کریں۔" ان کے ہاتھ تھام کر وہ ڈرتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں ہوگا...... اس پاک ذات پر بھروسا رکھو جو کسی کو بھی اس کے ضبط سے زیادہ نہیں آزماتا۔" وہ اسے دلاسا دیتے ہوئے بولیں مگر ان کے ماتھے کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ وہ کسی گہری سوچ میں ہیں۔ اماں جہاں کی سانس دھونکنی کی مانند چل رہی تھی۔

"تو تم نے اپنی پوتی کا بدلہ ایسے لیا کہ ہماری ناک کے نیچے اتنا بڑا کھیل کھیلا...... نہیں مریم نہیں، زندگی کے ہر مقام پر شکست ہمارا مقدر ہو ایسا ممکن نہیں ہے...... ہم اگر اپنی عزت اور اصولوں کی روگردانی کرنے پر اپنی پوتی کی، جان لے سکتے ہیں تو خود سے انتقام لینے والوں کو بھی ایسے نہیں چھوڑیں گے۔" انہوں نے دل ہی دل میں عزم کیا، پریشانیاں اور مسائل تھے کہ پے در پے ان کو تھکا دینے کے درپے تھے کہ صبح ہی تو تایا جان نے ان کو بتایا تھا کہ عدالت کی طرف سے شیرہ نے خلع کا نوٹس بھیجا ہے۔ ابھی وہ اس مسئلے پر سوچ ہی رہی تھیں کہ یہ نئی افتاد آن پڑی تھی اور وہ نہیں جانتی تھیں کہ خدائی فیصلوں میں ٹانگ اڑانے والے لوگ کبھی بھی آسودہ نہیں رہتے۔ ایک کے بعد ایک غلط فیصلہ ان کو اور ان کے بچوں کو کس قدر مشکلات کا شکار کرنے والا تھا وہ یہ سوچے بغیر صرف وہ کر رہی تھیں جو ان کی انا کو سر بلند رکھ سکے...... شام کو انہوں نے تایا جان اور اجمل کو خلع کے کیس کے متعلق بات چیت کرنے کے لیے بلایا اور تایا جان کے جانے کے بعد اجمل کو کمرے میں ہی روک لیا تھا۔

"تمہاری ماں نے تمہیں ہمارے فیصلے کے متعلق بتا ہی دیا ہوگا...... تمہاری تو چلو گھر کی بات ہے۔ تھوڑے دن بعد سوچ لیں گے مگر آمنہ کو انہی پندرہ دنوں کے اندر ہم نے رخصت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"جی اماں نے بتایا تھا مجھے لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ آپ کو آخر جلدی کس بات کی ہے ایک پریشانی کو

Waqar Azeem www.pakistanpoint.com

حل کیے بغیر ہم کیسے دوسرے مسائل اپنے لیے پیدا کر سکتے ہیں؟ پہلے شیرہ والا معاملہ سلجھنے دیں پھر یہ شادیوں کا سلسلہ بھی دیکھ لیں گے..... تب تک منتہا کو بھی کچھ دن گزر جائیں گے۔'' اس کا لہجہ مودبانہ لیکن دوٹوک تھا۔

''عدالتی فیصلے دنوں میں نہیں سالوں میں ختم ہوتے ہیں، بعض دفعہ کئی کئی سال بھی بیت جاتے ہیں تو کیا ان فضول کاموں کے لیے میں شرعی احکام کو روک کر رکھوں گی؟ میں نے ان لوگوں کو کہہ دیا ہے، چاند کی چودہ کو چند لوگوں کے ہمراہ بارات لے کر آئیں اور آمنہ کو رخصت کرا کے لے جائیں۔''

''آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں کہ جلد بازی میں کام بنتے نہیں بگڑتے ہیں، عبدالحنان کی غیر موجودگی میں شیرہ کا کیس مضبوط ہے اور اگر اس کا سراغ نہ ملا تو دو سے تین پیشیوں میں ہی عدالت اس کے حق میں فیصلہ دے دے گی اور آمنہ کے لیے میں نہیں سمجھتا کہ ابھی اس طرح کا فیصلہ مناسب ہے، اتنے بڑے صدمے سے نکلنے اور سنبھالنے کے لیے ہمیں وقت چاہیے اور لڑکیاں تو ویسے ہی نازک اعصاب اور احساسات کی مالک ہوتی ہیں۔ مومنہ کا حال دیکھ لیا آپ نے کہ ابھی تک حالت نہیں سنبھل پائی۔ وہ تو چھوٹی دادی کے گھر والے ہمارے مسائل سمجھتے ہیں، آمنہ اگر اس فیصلے کو دل سے قبول نہ کر سکی تو سسرال میں اس کے لیے مسئلہ بن سکتا ہے۔ میں آپ کے فیصلے کے خلاف نہیں ہوں، آپ نے وہیں رشتہ کرنا ہے ضرور کریں مگر کچھ عرصہ صبر کر لیں اور ان کو بھی کہہ دیں..... اگر وہ واقعی سمجھ دار لوگ ہیں تو ہماری بات ماننے میں معترض نہیں ہوں گے۔''

''تم لوگ ابھی اتنے بڑے نہیں ہوئے کہ ہمارے فیصلوں کی دور اندیشی کو پرکھ سکو..... بہن کو رخصت کرنے کی تیاری کرو جا کر۔'' وہ بات کو سمیٹتے ہوئے بولیں کہ ذہن اس قدر منتشر تھا کہ کچھ اور بولنا اور سوچنا نہیں چاہ رہی تھیں۔ اجمل کے ماتھے پر ہلکی سی شکن آئی مگر اس سمیت اس گھر کے کسی فرد کو اماں جہاں کے سامنے بولنے کی اجازت نہیں تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

''ہم کسی ایسے رشتے کو نہیں مانتے جو زبردستی کی بنیاد پر حالات کو مجبوری بنا کر کیا گیا ہو۔ جیسے چوری چھپے یہ رشتہ بنایا ہے، ویسے ہی ختم کر دیجیے۔ ورنہ عدالت تک جانے کا راستہ اور طریقے بچے بھی جانتے ہیں اور تم پر تو ایک اور کیس بھی بنے گا میری پوتی کو جس بے جا میں رکھنے کا۔'' اماں جی تو بہن کی بات سن کر حیران رہ گئیں۔

''آپا..... شیرہ کا مسئلہ بالکل الگ معاملہ ہے..... اس کے والدین ساری زندگی تو اپنی بچی کو کسی ایسے فرد کے انتظار میں نہیں بیٹھا سکتے جس کے نہ زندہ ہونے کی خبر ہے نہ گمشدگی کی کوئی اطلاع..... جہاں تک بات ہے مومنہ کی تو وہ بچی اپنی مرضی سے ہمارے پاس آئی تھی اور جو کچھ بھی اس نے دیکھا اور سہا اس کے بعد وہ آپ کے گھر جانے پر راضی نہیں ہے، یہ رشتہ کسی زبردستی یا مجبوری کی بنا پر نہیں ہوا، لڑکا لڑکی سمیت ہمارے خاندان کا ہر فرد راضی اور خوش ہے اور اس کے باوجود بھی آپ عدالت جانا چاہتی ہیں تو ضرور جائیں۔ وہاں جب بچی کو بلا کر اس کی مرضی اور اس گھر سے نکلنے کی وجہ پوچھی جائے گی تو سوچ لیجیے کہ مجھ سے انتقام اور ضد کی آڑ میں آپ جو مجھے نیچا دکھانا چاہ رہی ہیں جیسا کہ ہمیشہ کوشش کرتی آئی ہیں تو کہیں اچھائی کا وہ نقاب آپ کے چہرے سے نہ اتر جائے جسے چڑھائے آپ ایک عرصہ سے لوگوں کو بے وقوف بنا رہی ہیں اور درحقیقت تو اپنی نام نہاد ضد اور انا کو پروان چڑھا کر آپ انتقام مجھ سے نہیں، خود سے لے رہی ہیں جس کی زد میں پہلے صرف میں تھی اور اب آپ کے اپنے اور پیارے بھی آ رہے ہیں۔ پہلے عبدالحنان پھر منتہا اور اب مومنہ..... میری بات پر غور کیجیے گا اور مومنہ اس گھر کی بہو ہے اس پر کوئی آنچ بھی آئے ہم برداشت نہیں کریں گے۔'' اماں جی نے بھی انہی کے لہجے و انداز میں بات ختم کر کے فون بند کر دیا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

"ہیلو......اماں جہاں بات کررہی ہیں؟ بہت دن سے آپ کا نمبر ٹرائی کررہا تھا جو کہ بند جارہا تھا......میں حسن بات کررہا ہوں......آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ سے بہت ضروری بات کرنا ہے۔ عبدالحنان کے حوالے سے۔" حسن کی بات پر اماں جہاں جو عبدالحنان کو دوبارہ ملنے اور آنے کی امید چھوڑے بیٹھی تھیں کو یوں لگا جیسے ان کے دل کی دھڑکن رک سی گئی ہو۔

"ک ک......کہاں ہے عبدالحنان......کیسا ہے میرا بچہ؟" وہ بے قرار ہو کر بولیں۔

"جی میں آپ سے مل کر ہی کچھ بتا سکتا ہوں......بس یوں سمجھیں کہ اس وقت اسے آپ کی دعا کی ضرورت ہے۔" اس کی سنجیدہ و رنجیدہ آواز پر اماں جہاں کا دل ایک دم سکڑ کر پھیلا۔

"ہاں ہاں ضرور آؤ مگر ہمیں اتنا بتادو کہ ہمارا بچہ ٹھیک تو ہے ناں؟" اماں جہاں کی بے تابی و بے قراری حد سے سوا تھی۔

"نہیں وہ ٹھیک نہیں ہے......اس کا دبئی میں شدید ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ دماغ پر چوٹ آجانے کے باعث وہ کوما میں چلا گیا ہے۔ میں اسے یہاں شفٹ کرانے کی کوشش میں ہوں مگر اس سے پہلے میرا آپ سے ملنا بہت ضروری ہے۔" اور اس سے زیادہ سننے کی تاب اماں جہاں کے اندر نہیں تھی۔ ان کے ہاتھ سے موبائل پھسل کر نیچے گر گیا تھا۔

"ہمیں پریشان مت کرو آمنہ......تمہارے لیے کوئی اور رشتہ اس کے مقابلے کا یا اس سے بڑھ کر ہوتا تو میں خود اماں جہاں سے بات کرتی مگر ایسا نہیں ہے......اب تو بات گھر کے مردوں تک پہنچ گئی ہے، وہ لوگ بھی ہاں کر چکے ہیں۔ رخصتی کا دن تک طے ہوگیا ہے، میں کہہ رہی ہوں کہ اماں جہاں سے منت کر کے اجازت لی ہے۔ چل کر ایک آدھا سیٹ ہی اپنے لیے پسند کرلو، باقی کی تیاری مکمل ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ تمہیں اس شادی سے انکار ہے۔ ایسا کرو پھر اپنی ماں کو اپنے ہاتھوں سے زہر دے دو تا کہ تمہارے ابا اور دادی کے سامنے تمہارے انکار سے اٹھانے والی ذلت اور شرمندگی سے تو بچ سکوں گی۔" اس کے مسلسل انکار پر تائی سلطانہ نے کہا تو نروٹھی لیٹی ہوئی آمنہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں اماں آپ......آپ پر تو میری جان بھی قربان......مجھے پتا ہے کہ جلد یا بدیر ایسا ہونا ہی ہے اور یہ رشتہ یقیناً بہت اچھا اور مناسب ہوگا مگر میں کیا کروں میرا دل نہیں مان رہا......بہت کوشش کی ہے خود کو آمادہ کرنے کی مگر جیسے ہی میں سوچتی ہوں اس حوالے سے، سانس جیسے سینے میں اٹک جاتی ہے، دم گھٹنے لگتا ہے، کہیں میں بھی منتہا کی طرح......" تائی سلطانہ نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کو بات مکمل کرنے سے روک دیا۔ ان کا دل دہل کر رہ گیا تھا۔

"اچھا اچھا سوچو آمنہ......ہر بچی کی زندگی میں یہ مرحلہ آتا ہے اور کم و بیش ہر لڑکی کے اس وقت یہی احساسات ہوتے ہیں بس تمہارے ساتھ کچھ زیادہ اس لیے ہو رہا ہے کہ ابھی ابھی ایک حادثے سے گزری ہو اس لیے ایسا ہو رہا ہے......میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تم بہت خوش رہو گی، یقین جانو نئے گھر میں تمہارے حصے کی کئی خوشیاں تمہاری منتظر ہیں۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"آپ میری بات کیوں نہیں سمجھ رہیں؟ میں جتنا بھی خود کو سمجھانے کے لیے آگے بڑھتی ہوں قسمت اٹھا کر مجھے اتنے ہی قدم پیچھے پھینک دیتی ہے۔" تائی سلطانہ کو دیکھتے اس نے بے بسی سے سوچا اور اسی گھٹن کی لپیٹ میں ایک بار پھر خود کو جکڑتا محسوس کیا جس نے منتہا کی موت کے دن سے ہی اس کے وجود میں اندر باہر پنجے گاڑ رکھے تھے۔

اماں جہاں سپید پڑتے چہرے کے ساتھ حسن کی بات سن رہی تھیں، وہ بڑی سی چادر میں چہرہ چھپائے اس سے ملی تھیں مگر آنکھیں بری طرح سے برس رہی تھیں، چادر میں چھپے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ حسن نے ان سے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ عبدالحنان سے کیے گئے وعدے کو توڑ کر اس نے اس کے احساسات کو ان کے سامنے بیان کر دیا تھا۔ وہ ششدر بیٹھی

بس سن رہی تھیں۔

''یہ کیا کردیا ہم نے..... اپنے جذبات کا بدلہ لینے کے لیے، اپنے لاڈلے کے جذبات کا ہی خون کردیا۔'' وہ سوچ کر رہ گئیں۔

''اسے یہاں کب لے کر آرہے ہو؟ ہمیں اس کو دیکھنا ہے، اس سے ملنا ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

''جی اماں جہاں..... آپ ضرور ملیں گی اس سے اور ان شاء اللہ آپ کی دعاؤں سے وہ جلدی ٹھیک بھی ہوجائے گا۔ کارروائی تقریباً مکمل ہے۔ بس اس کو وہاں سے یہاں کے ہاسپٹل میں شفٹ کرنا ہے اور یہ کام بھی اسی ہفتے میں ہوجائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔'' حسن ان کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔

''میں نے پہلے بھی رابطہ کیا تھا آپ سے جب اس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا مگر پتا چلا کہ آپ کی جواں سال پوتی کا انتقال ہوگیا ہے..... اس کے بعد سے پھر آپ سے رابطہ ہی نہ ہوسکا..... بہت افسوس ہوا اس جواں مرگ کے بارے میں سن کر۔'' وہ مزید بولا۔

''بس بیٹا..... قدرت کے کاموں میں کس کا دخل ہے، اس جنت مکانی کا وقت پورا ہوگیا تھا۔'' وہ طویل سانس لے کر نظریں چرا کر بولیں۔

''حسن بچے، آپ کا بہت شکریہ جو اس مشکل وقت میں ایک بھائی سے بڑھ کر یہ ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ اللہ اس کا ضرور آپ کو اجر دے گا..... ہم تو صرف دعا ہی دے سکتے ہیں۔''

''کیسی باتیں کرتی ہیں اماں جہاں، وہ میرا بھائی ہی ہے اور یہ میں کسی پر احسان نہیں کررہا۔ میرا فرض ہے اور میں کبھی بھی یہ بات نہیں بھولا کہ معاشرے میں آج میں جس باعزت مقام پر ہوں وہ عبدالحنان کے ہی مرہون منت ہے۔ اس نے ایک سڑک چھاپ نوجوان پر اعتبار کرکے اس کی انگلی تھامی اور اپنے ساتھ ساتھ تب تک چلایا جب تک میں اس کے برابر نہیں آ کھڑا ہوا۔ آج وہ مشکل میں ہے تو میں کیسے اس کے احسانات کو بھول سکتا ہوں..... صرف آپ کی دعائیں چاہیے۔'' وہ پورے خلوص سے بولا اور پھر اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔

''پھر بھی بیٹا، اس نفسانفسی کے دور میں کوئی کسی کا نہیں..... روپے پیسے کی فکر مت کرنا، مجھے بس میرے بچے کی زندگی اور صحت چاہیے۔'' ان کی آواز بھرائی۔

''جی جی اماں جہاں..... میں سمجھتا ہوں، آپ فکر نہ کریں اور دعا کریں، میں اسے جیسے ہی یہاں لے کر پہنچتا ہوں۔ آپ سے رابطہ کروں گا۔''

''ہاں بچے، مجھے شدت سے انتظار رہے گا..... جاؤ اللہ کی امان میں رہو۔'' انہوں نے رندھے ہوئے لہجے میں کہہ کر اس کو رخصت کیا۔

''یہ ہم نے کیا کردیا؟ اپنے انتقام اور انا کی جنگ میں اپنے بچے کو اس مقام تک لے آئے کہ وہ زندگی سے ہی منہ موڑنے چلا ہے۔ ایک بار ٹھیک ہوجاؤ عبدالحنان دیکھنا تمہاری اماں جہاں کیسے تمہاری زندگی روشنیوں اور خوشیوں سے بھر دیتی ہے..... ہم ضد پر تھے تو تمہاری چھوٹی دادی نے بھی کم ظلم نہیں کیے ہم پر..... آجاؤ تو ہم تمہیں بتائیں کہ شیرہ کا بدلہ کیسے لیا ہم سے کہ ہماری مومنہ کو ہمارے خلاف کردیا..... ہمیں بتائے اور پوچھے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کردیا کہ اسے اپنے پوتے کی زندگی بنادیا..... بتاؤ یہ مقابلہ نہیں تو اور کیا ہے؟'' وہ دل ہی دل میں عبدالحنان سے مخاطب تھیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

''اماں جی..... اماں جی..... آپ کو پتا چلا کہ عبدالحنان بھائی کا پتا چل گیا ہے..... وہ..... وہ دبئی میں تھے، ان کا بہت

بڑا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا..... آج یا کل ان کو پاکستان میں شفٹ کیا جارہا ہے.....ان کی حالت ابھی بھی خطرے سے باہر نہیں ہے، ابھی ابھی تایا جان کے پاس بڑے تایا کی کال آئی ہے۔'' فجر نے آ کر جیسے ہی خبر لاؤنج میں نشر کی جو جہاں تھا وہیں تھم کر رہ گیا تھا۔

''یہ..... یہ کیا ہورہا ہے چھوٹی دادی..... ایک کے بعد ایک آزمائش نے ہمارے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ مجھے لگتا ہے اللہ تعالیٰ ناراض ہے، اسے ہماری کوئی بات یا کوئی عمل بہت برا لگ گیا ہے۔'' مومنہ جو کہ اماں جی کے پاس ہی بیٹھی تھی، کہتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''نہ..... نہ بچے ایسے اس پاک ذات کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے..... اس کے ہر کام میں ہمارا ہی بھلا چھپا ہوتا ہے، بس ہم نادان لوگ اس بات کا ادراک نہیں رکھتے۔ تصویر کا ایک رخ دیکھ کر ہم پوری کہانی خود ہی بنا کر نتیجہ بھی اخذ کر لیتے ہیں۔ یہ بھی تو دیکھو کہ عبدالحنان کا پتا چل گیا ہے..... اس کی گمشدگی جو بہت سے مسائل کو جنم دے چکی تھی، یقیناً ان میں سے بہت سی پریشانیوں کا خاتمہ ہونے والا ہے، بس تم دعا کرو، دعا ایک مومن کا سب سے طاقتور ہتھیار ہے۔'' اماں جی نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ پاس بیٹھی شجر فوراً بول اٹھی۔

''بس میں نہ کہتی تھی کہ وہ ضرور کسی مشکل میں ہوں گے..... شیرہ کو تو فون کر کے کوئی بتائے بلکہ میں خود بتاتی ہوں۔'' جوش سے کہتے ہوئے وہ اٹھی۔ اسی اثنا میں تائی صفیہ اندر داخل ہوئیں۔

''آپ نے سنا اماں جی؟''

''ہاں مجھے فجر نے ابھی ابھی آ کر بتایا ہے، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ابھی یہ خلع والا معاملہ نہ اٹھاؤ..... کچھ دن گزرنے دو، کوئی نہ کوئی بہتری کی راہ نکل آئے گی۔'' اماں جی نے فوراً کہا۔

''خیر اماں جی یہ تو نہ کہیں آپ، روپوش تو وہ خود ہوا تھا، باقاعدہ بتا کر گیا تھا۔ اب اپنی بچی کو یونہی تو نہیں بیٹھا سکتے تھے ناں اس کے انتظار میں۔'' تائی صفیہ کا دل ابھی بھی عبدالحنان کی طرف سے صاف نہیں ہوا تھا اسی پل تایا جان بھی وہیں چلے آئے تو مومنہ اور فجر وہاں سے چلی گئی تھیں کہ تایا جان کی بارعب شخصیت سے سب ہی خائف رہتے تھے سوائے شجر کے۔

❁.....❁.....❁.....❁

اسے اس حال میں دیکھ کر وہ رو دیں ان کا شہزادوں کی آن بان والا لاڈلا عبدالحنان آج دنیا و مافیہا سے بے خبر ان کے سامنے تھا۔

''عبدالحنان..... اٹھو بیٹے دیکھو تو تمہاری اماں جہاں تم سے خود ملنے آئی ہیں، ایسے بے ادب تو کبھی بھی نہ تھے تم..... اپنی اماں کے آنے پر ہمیشہ اٹھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے تھے۔ پیار لیتے تھے اور پھر بڑے پیار سے اپنے پاس بیٹھا کر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتے تھے..... آج کیوں ایسا کر رہے ہو..... ہماری آنکھیں تمہاری پیاری کھلکھلاتی صورت کو دیر تک تکتے رہنا چاہتی ہیں، ہماری گود تمہارے لیے بے قرار ہے میری جان..... اٹھو دیکھو یہ لوگ تو ہمیں تمہارے پاس زیادہ دیر تک رکنے بھی نہیں دے رہے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے روتی رہیں اور تایا جان نے اجمل کو اشارہ کیا تو اس نے انہیں کندھوں سے پکڑ کر نرمی سے وہاں سے ہٹایا۔

''چلیں اماں جہاں، بڑی مشکل سے ڈاکٹرز نے پانچ منٹ رکنے کی اجازت دی ہے۔ یہاں نہ تو زیادہ لوگوں کا بہت دیر تک رکنا مناسب ہے نہ ہی بات چیت..... ہمیں تو شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ ایک بار پھر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، اس کی سانسیں چل رہی ہیں اور اب تو اس کی حالت خطرے سے بھی باہر بھی ہے، بس جیسے ہی ہوش میں آئے گا دیکھیں کیسے اس کی طبیعت درست کرتے ہیں ہم سب مل کر، پریشان کر کے رکھ دیا ہے سب کو، بس دعا کرنا ہے ہمیں۔'' آہستہ

آہستہ کہتے ہوئے وہ انہیں باہر لے آیا..... تایا جان بھی باہر آ گئے تھے۔ شیرہ باہر موجود تھی۔ اجمل نے آنکھ کے اشارے سے اسے اندر جانے کو کہا۔ آنسو پونچھتی وہ ڈھرکتے دل سے اندر داخل ہوئی۔ پرسوں اسے یہاں شفٹ کیا گیا تھا۔ دو دن تو اسے آئی سی یو میں رکھا گیا تھا اور اماں جی کے خاندان سمیت سب نے اسے شیشے کے پار سے ہی دیکھا تھا۔ آج صبح ہی اسے روم میں شفٹ کیا گیا تھا..... اس کی حالت گو کہ خطرے سے باہر تھی مگر وہ کوما میں تھا اور ڈاکٹرز کے مطابق سو میں سے چالیس فیصد مریض اس حالت کے ایسے ہوتے تھے جو ہوش میں آ جاتے تھے۔ باقی ساٹھ فیصد سالوں ایسی حالت میں رہنے کے بعد دنیا کو چھوڑ جاتے تھے۔ ڈاکٹرز کا یہ بھی خیال تھا کہ مریض کی اپنی ول پاور بھی اس سلسلے میں بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے..... جب کہ ان کا یہ مریض کچھ گھنٹوں کے لیے ہوش میں آیا تھا تو اپنی ہمت تب ہی ہار گیا تھا اور اس کے بعد وہ کوما میں چلا گیا تھا۔ یہ صورت حال کافی مایوس کن تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

''دس از ناٹ فیئر عبدالحنان..... ہر بار اپنی مرضی کرتے ہیں۔ پہلے زبردستی میرے دل میں آئے پھر ایک دنیا سے ٹکر لے کر میری زندگی بھی اپنے نام کرائی۔ اب جب میرا پور پور آپ کی محبت میں جکڑ گیا ہے، پہلے مجھے چھوڑ کر چلے گئے، اب میری زندگی سے تو کیا اپنی زندگی سے بھی منہ موڑنا چاہتے ہیں..... یہ انصاف تو نہ ہوا ناں..... محبت تو بڑی فیاض ہوتی ہے، بہت ہی دیالو..... دینے پر آئے تو کائنات لٹا دے..... آپ کی کیسی محبت ہے جو صرف لینا ہی جانتی ہے اور لیے ہی جا رہی ہے، پہلے میرا دل لیا، پھر میرے جذبے، احساسات اور محبت لی اور اب مجھ سے میرے جینے کی وجہ بھی لینا چاہتے ہیں..... ایک وعدہ آپ نے کسی سے مجھے چھوڑنے کا کیا تھا تو ایک وعدہ ایک دنیا کو گواہ بنا کر مجھ سے بھی تو کیا تھا۔ محبت دینے کا، خوشیاں دینے کا پھر کیا ہوا؟ عہد پورا کرنے والے نہیں تو ایک عہد پورا کرنے کے بعد دوسرے عہد سے کیوں منہ موڑ لیا، مجھ سے کیوں منہ موڑ لیا، میری محبت، میرے حصے کی خوشیاں کہاں ہیں؟ مجھے آپ کی ضرورت ہے عبدالحنان..... ایسا مت کریں میرے ساتھ، بہت حساب نکلتے ہیں آپ کی طرف، اپنی ذات پر میرے اتنے قرض مت چڑھائیں کہ جب میں حساب مانگوں تو آپ چکا ہی نہ سکیں۔'' وہ روتے ہوئے اس عرصے کی بھڑاس نکال رہی تھی جو اس نے سولی پر لٹک کر گزارا تھا۔

''ایکسکیوزمیم..... آپ کو باہر جانا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب وزٹ پر ہیں، ان کی طرف سے پیشنٹ کے پاس اتنی دیر رکنے کی پرمیشن کسی کو نہیں۔'' نرس اچانک ہی دروازہ کھول کر ان دونوں کی تنہائی میں مخل ہوئی۔ شیرہ نے سر ہلاتے ہوئے اپنے آنسو پونچھے اور باہر آ گئی..... کل ہی تو ان کے خلع کے کیس کی پہلی پیشی تھی جس میں عبدالحنان کی میڈیکل رپورٹ پیش کر دی گئی تھی۔ جس سے کیس میں ایک اور موڑ آیا تھا، ورنہ جو شیرہ کی طرف سے وکیل تھا اس کے خیال میں تو ان کا کیس تین سے چار پیشیوں سے زیادہ چلنے والا نہیں تھا اور فیصلہ ان کے حق میں آنا تھا کیونکہ عبدالحنان کی مسلسل گمشدگی ان کے کیس کو کافی مضبوط کر رہی تھی مگر اب حالات مختلف ہو گئے تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁

''کیا ہوا چھوٹی دادی..... کیسے ہیں عبدالحنان بھائی؟'' وہ بے تابی سے دوڑ کر ان کے پاس آئی کہ باوجود کوشش کے بھی وہ ان سب کے ساتھ بھائی کو دیکھنے نہ جا سکی تھی اور جب اماں جی نے اصرار کیا کہ اسے بھی ساتھ چلنا چاہیے ہسپتال تو اس نے کہا تھا۔

''نہیں نہیں چھوٹی دادی، میں اب قیامت تک ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی، ان کے چہرے پر ہاتھوں پر مجھے منتہا کا

خون نظر آتا ہے۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"تمہاری بات بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن لوگوں کے سامنے جانے کے ڈر سے ہم عمر بھر گھر میں چھپ کر بھی تو نہیں بیٹھ سکتے، زندگی نہیں گزار سکتے ناں...... ویسے بھی یہ دنیا ڈرنے والوں کو زیادہ ڈراتی ہے، اس نے جانا تھا وہ چلی گئی، اس کی موت کا سبب کیا تھا، اس بارے میں جتنا زیادہ سوچو گی اتنا ہی وہ سب تمہارے لیے بھلانا مشکل ہوگا اور نئی زندگی میں ایڈجسٹ کرنا اس سے زیادہ مشکل ہوگا ہے ناں انصاف کے دن کا مالک...... ہمارے ایک ایک پل، ایک ایک اعمال کا حساب رکھنے والا...... اس پر سب کچھ چھوڑ دو کہ اس سے زیادہ اور کچھ ہمارے بس میں نہیں، بات باہر نکالنے میں بھی ہماری ہی بدنامی ہے، آپا کا نام اور مقام ہے دنیا اور خاندان میں، پہلے تو کوئی یقین ہی نہیں کرے گا تمہاری بات پر...... کر بھی لیا تو بہت سے رشتے ٹوٹیں گے، چیزیں بگڑیں گی...... جس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے...... وعدہ کرو کہ آئندہ تم یہ ذکر کرو گی نہ اس بارے میں سوچ کر خود کو پریشان کرو گی۔" اماں جی نے رسان سے اسے سمجھایا تو ان کے آنسو ضبط کرتے کرتے بھی جھلک پڑے تھے مگر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا کہ اماں جی بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے چھوٹی دادی، آج آپ لوگ ہو آئیں ہسپتال...... میں کسی اور دن آپ کے ساتھ چلوں گی۔" طویل سانس لیتے اس نے کہا اور اب جب وہ لوگ واپس آئے تو وہ دوڑ کر ان کے پاس آئی تھی۔ باقی سب لوگ واپس آ گئے تھے مگر شیرہ ضد کر کے وہیں رک گئی تھی۔ اجمل نے کہا تھا کہ اگر وہ رکنا چاہتی ہے تو اسے رکنے دیا جائے وہ رات کو اسے گھر چھوڑ جائے گا۔ تائی صفیہ اگرچہ راضی نہیں تھیں شیرہ کے وہاں رکنے پر مگر شیرہ کی ضد اور رونا دیکھ کر چپ کر گئی تھیں۔

"بس بیٹا دعا کرو...... دعا میں بہت طاقت ہوتی ہے۔" مومنہ کے عبدالحنان کی طبیعت پوچھنے پر اماں جی نے افسردگی سے کہا مگر اسے فجر اور شجر کی زبانی عبدالحنان کی حالت کا تفصیل سے پتا چلا تو وہ بہت روئی اور ان کے ساتھ نہ جانے پر دل ہی دل میں پچھتائی بھی تھی کہ اسے ان سب کے ساتھ عبدالحنان بھائی کو دیکھنے جانا چاہیے تھا۔ مجرم اماں جہاں تھیں تو پھر چھپ وہ کیوں رہی تھیں۔

انہی الجھے الجھے دنوں کے بیچ میں وہ دن بھی آن پہنچا جب آمنہ کی رخصتی طے ہوئی تھی۔ آمنہ کل تک اپنی ماں کے آگے گڑگڑاتی رہی تھی کہ ان لوگوں کو منع کر دیا جائے اس کا دل اور دماغ دونوں ہی اس شادی کے لیے رضامند نہیں تھے مگر سلطانہ تائی نے ڈانٹ کر اسے چپ کرا دیا تھا۔ اماں جہاں روزانہ کی بنیاد پر ہسپتال کا چکر لگا رہی تھیں، اسی طرح اجمل اور تایا جان بھی دن کے مختلف اوقات میں ایک بار ضرور جاتے تھے۔ شہر کے سب سے مہنگے ہسپتال میں وہ زیر علاج تھا...... شیرہ بھی آفس سے واپسی پر روزانہ جاتی۔ کتنی کتنی دیر بیٹھ کر اس سے باتیں کرتی رہتی...... اپنے روزمرہ کا حال، آفس کے قصے، اس کے اس طرح گھر چھوڑ کر جانے کے بعد زندگی میں آنے والی مشکلات کا ذکر اسے سکون دیتا...... کبھی کبھی اسے لگتا کہ وہ یہ سب کچھ جانتا ہے، سن رہا ہے، بس سب کی محبتیں سمیٹنے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے اسے کہ جان کر انجان بنا پڑا ہے...... حسن ہفتے میں ایک بار چکر لگا لیتا تھا۔

آج بھی اماں جہاں معمول کے مطابق اجمل کے ساتھ ہسپتال جانے کے لیے تیار ہوئیں۔ تائی سلطانہ بھی ساتھ ہی چل پڑیں کہ نکاح سے پہلے بڑی بی بی سے دعا لے آئیں اور آمنہ کے دل کے سکون کے لیے کوئی وظیفہ بھی پوچھ آئیں۔ آمنہ اور وریشہ گھر پر تھیں۔ جب آمنہ نے وریشہ سے کہا تھا کہ اسے اتنی تو اجازت ہونی چاہیے کہ اپنی کالج کی قریبی دوست کو اپنی شادی پر بلا سکے سو اس نے چادر پہنی اور اسے لینے جانے کے لیے تیار ہوگئی۔

"پاگل ہوگئی ہو آمنہ...... دلہن خود بھی کسی کو اپنی شادی کا بلاوا دینے جاتی ہے؟ پتا بھی ہے اماں جہاں کو یہ باتیں کتنی

ناپسند ہیں، بہت ضروری ہے بلانا تو ابھی عنایت بی آجائیں گی، ان کو ایڈریس بتا دینا وہ لے آئیں گی یا اماں جہاں واپس آجائیں تو ان کے سیل سے تمہاری دوست کو بلوا دے دیں گے اور یہ تمہاری کون سی دوست ہے، جسے میں نہیں جانتی اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تمہاری تو کوئی دوست ہے ہی نہیں۔'' وہ سوٹ پیک کرتے کرتے اچانک چونکی۔

''اوہو ریشہ! تم کون سا میری ہر دوست سے واقف ہو، میں بس یوں گئی اور یوں آئی، کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔ اور میں اسے بلا کر بھی لے آؤں گی۔ یہیں نزدیک تیسری گلی میں ہی تو گھر ہے اس کا۔'' وہ دل ہی دل میں جھنجھلا کر بولی۔

''تم شاید بھول گئی ہو کہ ہمیں گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں اور اکیلے جانے کی تو بالکل بھی نہیں مگر منتہا کی موت کے بعد سے اس گھر میں سب لوگ اتنے بدل گئے ہیں کہ اب تو حیران بھی نہیں ہوا جاتا کہ ایک نئی بات حیران بلکہ پریشان کرنے کو نکل آتی ہے..... دو منٹ صبر کر لو اتنی ہی جلدی ہے تو عنایت بی آجائیں تو میں بھی ساتھ ہی چلتی ہوں بلکہ میں ہی چلی جاتی ہوں ان کے ساتھ تمہاری دوست کو بلانے، شادی چاہے جن بھی حالات میں ہو رہی ہے مگر دلہن تو دلہن ہوتی ہے۔ اسے تو اماں جہاں مایوں کے بعد کمرے سے نہیں نکلنے دیتیں اور تم گھر سے باہر جانے کا سوچے کھڑی ہو وہ بھی اکیلے..... کیا ہو گیا ہے آمنہ؟ ایک زمانہ تمہاری سمجھ داری کے گن گاتا ہے حتیٰ کہ اماں جہاں بھی اور اپنی شادی والے دن تم عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔'' اب کے وریشہ ذرا غصے اور ناراضی سے بولی۔

''اچھا ٹھیک ہے، عنایت بی آجائیں تو تم ہی اس کے گھر جا کر اسے بلا لانا..... چائے پیو گی؟ میں بناتی ہوں۔'' اچانک ہی اس کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔ دل میں شکر ادا کرتے وریشہ نے خوش دلی سے کہا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں جلدی سے بنا کے لے آؤ تو چائے پیتے ہوئے یہ تھوڑا سا کام رہ گیا ہے پیکنگ کا، یہ میرے ساتھ مکمل کروا دو پھر میں نے عنایت بی کے ساتھ مل کر ہال میں مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام بھی کرنا ہے۔'' وریشہ ایک بار پھر کپڑوں اور ڈبوں سے نبرد آزما تھی۔ آمنہ اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کمرے سے باہر نکلی۔ اس کا رخ کچن کے بجائے بیرونی دروازے کی طرف تھا۔ اس کے پاس اپنی قسمت آزمانے کے لیے صرف تین چار گھنٹے ہی تھے۔

❁.....❁.....❁

''میں مجبور ہوں کہ میری ہزار منت ترلے اور دھمکیوں کے بعد بھی میری ماں تمہارے گھر رشتہ لے کر آنے کو تیار نہیں ہے۔'' وہ قدرے شرمندگی سے بولا مگر پھر فوراً ہی اس نے لہجہ بدلا اور پرعزم ہو کر بولا۔

''مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ میں تم سے یا تمہاری چاہت سے دست بردار ہو گیا ہوں۔ اللہ کی قسم میری ماں کا ہر دفعہ کا انکار میرے دل میں تمہاری محبت اور زیادہ بڑھا رہا ہے، مجھے صرف شرمندگی ہے تو اس بات کی کہ میں باوجود کوشش کے اپنے وعدے کا پاس نہیں رکھ سکا۔ اپنی ماں کو تمہارے گھر نہیں لا سکا اور تمہیں ایک بار پھر بہت مجبوری میں مجھے میرا وعدہ یاد دلانے آنا پڑا۔''

''مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟'' وہ ہذیانی انداز میں بولی۔

''مجھ جیسی لڑکیاں ہوتی ہیں جو تمہارے جیسے لڑکوں کے دکھائے گئے سبز باغوں میں بغیر سوچے سمجھے چل پڑتی ہیں۔ یہ دیکھے بغیر کہ جسے وہ خوشنما باغ سمجھ رہی ہیں، وہ تو ایک اندھی کھائی ہے، دلدل ہے جس میں جب وہ اندر تک دھنس جاتی ہیں تو پھر ہوش آنے پر ان کو نہ باہر نکلنے کا راستہ ملتا ہے نہ ہی پوری طرح ڈوب کر مر جانے کا، بس ذلت اور اذیت کا ایک سفر ہوتا ہے جس میں ان کو باقی ماندہ زندگی گزارنی پڑتی ہے..... تم ہی تھے ناں مجھے زبردستی اس راہ پر لانے والے..... جس پر میں تمہیں سچا جان کر چلی تو ہوں مگر اب واپس پلٹنا ناممکن لگ رہا ہے۔'' وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔ اس کے اس طرح بے قراری سے رونے پر وہ بے چین ہو گیا۔

"دیکھو اس طرح سے مت رو، مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" وہ بے چارگی سے بولا پھر کچھ ذہن میں آنے پر اچانک بولا۔

"سنو..... ایک راستہ ہے جس میں اگرچہ بہت کٹھنائیاں تو سہنی پڑیں گی پر ہم دونوں ایک ضرور ہو سکتے ہیں۔" اس کی پرسوچ انداز میں بولنے پر وہ ایک دم چونکی اور ہاتھ چہرے سے ہٹا کر فوراً پوچھا۔

"کون سا راستہ؟"

❁.....❁.....❁.....❁

"عنایت بی..... آپ ذرا باہر جائیں اور وریشہ کے ساتھ مہمانوں کے بیٹھنے اور کھانے کے انتظامات ایک بار پھر دیکھ لیں کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ ہیں تو گھر کے ہی لوگ پھر بھی ہماری طرف سے انتظام مکمل ہونا چاہیے۔" سلطانہ تائی افتاں و خیزاں اماں جہاں کے کمرے میں آئی تھیں جہاں تسبیح ہاتھ میں لیے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھیں، جب کہ عنایت بی ان کے پاؤں دبا رہی تھی، انہوں نے عنایت بی کو باہر بھیج کر تھوڑی دیر ان کے باہر جانے کا یقین کیا پھر فوراً ہی اماں جہاں کے پیروں کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

"اماں جان غضب ہو گیا..... کچھ ماہ پہلے والی تاریخ پھر سے دہرائی جا رہی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ تب کی بار ہمیں اندازہ تھا کہ منتہا کہاں جا سکتی ہے اور وہی اندازہ بعد میں سچ ثابت ہوا، جب ہم اسے اس کی خالہ کے گھر سے لے بھی آئے، اب کی بار تو ایسی کوئی بات تھی نا کوئی رشتہ پھر بھی جانے کہاں چلی گئی وہ....." ان کے پیروں کو ہاتھ لگائے وہ حواس باختگی سے بولیں اور آخر میں رو دی تھیں۔ اماں جہاں جھٹکے سے اٹھ بیٹھیں، ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، تسبیح ہاتھ سے گر گئی۔ اپنی دانست میں وہ چیزوں کو ٹھیک کرنے کی کوشش میں تھیں اور ان کے نزدیک آمنہ کی شادی کے بعد ان کے آدھے مسائل حل ہو جانے تھے۔ اس شادی کے بعد تو انہوں نے مومنہ کو وہاں سے نکالنے کا کوئی حل سوچنا تھا مگر سلطانہ کی بات سے ان کو لگا کہ زندگی کے اس کٹھن سفر میں جسے وہ آگے بڑھنے کی کامیاب کوشش قرار دے رہی تھیں وہ تو محض دھوکا تھا۔ ان کی نظر کا یا دل کا وہ جہاں پہلے کھڑی تھیں اس سے بھی کئی قدم پیچھے چلی گئی تھیں۔

"کک..... کون..... کس کی بات کر رہی ہو سلطانہ؟" اگرچہ سلطانہ نے بہت صاف بات کی تھی مگر وہ شاید سمجھنا نہیں چاہ رہی تھیں۔ تب ہی پوچھا جواب میں سلطانہ نے بتایا کہ کس طرح آمنہ تین چار گھنٹوں سے اپنی کسی دوست کو شادی کا بلاوا دینے گئی تھی اور اب تک گھر نہیں لوٹی اور وریشہ کو بھی اس کی دوست کا گھر اور نام تک نہیں پتا۔

"ہماری آزمائش ابھی ختم نہیں ہوئی سلطانہ، وہ آ جاتی ہے ٹھیک..... ورنہ پھر اپنی دوسری بیٹی کی رخصتی کی تیاری کرو ہم پر تو جو قیامت ٹوٹنے کو ہے سو ہے، اس میں ہم ان بھلے مانس لوگوں کو حصے دار نہیں بنا سکتے..... جاؤ وریشہ کو بتا دو کہ آمنہ کے نہ آنے کی صورت میں وہ ڈولی میں بیٹھنے کی تیاری کرے۔"

"مگر اماں جہاں.....! وہ آمنہ....." ان کے سنجیدہ انداز پر وہ ہکلا کر بولیں کہ ان پر تو دوہری قیامت ٹوٹ پڑی تھی..... اتنی شریف، باکردار، سلجھی ہوئی سمجھدار لڑکی کا شادی والے روز اچانک گھر سے غائب ہو جانا پھر اس کی جگہ دوسری بیٹی کو اس شادی کے لیے تیار کرنا۔

"وہ آ گئی تو اس کی پہلی اور آخری خطا سمجھ کر معاف کر دیں گے، اگر نہ آئی تو سمجھنا کہ ایک ہی بیٹی کو جنم دیا تھا تم نے۔" انہوں نے سفاکی سے کہا تو نجانے کیوں سلطانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر پھر بھی وہ سر ہلاتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئیں۔ اماں جہاں کی آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں اور چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁

اماں جی کے گھر میں ایان اور موحد کی شادی کی تاریخ مقرر کر دی گئی تھی اور اسی سلسلے میں خوش گوار سی رونق ہر وقت گھر کا

حصہ بنی رہتی یہ اور بات تھی کہ شیرہ ان سب کے ساتھ شادی کے پروگرامز بھی بناتی تھی، خریداری بھی کرواتی، آفس کو بھی وقت دیتی اور عبدالحنان کے پاس بھی چکر لگاتی تھی۔ ایسے میں گھر میں اگر کوئی گھن چکر بنا ہوا تھا تو شیرہ تھی۔ مومنہ کی حالت میں بتدریج تبدیلی تو آرہی تھی وہ حیرت سے اماں جہاں اور اماں بی کے گھر کا مقابلہ کرتی تو حیران ہوتی کہ کس طرح دو بہنیں عادات انداز اور خصائل میں مختلف ہوسکتی ہیں۔ دونوں بہنوں کے خاندانوں سے جڑے لوگ ان کا احترام کرتے تھے مگر اماں جی کے ساتھ روا رکھے گئے احترام میں ایک محبت شامل تھی۔ بہوؤں کو جہاں سمجھانا ہوتا سمجھا دیتیں جہاں مشاورت چاہیے ہوتی کھلے دل سے مشورہ دیتیں، بیٹے ان سے پوچھے بنا ایک قدم بھی اٹھانا گناہ سمجھتے چاہے وہ گھریلو اونچ نیچ ہوتی یا آفس کا کوئی معاملہ اور نوجوان پارٹی ان کی دوستی کا رنگ اماں جی کے ساتھ اتنا گہرا تھا کہ وہ دیکھ کر دنگ رہ جاتی، وہ اس گھر کی لڑکیوں کو دیکھتی تو دل ہی دل میں اماں جہاں کو مخاطب ہو کر کہتی۔

"آئیں دیکھیں اماں جہاں کہ محبت اور اعتماد کی آب و ہوا لڑکیوں کو کیسے نکھار دیتی ہے..... وہ سب کی سب گھر کے کاموں میں طاق تھیں تو تعلیمی میدان میں بھی ایک دوسرے سے بڑھ کر اعتماد کی دولت تو اماں جی کے گھر کے مکینوں کا خاص خاصا تھی۔ چاہے وہ شیرہ ہو یا فجر یا پھر شجر..... پردے کا خیال بھی رکھتیں مگر کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں بڑے آرام سے بڑے سے بڑے مسائل خود ہی نبٹا لیا کرتی تھیں۔ شیرہ جب سلیقے سے دوپٹا پھیلا کر سن گلاسز لگاتی اور آفس جاتی تو مومنہ کس قدر حیرت اور حسرت سے ان کو دیکھتی تھی اماں جی کی گود میں سر رکھ کر جب ان کے پوتے پوتیاں بڑی بڑی فرمائشیں کرتے اور منوا بھی لیتے اس کو دیکھ کر اس کا دل خون کے آنسو رو دیتا، سب سے زیادہ اسے وہ مناظر بھاتا جب تایا اور چچا جان سے فجر اور شجر، موحد اور ایان کی شکایتیں لگاتیں پھر ان کو ڈانٹ پڑوا کر اپنی من پسند خواہشات منواتیں، اسے وہ سب کسی اور دنیا کے لوگ لگتے۔ وہ یہاں خوش نہیں تھی مگر مطمئن ضرور تھی۔ اسے یہاں محبت نہیں ملی تھی صرف ساتھ عزت بھی ملی تھی۔ اس کے برعکس اماں جہاں کی اپنے گھر پر حکومت تو تھی، سب ان سے ڈرتے بھی تھے مگر وہاں اعتماد، محبت اور نرمی جیسے جذبوں کا فقدان تھا، رشتوں کے بیچ ایسے نہیں یا دانہوں نے اپنے گھر میں موجود کسی بھی رشتے سے لاڈ پیار کا مظاہرہ کیا ہو۔ وہ کزنز آپس میں بے تکلف تھیں سوتیلیں تایا ہوں یا تائی سلطانہ، اجمل بھائی ہوں یا پھر اماں جہاں سب سے ان کا ایک ڈر اور خوف کا رشتہ تھا یا پھر جھجک کا۔ ہاں عبدالحنان شروع سے بورڈنگ میں رہا پھر مزید تعلیم کے لیے ہاسٹلز میں تو اس کے ساتھ اماں جہاں کا رویہ شروع ہی سے الگ اور محبت بھرا رہا تھا۔ اماں جی جیسے فراغ دل لوگ بھی اسی دنیا کا حصہ تھے یہ اسے اس وقت پتا چلا جب انہوں نے سدرہ چچی کے ہاتھ ایک لمبی چوڑی رقم پکڑائی کہ مومنہ اور شجر کے جہیز کی تیاری کریں، اسی طرح انہوں نے تایا جان کو حکم دیا کہ شجر کے جیسا ہی فرنیچر مومنہ کے لیے بھی خریدا جائے جس کے لیے رقم کی ادائیگی وہ خود کریں گی، مبادا کل کو مومنہ کی ساس کے ذہن میں مومنہ کے حوالے سے کوئی ایسی بات آئے کہ وہ ایسے ہی اٹھ کر ان کے بیٹے کی زندگی میں شامل ہوگئی ہے اور کسی قسم کا جہیز ساتھ نہیں لائی تو ایسی کوئی بات یا اعتراض کے پیدا ہونے کا سلسلہ ہی انہوں نے ختم کر دیا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

"کہاں گئی تھیں تم ماں اور باپ کی عزت خاک میں ملا کر؟" آمنہ کے گھر میں داخل ہوتے ہی تائی سلطانہ نے صرف قہر بھری نظر اس پر ڈالی کہ ابھی کچھ دیر قبل ہی تو وریشہ کا نکاح احمد علی کے ساتھ ہوا تھا اور اب کھانا کھایا جا رہا تھا۔ وریشہ کی نئی نئی بنی ساس گئی بار دلہن کی بہن کے بارے میں پوچھ چکی تھیں اور شیرہ کو بھی اماں جہاں نے نکاح سے ایک گھنٹہ قبل ہی عنایت بی کے ہاتھ بلوایا تھا۔ ایک ضروری کام کا کہلوا کر..... وہ پوتی کے سسرال والوں کے سامنے کسی بھی خاندانی چپقلش کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھیں اگرچہ آمنہ کی مسلسل گمشدگی سے دل اندیشوں اور وسوسوں کی زد میں تھا۔ شیرہ اس اچانک

نکاح پر حیران ہی تو رہ گئی تھی مگر پھر بھی دلہا کی ماں بہن اور دو تین اور قریبی خواتین کو پوری طرح کمپنی دی تھی، البتہ دماغ بار بار وریشہ کے عجیب سے رویے میں جا الجھتا جو کسی بت کی مانند ساکن تھی۔ بالکل ایک خوب صورت مجسمے کی مانند جس کے احساسات ایسا لگتا تھا جادو کے زور پر کہیں غائب کر دیئے گئے ہوں مگر وہ چونکہ اب اماں جہاں کے گھر اور مکینوں کے ساتھ ہونے والی انہونیوں کی کچھ کچھ عادی ہو چکی تھی پھر اس نے آمنہ کی مسلسل غیر موجودگی اور رخصتی سے بالکل پہلے کہیں باہر سے آمد کو بھی محسوس کیا تھا پھر اسے دیکھ کر اماں جہاں کی آنکھوں میں سکون اترنا اور تائی سلطانہ کا چہرہ غصہ سے سرخ پڑ جانا بھی اس سے پوشیدہ نہیں رہا تھا مگر وہ ان کے گھر کے اندرونی معاملات تھے وہ کیا کر سکتی تھی سو وریشہ کی رخصتی کے بعد اماں جہاں سے رخصت لے کر عنایت بی اسے واپس گھر تک چھوڑ آئی تھیں، زندگی میں پہلی بار تائی سلطانہ اماں جہاں کا خیال کیے بغیر آمنہ کو ان کے سامنے ہی کھینچتی اپنے کمرے میں لے گئیں اور پھر اس پر پل پڑی تھیں..... جواب میں آمنہ کے پاس فقط ایک چپ تھی اور آنسو تھے۔

''بتاتی کیوں نہیں..... بولتی کیوں نہیں بوبد نصیب۔'' انہوں نے ہانپتے ہوئے دوہتڑ اور اس کی کمر پر برسائے۔

''تم جیسی بیٹیاں ہوتی ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کو پیدا ہوتے ہی مار دینا چاہیے، ارے خاک میں ملا دیا میرا فخر جب مجھے اماں جہاں نے کہا کہ آمنہ گھر کی سب سے سمجھدار بچی ہے۔ وہ اپنے گھر کے مسائل کو سمجھتے ہوئے سب سنبھال لے گی۔'' وہ روتے ہوئے اب سامنے والی بیڈ پر بیٹھ گئی تھیں، اسی پل اماں جہاں کمرے میں داخل ہوئیں۔ جن کے چہرے کی سنجیدگی دیکھ کر آمنہ کے آنسو تھم گئے اور سانس گویا سینے میں ہی اٹک گئی تھی۔

''اس کو کہہ دو سلطانہ کہ آنے والے دنوں میں اس دہلیز پر جو بھی رشتہ لے کر آئے گا میں اسی روز اس کو رخصت کر دوں گی اور تب تک یہ ہمارے سامنے نہ ہی آئے تو بہتر ہے۔''

''مگر میرا نکاح ہو گیا ہے۔'' اس کی مدہم آواز میں صورتھا جو دونوں خواتین کے کانوں میں پھونکا گیا تھا۔ اماں جہاں دروازے سے واپس مڑیں اور سلطانہ بیگم نے اپنا سر جھٹکے سے اٹھا کر بے یقینی سے آمنہ کو دیکھا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

اور بالآخر ابتہاج ملک کے جذبے سچے تھے یا وہ قسمت کے اتنے دھنی تھے کہ جیسے ہی صحت یاب ہو کر گھر آئے مریم کو اس کی پھوپو بہو بنا کر گھر لے آئی تھیں مگر گزرے ان تین ماہ میں انہوں نے شائستہ کے رشتے کے لیے بھی کمر کس لی تھی اور جیسے ہی اپنے بھائی کے گھر کے ماحول اور شائستہ کے مزاج کے مطابق ایک مناسب برملا تھا انہوں نے انہیں اپنی بھابی سے ملوا دیا تھا۔ یوں الگ جذبوں اور الگ حالات کے ساتھ دونوں بہنیں رخصت ہو گئی تھیں۔ تب جا کر پھوپو کو کہیں سکون کی سانس نصیب ہوئی تھی ورنہ ان کے بیٹے نے جو کچھ شائستہ کے ساتھ کیا تھا وہ واقعی ان کے نزدیک زیادتی ہی تھی اس رشتے کی بابت سن کر شائستہ کا بیمار ہو کر بستر سے لگ جانا انہیں مزید احساس جرم میں مبتلا کر دیتا تھا مگر ان کی دل جوئی اور ماں کی تیمارداری اور سمجھانے پر وہ جلد ہی سنبھل بھی گئی تھی مگر ایک گہرا سکوت تھا جس نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور جب پہلی بار اماں نے دونوں بیٹیوں کو شادی کے بعد دعوت پر بلایا تو مریم کے ہنستے کھلکھلاتے چہرے پر اس کا دل کیا تیزاب الٹ دیں کہ یہی چہرہ اور ناز و انداز ہی تو تھے جس نے ابتہاج ملک کو ان سے چھین لیا تھا۔

بہن سے ان کا رویہ روکھا پھیکا ہی رہا اور آنے والی زندگی میں وہ نفرت کی لہر ایک بڑے سمندر میں بدل گئی جب ان کے خاوند بھی بات بے بات اس کا موازنہ مریم سے کرنے لگے، پتا نہیں ایسی کیا خاص بات تھی مریم میں کہ جو بھی اس سے ایک بار ملتا عمر بھر کے لیے اس کا گرویدہ ہو جاتا۔

❁.....❁.....❁.....❁

پھوپو نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ اس کے ٹھکرائے جانے کے غم کو ایک اچھا گھر دے کر اس کا غم غلط کردیں جو کہ ان کے بیٹے کی طرف سے ملا تھا اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئی تھیں کہ لڑکا پڑھا لکھا ہونے کے ساتھ ساتھ دین دار اور صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا۔ لڑکے کی ماں ان کی دور پرے کی رشتہ دار تھی۔ نہایت وضع دار باپردہ اور نیک خاتون تھیں۔ عمر بھر نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھ چکی تھیں۔ باقاعدہ کوئی محافل کا انتظام تو نہ کرتی تھیں مگر شائستہ نے دیکھا تھا کہ خاندان کے علاوہ باہر سے بھی خواتین ان سے اپنے مختلف مسائل کے حل پوچھنے آتیں، جنہیں وہ اپنے فہم اور تدبر سے قرآن کی تفسیر کی روشنی میں بتانے اور حل کرنے کی کوشش کرتیں۔ شام کے وقت بچیاں ان سے قرآن پڑھنے بھی آتیں..... اپنے مزاج اور ماحول کے مطابق اکلوتی بہو جو کہ خوب صورت بھی تھی اور باادب بھی کو پا کر وہ بھی خوش تھیں مگر کیا کیا جائے کہ سہاگن وہی جو پیا من بھائے۔ شائستہ کا شوہر اس کا گرویدہ نہ ہوا تو ناخوش بھی نہ تھا۔

شائستہ اس شادی کے بعد اپنے دل پر گہرائی سے کھدے ابتہاج کے نام کو مٹانے میں پوری کوشش کررہی تھی کہ اس کے نزدیک یہ گناہ تھا کہ وہ کسی اور کے نکاح میں ہو اور اس کی سوچوں پر کوئی اور شخص قابض ہو مگر ابھی اور آزمائش باقی تھی کہ اس کا شوہر احمد کچھ عرصہ پہلے جس دفتر میں بھرتی ہوا تھا وہاں اب جو نیا باس آیا تھا وہ ابتہاج ملک تھا جو اپنے اسٹاف کے ساتھ گھل مل گیا تھا اور احمد کو دیکھ کر اسے خوش گوار سی حیرت ہوئی تھی اور چونکہ زندگی میں ہلچل اور ہلے گلے کا شوقین تھا تو آئے روز پارٹیز میں ان دونوں میاں بیوی کو بھی مدعو کرتا اور کبھی کبھار وہ دونوں میاں بیوی بھی آن دھمکتے۔ یوں ابتہاج ملک کی مریم کے لیے وارفتگی شائستہ کو عجیب سے ہیجان میں مبتلا کردیتی اور پھر احمد بھی اب بات بات میں شائستہ اور مریم کا موازنہ کرنے لگا تھا۔ بعض دفعہ تو اس کے لہجے میں ایسی حسرت ہوتی یہ بات کہتے ہوئے کہ کاش وہ بھی مریم جیسی ہوتی ہر دل میں گھر کرجانے والی، ہر محفل پر چھا جانے والی، اس پل اس کا دل چاہتا جا کر مریم کا گلا دبادے، اس کی ہستی کو نیست و نابود کردے، اس کے وجود کو دنیا سے مٹادے جو اس کی خوشیوں کو ایک ایک کرکے گہن لگاتی جارہی تھی۔

جیسے ہی بچوں کا سلسلہ شروع ہوا وہ نوے فیصد گھریلو خواتین کی طرح بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت میں لگ گئی۔ اب تو اس کی ساس نے بھی اپنی بیماری کے باعث آہستہ آہستہ اپنا علم اس میں منتقل کرنا شروع کردیا تھا۔ ابتہاج کے بعد احمد کا دور جانا بھی اس نے مریم کو ہی سبب جانا تھا اور اپنی توجہ، محبت اور طرز زندگی احمد کے مزاج کے مطابق کرنے کی بجائے اس نے اسے اپنی طرف راغب کرنے کے لیے وظائف کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔ اس نے مریم کے مرنے کی دعائیں مانگنی شروع کردی تھیں۔ مریم تو نہیں مری تھی مگر ابتہاج ملک کے تبادلے کی وجہ سے وہ لوگ دوسرے شہر انتقال کرگئے تھے مگر وہ نہ تو مریم کو اپنے خاوند کے دل سے پھر کبھی نکال پائی تھی نہ اس کے ذکر سے جواب برملا اظہار کرتا تھا کہ شوہر اور گھر پر راج تو مریم جیسی عورتیں کرتی ہیں۔ اس جیسی عورتیں تو ایسی ہوتی ہیں جن میں نہ گن ہوتے ہیں مرد کو اپنا بنانے کے نہ محبت سے خاوند کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، ان کو صرف ایک شوپیس کی طرح گھر میں سجا کر رکھا جاسکتا ہے۔ ایسے میں وہ سرتاپا جھلس کر رہ جاتی اور انہی دنوں اس کی ساس جو اماں جہاں کے نام سے جانی جاتی تھیں اچانک بیمار ہوکر چل بسی تھیں، شائستہ نے آگے بڑھ کر خود بخود ان کی جگہ سنبھال لی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.naeyufaq.com

ہائے میرا دل

ندا حسنین

یہ عشق تھا فقط عشق جس کا مسئلہ تھا
اس امتحان میں سجدے نہ استعارے تھے
خدا کرے کہ تیری عمر میں گنے جائیں
وہ دن جو ہم نے تیری ہجر میں گزارے تھے

رئیس احمد رات کے کھانے کے بعد، نرم گرم کمبل میں دبکے، مونگ پھلیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان کی نگاہیں ٹی وی اسکرین پر جمی تھیں، جہاں کوئی شو جاری تھا۔ رئیس احمد کے پہلو میں بیٹھیں حلیمہ خاتون اپنے سر میں بڑے انہماک سے تیل کی مالش میں مصروف تھیں۔

"میاں جی...... ذرا اپنی بیٹی کے حوالے سے بھی سوچیں۔ ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔"

"اے لو بیگم، یہ کیا بات کہہ دی تم نے۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو اس کو کمرے میں جاتے دیکھا تھا اور تم کہہ رہی ہو کہ نکلی جا رہی ہے۔" رئیس احمد بولے۔

"بس ہو گئی بات۔ تم جیسے لاپرواہ باپ ہی ہوتے ہیں جن کی اولادیں گل کھلاتی ہیں۔" حلیمہ بیگم نے تیل کی شیشی بند کرتے ہوئے میاں جی کو گھورا۔

"اولادیں......؟ کلوتی اولاد ہی تو ہے میری رانی اور اولادیں تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے کرکٹ ٹیم تیار کر رکھی ہے تم نے۔" رئیس احمد بیگم کی گھوری کے جواب میں مسکراتے ہوئے بولے۔

"ہائے میاں جی کا پیار ہی اتنا محدود ملا کہ اکلوتا پھول ہی آنگن میں کھل سکا۔" حلیمہ بیگم نے ٹھنڈی سانس لی۔

رئیس احمد تلملا کر رہ گئے۔

"اوروں کی بیویوں کو دیکھو، بات کرنے سے پہلے سنیئے جی، ادھر آیئے جی، کہہ کر تمہید باندھتی ہیں اور ایک تم ہو جو کسی بھی بات کا آغاز ایک نہ ختم ہونے والے جھگڑے سے کرتی ہو۔" وہ منہ بسور کر شکوہ کناں ہوئے۔

"اچھا چلیں جھگڑا چھوڑیں، وہ میں کہہ رہی تھی کہ......" حلیمہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

"اوہو بھئی بیگم، اب اتنا نزدیک نہ آؤ۔ تمہارے سر سے انتہائی بری بو آ رہی ہے میرا تو سانس لینا محال ہو رہا ہے۔" رئیس احمد ناک سکیڑتے ہوئے، انہیں پھر سے چھیڑ گئے۔

"رئیس احمد وہ دن یاد کرو جب تم اپنی فیکٹری سے تھکے ہارے پسینے میں شرابور آتے تھے اس وقت پورا گھر تمہارے پسینے کی بدبو سے مہکتا تھا میں نے تو کبھی اعتراض نہیں کیا ہونہہ......" حلیمہ بی بی کے سر پر لگی اور تلووں پر بجھی۔

"اچھا اچھا...... چلو چھوڑو، یہ بتاؤ کیا کہنا تھا تمہیں۔" رئیس احمد مسکراتے ہوئے صلح جو لہجے میں بولے۔

"ایک رشتہ آیا ہے بیٹی کے لیے۔" حلیمہ بیگم پھر۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ان کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولیں۔ ”بہت ہی اچھا گھرانہ ہے۔ لڑکا پڑھا لکھا اور بہترین فرم میں اچھی پوسٹ پر ملازمت کرتا ہے۔“ حلیمہ بیگم نے تفصیل سے بتایا۔

”اچھا اور لڑکے کے والد صاحب کیا کرتے ہیں؟“ رئیس احمد نے سوال کیا۔

”وہ گورنمنٹ آفیسر رہ چکے ہیں اب ریٹائرڈ ہیں۔“ حلیمہ بیگم نے جھٹ بتایا۔

”اچھا کون سا ادارہ تھا، پوسٹ کیا تھا صاحب کی؟“ رئیس احمد نے کسی داروغہ کی مانند سوال کیا۔

”میاں جی، میں نے اپنی بیٹی کی شادی لڑکے سے کرنی ہے، اس کے باپ سے نہیں لہٰذا لڑکے پر توجہ دیں، اس کے والد صاحب پر نہیں یہ دیکھیں لڑکے کی تصویر..... کتنا لائق اور خوبرو نوجوان ہے۔“ حلیمہ بیگم رئیس احمد کو لڑکے کی تصویر دیکھانے لگیں، رئیس احمد ناک پر عینک چڑھائے تصویر کو غور سے دیکھنے لگے اور پھر ناک بھوں چڑھا کر بولے۔

”بیگم..... بٹیا رانی کو سمجھ میں نہیں آئے گا۔ دیکھو ناں ناک کتنی موٹی ہے اور اس کی تو مونچھیں بھی بڑی بڑی ہیں اور دیکھو ذرا پڑھ پڑھ کر نالائق آدھا گنجا بھی ہو گیا ہے۔ نہ بیگم..... کوئی اور ذرا ڈھنگ کا رشتہ ڈھونڈو..... یہ لڑکا تو مجھے ذرا بھی سمجھ میں نہیں آیا۔“

”میاں جی، اللہ کا خوف کریں..... اچھے بھلے نوجوان کا آپ نے اتنا برا نقشہ کھینچ دیا۔ میں سب سمجھتی ہوں یہ سب آپ کس وجہ سے کرتے ہیں۔ آپ اور آپ کی بیٹی کے جو ارادے ہیں ناں وہ میں مر کر بھی پورا نہیں ہونے دوں گی۔“ حلیمہ بیگم غصے سے کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔

”یعنی مر کر بھی یہ عورت، سکون سے جینے نہیں دے گی۔“ رئیس احمد بڑبڑاتے ہوئے ایک بار پھر ٹی وی کی

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

جانب متوجہ ہوگئے تھے۔

"وہ لیپ ٹاپ آن کیے بیٹھا تھا۔ تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے مصروف انداز میں دروازے کی جانب دیکھا اور بلند آواز میں جواب دیا۔

"ابھی بہت مصروف ہوں۔ کل دن میں دو بجے کے بعد میرے کمرے میں آنا۔" اگلے ہی پل دروازہ دھڑام سے کھلا اور وہ دونوں ہاتھ کمر پر جمائے خونخوار نگاہوں سے اسے گھورتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیا کہا تم نے، بہت مصروف ہو؟ کل دو بجے آنا.....کوئی پیون ہوں میں تمہاری، جو اتنے آرام سے حکم نامہ جاری فرما رہے ہو۔" وہ اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔ وہ اس کے یوں تلملائے جانے پر زیر لب مسکراتا اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"اور یہ کون سا فضول کام ہے جو بہت اہم ہے، کان کھول کر سن لو بابر تمہارے لیے اگر کوئی کام اہم ہے تو وہ ہے مجھے چاہنا اور دنیا میں کوئی تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہے تو وہ ہے..... پائل۔" وہ بابر کا لیپ ٹاپ درمیان سے ہٹا کر اس کے سامنے بیٹھ گئی اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔

"اچھا..... بڑا یقین ہے تمہیں۔" وہ ہنوز اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری بچپن کی محبت ہوں، تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔" اس کے لبوں پر دل موہ لینے والی مسکان تھی، بابر نے فوراً سے بیشتر نگاہیں پھیر لیں، اس کی مسکراہٹ اس کی دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کردیتی تھیں۔

"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ ہوا کیا ہے، کیوں اتنی بوکھلائی ہوئی ہو؟" وہ موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"رشتہ آیا ہے میرا۔ اماں، ابا کو بڑی خوش خوش تفصیلات بتا رہی تھیں اور تم آرام سے اس لیپ ٹاپ میں کھوئے ہو۔" اس کے پوچھنے پر جیسے اسے اچانک یاد آیا اور وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جب تک تم مل نہیں جاتیں، تب تک کسی نہ کسی میں تو کھوئے رہنا ہے۔" وہ ہولے سے بڑبڑایا۔

"یہ کیا من من کر رہے ہو۔ ہمت ہے تو میرے منہ پر بات کرو۔ یوں پکی عمر کی عورتوں کی طرح منہ پھیر کر بدبدایا نہ کرو، میرے سامنے۔" پائل اس کی بڑبڑاہٹ نہ سن پائی تو غصے سے بولی۔

"اف میری توبہ..... پائل کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ تم لڑکی نہیں ایک چلتی پھرتی ٹینشن ہو، مجال ہے جو کوئی ایک بات بھی ڈھنگ کی کہی ہو تم نے۔ یہ بتاؤ مامی کے بتائے گئے رشتے پر ماموں نے کیا جواب دیا؟" وہ اس کے کوسنے پر چڑ کر بولا۔

"انکار کردیا ابا نے۔ لڑکا پسند نہیں آیا انہیں۔" وہ منہ بسور کر بولی۔

"جب انکار ہوگیا تو پھر مسئلہ بھی ختم، کیوں اتنی چراغ پا ہو رہی ہو تم۔" اس نے اطمینان کی سانس لیتے استفسار کیا۔ اس کی بات پر پائل کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"آج ابا کو لڑکا پسند نہیں آیا، کل کوئی رشتہ ان کے دل کو بھا گیا تو..... پھر کیا کرو گے تم؟ تم آخر ابا سے ہمارے رشتے کی بات کیوں نہیں کرتے بابر؟" وہ بولی۔

"نہ تو تمہارے ابا کو فی الحال کوئی رشتہ پسند آیا ہے نہ ہی مستقبل قریب میں پسند آنے والا ہے۔ وجہ میں جانتا ہوں۔ ماموں جی کے تمہارے لیے معیار بہت بلند ہیں۔ اس لیے فی الحال میں ان بے کار باتوں پر بالکل دھیان نہیں دینے والا اور تمہارے لیے بھی یہی مشورہ ہے کہ تم بھی ان بے کار باتوں پر بالکل دھیان مت دو۔" وہ لاپروائی سے بولا۔ پائل دکھ سے اسے دیکھنے لگی۔

"اگر تم سے محبت نہ ہوتی بابر تو تمہارے کمرے میں آنا تو کجا، تمہیں دیکھنا بھی گوارا نہ کرتی۔" وہ تلخی سے اتنا کہہ کر پیر پٹختی واپس چلی گئی۔

"دیوانگی..... جس دل میں بستی ہے، بس اسی دل پر وار کرجاتی ہے۔" وہ زیر لب کہتا اپنے دل کو سہلاتا لیپ

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ٹاپ کی جانب متوجہ ہوگیا تھا۔

پائل اسٹول پر کھڑی الماری کے بالائی حصے کی صفائی کرنے میں مصروف تھی۔ تب ہی سلیمہ کمرے میں آئی۔

"پائل باجی، آپ کو بیگم صاحبہ یاد فرما رہی ہیں۔" اس کی آواز پر وہ بری طرح چونکی اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے بستر پر گر پڑی اور سلیمہ مسکرادی۔

"پائل باجی آپ تو بالکل سنگیتا طرح ٹھاہ کرکے گری ہیں۔" سلیمہ نے ہنسنے کے دوران کہا۔

"اے امرجہ جیسی منحوس سلیمہ...... پیغام دے دیا ناں اب جلدی سے دفع ہوجاؤ میرے کمرے سے۔" وہ سلیمہ کی جرأت پر تلملا کر بولی۔

"ہائے باجی...... یہ امرجہ کون ہے؟" فلموں کی دلدادہ سلیمہ کی سوئی "امرجہ" پر اٹک گئی۔

"میری نانی۔" پائل بری طرح چڑ کر بولی۔

"ہائے وہ کیا منحوس تھیں؟" سلیمہ کی معصومیت عروج پر تھی۔ پائل کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اس نے ارد گرد نظر دوڑائی مگر ایسی کوئی بھی چیز قریب میں موجود نہیں تھی وہ خود ہمت کرکے اٹھی اور سلیمہ اس کے خطرناک تیور دیکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

"بھاگ گئی کم بخت...... آج تو میں نے اس سلیمہ کو قطعی نہ چھوڑنا تھا۔" پائل غصے سے بولی اور کمرے سے نکل گئی۔

"جی اماں، آپ نے بلوایا۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے انتہائی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے استفسار کیا۔ ساتھ ہی اماں کے پہلو میں بیٹھے ابا کو ترچھی نگاہوں سے دیکھا۔

"تمہارے ابا نے یاد فرمایا ہے۔ تمہاری لن ترانیوں کی خبر لینے۔" وہ چونک کر ابا کو دیکھنے لگی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں بیٹیاں؟" رئیس احمد نے گلا کھنکھارتے ہوئے رعب دار آواز میں پوچھا۔

"ابا مجھے خبر نہیں۔" پائل نے معصومیت سے کہا۔

"ہم اس رشتے کی بابت دریافت کر رہے ہیں، جسے تم نے بری طرح ٹھکرادیا۔" رئیس احمد نے بیگم کے چراغ پا ہونے کے خدشے پر اپنے رعب میں مزید اضافہ کیا۔

"مجھے وہ رشتہ پسند نہیں ابا حضور۔" اس بار پائل نے بھی گردن اکڑا کر جواب دیا۔

"پوچھیے ذرا اپنی بٹیا رانی سے کہ کیا برائی ہے اس رشتے میں؟" حلیمہ نے غصہ سے کہا۔

"ابا...... آپ بھی پوچھیے اماں سے کہ بھلا کیا بھلائی ہے اس رشتے میں؟" پائل دوبدو بولی۔

"ارے...... لڑکا ڈاکٹر ہے۔ خاندانی بھی ہے، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے، شہر کے بہترین علاقے میں اپنا بنگلہ ہے۔ پوچھیے اس سے کہ بھلا اور کیا بھلائی چاہیے اس لڑکی کو۔" حلیمہ انگلیوں پر خوبیاں گنواتے ہوئے بولیں۔

"یہی...... لڑکے کے ڈاکٹر ہونے پر اعتراض ہے۔ مجھے کسی ڈاکٹر سے شادی نہیں کرنی۔" پائل نے بڑی شان بے نیازی سے اپنا اعتراض دونوں کے گوش گزار کیا۔

"ڈاکٹر ہونے پر...... مگر کیوں؟" رئیس احمد اور حلیمہ دونوں ہی حیران ہوئے۔

"لو بھلا بتاؤ۔ یہ کیسا اعتراض ہے۔ ڈاکٹر ہونا تو لڑکے کی قابلیت اور کامیابی کی دلیل ہے۔ وجہ اعتراض بالکل بھی قابل غور نہیں اس سے کہیں کہ شریف لڑکیوں کی طرح اس رشتے کو قبول کرے۔" حلیمہ نے طیش کے عالم میں اس کا اعتراض مسترد کردیا۔

"میں سر کٹوا سکتی ہوں اماں جی مگر جھکا نہیں سکتی۔ ابا آپ تو بچپن سے ہی میری حساسیت سے بخوبی واقف ہیں۔ میں تو مرغی کے گلے میں چھری پھیرتے نہیں دیکھ سکتی اور اگر دیکھ لوں تو ہفتوں سو نہیں سکتی جب کہ دوسری جانب یہ ڈاکٹر صاحب ہیں انسانوں کو چیر پھاڑ کرنے میں ماہر...... بھلا میرا حساس دل کیسے ایسے ظالم انسان کو اپنا مجازی خدا مان سکتا ہے۔ ذرا سوچیے۔" پائل بڑی دور کی کوڑی لے کر آئی تھی۔ رئیس احمد اس کی دلیل پر عش عش کر اٹھے۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"میاں جی۔ غور کیجئے آپ کی صاحبزادی نے اچھے بھلے مسیحا کو قصائی بنا دیا۔ ڈاکٹر تو انسانیت کی خدمت کرتا ہے۔ ویسے بھی چیڑ نا پھاڑنا سرجن کا شعبہ ہے۔ ڈاکٹر کا نہیں۔" حلیمہ بی بی نے چراغ پا ہوتے ہوئے پائل کی پوری دلیل کو مسترد کیا۔

"بٹیا..... ویسے بھی وہ ڈاکٹر اپنے ہسپتال میں ہوں گے گھر پر نہیں اور ہم آپ کو ان کی زوجہ بنا کر ان کے گھر روانہ کریں گے نہ کہ ہسپتال۔" رئیس احمد بھی مسکراتے ہوئے گویا ہوئے۔

"مگر ان کی زوجہ بننے کے بعد بھی وہ رہیں گے تو ڈاکٹر ہی ناں اور پھر اس پیشے سے تعلق رکھنے والے افراد بڑی مشینی طرز کی زندگی گزارتے ہیں۔ نہ گھر کا ہوش رہتا ہے نہ بیوی کی فکر اور تو اور زبان سے بھی مٹھاس غائب ہوجاتی ہے۔" وہ فوراً بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے، ٹھیک ہے..... ہم نے سن لیا تمہارے اعتراض اب تم تشریف لے جاسکتی ہو۔" رئیس احمد کی بات پر پائل کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ جھٹ کمرے سے نکل گئی۔

حلیمہ بیگم تلملا کر رئیس احمد کو دیکھ رہی تھیں مگر انہیں کچھ کہنا فضول تھا۔ وہ سب دیکھ اور سمجھ رہی تھیں کہ دونوں باپ بیٹی کیا کھیل کھیل رہے ہیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

"کیا پھر کوئی محاذ کھلا تھا؟" وہ گم صم سی لان میں بیٹھی تھی تب ہی بابر آ گیا۔

"محاذ تو روز ہی کھلا رہتا ہے مگر تمہیں کیا..... تمہارے حصے کی لڑائی بھی، تمہاری کم ہمتی کے باعث مجھے ہی لڑنی پڑتی ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"بے کار کی لڑائی لڑتی ہو۔ اپنی توانائی ضائع کرتی ہو۔ کہا تو ہے وقت آنے پر سب سنبھال لوں گا۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"اور کب سنبھالو گے تم بابر جب کوئی ٹیچر، ڈاکٹر، انجینئر مجھے بیاہ کر لے جائے گا، تب جاگے گی تمہاری محبت..... تب کچھ کرنے کا سوچو گے تم؟" وہ بری طرح بپھری ہوئی تھی۔

"سنو میری شیرنی..... زمانہ بہت بدل گیا ہے۔ جس طرح کی لڑائی تم میرے لیے لڑ رہی ہو ناں وہ کافی نہیں مگر میں اس سے بہت ہائی لیول کی جنگ لڑ رہا ہوں تمہیں پانے کے لیے۔" بابر نے اس کا ہاتھ نرمی سے تھامتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے تک اسے دیکھتی رہی پھر ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔

"وہ ہائی لیول کی جنگ تمہاری گیڈر بھبکی، اتنا دم خم تو ہے نہیں تم میں کہ میرے ماں باپ کے سامنے اپنے دل کی بات کہہ سکو۔"

"یار ضروری ہے کہ تم ہمہ وقت پنجے جھاڑ کر کسی خونخوار بلی کی طرح میرا منہ نوچتی رہو۔" اس بار بابر بھی تلملا کر رہ گیا۔

"نہیں نوچوں گی تمہارا منہ۔ اب جو بھی رشتہ آئے گا، اسے قبول کرلوں گی کیونکہ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تمہاری محبت کی لڑائی بے فیض اور لاحاصل ہے۔ جب تمہیں میری قدر نہیں تو میں کیوں اپنی زندگی برباد کروں تمہارے لیے۔" پائل کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ بابر اسے دم بخود سا دیکھتا رہ گیا۔

"تمہاری یہ بھیگی آنکھیں کتنی آسانی سے ساگر کا رنگ اوڑھ لیتی ہیں اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان میں ڈوب جاؤں۔"

"ضرور ڈوبو مگر میری آنکھوں میں نہیں بلکہ چلو بھر پانی میں۔" وہ سوں سوں کرتی ناک کو دوپٹے کے پلو سے صاف کرتی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بابر نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے جانے سے روک لیا۔

"میں چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جاؤں گا تو پھر تم کیسے جی پاؤ گی میری شیرنی؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔

"جیسے تم میرے بیاہنے کے بعد، اپنی زندگی میں عیاشیاں کرتے پھیروں گے میرے گیڈر۔" پائل نے

www.paksociety.com

ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"تم نے خود ہی خود یہ سوچ لیا کہ میں تمہیں خود سے دور جانے دوں گا۔ کسی اور کے حوالے کردوں گا۔" وہ اس پر برس پڑا۔ پائل حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"سنو پگلی، ایسا سوچنا بھی نہیں کہ تمہیں خود سے دور جانے دوں گا۔ میں وہ ہوں جو تم سے تم ہی کو چرالوں گا۔" وہ ہولے سے گنگنایا۔

"بلی کے خواب میں چھیچھڑے ہونہہ....." وہ اس کی بات ہوا میں اڑاتی وہاں سے چلی گئی۔ بابر اسے دیکھتا رہا کئی لمحے گزر گئے وہ بیٹھا کئی باتیں سوچتا رہا۔ پھر رئیس احمد اور حلیمہ بھی وہاں آ گئے۔

"کیوں میاں خلاؤں کو تو ایسے تکتے ہو جیسے کل پرسوں تک تمہیں مشتری، زہرہ یا چاند پر جانا ہے۔" رئیس احمد نے اسے آسمان پر نظریں جمائے دیکھا تو ٹوکے بناء نہ رہ سکے۔

"بس جب بھی کہنا فضول ہی کہنا۔ ہوسکتا ہے کہ بچہ بے چارہ اپنا مستقبل سنوارنے کا کوئی منصوبہ بنا رہا ہو۔ بھئی ساری زندگی اپنے ماموں کے در پر چارپائی توڑنے اور مفت خوری کرنے سے تو رہا۔" حلیمہ بیگم حسب عادت بولیں۔ ان کی بات پر رئیس احمد سخت بدمزہ ہوکر پہلو بدل کر رہ گئے۔

"ارے میری ممانی جان۔ بالکل بجا فرمایا آپ نے۔ مستقبل کے ہی تو خواب دیکھ رہا تھا۔ اچھا یہ بتایئے کہ آج رات کیا کھلا رہی ہیں آپ ہمیں؟" وہ مسکراتا، طنز سہہ کر پوچھنے لگا۔

"آلو ٹنڈے۔" حلیمہ بیگم نے منہ بگاڑ کر جواب دیا۔

"تو پھر ممانی جان اپنی ٹنڈوں کو کسی اور دن کے لیے سنبھال کر فریج میں رکھ دیں کیونکہ آج رات کا کھانا میری طرف سے ہے۔" اس نے کہا تو حلیمہ بیگم کے ساتھ ساتھ رئیس احمد کے کان بھی کھڑے ہوئے۔

"خیریت ہے میاں، تم نے بچپن سے آج تک ہمیں ایک قلفی تک تو کھلائی نہیں اور آج چلے ہو ڈنر کرانے۔ کوئی لاٹری واٹری نکل آئی ہے کیا؟" حلیمہ بیگم بے تابی سے پوچھنے لگیں۔

"سمجھیں لاٹری ہی لگی ہے اور عمر بھر کے لیے لگی ہے۔ بس شام آٹھ بجے تک تیار رہیے گا اور اپنی خونخوار بیٹی سے بھی کہہ دیجیے گا کہ تیار رہے۔" بابر نے مسکرا کر جواب دیا۔ البتہ آخری فقرہ اس نے ہولے سے کہا تھا۔ حلیمہ بیگم حیران پریشان سی اثبات میں سر ہلاتی ہوئیں اندر چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد رئیس احمد بابر کی جانب متوجہ ہوئے۔

"میاں بھانجے، یہ ڈنر کا کیا قصہ ہے؟ کیا یہ وہی خوشخبری تو نہیں جس کے انتظار میں، میں اتنے دن سے انتظار میں ہوں۔"

"بالکل وہی خوشخبری ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں ماموں جان، ہاں مگر تفصیلات میں آپ کو رات کھانے پر ہی بتاؤں گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"چلو شکر ہے میری بٹیا رانی کی آزمائش تو ختم ہوئی۔ بے چاری کب سے انتظار میں تھی۔ ہر بار بہترین سے بہترین رشتے کو اپنی انتہائی بودی دلیلوں سے مسترد کردیتی تھی اور اگر تم نے اپنے اور پائل کے دل کا حال نہ بتایا ہوتا تو میں کب کا ان رشتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرچکا ہوتا۔" رئیس احمد نے پرسکون ہوتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں ماموں جان آپ نے میرا ہمیشہ بہت ساتھ دیا ہے اور کسی کو بھی پتا نہیں چلنے دیا۔ حتیٰ کہ پائل کو بھی نہیں۔ تب ہی تو میں اس کے لیے آنے والے رشتوں سے بھی پریشان نہ ہوا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ جب تک آپ میرے ساتھ ہیں مجھے پائل سے کوئی جدا نہیں کرسکتا۔" وہ ان کا احسان مند تھا۔

"اوہو بابر یہ باتیں کرکے مجھے تم شرمندہ نہ کرو۔ تم جانتے ہو کہ تم مجھے اپنی اولاد جیسے عزیز ہو۔ بہت چاہتا ہوں میں تمہیں، بہت اعتماد کرتا ہوں میں تم پر۔" رئیس احمد اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے شفقت سے بولے۔

"ماموں جان...... آپ کے مہربان ساتھ نے ہی

Wajjar Azeem www.pakistanipoint.com

میری زندگی کی مشکلات کو آسان بنایا ہے۔ آپ کا ساتھ اگر نہ ہوتا تو آج میں اس مقام تک نہ پہنچ پاتا جہاں اب ہوں۔'' بابر ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے گلے لگ گیا۔

''وہ سب تو ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ آج ڈنر پر تمہارے اور پائل کی رشتے کی بات تو چھیڑوں ناں۔'' رئیس احمد خوش ہوتے ہوئے بولے۔

''نہیں ماموں جان ابھی نہیں، آپ کی زوجہ اور میری ممانی جان نے بڑا ستایا ہے مجھے..... اب موقع ملا ہے مجھے ان کو ستانے کا..... تو تھوڑا ستانے کا حق تو مجھے بھی ملنا چاہیے ناں۔'' وہ شرارت سے بولا تو رئیس احمد نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر فکرمندی سے بولے۔

''دیکھو بھتیجے..... میری زوجہ صاحبہ کو تو آج تک میں بھی نہ ستا سکا۔ تم خوامخواہ یہ سر درد نہ لو۔''

''جو کام آپ نہ کر سکے وہ کام میں آپ کو کر کے دکھاؤں گا۔ بس آپ کی اجازت درکار ہے۔'' وہ پراعتماد لہجے میں بولا۔

''مگر بابر..... حلیمہ کو سبق سکھانے کے چکر میں میری بیٹیاں رانی ناحق پریشان ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مزید تنگ ہو، اس نے تمہارے لیے بہت کچھ سہا ہے۔'' بابر کی ضد پر وہ فکرمندی سے گویا ہوئے۔

''ماموں جان بس ایک آخری بار اسے تنگ کرنے جا رہا ہوں۔ پھر تو اپنی زندگی، ہر خوشی، ایک ایک سانس پائل کے نام کردوں گا پھر شیرنی صاحبہ جس حال میں بھی رکھیں، خوش رہوں گا۔ اف تک نہ کروں گا۔'' وہ انتہائی جذباتی انداز میں التجا کر رہا تھا۔ رئیس احمد اس کی بات پر ہنس دیئے۔

''چل ڈرامے باز، بڑا آیا اف نہ کرنے والا۔ جیسے میں تمہاری بد معاشیوں سے واقف نہیں۔ ٹھیک ہے اجازت ہے بیگم صاحبہ کو تو کھل کر ستاؤ مگر میری بٹیا رانی کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنا چاہیے۔ ورنہ کان پکڑ کر تم سے اٹھک بیٹھک کرواؤں گا۔'' وہ اس کا کان پکڑ کر بالآخر اسے اجازت دے گئے۔ بابر نے سلیوٹ کے سے انداز میں انہیں سلامی دی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

بابر کے بچپن میں ہی اس کے والدین ایک کار حادثے میں انتقال کر گئے تھے۔ تب سے رئیس احمد نے ہی اس کی پرورش کی تھی۔ اس کی ہر ذمہ داری نبھائی۔ حلیمہ بیگم کی مخالفت کے باوجود انہوں نے بابر کا ہر طرح سے خیال رکھا تھا۔ اس کا کھویا ہوا اعتماد بحال کیا تھا۔ حلیمہ کے سخت کھردرے رویے کے سامنے وہ ڈھال بن کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ ان کی بابر سے محبت تھی جو پائل کو بھی اپنے حصار میں لے گئی تھی۔

پائل اور بابر دونوں کم و بیش ایک ہی عمر کے تھے۔ رئیس احمد کے دیکھا دیکھی وہ بھی بابر کا بے حد خیال رکھتی تھی۔ دونوں ہمہ وقت ساتھ رہتے، یک جان دو قالب کی مانند..... بچپن کا ساتھ دوستی اور پھر نہ جانے کب سے ان دونوں کے دلوں میں محبت بن کر پنپنے لگی اور اس خوب صورت احساس کا ادراک تب ہوا، جب حلیمہ کے ایک دور کی رشتہ دار کے گھر سے پائل کے لیے پیغام موصول ہوا۔ تب پائل نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا۔ وہ صاف بابر کا نام نہ لیتی مگر شادی نہ کرنے کی رٹ لگائے بیٹھی رہی خود بابر کا حال بھی پائل سے مختلف نہ تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی اس سے اس کی زندگی چھین رہا ہو۔ تب پہلی بار ہمت کر کے وہ رئیس احمد کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''ماموں جان، میں پائل سے محبت کرتا ہوں۔ بہت چاہتا ہوں مگر ابھی اپنانے کی ہمت نہیں رکھتا مگر عنقریب میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ پائل کے قابل بن کر دکھاؤں گا۔ بس کچھ عرصے کی مہلت چاہیے مجھے۔'' وہ روتے ہوئے ان کے گھٹنے سے لگا التجا کر رہا تھا۔ رئیس احمد نے بہت غور و خوض کے بعد اس کی التجا قبول کر لی تھی۔ حلیمہ کی لاکھ کوششوں کے باوجود انہوں نے پائل کی کم عمری کا بہانہ بنا کر رشتے سے معذرت کر لی تھی۔ اتفاقاً ایک دن انہوں نے پائل کی باتیں بھی سن لی تھیں۔ وہ اپنی

www.paksitanipoint.com

انتباہ

نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز کی جانب سے متنبہ کیا جاتا ہے جو ویب سائٹس ہمارے ادارے سے شائع ہونے والے ڈائجسٹوں کی کہانیاں شائع کررہے ہیں اور وہ سوشل میڈیا گروپ و پیج ہمارے ادارے کا نام استعمال کررہے ہیں ان کا ادارے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے ایسے تمام افراد کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ ادارے کا نام اور مواد کا استعمال فوری ترک کردیں تاکہ ہمارے قارئین کسی بھی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ایسی تمام ویب سائٹس اور سوشل میڈیا گروپس کو مرتب کرنے والے منتظمین جو اپنے مفادات کی خاطر ادارے سے شائع ہونے والے ماہناموں کے مضامین' افسانے' اور کہانیاں بلا اجازت اور غیر قانونی طور پر اپ لوڈ کرکے ادارے کو سنگین مالی نقصان پہنچانے کے ساتھ ادارے کی ساکھ متاثر کررہے ہیں۔ انہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ اس قبیح فعل کو فوری ترک کردیں' بصورت دیگر ادارہ' سائبر کرائم کے قانون کے مطابق

PREVNTION ELECTRONIC CRIMES ACT 2016

اور

COPYRIGHT ORDINCE 1962/2000

کے تحت کسی بھی قسم کی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔ ایف آئی اے اور دیگر متعلقہ اداروں میں بھی ان افراد/ اداروں کے خلاف شکایات درج کرائی جائیں گی۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ماہنامہ آنچل نئے افق حجاب کراچی

نئے افق گروپ آف پبلیکیشنز

81 ٹمپر بیرکس، ہاکی اسٹیڈیم، نزد آنچل پریس کراچی 75510

35620771/2......03008264242

سہیلی سے محو گفتگو تھی اور بابر کے لیے اپنی پسندیدگی کا اظہار کررہی تھی۔ تب انہیں اپنے فیصلے پر اطمینان بھی حاصل ہوا تھا۔ بابر کی محنت، جدوجہد ان کے سامنے تھی۔ وہ اپنا مستقبل بنانے کی غرض سے بے حد لگن سے ایک سوفٹ ویئر ہاؤس میں پروجیکٹ منیجر کے طور پر کام کررہا تھا۔ رئیس احمد اس کی مزید ترقی و کامیابی کے منتظر تھے۔ تب وہ بڑے فخر سے حلیمہ بیگم کا منہ بند کرکے بابر اور پائل کے رشتے کی بات کرسکتے تھے اور آج بابر نے انہیں خوشخبری سنادی تھی۔ جس کو سن کر وہ مطمئن ہوگئے تھے اور چاہتے تھے کہ جلد اس موضوع پر حلیمہ سے بات کرلیں، بابر نے حلیمہ کو تھوڑا ستانے کی اجازت مانگی تھی۔ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ بابر کی اس بات کا کوئی نہ کوئی پس منظر ضرور ہوگا۔ اسی لیے اسے من مانی کی اجازت دے دی تھی۔ اس یقین کے ساتھ کہ اس کی من مانیوں کا اختتام یقیناً ایک خوب صورت موڑ پر ہوگا۔

"بیگم میں نے آج تک کسی عورت کو اتنی چاہت اور اتنے پیار سے اپنے سر پر چڑیوں کا گھونسلہ سجاتے نہیں دیکھا۔" حلیمہ جو ان کے لہجے کی مٹھاس سے دھوکہ کھا کر بڑے دل سے مسکرا رہی تھیں، اس تمسخر پر جی جان سے کلس کر بولیں۔

"انسان کی شکل اچھی نا ہو تو بات ہی کم از کم اچھی کرلے اور بات کرنے کا سلیقہ بھی جسے نہ آتا ہو وہ بس خاموش بیٹھا ہی بھلا لگتا ہے ورنہ....." کڑوے کسیلے لہجے میں کہتے ہوئے وہ مجبوراً جملہ ادھورا چھوڑ گئیں۔

"ورنہ کیا بیگم؟" وہ مسکراتے ہوئے استفسار کرنے لگے۔ ساتھ ہی پرفیوم کی بوتل کے نیچے دبی جوڑا پن نکال کر جوڑے میں لگانے لگے۔ ان کے لگاوٹ کے اس اظہار پر جلتی کڑھتی حلیمہ بیگم جھینپ کر مسکرادیں۔

"چھوڑو بھی رئیس احمد..... اب جانے دو ناں۔"

حلیمہ کی اس ادا پر وہ بھرپور انداز میں مسکرائے۔ حلیمہ دوپٹا سنبھالتے ہوئے انہیں بھی چلنے کا اشارہ کرکے کمرے سے باہر نکل آئیں۔ رئیس احمد بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے کمرے سے باہر آئے۔ بابر لاؤنج میں بیٹھا ان سب کا منتظر تھا۔ سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ نے اس کی وجاہت اور سروقد کو مزید نمایاں کردیا تھا۔ حلیمہ اور رئیس احمد کو کمرے سے آتا دیکھ کر وہ بولا۔

"شکر ہے کہ آپ دونوں کی تشریف آوری ہوئی۔ اب ذرا صاحبزادی صاحبہ کی خیر خبر بھی لے لیں..... نہ جانے مزید کتنا وقت لیں گی اپنی تیاریوں میں۔"

"میں دیکھ کر آتا ہوں۔" رئیس احمد بولے۔

"ارے نہیں، تم بیٹھو رئیس احمد، میں دیکھ کر آتی ہوں۔" حلیمہ نرمی سے کہتی ہوئی چلی گئیں۔

"خیریت ماموں جان، انگارے برساتی ممانی جان آج کیسے آپ پر شبنم بن کر برسنے لگیں؟" وہ حیرت سے بولا تو رئیس احمد مسکرادیے۔

"بھئی برخوردار تم نے بیگم کو ستانے کا فریضہ سنبھالا اور ہم نے ان سے پیار جتانے کا، بھئی گھر کی فضا پیار محبت سے ہی قائم رہتی ہے اور ویسے بھی تمہاری ممانی زبان کی کڑوی اور عقل سے پیدل ضرور ہے مگر دل کی بری نہیں۔"

رئیس احمد کے فلسفے پر بابر عش عش کراٹھا۔

"چلیں ابا، کہاں جانا ہے ڈنر پر۔" پائل موبائل پرس میں رکھتے ہوئے کمرے سے باہر آئی۔

"بٹیا رانی، یہ تو بابر ہی بتائے گا ڈنر کی دعوت اس کی طرف سے ہے۔" رئیس احمد گویا ہوئے۔

"ایں.....! بابر واقعی..... مگر کس خوشی میں؟" پائل تعجب کا شکار ہوئی۔

"خوشی تو تمہیں ڈنر پر ہی پتا چلے گی۔ اب جلدی کرو گاڑی میں بیٹھو۔" بابر نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا مگر گاڑی کے نام پر حلیمہ بیگم کا ماتھا ٹھنکا۔

"یہ گاڑی کہاں سے آئی، فون کرکے منگوائی ہے کیا؟"

"ارے ممانی جان..... آم کھائیں آم، گٹھلیاں نہ گنیں۔" اس نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا تو حلیمہ بیگم

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

کندھے اچکا کر رہ گئیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

''اب یہ تو بتاؤ کہ اتنا پراہتمام مزیدار ڈنر کی آخر وجہ کیا ہے؟'' حلیمہ بیگم کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اصل مدعے پر آ گئیں۔ بابر نے مسکرا کر ان سب کی جانب دیکھا اور پھر بولنا شروع کیا۔

''بات دراصل یہ ہے کہ میری پروموشن ہوگئی ہے۔ وہ بھی زبردست قسم کی۔ اب میں صرف سوفٹ ویئر انجینئر نہیں رہا۔ اب میں اپنے آفس کے یورپین ریجن کا ہیڈ مقرر ہوگیا ہوں۔ سیلری بھی دوگنی ہوگئی ہے اور یہ گاڑی بھی میری ہے۔'' اس نے خوشی خوشی ان سب کو خبر سنائی۔ ایک معنی خیز نظر اس نے آخر میں پائل پر ڈالی۔ اس کے پھول جیسے چہرے پر قوس وقزح کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔

''ماشاء اللہ بھئی۔ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ تمہیں دن رات محنت کرنے کا پھل ملا ہے۔'' رئیس احمد نے خوشی کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''ویسے سیلری اب کتنی ہوگئی ہے تمہاری اور یہ گاڑی کتنے کی لی ہے۔'' حلیمہ بیگم نے آنکھیں گھما کر پوچھا۔

''اوہو بھئی...... یہ کیسے سوال کررہی ہو بیگم۔ پوچھنے والی بات تو یہ ہے کہ موصوف سہرا کب سر پر سجا رہے ہیں؟'' رئیس احمد نے حلیمہ بیگم کو اصل راہ دکھائی۔ ان کی بات پر پائل نے شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ بابر کو دیکھا۔

''اوہ ہاں......! تو میاں بھانجے شادی کے کیا ارادے ہیں؟ کہیں کوئی لڑکی تو پسند نہیں کر رکھی تم نے، بھئی کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن پھر ڈنر کرانے لے کر آؤ اور وہاں کسی لڑکی سے ملوا کر کہو کہ ممانی جان اس سے ملیں یہ ہے میری ہونے والی بیگم۔'' حلیمہ بیگم نے ہنستے ہوئے کہا۔ ان کی بات پر پائل نے شرما کر سر جھکا لیا۔ بابر نے اس کی یہ ادا مسکرا کر دیکھی اور پھر بولا۔

''میں بالکل ایسا نہیں کروں گا کہ کسی لڑکی کو آپ کے سامنے لا کر کھڑا کردوں بلکہ ممانی جان میں تو یہ فریضہ بھی آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا مطلب...... کیسا فریضہ؟'' حلیمہ بیگم نے ناسمجھی سے سوال کیا۔ پائل بھی متعجب ہوئی۔ البتہ رئیس احمد آئسکریم کھانے میں مصروف رہے۔

''مطلب یہ ہے کہ ممانی جان آپ ہی میری بڑی ہیں اور اب میری شادی کا فریضہ بھی آپ ہی سرانجام دیں گی۔ آج سے میرے لیے لڑکی دیکھنا شروع کردیں آپ جس طرح پائل کے لیے ڈیشنگ پرسنلیٹی اور کماؤ پوت لڑکے کا رشتہ تلاش کررہی ہیں، بالکل اسی طرح اب میرے لیے بھی پڑھی لکھی، نازک اندام سی، سلجھے ہوئے اخلاق کی دوشیزہ تلاش کریں بلکہ یوں کریں کہ کریمن بوا کو میری بھی چند تصاویر اور تفصیلات دے دیں تاکہ وہ جلد ہی کوئی کوہ نور میرے لیے ڈھونڈ نکالیں۔'' وہ جلدی سے اپنی بات مکمل کرکے اطمینان سے آئسکریم کھانے لگا جب کہ پائل دھواں دھواں چہرہ لیے اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ رئیس احمد نے ایک خاموش نگاہ جان سے عزیز بیٹی کے اترے ہوئے چہرے پر ڈالی اور نظریں چرا گئے۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں میں کل ہی بوا کو گھر بلاتی ہوں اور تمہارے رشتے کی بات کرتی ہوں۔'' حلیمہ تائیدی انداز میں خوب زور و شور سے سر ہلاتی بولیں۔ ان کے اقرار پر بابر نے چپکے سے پائل کو دیکھا، چند لمحے قبل اس کے چہرے پر بکھرے قوس وقزاح کے خوب صورت رنگ دھواں دھواں ہوچکے تھے، بابر کے دل پر گھونسا سا پڑا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

''میں تمہیں چاہتا ہوں۔ بے حد چاہتا ہوں۔ تمہارے بناء زندگی گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتا مگر بہت مجبور ہوں۔ اب تک کوئی ملازمت حاصل نہ کرسکا۔ تمہارا ہاتھ ماموں ممانی سے کیسے مانگوں۔'' وہ آزردہ سا کہہ رہا تھا اور اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔

''بابر میں نے اب تک کی زندگی تمہارے سنگ گزاری ہے۔ ہم دونوں بچپن کے ساتھی ہیں۔ ایک دوجے کے بناء کبھی رہے ہی نہیں تو اب کیسے رہ لوں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

تمہارے بناء، میں نہیں جی سکتی ایسی زندگی جس میں تم شامل نہ ہو۔ میں اماں کو انکار کردوں گی اس رشتے کے لیے بلکہ آنے والے ہر رشتے کے لیے میں انکار کرتی رہوں گی۔ جب تک تم اس قابل نہ ہو جاؤ کہ اماں ابا سے میرا ہاتھ مانگ سکو۔" وہ دونوں آم کے پیڑ کے نیچے بیٹھے ایک دوسرے سے عہد و پیمان میں مصروف تھے۔ اس دن سے پائل نے اپنے لیے آنے والے ہر رشتے کو مسترد کرنا شروع کردیا تھا۔

"میری جاب لگ گئی ہے پائل۔" ایک دن وہ مٹھائی لے کر گھر آیا تھا اور سب سے پہلے اس نے پائل کو خوشخبری سنائی تھی اور وہ مارے مسرت کے جھوم اٹھی تھی۔

"اب تو تم اماں ابا سے ہمارے رشتے کی بات کرسکتے ہو ناں۔" وہ خوشی سے بولی تھی۔

"نہیں پائل..... ابھی صرف ملازمت لگی ہے۔ تمہارے قابل نہیں ہوا تمہارے ساتھ کی خواہش کا اظہار فی الحال نہیں کرسکتا مگر میرا وعدہ ہے جیسے ہی میں فائنینشلی مضبوط ہوں گا۔ سب سے پہلے تمہیں اپنا بناؤں گا۔" اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتا مضبوط لہجے میں کہا تھا۔ پائل اس کے کہے گئے ایک ایک لفظ پر ایمان لے آئی تھی اور پھر وقت مزید گزرا۔ بابر کے رویے میں تبدیلی آنے لگی۔ اماں روز ایک رشتہ لے آتی اور رئیس احمد کے بعد اس سے پوچھتی وہ بھی بابر کی محبت پر ہر رشتے سے انکار کرتی گئی بابر سے شکوہ بھی کرتی رہی تھی۔

"کب..... آخر کب تم ابا سے ہمارے رشتے کی بات کرو گے..... بابر وقت گزرتا جارہا ہے۔ تمہارا ساتھ مجھے ہر حال میں قبول ہے پھر کیوں تم نے ضد لگا رکھی ہے۔" وہ بابر سے روٹھ جاتی اور وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا۔

"پگلی تم نہیں سمجھو گی۔" پائل اس کی لاپروائی پر کچھ دن تک منہ پھلا کر بیٹھ جاتی۔ بابر ہنستے ہوئے اسے ذرا سا چھیڑتا اور وہ فوراً مان جاتی۔

"میں واقعی پگلی تھی، بے وقوف تھی جو تمہیں سمجھ نہیں پائی بابر۔ تم شروع سے ہی خودغرض تھے، مجھ سے دل بہلاتے رہے اور اب جب کسی قابل بن گئے ہو تو مجھے دودھ میں سے مکھی کی طرح اپنی زندگی سے نکال پھینکا..... بے وفا ہو تم بابر۔ تمہارا یہ دھوکہ، یہ بے وفائی میں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" پائل کب سے کھڑکی سے بیتے لمحوں کو سوچ رہی تھی۔ بابر کے ساتھ گزرا ایک ایک پل آج اسے شدید اذیت میں مبتلا کررہا تھا۔

"خود کو، اپنی محبت کو تمہارے پیچھے بہت ہلکان کرلیا بابر۔ پائل اب تک تمہارے عشق میں تڑپتی رہی مگر اب تم تڑپو گے بابر۔" اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"تم مجھے جان نہیں سکے بابر۔ میں تمہارے بدلنے کی اس بے وفائی کی وجہ نہیں پوچھوں گی، بہت باوقار رکھوں گی اپنی محبت کو۔ اتنا باوقار کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔" وہ رخسار پر بہتے آنسوؤں کو سختی سے رگڑتے ہوئے خود سے عہد کررہی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

وہ آنکھیں بند کرتا تو قوس وقزح کے رنگوں سے سجا اس کا روپ سامنے آجاتا، آنکھیں کھولتا تو اس کی بے یقینی سے لبریز نگاہیں اس کے چہرے پر جم جاتیں۔ مضطرب سا کھڑکی کے پاس آ کھڑا ہوا۔ برستا ساون اس کے دل کو مزید بے چین کیے دے رہا تھا۔

"کیا میں نے صحیح کیا؟" وہ الجھن کا شکار ہوا۔ کوئی جواب نہ ڈھونڈ پایا تو مضمحل سا کمرے سے باہر نکل آیا۔ قدم خود بخود ہی پائل کے کمرے کی جانب اٹھنے لگے۔ بند دروازے کے سامنے کھڑا وہ کچھ ثانیے تک سوچتا رہا۔ پائل سے سامنا ہونے پر وہ کیا کہے گا..... کیا اسے بتا دینا چاہیے کہ جو کچھ بھی اس نے کہا، اس کا مقصد کیا تھا۔ اسی ان بن میں مبتلا تھا کہ رئیس احمد نے اسے پکار لیا۔

"خیریت ہے ناں برخوردار..... یہاں کیوں کھڑے ہو؟" بابر نے پلٹ کر انہیں دیکھا اور پھر ان کے ہمراہ لاؤنج میں آبیٹھا۔

"ماموں جان، دل بوجھل ہے۔ پائل کو میری باتوں

www.paksociety.com

نے یقیناً بہت دکھ پہنچایا ہوگا۔ وہ ضرور مجھ سے بدگمان ہوگئی ہوگی۔" وہ جزبز سا کہنے لگا۔

"بالکل درست سمجھ رہے ہو تم بابر۔ میری بٹیا تم سے شدید محبت کرتی ہے۔ اس نے تمہاری خاطر ہر آئے رشتہ کو ٹھکرا دیا۔ تمہارے انتظار میں بیٹھی رہی اور اب جب وقت آیا کہ اسے اس کے صبر کا پھل ملے، تب تم نے حلیمہ سے رشتہ ڈھونڈنے والی بات کہہ کر یقیناً اس کا دل بری طرح توڑ دیا ہے۔" رئیس احمد سنجیدگی سے بولے۔ بابر نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ رئیس احمد اس کو بغور دیکھتے رہے۔

"ماموں جان...... آپ تو جانتے ہیں کہ میں کتنی مشکلات سے مقابلہ کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچا ہوں اور وجہ ہے صرف پائل، اس کے ساتھ کی خواہش، اس کی محبت...... مگر ماموں جان میں اپنی محبت کو بہت پر وقار انداز میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ممانی جان مجھے آپ کی یا پائل کی خواہش پر مجبور ہوکر، احسان جتاتے ہوئے میرا رشتہ قبول کریں اور بعد میں حسب عادت مجھے احساس جتائیں کہ ایک سے بڑھ کر ایک رشتوں کی موجودگی میں انہوں نے صرف اپنے میاں کی ضد کا مان رکھتے ہوئے مجھے اپنی چاند سی بیٹی دے دی۔" وہ کہتے کہتے لحظہ بھر کو رکا۔

"ماموں جان میں چاہتا ہوں کہ ممانی جان میری قابلیت پہچان کر اپنی بیٹی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھمائیں۔ میں ساری زندگی آپ لوگوں کی مہربانیوں، اپنائیت کے لیے احسان مند رہ سکتا ہوں مگر محبت مجھے وقار کے ساتھ چاہیے، احسان کی صورت میں نہیں۔" وہ اپنے دل کی بات کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔ رئیس احمد اس کی بات مکمل ہونے پر مسکرائے پھر دھیرے سے بولے۔

"تمہاری سوچ وسچائی مجھے ہمیشہ سے بہت پسند رہی ہے بابر مگر آج تمہاری باتوں نے میرا دل جیت لیا۔ فکر نہ کرو برخوردار...... میں تمہارے ساتھ ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ بہت جلد تمہاری ممانی تمہاری قدر دان بن کر تمہیں پائل کا ساتھ سونپیں گی اور جہاں تک پائل کی خفگی کی بات ہے تو حقیقت جان کر وہ بھی تمہاری اس حکمت سے متفق ہوجائے گی۔ اب پریشان نہ ہو۔ اللہ پر یقین رکھو۔ ان شاء اللہ سب کچھ بہترین ہوگا۔" رئیس احمد اس کا کندھا تھپتھپا کر اپنے ساتھ کی یقین دہانی کرا کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ اطمینان کا احساس رفتہ رفتہ اس کے بے چین دل کو مطمئن کرنے لگا۔ وہ بھی مسکراتا ہوا، آنے والے خوب صورت دنوں کے حوالے سے سوچتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔

"بس کچھ دن پائل پھر تم صرف اور صرف میری ہوگی۔" سونے سے پہلے اس نے موبائل میں پائل کی تصویر دیکھتے ہوئے اس سے وعدہ کیا تھا۔

"کس سوچ میں مبتلا بیٹھی ہو بیگم، اتنی ہوائیاں کیوں اڑی ہوئی ہیں تمہارے چہرے پر۔" وہ اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے سامنے گم صم سی بیٹھی حلیمہ بیگم کو دیکھ کر ٹوکے بنا نہ رہ سکے۔

"میاں جی کریمن بوا آئی تھیں آج...... کچھ رشتے لے کر۔" حلیمہ بیگم کھوئے ہوئے سے انداز میں بولیں۔

"اچھا اب کسی وکیل، بزنس مین یا سرکاری افسر کا رشتہ تو نہیں لے آ گئیں؟" رئیس احمد نے پوچھا۔

"میاں جی اس بار تو وہ پائل کا ایک بھی رشتہ لے کر نہیں آئیں۔ سارے رشتے بابر کے لیے لے کر آئی تھیں۔ وہ بھی ایک سے بڑھ کر ایک امیر گھرانوں کی لڑکیوں کے اور کہتی تھیں کہ بھئی تمہارا بھانجا تو ہیرا ہے ہیرا۔ کئی امیر گھرانوں کے لوگوں نے بابر کے رشتے میں خاصی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ میں تو حیران رہ گئی ہوں رئیس۔ بابر اتنی ترقی کر گیا ہے کہ بڑے بڑے گھرانوں سے اس کے لیے رشتے آنے لگے ہیں۔" وہ حیرت زدہ سی بولیں۔

"بھئی یہ دنیا بہت سمجھدار ہے۔ ہر کوئی تمہاری طرح بے وقوف تھوڑی ہوتا ہے۔ میں نے تو پائل کے رشتے

کے لیے کئی بار اشارتاً تمہیں سمجھایا کہ بابر پر بھی نظر رکھو مگر نہ جی تم نے تو میری کوئی بات ماننی ہی نہیں۔ حلیمہ بیگم یورپ ریجن کا ہیڈ مقرر ہونے کا مطلب سمجھتی ہو؟'' رئیس احمد نے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ حلیمہ بیگم نفی میں سر ہلا گئیں۔

''کمپنی کے یورپین کلائنٹ کے تمام معاملات اب ہمارے بابر کے ہاتھ میں ہیں۔ ان تمام کلائنٹ سے میٹنگ اب بابر کیا کرے گا، اس کا اب یورپی ممالک کے لوگوں سے ہی رابطہ رہے گا اور اس سلسلے میں وہ وقتاً فوقتاً وہاں کی چکر بھی لگائے گا۔ جہاں تک تنخواہ کی بات ہے وہ پہلے بھی معقول تھی مگر اب تو دوگنی ہوکر چھ ہندسوں پر مشتمل جا پہنچی ہے۔ اپنی ذاتی گاڑی بھی خرید لی ہے کچھ عرصے میں گھر بھی بنائے گا۔ نہ کوئی آگے ہے نہ پیچھے، تن تنہا، شریف، خوبرو، کماؤ پوت نوجوان تو آج کل ہر لڑکی کے والدین کا خواب ہوتا ہے ابھی تو صرف بات ہی رشتے کی چلی ہے ناں کچھ وقت میں دیکھنا تانتا بندھا ہوگا رشتوں کا۔'' رئیس احمد نے بڑے موثر انداز میں حلیمہ بیگم کو تمام تفصیل بتائی۔

''ہائے رئیس احمد، ہمیں بھی تو اپنی پائل کے لیے ایسا ہی رشتہ درکار ہے۔ کیوں ناں ادھر ادھر رشتہ کرنے کے بجائے ہم بابر اور پائل کے رشتے کی بات چھیڑیں۔ ویسے بھی بابر نے تو مجھے اپنا بڑا مان کر فیصلے کا اختیار دے دیا ہے مجھے ہی۔'' رئیس احمد کی کوششیں بالآخر رنگ لے ہی آئیں، حلیمہ بیگم نے آخر وہ بات کہہ دی جسے سننے کے وہ تمنائی تھے۔

''دیر آید درست آید۔ شکر ہے تمہیں عقل آ گئی۔ ورنہ تمہارا تو وہ حال تھا کہ لڑکا بغل میں اور ڈھنڈورا شہر میں۔'' رئیس احمد ہنستے ہوئے بولے۔

''بس..... زیادہ صلواتیں سنانے کی ضرورت نہیں مگر مجھے ایک فکر ستا رہی ہے رئیس۔'' حلیمہ پرسوچ انداز میں فکرمند ہوئیں۔ وہ خاموشی سے حلیمہ بیگم کی طرف دیکھتے رہے۔

''مجھے یہ خدشا ستا رہا ہے کہ ہم پائل کے رشتے کی بات کریں اور بابر کہیں انکار کردے کیونکہ اس نے خود تو پائل کے لیے کوئی بات نہیں کی، نہ ہی ایسی کسی خواہش کا اظہار کیا ہے کبھی۔'' وہ متفکر سی اپنے خدشات انہیں بتانے لگیں۔

''بیگم کیا خبر تمہارے انکار کے خوف سے ڈر کر اس نے ایسی کسی خواہش کا اظہار نہ کیا ہو۔ تم اس زاویے سے بھی تو سوچو کہ اس نے یہ معاملہ مکمل طور پر تمہیں سونپا ہے۔'' رئیس احمد نے بڑے تدبر سے حلیمہ بیگم کے خدشات دور کیے۔

''کہتے تو بالکل ٹھیک ہو تم پھر میں پائل سے اس رشتے کو لے کر آج ہی بات کرتی ہوں۔'' حلیمہ مطمئن سی بولیں۔

''ارے بھئی پائل سے بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم نے دیکھا نہیں دونوں بچوں کے درمیان کتنی اچھی ذہنی ہم آہنگی ہے۔ بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ غور طلب بات تو یہ ہے کہ دونوں کا ایک دوسرے کے علاوہ کوئی دوست بھی نہیں۔ ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کرتے ہیں۔ ایسے میں تمہیں لگتا ہے کہ پائل سے پوچھنے کی ضرورت ہے۔ بالکل نہیں، میں تو کہتا ہوں آج رات کھانے کے بعد یہ خوشخبری دونوں کو سناؤ پھر دیکھنا دونوں کا چہرہ کیسے کھل اٹھے گا۔'' رئیس احمد کی بات حلیمہ بیگم کے دل کو لگی۔ تائیدی انداز میں وہ فوراً کہہ اٹھیں۔

''زندگی میں پہلی بار تو تم نے کوئی عقل کی بات کی ہے رئیس احمد۔ صحیح کہتے ہو بالکل درست فیصلہ ہوگا پائل اور بابر کی شادی کا۔ ہماری لاڈلی بیٹی، ہماری نگاہوں کے سامنے رہے گی۔ دونوں میں کوئی اونچ نیچ بھی ہوگی تو ہم ہوں گے سمجھانے کو اور جب بابر دوسرے ممالک کو جائے گا ہماری بیٹیا رانی بھی ساتھ گھومے پھرے گی۔ واہ کیا تجویز دی ہے رئیس احمد۔ زندگی میں پہلی مرتبہ تم نے مجھے خوش کر ڈالا۔'' حلیمہ خوشگوار انداز میں چہکتے ہوئے بولیں۔

www.pakistanipoint.com

"زندگی میں پہلی بار میں بھی تمہارے منہ سے اتنی سمجھداری کی باتیں سن رہا ہوں۔ سچ بیگم آج تم پر بلاوجہ پیار آرہا ہے۔" رئیس احمد شوخ ہوتے ہوئے چھیڑ خانی کرنے لگے۔

"اے پرے ہٹو..... اس عمر میں پیار آرہا ہے۔ جوانی میں تو کبھی آیا نہیں۔ آئے بڑے شوخے کہیں کے۔" حلیمہ ہنستی ہوئیں ان کا ہاتھ جھٹک کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ رئیس احمد ان کے پیچھے دیکھ کر مسکراتے رہے گئے تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁

اس کی نگاہیں پائل کو تلاش کررہی تھیں مگر وہ جیسے کمرے میں بند ہوکر رہ گئی تھی۔ بابر کو شدت سے احساس تھا کہ اس کا دل بری طرح دکھا ہوا ہے۔ وہ پشیمان تھا مگر اسے یہ بھی یقین تھا کہ یہ غم وقتی ہے اور جب وصل کا موسم آئے گا تو وہ اس کی ہر شکایت، ہر غم کا مداوا کردے گا۔ رات کھانے کی میز پر جب وہ اس کے سامنے آکر بیٹھی تو وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس کے چہرے پر غم کی ہلکی سی لکیر تک نہیں تھی اور وہ خوشگوار لہجے میں سب سے باتیں بھی کررہی تھی۔ ماسوائے اس کے، وہ مکمل طور پر اسے نظر انداز کیے ہوئے تھی۔

"کب تک کروگی نظر انداز جنگلی بلی..... تمہاری ہر راہ پر بس میں ہی میں ہوں۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں مسکرادیا۔

"بھئی بچوں، ہم دونوں میاں بیوی نے ایک فیصلہ کیا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے اس فیصلے سے تم دونوں ہی بہت خوش اور مطمئن ہوگے۔" رئیس احمد نے کھانے کے دوران کہا تو حلیمہ بیگم بھی تائیدی انداز میں مسکرائی۔

"کیسا فیصلہ ابا؟" پائل نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔ بابر کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ سج گئی۔ رئیس احمد کے انداز اسے سمجھا گئے تھے کہ وہ کس فیصلے کی بات کررہے ہیں۔

"بٹیا رانی، یہ تو تمہاری اماں ہی بتائیں گی کہ کیسا فیصلہ۔" رئیس احمد نے مسکرا کر تجسس کو مزید ہوا دی۔ پائل اور بابر سوالیہ انداز میں حلیمہ بیگم کو دیکھنے لگے۔

"بھئی ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ بابر اور پائل تم دونوں کا آپس میں رشتہ کردیا جائے۔ میں کتنے دنوں سے ایک خوبرو، ہونہار داماد کی تلاش میں تھی جو مجھے بابر کی صورت مل گیا اور بابر کے لیے مجھے کریمن بوا نے بے انتہا لڑکیوں کی تصویر دکھائی مگر کوئی ایک بھی مجھے پائل جیسی پیاری نہ لگی۔ جب لعل و گوہر دونوں ہی میرے آنگن میں موجود ہوں تو میں کیوں دوسروں کے در پر دستک دوں۔ لہٰذا ہم دونوں میاں بیوی نے فیصلہ کیا ہے کہ تم دونوں کو شادی کے بندھن میں باندھ دیں۔ بابر بیٹا، تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہمارے فیصلہ سے؟" حلیمہ بیگم نے فیصلہ سنانے کے ساتھ ساتھ بابر سے اس کی رائے بھی معلوم کرنا چاہی۔

"ممانی جان، میں نے تو ہر فیصلے کا اختیار پہلے ہی آپ کو دے دیا ہے۔ آپ کا ہر فیصلہ مجھے منظور ہے۔" بابر نے مسکرا کر، سر جھکا کر اقرار کرکے سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

"اور بٹیا رانی تمہیں؟" حلیمہ بیگم بابر کی سعادت مندی سے سرشار، بڑی لگاوٹ سے سوال کرنے لگیں۔

"اماں مجھے یہ رشتہ قبول نہیں۔" اس نے دوٹوک انداز میں انکار کیا۔ بابر سمیت رئیس احمد اور حلیمہ بھی ہکا بکا رہ گئے۔

"مگر کیوں، تمہیں کیا اعتراض ہے؟" رئیس احمد کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔

"ابا..... اب تک کی زندگی تو بابر کے ساتھ گزری، اب بچی کچی زندگی بھی کیا بابر کے ساتھ ہی گزاروں۔ میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتی۔ ویسے بھی میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔" ابتدائی جملے اس نے بڑے بے پرواہ سے انداز میں کہے تھے مگر آخری جملہ بول کر اس نے ان تینوں کے حواسوں اور سماعتوں پر بم پھوڑ دیا تھا۔

"ہیں..... یہ کیا کہہ رہی ہو تم..... کسی اور کو پسند کرتی

ہو مگر کب، کیسے؟" بابر بس ہونقوں کی طرح پائل کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ رئیس احمد نے حیرت سے پوچھا تو پائل نے ایک گہری نگاہ بابر کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا اور پھر رئیس احمد سے مخاطب ہوئی۔

"ابا...... کب اور کیسے...... یہ کس طرح کے سوال ہیں۔ سیدھا سیدھا پوچھیں آپ کہ بٹیا رانی کون ہے وہ خوش نصیب جسے تم پسند کرتی ہو؟" وہ اپنے مخصوص پراعتماد لہجے میں بولی۔ ساتھ ہی ایک سرسری سی نگاہ بابر کے دھواں ہوتے چہرے پر بھی ڈالی۔

"کون ہے وہ جسے تم پسند کرتی ہو؟" حلیمہ بیگم نے حیرانگی سے سوال کیا۔

"فیس بک کا دوست ہے۔ اس کے والدین عمرے پر گئے ہوئے ہیں۔ وہ لوٹ آئیں تو پھر اپنا رشتہ بھیجے گا وہ میرے لیے۔" جواب دینے کے ساتھ ہی وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ میز پر موجود نفوس ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہ گئے تھے۔

غم دل کو ان آنکھوں سے چھلک جانا بھی آتا ہے
تڑپنا بھی ہمیں آتا ہے تڑپانا بھی آتا ہے
کسی کی یاد میں جو زندگی ہم نے گزاری ہے
ہمیں وہ زندگی اپنی محبت سے بھی پیار ہے

"سالگرہ مبارک ہو تمہیں۔" وہ بالکنی میں گم صم سی کھڑی تھی جب بابر نے اسے دھیرے سے مبارک باد دی۔ اس نے بے ساختگی میں پلٹ کر دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں بابر پر ٹھہر سی گئیں۔ ہنستا مسکراتا، بے نیاز سا بابر آج اسے بکھرا بکھرا سا لگ رہا تھا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں تیرتی گلابی ڈوریں اس کے رت جگے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ پائل کا دل دکھ سے بھر گیا۔ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"رات بھر جاگتے رہے ہو کیا؟" اس کے سوال پر وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"تم بھی تو رات بھر جگاتی رہی ہو۔" اس کی بات پر وہ استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔

"کہو، کیوں کیا تم نے ایسا، کیوں رشتے سے انکار کیا، میں جانتا ہوں تم نے جھوٹ بولا ہے مگر کیوں...... بولو پائل کیوں؟" وہ اس کو دونوں بازوؤں سے تھام کر بولا۔

"جھوٹ نہیں سچ ہے یہ۔ کسی اور سے محبت کرتی ہوں اور اسی سے شادی بھی کرنا چاہتی ہوں۔" پائل نے اطمینان سے جواب دیا۔

"جھوٹ...... سراسر جھوٹ۔ تم صرف مجھ سے محبت کرتی ہو۔ میرے علاوہ کسی اور سے محبت کر ہی نہیں سکتیں۔" وہ مزید قریب ہوا، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھٹلانے لگا۔

"انتہائی شدید قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو تم بابر۔" وہ اس کی آنکھوں کی لالی سے نظریں چراتی پیچھے ہوئی۔

"اچھا اگر یہ سچ ہے تو ملاقات کراؤ میری اس لڑکے سے۔ ابھی اور اسی وقت۔"

"تمہیں کیوں ملاقات کرنا ہے اس سے؟" پائل نے پریشانی سے پوچھا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے وہ بالکنی کی ریلنگ سے جا ٹکرائی۔

"کیونکہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ جو جھوٹ تم نے بولا ہے وہ دیکھنے میں کیسا لگتا ہے۔" بابر اس کے بے حد نزدیک ہوا۔ اس کی مغمور آنکھیں پائل کے چہرے پر بکھرے تذبذب کے رنگوں کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

"اچھا مجھے جھوٹا قرار دینے سے پہلے تم اپنا فریبی چہرہ آئینے میں کیوں نہیں دیکھ لیتے۔" اس بار پائل بھی بری طرح جھنجلا اٹھی۔ اس کی بات پر بابر بے ساختہ مسکرا دیا۔

"میرا ایک ہی چہرہ ہے اور وہ ہے محبت کا...... صرف اور صرف تم سے محبت کا۔"

"تو جس سے محبت کرتے ہیں، اسے درد دیتے ہیں، تکلیف دیتے ہیں کیا؟" وہ فوراً بولی۔

"نہیں جس سے محبت ہو اسے دعا دیتے ہیں۔" بابر کے لبوں کے سنگ اس کی آنکھیں بھی مسکرانے لگیں۔

"بھئی واہ...... کیا خوب کہی تم نے، ایک کام کرو تم یہاں بیٹھ کر باتیں بناؤ۔ میں چلی ایک ضروری کال

Naqvi Azeem www.pakistanipoint.com

کرنے۔" وہ اسے پیچھے دھکیلتی وہاں سے جانے لگی مگر اگلے ہی لمحے بابر نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔

"پہلے میری بات تو سنتی جاؤ میری مانو بلی۔"

"کہو..... اب کون سا فلسفہ جھاڑنا ہے تمہیں؟" وہ تیکھے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کوئی فلسفہ نہیں۔ صرف حقیقت سے آگاہ کرنا ہے۔" وہ نرمی سے بولا۔

کون سی حقیقت؟"

"یہ ہی کہ میں ڈراما کررہا تھا اور میں جانتا تھا کہ تمہیں دکھ پہنچا ہے مگر اس وقتی صدمے کے بعد ہمارے لیے دائمی خوشیاں تھیں۔" بابر اسے ساری بات بتانے لگا۔ پائل خاموشی سے اس کی ایک ایک بات سنتی رہی۔

"ماموں جان میرے ہمراز تھے۔ تب ہی وہ تمہارے لیے آئے تمام رشتوں کو مسترد کرتے رہے۔ میں تب ہی تو اتنا مطمئن تھا۔ ممانی جان کو جیسے ہی میری قابلیت کا ادراک ہوا، ماموں نے انہیں فوراً قائل کرلیا۔ یوں سب کچھ ٹھیک ہونے جارہا تھا اور تم مجھے ملنے ہی والی تھی کہ نہ جانے کیوں تم یہ پخ لے کر بیٹھ گئی۔" وہ سارے راز بے نقاب کرکے خفگی سے بولا۔ پائل کے چہرے پر ایک شوخ سی مسکان آگئی۔

"یہ پخ اس لیے ڈالی کہ تمہیں اچھی طرح محبت چھین جانے کا خوف ہو۔ میں اسی دن سب کچھ جان گئی تھی جب ڈنر کے بعد تم اور ابا بیٹھ کر منصوبے بنارہے تھے۔ کمرے کے باہر مجھے آہٹ محسوس ہوئی تھی۔ باہر نکل کر دیکھا تو تم دونوں کی زبانی ساری حقیقت کھل کر سامنے آگئی۔ اسی پل میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ مسٹر بابر تمہیں سبق سکھا کر رہوں گی۔" وہ گردن اکڑا کر فخریہ انداز میں بولی۔

"جب جانتی تھیں کہ تمہیں پر اعتماد اور بڑے فخر سے حاصل کرنا چاہتا ہوں تو پھر کیوں کیا یہ ڈراما؟"

"کیونکہ تم مجھے اپنے منصوبے میں شامل کرکے بھی یہ کرسکتے تھے مگر نہیں تم تو میری محبت کو آزمارہے تھے ناں۔ پائل جو تمہیں پانے کے لیے نہ جانے کب سے لڑ رہی ہے۔ اسے آزمانے کی سزا تو تمہیں ملنی چاہیے تاکہ تم جان سکو کہ جو انسان تمہارے لیے دنیا سے لڑسکتا ہے وہ پھر کچھ بھی کرسکتا ہے۔" پائل نے شہادت کی انگلی اس کے سینے پر رکھ کر ایک ادا سے کہا۔

"اچھا ناں میری شیرنی اب معاف کردو ناں...... مجھ سے واقعی بہت بڑی غلطی ہوگئی اور میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ کبھی نہ تمہیں ستاؤں گا، نہ رلاؤں گا، نہ ہی آزماؤں گا۔" وہ اپنے دونوں کان پکڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بڑے کنگال ہو میاں گیدڑ...... خالی ہاتھ معافی مانگنے چلے آئے۔ وہ بھی میری سالگرہ والے دن۔" پائل نے ناراضی سے اسے ناک سکیڑتے ہوئے طعنہ دیا۔

"اب آئی ہو ناں تم فارم میں میری سحر خیز آنکھوں والی ہرنی..... تحفہ تو لے کر آیا ہوں تمہارے لیے۔ چلو آنکھیں بند کرو جلدی سے۔" اس کے کہنے پر پائل نے جھٹ آنکھیں بند کرلیں۔ بابر نے جیب سے ایک مخملی ڈبیہ نکالی اور اس میں سے ایک انتہائی خوب صورت، نازک سی انگوٹھی پائل کی مخروطی انگلی میں پہنادی۔ پائل نے جھٹ آنکھیں کھول کر دیکھا اور مسکرادی۔ بابر نے اشارے سے سرپرائز کا ردعمل جاننا چاہا۔

"ہائے بابر..... یہ پل ایک خواب لگ رہا ہے......"

"اچھا اب جلدی سے جاکر ممانی کو بتادو سب کچھ۔ کب سے تمہارا پوچھ رہی ہیں۔" بابر نے کہا۔ پائل ایک ادا سے اس کے بازو میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولی۔

"تو چلو ابھی ملوادیتی ہوں اماں سے۔"

"ہائے میرا دل......" بابر اس کی اداؤں پر دل تھام کر رہ گیا تھا۔

www.naeyufaq.com

مل گئیں خوشیاں

شازیہ مصطفیٰ عمران

عجیب رنگ بدلتا ہے عصر کا سورج
یہ شام خفا ہے اور رات بھی بہیں ہوتی
میں اس کی ذات کا حصہ بھی بن نہیں سکتا
اور جدا اس سے میری ذات بھی نہیں ہوتی

منیبہ بھابی کی بھتیجی کی سالگرہ تھی سب کو ہی بلایا تھا مگر امی اور ابو نہیں جارہے تھے۔ اضویٰ اور عفرا جارہی تھیں۔ اضویٰ کی لاکھ کوشش تھی کہ وہ نہیں جائے مگر منیبہ بھابی نے اس کی ایک نہیں سنی۔

''بھابی، میری عشاء کی نماز رہ جائے گی۔'' اس نے عذر پیش کیا جبکہ عفرا اپنے میک اپ میں مصروف تھی اسے کسی بات سے جیسے کوئی فکر ہی نہ تھی۔

''بھابی اسے رہنے دیں۔'' عفرا نے اپنے سوٹ کو لہرا کے آگے کیا۔ اضویٰ کی نگاہ اس پر تھی مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ اضویٰ نے اپنی نگاہوں کا زاویہ صداقت کی طرف کرلیا جو سیل فون پر گیم کھیل رہا تھا۔

''اسے کیوں رہنے دیں یہ بھی چلے گی۔'' بھابی کی پوری کوشش تھی وہ بھی ساتھ چلے۔

''بھابی..... میرے سر میں درد ہورہا ہے۔''

''میں کچھ نہیں سنوں گی' نماز تم آکے بھی پڑھ لوگی۔'' انہوں نے زبردستی اسے بھی تیار کروایا۔

اضویٰ نے کاٹن کا لانبر ائیڈری سوٹ زیب تن کیا' لمبے دراز بالوں کو لپیٹ کے کیچر لگایا' میک اپ وغیرہ تو اس کا کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا کیونکہ عفرا اس کا دل ہی خراب کردیتی تھی جبکہ وہ عفرا کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھی' اس کی چھوٹی بہن تھی مگر عفرا جانے کیسے مزاج کی تھی جو صرف اپنی پروا کرنا جانتی تھی۔ گھنٹوں آئینہ کے سامنے بیٹھ کے چہرے پر طرح طرح کی مساج کریمیں لگاتی رہتی تھی اور وہ صرف کن انکھیوں سے دیکھتی رہ جاتی تھی۔ بھابی اس کے پیچھے پڑی رہتی تھیں وہ کیوں عفرا کی طرح اپنی لک کا خیال نہیں رکھتی۔ وہ انہیں کیا بتاتی ہر وقت اس کی بہن اس پر طنز کرتی رہتی تھی' اسی وجہ سے وہ ان سب چیزوں سے دور تھی۔ اضویٰ کو خود عفرا کی حرکتوں پر حیرانی ہوتی تھی' وہ کیوں ایسا کرتی ہے حالانکہ وہ بڑی بہن تھی' ذرا بھی لحاظ و مروت نہیں برتتی تھی' جانے عفرا کو اتنی خوش گمانی کیوں ہوگئی تھی وہ خوب صورت و حسین ہے۔

''تم نے میری میچنگ کا سوٹ پہن ہی لیا۔'' عفرا نے اس پر جیسے ہی تنقیدی نگاہ کی فوراً ٹوکا۔

''کوئی نہیں' تمہیں لگ رہا ہوگا۔''

''اچھا اچھا بس کرو' چلتے وقت تم دونوں لڑنے نہیں لگ جانا۔'' امی نے دونوں کو ہی سرزنش کی۔

http://www.pakistanipoint.com

بھابی کو اندازہ تھا لڑائی کون شروع کرتا ہے مگر وہ عفرا کو سمجھا کے دیکھ چکی تھیں، وہ اپنی غلطی تو کبھی مانتی ہی نہیں تھی۔ بحث کرتی تھی اسی وجہ سے انہوں نے عفرا کو کچھ کہنا ہی چھوڑ دیا تھا البتہ اضویٰ کو سمجھاتی رہتی تھیں۔ وہ جلنا اور کڑھنا چھوڑے بلکہ سہولت سے عفرا کو جواب دیا کرے مگر وہ اکثر لڑائی ہونے کی وجہ سے چپ ہو جاتی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

بھابی کی بھتیجی کی چوتھی سالگرہ تھی، کافی لوگ آئے ہوئے تھے، سارا انتظام لان میں کیا گیا تھا۔ اضویٰ ایک طرف کرسی پر بیٹھی تھی جبکہ عفرا تو بھابی کی بڑی بہن کے بیٹوں سے باتوں میں مصروف تھی۔ اکثر بھابی کی بہنوں کا گھر پر آنا جانا لگا رہتا تھا اس لیے بھی بھانجے کافی فری تھے۔ تینوں بھانجے اضویٰ اور عفرا سے چھوٹے تھے مگر عفرا تو ہر ایک کے سامنے اٹھلانا اپنا فرض سمجھتی تھی یا پھر حق سمجھتی تھی کیونکہ خوش گمانی اتنی تھی خوب صورتی کی حالانکہ اس سے خوب صورت لوگ خاندان میں بھرے پڑے تھے اس کو اپنی بہن پر کبھی کبھی افسوس بھی ہوتا تھا۔

"تم پھر یہاں آ کے بیٹھ گئی ہو آؤ تصویر تو بنوالو۔"

"بھابی میرا دل نہیں ہے اور پھر مجھے اچھا نہیں لگتا یہ سب۔" اس نے بھابی کو منع کیا۔

"عفرا کو دیکھو کیسے انجوائے کر رہی ہے۔"

"اس کا حق بنتا ہے۔" اس نے زیر لب کہا جو شاید بھابی نے نہیں سنا لیا تھا۔

"اضویٰ تم بھی عفرا کی طرح انجوائے کیا کرو دیکھو کیسے سب سے گھل مل گئی ہے۔"

"وہ خوب صورت ہے جب ہی....." وہ حسرت بھرے لہجے میں بولی۔

"یہ تم سے کس نے کہا، تم بھی اگر تھوڑی سی توجہ خود پہ دے لو تو تم بھی خوب صورت دکھو گی۔ دیکھو عفرا کیسے اپنا پہننے اوڑھنے کا خیال رکھتی ہے اور تم نے خود کو ڈل کر لیا

www.pakistanipoint.com

ہے۔'' اضویٰ پہلو بدل کے رہ گئی انہیں وہ اور کیا بتاتی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ سب سے الگ لگے اور اس کی کوشش بھی ہوتی تھی کہ اس کی چیز عفرا سے کاپی نہ ہو۔

''بھابی آپ اپنا بھی ٹائم ضائع کررہی ہیں جایئے ناں سب ادھر ہی دیکھ رہے ہیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور مبینہ بھابی نے پھر زیادہ اصرار نہیں کیا اور چلی گئی تھیں۔

اضویٰ اور عفرا نے گریجویشن کیا تھا' امی کو تو رات دن اس کی ہی فکر تھی کہ جلد سے جلد کوئی اچھا رشتہ آئے مگر جو بھی لوگ اضویٰ کو دیکھنے آتے کوئی نا کوئی خامی نکال کے چلے جاتے تھے۔ آج بھی کچھ لوگ آرہے تھے' امی نے اس سے کہا تھا کہ تیاری کرلے مگر اضویٰ نے خود ہی تمسخر اڑایا۔

''کر کے کرنا کیا ہے' شکل وہی کی وہی تو رہنی ہے۔''

''عفرا کو دیکھو کیسے اپنی جلد کا خیال رکھتی ہے تم بھی کھیرا ٹماٹر مل لیا کرو۔'' انہوں نے رسان سے کہا۔ اضویٰ انہیں کیا بتاتی کہ ایک دفعہ کھیرا چہرے پر مل رہی تھی' عفرا نے کیسے کہا تھا۔

''میری نقل میں سارے کام کرتی ہو میری جلد تو صاف ستھری اور گوری ہے۔'' اضویٰ نے اسے غصے سے دیکھا تھا اس کے بعد اس نے اپنی اسکن پر توجہ ہی دینی چھوڑ دی تھی۔

''ایسے کاموں سے کچھ نہیں ہوتا۔'' اس نے ڈرائنگ روم کو سیٹ کرنے کے بعد ایک طائرانہ نگاہ ڈالی ہر چیز صاف ستھری اور ترتیب سے رکھی ہوئی تھی۔

''ہوتا تو بہت کچھ ہے بس تمہیں توجہ نہیں۔'' امی کو اس کی ان سنی پر بہت غصہ آیا۔

اضویٰ انہیں کیا بتاتی اس کا بھی یہ سب کرنے کا دل کرتا ہے مگر عفرا جو اس کی چھوٹی بہن ہے اسے اپنی باتوں سے کتنی ذہنی اذیت پہنچاتی ہے۔

''ہر وقت روتی صورت بنا کے رہتی ہو چہرے پر بھی تو ہر وقت غصہ اور تناؤ رہتا ہے۔'' اضویٰ نے امی کی بات پر سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''اٹھو اور جا کر کپڑے کوئی ڈھنگ کے نکال کے پریس کرو۔''

''عفرا تم ہی کچھ اس کے چہرے پر مل دیا کرو۔'' امی نے اس کو دیکھا تو جھٹ کہا۔

''امی یہ خود نہیں کرتی یہ سب، مجھے کیا کہتی ہیں۔'' اس نے بھی شانے اچکائے اور سب کچھ اس پر ہی رکھ دیا جبکہ اس کی یہی کوشش تھی کہ وہ اپنے چہرے اور لک کے لیے کچھ نہ کرے کیونکہ اپنے سے زیادہ خوب صورت تو اسے کوئی برداشت ہوتا نہیں تھا۔

اضویٰ چڑ کے ڈرائنگ سے نکل گئی پہلے نہائی اور پھر نماز اور قرآن پاک پڑھا اس کے بعد اس نے اپنا سوٹ نکالا' بھابی اس کی تیاری دیکھنے چلی آئی تھیں۔

''اضویٰ یہ سوٹ نہیں پہنو بلکہ یہ اورنج والا پہنو۔'' بھابی نے اس کے گرین سوٹ کو مسترد کیا اور الماری سے اس کا اورنج کھادی والا سوٹ نکالا۔

''آپ کو پتا ہے ہر دفعہ کی طرح پھر وہی ہونا ہے ہمیں لڑکی گوری چاہیے یا پھر استخارے میں نہ آیا ہے۔ آپ جانتی تو ہیں کتنے کتنے لوگ مجھے دیکھنے آچکے ہیں اور میں اس پریڈ سے تنگ آگئی ہوں۔ آپ لوگ سمجھتے کیوں نہیں۔'' وہ تو پھٹ ہی پڑی اور رونے بھی لگی کیونکہ جو عفرا اس کے ساتھ کرتی تھی' وہ شاید کسی کو نظر نہیں آتا تھا یا پھر کوئی سمجھتا نہیں تھا۔

''ہر دفعہ اچھے کی امید رکھنی چاہیے' تمہارے بھائی جان یہی کہتے ہیں۔'' وہ اس کے سلکی دراز بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔

''پلیز آپ لوگ مجھ سے اتنا تیار ہونے کو نہیں کہا کریں۔''

''ان کا تو یہی رونا پیٹنا شروع ہو جاتا ہے۔'' عفرا بھی اندر چلی آئی' اس کے کپڑوں پر تنقیدی نگاہ ڈالنے لگی جو اضویٰ کو تو نہایت ہی ناگوار گزرا تھا۔

"تم چپ رہو۔" اس نے ڈانٹا۔

"اضویٰ! تم نے لاسٹ ٹائم بھی یہی سوٹ پہنا تھا۔"

"دوبارہ پہن لے گی تو کیا ہوا؟" بھابی نے خود ہی بات کو نظر انداز کیا تا کہ اضویٰ کپڑے اٹھائے الماری میں واپس نہ رکھ دے۔

"اضویٰ! تم یہی پہنو گی سمجھیں۔" بھابی نے اسے دو ٹوک انداز میں ہی سمجھایا اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ عفرا بے پروائی سے بیڈ پر لیٹی سیل فون پر جانے کس سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی سر ہلایا' عصر کی نماز پڑھ کر وہ تیار ہوگئی اور وہ لوگ بھی آ گئے تھے۔ لڑکے کی ماں اور ایک بہن اور جو رشتہ کروا رہی تھیں وہ ساتھ آئی تھیں۔

اضویٰ گھبرائی سی ان کے سامنے بیٹھی تھیں لڑکے کی ماں کے چہرے سے ایسا لگ رہا تھا وہ زبردستی لائی گئی ہیں۔ عفرا کو امی نے سامنے آنے سے منع کیا تھا' وہ لوگ مغرب کے بعد چلے گئے تھے۔ اضویٰ نے سکون کا سانس لیا' اسے قوی امید تھی کہ ادھر سے بھی انکار ہوگا مگر دو دن بعد ہی لڑکے والوں کے گھر سے رضا مندی کا پیغام آ گیا اور انہیں بھی لڑکے کو دیکھنے بلایا گیا تھا۔

اضویٰ کو تو جیسے یقین ہی نہیں تھا دو دن بعد امی بھابی اور عبدالسمیع بھائی لڑکے کو دیکھنے چلے گئے تھے۔ گھر آتے کوئی اسے زیادہ کچھ لڑکے کے متعلق نہیں بتا رہا تھا۔ عبدالسمیع بھائی کی مرضی بھی نہیں لگ رہی تھی مگر امی کسی کی کچھ نہیں سن رہی تھیں کیونکہ وہ اضویٰ کا یہاں رشتہ کرنے پر بضد تھیں۔

❀......❀......❀......❀

امی کی جلد بازی پر وہ لوگ رشتہ طے کرنے کے لیے آ رہے تھے گھر میں چھوٹی سی تقریب رکھی گئی تھی۔ اضویٰ کا لڑکے والے منہ میٹھا کروانے آ رہے تھے' بھابی کے چہرے سے ایسا لگ رہا تھا وہ بھی زبردستی ہی سب کر رہی ہیں۔ اضویٰ پنک سوٹ میں میک اپ اور جیولری میں خاموش سی بیٹھی تھی' لڑکے کی بہن کچھ زیادہ ہی منہ پھٹ تھی۔

"لگتا ہے یہ خوش نہیں ہیں' اتنی سنجیدہ کیوں ہیں؟" وہ مٹھائی کھلانے کے بعد خاصی تنقیدی لہجے میں بولی۔

سارے لوگ ہی جمع تھے' سب نے ہی چونک کے جیسے اضویٰ کی صورت دیکھی وہ خاصی پزل ہوگئی تھی۔ اس تقریب سے اسے الجھن اور گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی' مبینہ بھابی جیسے اس کے تاثرات سمجھ رہی تھیں۔

"ایسے موقعوں پر سب ہی لڑکیاں سنجیدہ ہوتی ہیں۔" بھابی نے جھٹ وضاحت بھی کر دی تا کہ کوئی کچھ اور ہی نہ سمجھ لے۔ لڑکے کی ماں نے بھی اسے مٹھائی کھلائی اور پیسے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"آپ نے اپنی اس بیٹی کو کہاں چھپایا ہوا تھا؟" انہوں نے گرین کپڑوں میں سجی سنوری عفرا کو خاصی ستائشی انداز میں مسکراتے دیکھا اور عفرا بھی سب سے ہنس ہنس کے مل رہی تھی۔

"آپ کو اضویٰ سے کرنی تھی ہم اضویٰ کو ہی تو دکھاتے' اس کی ہمیں ابھی کرنی نہیں ہے۔" امی کو جیسے ان کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ اضویٰ کو عجیب گھبراہٹ اور وحشت سی ہونے لگی تھی' دل کر رہا تھا وہ یہاں سے اٹھ کے بھاگ جائے۔

"پھر بھی آپ کو سامنے تو کرنا چاہیے تھا۔" وہ امی سے بحث کرنے لگی۔

"ارے آپا، آپ بھی اس وقت کیا بات لے کے بیٹھ گئی ہیں' آپ کو میں نے کہا تو تھا ان کی بڑی بیٹی ہے اس کی کرنی ہے۔" رشتہ کروانے والی مسرت نے انہیں بتایا۔ مسرت ان کی بہن لگتی تھی اور ان کی بیٹی کا رشتہ چھوٹے بیٹے سے طے تھا' وہ اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتی تھیں۔ لڑکے کی ماں اس بات پر اٹکی ہوئی تھیں جب تک بڑے بیٹے کی نہیں ہو جاتی' چھوٹے بیٹے کی نہیں کروں گی' اسی وجہ سے انہوں نے ان کے بڑے بیٹے کی اضویٰ سے بات چلائی تھی تا کہ ان کی بیٹی کی تو شادی ہو۔

"تم تو رہنے دو اب یہ بات۔" انہیں جیسے مسرت کی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔

تقریب کا اختتام دس بجے ہوا تھا' اضویٰ عشاء کی نماز پڑھ کے ایسی سوئی کہ صبح ہی اٹھی مگر اس کا دل اداس تھا بار بار لڑکے کی ماں کے الفاظ کان میں گونج رہے تھے۔

''آپ نے اسے کہاں چھپا رکھا تھا۔''

''اضویٰ..... آج ہم سب تمہاری سسرال جائیں گے عمیر بھائی کی رسم کے لیے میں نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں۔'' عفرا تو ویسے ہی گھومنے پھرنے کی شوقین تھی۔

''ارے تم نے سنا کیسے تمہاری ساس کہہ رہی تھیں اسے کہاں چھپا رکھا تھا۔ کیسے پوری تقریب میں مجھے ہی دیکھ رہی تھیں۔'' عفرا کو تو جتانے اور اترانے کا موقع مل گیا تھا' جانے کیوں اسے اضویٰ کو کم صورتی کا جتا کر مزا آتا تھا۔

''مجھے تو وہ پہلے ہی ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں' صاف پتا چل رہا ہے۔ مسرت آنٹی نے اپنی بیٹی کی شادی جلدی کرنے کے چکر میں یہ رشتہ کروایا ہے۔'' اضویٰ کو رہ رہ کر مسرت پر غصہ ہی آرہا تھا کیونکہ وہ بھی خود غرض ہی لگ رہی تھیں' کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کا بھلا چاہیں وہ دوسروں کو کیا بولے اس کی اپنی سگی بہن بھی تو اس کے ساتھ کون سا اچھا سلوک کرتی تھی۔

''اچھا اضویٰ، یہ بتاؤ میں آج کون سے کپڑے پہنوں؟'' وہ الماری کھول کے کپڑوں کا انتخاب کرنے لگی۔

اضویٰ اس لمحے خاموش ہی رہی جانے کیوں اس کا دل اس رشتے پر مطمئن ہی نہیں ہو رہا تھا بے چینی اور تفکرات اس کے اعصاب و دل میں جگہ کیے ہوئے تھے۔ نماز میں بھی رو رو کے یہی دعا مانگ رہی تھی کہ اس کا دل یہاں مطمئن ہو جائے۔

''یہ سی گرین پہن لیتی ہوں ایسے ایک دفعہ ہی پہنا ہے۔'' عفرا اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ امی نے ماموں خالہ اور پھوپو کو ہی بلایا تھا' زیادہ لوگ کو ساتھ لے کے نہیں جا رہی تھیں۔

اضویٰ کا دل اداس تھا' صداقت اس کے پاس آ کے بیٹھا سولہ سالہ صداقت کافی سمجھ دار تھا۔ وہ اس کے چہرے کے تاثرات جیسے جانچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''پھوپو آپ اپنے رشتے کے بارے میں سوچ رہی ہیں؟'' وہ مسکرا کے بولا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے اور تم اتنے بڑے نہیں ہوئے ہو کہ مجھ سے ایسا مذاق کرو۔'' وہ تو غصے میں ہی آ گئی۔

''سوری پھپو میں تو مذاق کر رہا تھا۔'' وہ جز بز ہوا۔

عشاء تک وہ سب لوگ چلے گئے تھے اور وہ گھر میں اکیلی تھی' رات بارہ بجے ان لوگوں کی واپسی ہوئی تھی۔ ماموں خالہ اور پھوپو اپنے اپنے گھر راستے میں ہی اتر گئے تھے۔

''لو تمہاری ساس نے کھانا بھیجا ہے۔'' عفرا لاؤنج میں ہی اس کے پاس پاؤں پھیلا کے بیٹھ گئی' وہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ عفرا خاصی اہتمام سے کہیں بھی جانے کے لیے تیار ہوتی تھی اس کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ میں خوب صورت اور نمایاں لگوں اور جان بوجھ کے جیسے اضویٰ کو جتاتی بھی تھی۔

''میں کھانا کھا کے بیٹھی ہوں اور اتنی رات کو دوبارہ کھاتی بھی نہیں ہوں۔'' اس نے ناگواری سے منہ بنایا۔

''تھوڑا سا کھالو۔'' امی نے سنا تو وہ اصرار کرنے لگیں۔

''اضویٰ، عمیر بھائی نے میرے ساتھ اتنی تصویریں بنوائی ہیں' کیا بتاؤں مگر مجھے ان کی بات عجیب لگی منگنی میں کون تھری پیس پہنتا ہے۔'' اس نے مذاق اڑایا۔

''تم زیادہ فضول نہیں بولا کرو جاؤ جا کے کپڑے بدلو سونے میں دیر کرو گی تو پھر صبح آنکھ نہیں کھلتی۔'' امی نے جھٹ اس کو ڈانٹ دیا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں اضویٰ کچھ بھی الٹا سیدھا سوچے وہ اٹھی تو اضویٰ بھی اٹھ گئی دل ہی اتنا اداس تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

دوسرے دن پھر عفرا کو موقع مل گیا اضویٰ دوپہر کے

www.paksociety.com

کھانے کے لیے روٹیاں پکا رہی تھی اس دوران عفرا برتن دھو رہی تھی۔

"عمیر بھائی کی تو رشتے کی چچازاد بہن تھیں وہ تو مجھ سے سوالات کیے جا رہی تھیں۔"

"کیسے سوالات؟" اضویٰ چونکی۔

"بھئی کتنا پڑھا ہے' کیا کرتی ہو پھر بھابی اور امی سے باتیں کرنے لگیں۔ مجھے تو عمیر بھائی آئس کریم' کولڈ ڈرنک دیئے جا رہے تھے' اتنا خیال رکھ رہے تھے کیا بتاؤں۔" وہ خوش ہوتے ہوئے بولی اور وہ ایسی بن گئی جیسے سن ہی نہیں رہی ہو پھر اضویٰ ظہر کی نماز پڑھنے لگی۔ نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تھی کہ ڈور بیل بجی۔

"دیکھنا صداقت۔" اس نے صداقت سے کہا اور خود لاؤنج میں ہی کھڑی ہوگئی' دروازہ کھلا تو تین خواتین کھڑی تھیں ایک پڑوس والی آنٹی ثروت تھیں۔

"بیٹا..... امی ہیں تمہاری؟"

"جی ہیں' آیئے۔" اس نے ثروت آنٹی کو گویا حیرانگی سے جواب دیا اس نے صداقت کو کہا امی کو بلا کے لائے۔

"اچھا یہ ہے جس کی عمیر سے بات طے ہوئی ہے۔" ایک خاتون دوسری خاتون سے جیسے تائیدی پوچھ رہی تھیں۔

اضویٰ کو جانے کیوں عمیر کا حوالہ اچھا نہیں لگا۔ اس کا دل ذرا بھی خوش نہیں تھا بلکہ ایسا لگ رہا تھا ذہن و دل پر بوجھ آن پڑا ہو' صرف امی کی وجہ سے وہ خاموش تھی۔ اتنے میں امی اور بھابی بھی آ گئی تھیں عفرا بھی پیچھے پیچھے ہی تھی۔

"ثروت تم....." امی انہیں دیکھ کر خوش ہوئیں کیونکہ کافی دنوں بعد وہ گھر آئی تھیں۔

"بھئی یہ میری بہو کی امی ہیں اور یہ ممانی ہیں' انہوں نے کل آپ کی بیٹی کے سسرال میں عفرا کو دیکھا تھا انہیں اپنے بھائی کے لیے لڑکی چاہیے۔" ثروت نے جھٹ مدعا بیان کر دیا جبکہ عفرا کو امی نے اشارے سے اندر جانے کو کہا تھا' اضویٰ وہیں بیٹھی رہی تھی۔

"مجھے آپ کی بیٹی اچھی لگی ہے' میں اپنے دیور کے لیے رشتہ لائی ہوں۔" ممانی خود ہی گویا ہوئیں۔

"مگر ہمیں ابھی اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی نہیں کرنی' ہم [redacted] ی کی کریں گے۔" اضویٰ بھی وہاں سے اٹھ گئی چائے پانی تو کرنا ہی تھا۔

کچھ دیر بعد وہ عورتیں چلی گئیں اور دوبارہ آنے کا کہہ گئی تھیں' امی راضی نہیں تھیں مگر عبدالسمیع بھائی نے کہا دیکھ لینے میں حرج کیا ہے۔ لڑکے کی بھابی کو بھی زیادہ ہی جلدی تھی دوسرے دن وہ اپنی ساس کو بھی لے کے آ گئیں اور لڑکے کی تصویر بھی لے آئی تھیں۔ امی نے لاکھ کہا عفرا کو گھر کے کام نہیں آتے۔

"آپ پریشان نہیں ہوں ہم سب سیکھا دیں گے آپ بس ہاں کریں۔" لڑکے کی ماں کو عفرا بہت پسند آئی تھی اور پھر نہ کرتے بھی امی کو ماننا پڑا' شارق پڑھا لکھا اور ایک پرائیویٹ فرم میں معقول تنخواہ پر کام کر رہا تھا۔ عفرا کو بھی شارق پسند آ گیا کیونکہ خوب صورتی اس کو شارق میں نظر آ گئی۔

شارق کے ماں کو زیادہ ہی جلدی تھی' چھ ماہ کی تاریخ رکھ دی گئی تھی' ادھر امی اضویٰ کے سسرال بھی گئی تھیں۔ عفرا کے ساتھ ساتھ اضویٰ کی بھی چاہ رہی تھیں مگر عمیر کے مزاج سے لگ رہا تھا اسے عفرا کا شارق سے رشتہ ہونا برا لگا ہے' اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔

"ابھی چار پانچ سال تک میں نہیں شادی نہیں کروں گا۔" عمیر کی اماں بھی طبیعت خرابی کا بہانہ کر کے اندر ہی لیٹی رہی تھیں۔ بہن نے ہی ان سے بات چیت کی اور بھابی گھر آ گئی تھیں مگر امی کی فکروں میں اضافہ ہی ہو گیا تھا۔ دو دن بعد مسرت آنٹی خود ہی چلی آئی تھیں' یہ کہنے عمیر کا مزاج کچھ ٹھیک نہیں ہے اور اسے عفرا کا رشتہ طے ہونا برا لگا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے بھی اس رشتے سے انکار کر دیا ہے۔

"یہ سب آپ کو پہلے بتانا چاہیے تھا۔" بھابی کو تو غصہ ہی آ گیا۔

www.paksociety.com

"ارے میں سمجھی رشتہ ہونے کے بعد ٹھیک ہوجائے گا مگر وہ تو ویسا ہی رہا۔" مسرت خود بھی شرمندہ تھیں۔

امی نے بھی اچھی خاصی انہیں سنائیں اُدھر اضویٰ کو لگا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے کے بھینچ دیا ہو۔ وہ تو پہلے ہی اس رشتے پر راضی نہیں تھی مگر اسے خبر نہیں تھی ایسے اس کی بے وقعتی ہوگی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے امی کی جلد بازی نے یہ نتیجہ دکھایا تھا۔

عفرا کی شادی کی تاریخ طے کردی گئی تھی عفرا تو اپنی خوشیوں میں مگن تھی۔ اس کا کہیں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ عفرا کے سسرال سے لوگ آرہے تھے انہیں بھی جب خبر ہوئی تو حیران رہ گئے مگر اضویٰ ان سب کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس دن بھی شارق کی بھابی اور بہن عفرا کا ناپ لینے آئی تھیں اضویٰ عصر کی نماز پڑھ کے بیٹھی تھی۔

"جاؤ تم بھی جاکے بیٹھو۔" عفرا کو اپنے سسرال والوں کی بڑی فکر ہوتی تھی اسے اس کی کوئی پروا نہیں تھی اضویٰ کے دل پر کیا گزر رہی ہے وہ کسی کا سامنا کرنے سے کیوں گریز کررہی ہے۔

"امی اور بھابی ہیں تو۔" اس نے جواب دیا۔

"تم بھی بیٹھو اس سے تو لگتا ہے تم جلتی ہو۔"

"عفرا ہر وقت فضول نہیں بولا کرو۔" وہ تو دکھ وافسوس سے گویا ہوئی۔

"سچ بات کہہ دی تو بری لگ گئی۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"جانے کیوں تمہیں میرا احساس ہی نہیں ہوتا۔" وہ روتی ہوئی کمرے سے ہی نکل گئی عفرا پر اسے کبھی کبھی بہت غصہ آتا تھا۔

اضویٰ نے کافی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا عفرا کی شادی کی تیاری وہ خود کررہی تھی تاکہ وہ پھر دوبارہ یہ نہ کہہ دے وہ اس کی شادی سے جل رہی ہے۔ وہ اپنے بڑے ہونے کا کردار ادا کررہی تھی یہاں تک کہ پارلر میں بھی بکنگ کروادی تھی۔

"تم اتنا کیوں پریشان ہورہی ہو شادی کے بعد یہ سب پمپل ختم ہوجائیں گے۔" اضویٰ نے اسے سمجھانا چاہا جو کب سے ڈریسنگ ٹیبل کے مرر کے سامنے کھڑی کوئی چوتھی مرتبہ آئنٹمنٹ لگارہی تھی۔

"بعد میں ٹھیک ہوئے تو کیا فائدہ شادی تک یہ پمپل رہا تو کتنا برا لگے گا۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"تم نے تو نہیں کیا یہ خود ہوا ہے۔" وہ عفرا کے جہیز کے سامان کی لسٹ بنارہی تھی۔

عفرا کو نہ روٹی پکانے میں دلچسپی تھی اور نہ ہی کوئی اور کام میں، اضویٰ کو کبھی کبھی اس کی بہت فکر ہوتی تھی۔ عفرا کی ساس کو دیکھ کر اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ اور تھیں۔ جیسے جیسے دن قریب آرہے تھے امی کے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

"امی آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ سب کچھ کروا دے گا۔" عبدالسمیع بھائی امی کو یہی بات کہہ کر اطمینان دلاتے مگر امی کو تو اضویٰ کی بھی بہت فکر تھی جب سے اس کا رشتہ ٹوٹا تھا وہ چپ ہوگئی تھی۔

"اضویٰ کی مجھے بہت فکر ہے۔" وہ عصر کی نماز کے بعد بھی کافی دیر تک اس کے لیے دعائیں کرتی رہی تھیں۔

"اضویٰ کے لیے بھی کوئی بہتر راہ نکل آئے گی اس طرح پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ صرف اچھے کی امید رکھیں دیکھیے گا اس کا بھی نصیب جلد کھل جائے گا۔"

عبدالسمیع بھائی ہمیشہ مثبت انداز میں ہی ان کو سمجھاتے تھے اور یہی کہتے تھے کبھی منفی اور ناامیدی کی باتیں نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر مثبت سوچ رکھیں گے تو وہی ہوگا۔

اضویٰ امی کے کمرے میں آرہی تھی اس نے ان کی یہ باتیں بھی سنی اور امی کی فکر کرنے والی ساری باتیں سنی تھیں وہ الٹے قدموں واپس اپنے کمرے میں آگئی۔ عفرا حسب معمول پھر اپنے ہاتھ پیروں اور چہرے کو چمکانے میں لگی ہوئی تھی کبھی کھیرے کا رس تو کبھی لیموں گلیسرین ہر وقت لگاتی رہتی تھیں۔ اضویٰ کی آنکھوں میں آنسو آرہے تھے اس کی تو بے وقعتی ایسے شخص نے کردی جس

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

سے اس کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں تھا۔ جانے کہاں اس سے غلطی اور گناہ ہوا تھا جو اتنی بڑی سزا ملی تھی۔ رو رو کے وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتی تھی جو ناکردہ ہی تھے۔

عفرا کی شادی کے دن بھی آگئے وہ مایوں بیٹھ گئی۔ مایوں مہندی بھی کافی دھوم سے کی گئی تھی بقول عفرا کی ساس کے۔

"میرا بڑا بیٹا ہے اور چھوٹا بھی اس کی میں بڑے دھوم سے کرنا چاہتی ہوں۔" عبدالسمیع بھائی نے ان کی خواہش کو پورا کیا، ان کے سارے ارمان ہی پورے کر رہے تھے۔ اسے عفرا پر رشک آ رہا تھا' ساس' نندیں اور ان کے بچے سب ہی عفرا کی آؤ بھگت بھی کر رہے تھے۔ مہندی کی تقریب گزری تو شادی کا دن بھی آن پہنچا۔ بھابی نے اسے عفرا کے ساتھ پارلر جانے کو کہا' وہ پورا وقت پارلر میں اس کے ساتھ ہی رہی تقریباً سات بجے وہ تیار ہو کے گھر آئی تھی۔ سردیاں شروع ہوگئی تھیں اس لیے رات بھی جلدی ہی ہو جاتی تھی۔

اضوئی بھی بے دلی سے تیار ہوئی' اسٹائلش پرپل اور فان کلر کا سوٹ جس پر کام تھا' کافی خوب صورت لباس تھا جو امی نے زبردستی سے اس کے لیے سلوایا تھا' پہن کے وہ تیار ہوگئی تھی۔ اپنے دراز سلکی بالوں کو کھلا چھوڑ دیا تھا' میک اپ کے نام پر لائٹ سی لپ اسٹک لگائی تھی۔ امی اور بھابی نے لاکھ کہا میک اپ ڈارک کرلو مگر اس نے سنجیدگی سے منع کر دیا تھا۔ عفرا کے سسرال والے اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو یا وہ پہلی لڑکی ہو جس کا رشتہ ٹوٹا ہو۔ رخصتی تک بھی وہ سب کی گفتگو کا مرکز بنی رہی تھی۔ رخصتی ایک بجے ہوئی اور سارے ہی تھک کے دو بجے گھر آئے تھے' صداقت کے ساتھ وہ پہلے ہی گھر آ گئی تھی کیونکہ پورا گھر پھیلا ہوا تھا اس نے وہ پہلے سمیٹا اور پھر کچن کا رخ کیا تھا۔

عفرا کا شادی ولیمہ باخیر وخوبی انجام پا گیا تھا۔ عفرا دونوں دن ہی بہت خوب صورت لگ رہی تھی' سارے ہی اس کی تعریف بھی کر رہے تھے اور اس میں شک بھی نہیں تھا اضوئی کو اسے دیکھ کر رشک آ رہا تھا۔

"کاش مجھے بھی کوئی ایسے ہی اتنا چاہے۔" دل میں دعا کی مگر خود ہی اسے حیا آئی لب بھینچ لیے۔

اس نے خود کو گھر کے کاموں میں مصروف کرلیا تھا بلکہ اس نے بھابی کے کہنے پر کوچنگ جوائن کرلی تھی، وہاں وہ انگلش اور میتھ پڑھاتی تھی' اس کی زندگی میں تھوڑی تبدیلی آ گئی تھی، وہاں اس کی ایک دوست بھی بن گئی تھی اور وہ خود حیران تھی کہ کسی سے اس کی اتنی دوستی کیسے ہوگئی۔

شمیرہ اکثر اس کے ساتھ گھر بھی آ جاتی تھی' وہ بھی اسے بہت کچھ سمجھاتی رہتی تھی۔ شمیرہ بھی ایک خوش شکل اور اسمارٹ لڑکی تھی۔

"جو کپڑا بھی پہنتی ہو تم پر سج جاتا ہے۔" اس دن وہ کلاس آف ہونے کے بعد بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ جب اس نے شمیرہ کی تعریف کی۔

"تم بھی جو پہنتی ہو پیاری لگتی ہو' یہ الگ بات ہے کہ تم خود پر توجہ دینا ہی نہیں چاہتی۔" شمیرہ نے کہا۔

"توجہ دے کے کیا کروں گی؟" اضوئی نے سیل فون میں وقت دیکھا چھ بج رہے تھے' صداقت اسے لینے آنے والا تھا۔

"تم نے خود کو بالکل بور کرلیا ہے' ارے تھوڑا لک تو بناؤ ہر وقت سادگی کا پیکر بنی رہتی ہو۔"

"میں ایسی ہی ہوں۔" وہ جھینپ گئی۔

صداقت اسے لینے آ گیا' وہ چلی گئی جانے کیوں وہ خود کو ایسے بور بنائے ہوئے تھی اور پھر ایک دن اچانک ہی شمیرہ نے پارلر لے جا کے اس کے بالوں کی خوب صورت سی کٹنگ کروادی اس نے اس پر بہت غصہ کیا تھا۔

"ارے میں نے بے کار اور بے جان بال درست کروائے ہیں۔" وہ اس کے بالوں میں برش چلاتے ہوئے بولی۔

"امی نے دیکھا تو بہت ڈانٹنا ہے۔" وہ منہ پھولا کر بولی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

"آنٹی کو میں نے سمجھا دیا ہے تمہارے ایسے چھوٹے بھی بال نہیں ہوئے ہیں، دیکھو کیسی پیاری لگ رہی ہو۔" شمیرہ نے اسے آئینہ کے سامنے کیا۔

"کوئی نہیں...... پیاری ہوتی تو میرے ساتھ ایسے ہوتا۔" اس کا دل یکدم ہی اداس ہوگیا۔

"اے ہیلو...... تمہاری شخصیت خراب کرنے میں تمہاری بہن کا ہاتھ ہے، وہ بے وقوف ہے اور تم نے اسے خود پر سوار کرلیا ہے۔ ارے تم کیوں اس کے دباؤ میں آتی گئیں، تم اس کی بڑی بہن ہو، ہر کام ڈنکے کی چوٹ پر کرتیں، یہ ہر لڑکی کا حق اور شوق ہوتا ہے بننا سنورنا اور خوب صورت لگنا جیسے وہ تمہیں ہرٹ کرتی تھی، تم اس کی باتوں پر کان ہی نہیں دھرتیں۔" وہ اضوی کو سمجھانے لگی۔

"نقصان تو تم نے خود کیا ہے اپنا، کیا کمی ہے تم میں ہر کام میں طاق ہو۔ نماز روزہ اور دین سے لگاؤ بھی بہت ہے۔"

"میں تو صرف اپنے اللہ سے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے دعا مانگتی ہوں اور ہر کام دین کے دائرے میں کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے تمہاری بات...... مگر تمہیں خود کو بدلنا ہوگا۔" وہ بضد ہوئی۔

"ارے تم تو میرے پیچھے ہی پڑ گئی ہو۔" اضوی چڑ گئی۔

"تم دونوں کی باتیں ختم ہوئی یا نہیں۔" بھابی چائے کے ساتھ لوازمات بھی لے آئی تھیں۔

"واہ سموسے۔" شمیرہ کی بھوک چمک اٹھی۔

"بھابی کیا کوئی آیا ہوا ہے؟" اضوی کو لاؤنج سے کسی کی آوازیں آرہی تھیں، اس نے پوچھا۔

"ہاں وہ نگہت آنٹی آئی ہیں۔" انہوں نے بتایا۔

"نگہت آنٹی یوں اچانک، خیریت تو ہے۔" اضوی کو تشویش ہوئی۔

"انہوں نے گھر بدلا ہے اسی لیے کافی دن بعد تک آئی ہیں، لاہور گئی ہوئی تھیں۔" شمیرہ سموسے کھانے میں مصروف تھی، بھابی چلی گئی تو دونوں کافی دیر تک خوش گپیوں میں بھی مصروف رہیں۔

"عفرا کے حال چال کیسے ہیں؟" شمیرہ نے پھر پوچھا۔

"وہی کام کے رونے پڑے ہیں، ساس صاحبہ شادی کرتے وقت کچھ تھیں اور بعد میں اسے طعنے دے رہی ہیں۔"

"اوہ...... یہ تو پھر انہوں نے دھوکہ ہی کیا ہے۔"

"امی کے پاس فون آتا رہتا ہے، روتی رہتی ہے۔ مجھ سے نہیں ہوتا کوئی کام۔" اضوی کو اس کی فکر بھی تھی کیونکہ ساس اسے بہت باتیں سناتی تھیں، ابھی شادی کو چار مہینے ہی ہوئے تھے۔

"تم بات کرتی ہو۔"

"ایک دفعہ سمجھانے کی کوشش کی تو الٹا لڑنے ہی لگی تھی، امی نے پھر کہا تم اس سے بات نہیں کرو۔" اسے دکھ و تاسف بھی تھا۔

"تھوڑی سی اگر توجہ کچن کے کاموں میں دے لیتی تو یہ باتیں بھی نہیں ہوتیں۔ میری بہن ہے مجھے تو دکھ ہوتا ہے۔" وہ بہت دلگرفتہ اور اداس سی ہوگئی۔

شمیرہ نے پھر بات کا رخ ہی بدل دیا تھا، دونوں پھر فیشن پر باتیں کرنے لگی تھیں۔ رات میں شمیرہ کا بھائی اسے لینے آیا تو وہ چلی گئی۔ اضوی لاؤنج میں ہی آ گئی، نگہت آنٹی بیٹھی ہوئی تھیں، اس نے اپنے مسٹرڈ پرنٹڈ کپڑوں کا دوپٹا شانوں پر قرینے سے برابر کیا ہوا تھا، انہیں سلام کیا جواب میں انہوں نے دعا دی تھیں۔

"باجی میں تو سمجھی تھی کہ آپ کی دونوں بیٹیوں سے فارغ ہوگئی ہیں۔"

"عفرا کی چار مہینے پہلے ہی شادی ہوئی ہے، تم یہاں تھی نہیں ورنہ تمہیں بھی بلاتی۔" امی نے کہا۔ اضوی پھر اپنے ذکر سے چڑتے وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

"میں کل رات گئی تھی ان کی ایک بیٹی کی شادی نہیں

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ہوئی ہے' باجی بتا رہی تھیں کہیں رشتہ ہوا تھا۔ لوگ لالچی تھے اس لیے ختم کردیا۔'' نگہت اسے بتا رہی تھیں جو کمپیوٹر پر بیٹھا اپنا کام کررہا تھا اور ان کے ایک ہی موضوع سے اسے چڑ سی ہونے لگی تھی۔

''میں آپ کو کہہ چکا ہوں' مجھے شادی کرنا ہی نہیں ہے۔'' اس نے غصہ سے کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کردیا۔

''میں ایسے تو تمہیں نہیں چھوڑوں گی' صرف ایک پر ہی دنیا ختم نہیں ہوگئی اور لڑکیاں بھی ہیں۔''

''آپ کی بھابی نے ایک طرح سے میری بے عزتی کی فزیہ سے میری شادی نہ کرتے۔'' عابس کو اس بات پر غصہ تھا' بچپن کا رشتہ جو اس کے ابو نے اور ماموں نے مل کے طے کیا تھا' وہ اس کی ممانی نے توڑ دیا تھا۔ پورے دو ماہ وہ اور نگہت لاہور میں گزار کے آئے تھے' کسی طرح تو اس کی ممانی مان جائیں مگر وہ تو اپنی بیٹی کو دوسرے شہر میں بیاہنے کو تیار ہی نہیں تھیں ان کی اکلوتی بیٹی تھی۔

''تم ایک دفعہ میرے ساتھ چل کے اسے دیکھ لو۔''

''جب مجھے کرنی ہی نہیں شادی تو میں کیوں دیکھوں اسے۔'' وہ کسی طرح بھی ان کے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔

''بیٹا مجھے نہیں تنگ کرو' میں بہت فکر مند رہتی ہوں تمہاری طرف سے' اچھی خاصی عمر ہوگئی ہے تمہاری۔''

''جب عمر ہی نکل گئی ہے پھر تو بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے شادی کرنا۔'' نگہت نے تو اپنا سر ہی پیٹ لیا، وہ اس کی شادی اس لیے بھی کرنا چاہتی تھیں' ان سے اب گھر کے کام نہیں ہوتے تھے۔ شوہر کی وفات کے بعد انہوں نے تینوں بچوں کو سنبھالا، اس وقت ان کی عمر ہی کیا تھی' عابس دس سال کا تھا۔ فراز تین سال اور مسکان تو دو ماہ کی تھی اس نے تو باپ کو بھی نہیں دیکھا تھا۔

''گھر کے کاموں کے لیے ملازمہ رکھی جاسکتی ہے۔'' اس نے مسئلے کا حل پیش کیا' نگہت زچ ہوئیں۔

''تم کچھ بھی کرلو میں یہ رشتہ ہاتھ سے جانے نہیں دوں گی۔'' عابس کو ذرا اچھا نہیں لگا انہیں پریشان کرنا مگر اسے شادی کے نام سے ہی چڑ ہوگئی تھی۔ پورے خاندان میں اس کے رشتے کا سب کو ہی پتا تھا اور اب جب سب کو پتا چلا کہ یہ رشتہ ختم ہوگیا ہے تو لوگوں کی چہ میگوئیاں شروع ہوگئی تھیں۔ وہ مرد تھا اس کی انا پر ضرب لگی تھی' اسے دنیا کی تمام لڑکیوں سے چڑ ہوگئی تھی۔ کمپیوٹر اس نے پھر آن کرلیا' وہ آفس کا کام کررہا تھا' امی نے آتے ہی شادی کی بات کرکے اس کو ذہنی طور پر مضطرب کردیا تھا۔

''امی..... امی کہاں ہیں سخت بھوک لگی ہے۔'' فراز کی چہکتی اور شوخ آواز آئی۔

''مجھے کھا جاؤ۔'' وہ غصہ میں تو پہلے ہی تھیں' فراز کو جھڑک دیا۔

''کیا بات ہے امی؟ آج تو آپ کرنٹ بھی مار رہی ہیں۔'' اس نے پتیلی کا ڈھکنا کھول کے دیکھا۔

''فضول بکواس مت کرو اور باہر نکلو سر پر سوار ہو کے نہیں کھڑے رہو۔ ویسے ہی اتنی گرمی ہورہی ہے۔'' انہوں نے فراز کو ڈانٹ کے کچن سے نکالا۔

''امی ابھی تو مئی شروع بھی نہیں ہوا' آپ کو گرمی لگ رہی ہے۔ لگتا ہے پھر بھائی جان سے بحث ہوئی ہے۔'' وہ کچن سے نکل گیا۔

''امی نے کھانا نہیں کھایا؟'' عابس نے مسکان سے پوچھا جو کھانے کے بعد کے برتن سمیٹ رہی تھی۔

''کہہ رہی تھیں بھوک نہیں ہے۔'' عابس سمجھ گیا وہ اس سے ناراض ہیں مگر وہ بھی کیا کرے' اس کا دل ہی نہیں مان رہا تھا کہ وہ شادی کے لیے راضی ہو۔

''امی اٹھیے کھانا کھائیے۔'' وہ ٹرے میں ان کے لیے کھانا لیا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ آنکھوں پر بازو رکھے ناراضی سے ہی بولیں۔

''آپ کو پتا بھی ہے آپ کو شوگر ہے' طبیعت خراب ہوجائے گی اٹھیے جلدی۔'' اس نے زبردستی نگہت کا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا۔

''تم جب میری بات نہیں مانتے تو میں کیوں مانوں۔'' وہ منہ پھیر کے بیٹھ گئیں۔

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"وہ بات الگ ہے اور یہ کھانا ہے، کھانے سے ناراضی بالکل نہیں، جلدی منہ کھولیے۔" وہ لقمہ ان کے منہ میں زبردستی دینے لگی جب تک نگہت نے کھانا ختم نہیں کیا۔ عابس ان کے پاس ہی بیٹھا رہا پھر فراز اور مسکان بھی آگئے تو خوش گپیاں ہی ہونے لگیں، عابس مطمئن ہوگیا تھا نگہت کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ بھول گئی تھیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

امی اور بھابی پالک اور گوبھی کاٹ رہی تھیں اور وہ بھی وہیں بیٹھی کوچنگ کے بچوں کی کاپیاں دیکھ رہی تھی۔ وہ لاؤنج میں ساری کتابیں اور کاپیاں پھیلائے بڑے ایزی انداز میں منہمک تھی اور اس کے کان امی اور بھابی کی باتوں پر بھی لگے تھے مگر درمیان میں وہ نہیں بولی تھی۔

"امی نگہت آنٹی کے بیٹے کو آپ نے دیکھا ہے؟" بھابی نے یکدم ہی پوچھا۔ اضویٰ نے نگاہ ترچھی کرکے ان کو دیکھا۔

"ہاں۔"

"کیسا ہے اگر ٹھیک ہے تو ہماری اضویٰ کے لیے بات کریں۔"

"بھابی آپ کو کیا ہوگیا ہے؟" اس نے پہلی بار ان کی بات میں مداخلت کی۔

"برائی کیا ہے، اچھا ہے ہوجائے۔" وہ پالک کاٹ رہی تھیں اور امی کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ کچھ سوچ رہی ہیں۔

"نگہت کہہ رہی تھیں ان کا بیٹا شادی کے لیے مان ہی نہیں رہا، وہ کہتا ہے کہ ساری زندگی شادی ہی نہیں کروں گا۔"

"ظاہر ہے بچپن کی محبت کو کون بھلاتا ہے، بچپن کا رشتہ تھا ایسے کیسے بھول جائے۔" اضویٰ نے جھٹ وضاحت دی۔

"تم تو چپ کرو۔" بھابی نے اسے سرزنش کی۔

"آپ لوگ کیا باتیں لے کے بیٹھ گئی ہیں، مجھے بھی شادی نہیں کرنی۔ ہر دفعہ میرا تماشا بنایا گیا اور ایسے شخص سے تو بالکل بھی نہیں کروں گی، جو اپنا پچھلا رشتہ ہی نہیں بھولا ہو۔" اس نے کاپیاں چیک کرنے کے بعد اٹھائیں اور اپنے کمرے میں جانے لگی۔

"اضویٰ ذرا عفرا کو تو فون ملا کے مجھے دو۔"

"امی سیل فون سے بات کرلیں۔" اس نے کہا۔

"فون ملانے میں تمہیں کیا قباحت ہے وہ کہتی ہے پی ٹی سی ایل پر کیا کرو۔ اس کے گھر سگنل نہیں آتے۔" امی سبزی سمیٹ کے کھڑی ہوگئیں، امی کو اس کی فکر رہتی تھی۔

"امی آپ روز ہی اس سے فون پر بات کرتی ہیں۔" وہ فون کے پاس بیٹھ گئی۔

"چپ کرو مجھے خیریت پوچھنی ہے، کہہ رہی تھی طبیعت خراب ہے گھر آنے کو کہہ رہی تھی۔" اضویٰ نے فون ملا کے انہیں ریسیور تھمایا اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کاپیاں رکھ کر وہ واپس کچن میں آئی اور بھابی کے منع کرنے کے باوجود پالک دھونے لگی۔

"اضویٰ ایک بات پوچھوں۔" بھابی نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔

"جی پوچھیے۔" اس کا سارا دھیان پالک دھونے میں تھا۔

"نگہت آنٹی کے بیٹے کو تم نے کبھی دیکھا ہے یا نہیں؟"

"اتفاق سے نہیں دیکھا جب بھی آیا، میں مصروف ہوتی تھی۔ وہ نگہت آنٹی کو چھوڑ کے چلا جاتا تھا۔" اس نے بتایا۔

"ویسے نگہت آنٹی خوب صورت ہیں، ان کا بیٹا بھی خوب صورت ہی ہوگا۔" انہوں نے رازداری سے کہا۔

"پھر تو ان کا رشتہ یہاں نہیں ہوسکتا اور خوب صورت مرد تو مجھے بہت برے لگتے ہیں۔" اضویٰ کا لہجہ افسردہ ہوا۔

"بکو مت اور تم سے کس نے کہا کہ تم بدصورت ہو، اتنی پیاری تو ہو اور جب سے خود پر توجہ دینے لگی ہو اور پیاری ہوتی جارہی ہو۔" اس نے ٹراؤزر اور لمبی شرٹ پر بڑا سا ہم رنگ دوپٹا اوڑھا ہوا تھا، وہ ہمیشہ سادہ رہتی تھی مگر کتنی نمایاں

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

naeyufaq.com
آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل
ماہنامہ
حجاب کراچی
محبت، نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں
عشق دی بازی
خاندانی رسم ورواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے ریحانہ آفتاب کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر
عشق نگر کے مسافر
ایک حادثے نے اسے عشق نگر کا مسافر بنا دیا ندا حسین کی دلکش اور مدتوں یاد رہے جانے والی کہانی

ہی تھی۔

"آپ میرا دل رکھنے کو کہتی ہیں۔" وہ تمسخرانہ ہنسی کے ساتھ گویا ہوئی۔

"تم نے خود پر عفرا کو طاری کیا ہوا تھا' میں اس لیے بھی نہیں بولتی تھی کہ تم دونوں ہی مجھے عزیز ہو مگر عفرا کی یہ عادت اچھی نہیں تھی۔ وہ خود سے زیادہ کسی کو خوب صورت برداشت نہیں کر سکتی۔" بھابی عفرا کی نیچر سے واقف تھیں۔

"آپ بتائیے کیا میرا چہرہ غصے والا لگتا ہے؟" وہ ان کے سامنے آ کے پوچھنے لگی۔

"غصے والا تو نہیں البتہ کچھ سوچتا ہوا تذبذب کا شکار لگتا تھا مگر اب نہیں لگتا۔" انہوں نے مسکرا کے پیار سے اس کا رخسار چھوا تو وہ جھینپ گئی۔

"بھابی میں اس کی باتیں سوچتی رہتی تھی، وہ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتی ہے جبکہ میں تو اس سے کوئی بھی ایسی ویسی بات نہیں کرتی تھی بلکہ بات ہی کم کرتی تھی مگر اسے بار بار جتانے میں شاید تسکین ملتی تھی' وہ خوب صورت ہے اور میں نہیں ہوں۔"

"تم دونوں کے کلر میں انیس بیس کا فرق تھا ورنہ کم اس سے تم بھی نہیں ہو۔" انہوں نے اسے مطمئن کرنا چاہا۔

اضویٰ نے جیسے ان کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا' اسے لگا بھابی اس کا دل رکھنے کو ایسا کہہ رہی ہوں' وہ پالک دھو کے انہیں دے کے چلی گئی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

وہ فراز کے ساتھ پھر آ گئی تھیں' امی نے انہیں حیرت سے دیکھا کیونکہ ایک ہفتے میں ان کا دوسرا غیر متوقع چکر تھا ورنہ تو وہ مہینوں نہیں آتی تھیں۔

"باجی میں اپنے عابس کا رشتہ آپ کی اضویٰ سے چاہتی ہوں۔"

"نگہت تم تو کہہ رہی تھیں عابس راضی نہیں، نے چونک کے استفسار کیا۔

"باجی آپ اور میں رشتے دار بھی ہیں' آ

عابس کی کوئی بھی معلومات کرنی ہو آپ اس جگہ کر لیے گا یہ اس کے آفس کا پتا ہے۔" نگہت نے ان کی بات کو نظر انداز کر کے کہا۔

"اور عابس....." امی کو خدشا تھا عابس کی غیر رضا مندی سے وہ آئی ہیں۔

"آپ پریشان نہیں ہوں عابس کی رضا مندی سے ہی آئی ہوں۔" انہوں نے گویا جھوٹ ہی بولا تھا وہ یہ رشتہ ہر طرح سے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔

"ٹھیک ہے میں عبدالسمیع سے بات کروں گی۔" بھابی ان کے لیے چائے لے آئی تھیں۔ بھابی تو بہت خوش تھیں انہوں نے تو ایسے ہی بات کی تھی اور نگہت آنٹی سچ میں اضوئی کا رشتہ لے آئی تھیں۔

"دیکھیے باجی انکار نہیں کیجیے گا۔" انہوں نے کہا۔ کافی دیر بیٹھنے کے بعد نگہت اٹھ گئیں فراز لینے آ گیا تھا۔

"امی آپ تو کافی دیر بیٹھ گئی، کب سے باہر کھڑا تھا۔"

"ایسے کیسے اٹھ کے آتی۔" وہ بولیں۔

"آپ بھائی جان کو فیس کر لیں گی انہوں نے جبکہ کہا ہوا ہے وہ شادی نہیں کریں گے۔"

"سب کر لوں گی۔" دونوں گھر آئے تو دیکھا عابس آیا ہوا تھا اور خاصا غصے میں تھا۔

"آپ لوگ کہاں گئے تھے اور وہ بھی مسکان کو گھر میں اکیلا چھوڑ کے۔" وہ بہت برہم تھا۔ اسے گھر میں مسکان کو اکیلے چھوڑنے پر بہت غصہ آتا تھا کیونکہ جیسے شہر کے حالات تھے عابس کو یہ پسند نہیں تھا کہ مسکان گھر میں اکیلی رہے۔

"ارے جانا کہاں ہے امی تو آپ کا رشتہ سمجھیے پکا کر آئی ہیں۔" فراز چہک اور لہک کے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں ملا کے بڑے پرجوش لہجے میں بولا رہا جبکہ عابس کی پیشانی پر بل پڑ گئے نگہت تو کاؤچ پر لیٹ گئی تھیں کیونکہ تھکن ہی انہیں بہت ہو گئی تھی۔

"امی آپ کو میں نے منع کیا تھا پھر بھی آپ نہیں مانیں۔"

"اچھے رشتے ملتے کہاں ہیں اور میں نے اس لڑکی کی صورت نہیں دیکھی ہے بس باجی کی شرافت دیکھی ہے باجی بہت اچھی عادت کی ہیں۔"

"ضروری ہے ان کی بیٹی بھی اچھی عادت کی ہو۔" عابس زچ ہوا۔

"لڑکی اچھی ہے، نماز کی بھی پابند ہے اور گھر کے سارے ہی کام آتے ہیں۔"

"دیکھیے امی آپ بعد میں پھر کہیں گی باجی کی بیٹی ان جیسی تو بالکل نہیں ہے اور پلیز آپ ہر ایک میں دوسرے کی خوبیاں نہیں تلاش کیا کریں، سب انسانوں کے مزاج بھی الگ الگ ہی ہوتے ہیں۔" وہ انہیں وضاحت کے ساتھ سمجھانے لگا جبکہ اسے اس وقت جتنی بے زاری اور جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی، دل کر رہا تھا کوئی چیز اپنے سر پر دے مارے۔

"میں رشتے کی بات کر آئی ہوں اور ہاں اگر تمہیں لڑکی دیکھنی ہے تو چلے چلنا کیونکہ باجی کہہ رہی تھیں ان کی بیٹی کا جہاں کہیں سے بھی رشتہ آئے گا وہ اپنی بیٹی کو لڑکے کے سامنے کر دیں گی۔" نگہت شاید اس کی بے زاری سمجھ رہی تھیں وہ جھٹ گویا ہوئیں۔

"مجھے شادی نہیں کرنی آپ سن لیں۔" اس نے قطعیت بھرے لہجے میں زور دے کے کہا۔

"میں زبان دے آئی ہوں اور ساتھ یہ بھی کہہ آئی ہوں، اب جب ہی آؤں گی جب آپ رضا مندی کا جواب دیں گی۔"

"یہ تو آپ زبردستی والی بات کر آئیں، ضروری ہے انہیں میں پسند آ جاؤں۔" اسے نگہت کی یہ بات ذرا پسند نہیں آئی۔

"کیوں کیا برائی ہے ٹھیک ٹھاک کماتے ہو، پڑھے لکھے ہو۔" انہوں نے اپنے خوبرو لمبے چوڑے بیٹے کو ستائشی انداز میں دیکھا، اس میں شک نہیں تھا وہ اچھی شخصیت کا مالک اور سلجھا ہوا شخص تھا۔ وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے میں چلا گیا اور نگہت اس کو دیکھ کر مسکراتی رہی

www.pakistanipoint.com

تھیں۔

"مجھے بظاہر تو کوئی برائی نظر نہیں آتی...... دیکھا بھالا لڑکا ہے اور پھر ہمیں چھان پھٹک بھی نہیں کرنا پڑے گی۔" امی کو تو یہ رشتہ مناسب لگا تھا' عبدالسمیع بھائی اور بھابی بھی راضی تھیں۔

"آپ ایسا کریں انہیں کال کر کے بلالیں۔" عبدالسمیع بھائی گویا ہوئے۔

"نگہت کہہ کے گئی ہیں آپ کو رشتہ منظور ہو تو مجھے کال کیجیے گا پھر ہی میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے آؤں گی۔" انہوں نے بتایا۔

"استخارہ تو میں نے کرلیا ہے اور ٹھیک بھی آ گیا ہے۔" عبدالسمیع بھائی نے استخارہ کے بارے میں بتایا جو اچھا ہی آیا تھا۔

"میں کال کرتی ہوں۔" امی مطمئن ہوگئی تھیں۔

بھابی نے کال ملا کے موبائل انہیں تھما دیا تھا۔ سلام و دعا کے بعد انہوں نے اصل بات کی' نگہت تو شام میں ہی عابس کو لے کر آنے کو تیار ہوگئی تھیں۔

ادھر اضوی کو بہت غصہ تھا اس نے امی سے کہا تھا اتنی جلدی جواب نہیں دیں گا مگر وہاں تو رشتہ پکا کر دیا گیا تھا اور اسے پکا یقین تھا اس دفعہ لڑکا اس کے منہ پر انکار کر کے جائے گا۔ وہ اسی وقت کوچنگ سے آئی تھی' اس کا سارا موڈ خراب تھا' میسج پر اس نے ساری باتیں ثمیرہ کو بتائیں' ہر بات وہ اس سے ہی شیئر کرنے لگی تھی۔ وہ صداقت کو میتھ کے سوال سمجھا رہی تھی یکدم ہی بھابی اسے بلانے آ گئیں۔

"اضوی تم ایک منٹ کے لیے ادھر آؤ۔" انہوں نے کہا اس نے امی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اسے نہیں کہا جائے کہ وہ تیار ہو کے ان کے بیٹے کے سامنے آئے۔ اضوی چونکی کیونکہ نگہت آنٹی اپنے ہونہار سپوت کے ساتھ آ گئی تھیں' اسی لیے وہ صداقت کے کمرے میں تھی۔

"تھوڑا کچھ لگالو۔" بھابی نے ضد کی۔

"میں اس دفعہ بالکل بھی نہیں لگاؤں گی جیسی ہوں ایسی ہی جاؤں گی۔" وہ اپنا پنک لان کا پرنٹڈ دوپٹا شانوں پر برابر کر کے ان سے پہلے ہی ڈرائنگ روم کی سمت بڑھ گئی' وہ تو حیرت سے اسے دیکھنے لگیں کیونکہ اضوی کا آج سے پہلے اتنا پراعتماد انداز دیکھا جو نہیں تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے اندر داخل ہوتے ہی سلام کیا' نگہت اور عابس نے چونک کر اسے دیکھا۔

عابس نے حیرت سے اتنی سادہ سی اضوی کو دیکھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ آئی تھی' میک اپ کے نام پر اس کے چہرے پر لپ اسٹک تک نہ تھی وہ تیار نہیں ہوئی تھی مگر اسے اضوی کے چہرے' انداز اور آنکھوں سے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ خود کو رد کیا جانا ہی تصور کیے ہوئی ہے' اسے اس کی سادگی ہی اچھی لگی۔ لمحوں میں اس نے فیصلہ کیا اور امی کو سر ہلا کے رضامندی دے دی تھی۔ نگہت اور امی باقاعدہ گلے ملنے لگیں' اضوی کو بلا کے انہوں نے منہ میٹھا کروایا' وہ حیاء اور شرم کی وجہ سے نگاہ تک نہیں اٹھا پا رہی تھی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا یوں ایسے اچانک سے اس کے لیے فیصلہ ہو جائے گا اور لڑکے نے دیکھ کر ہی رضامندی دی تھی۔

ہوسکتا ہے نگہت آنٹی کے بیٹے نے مجبوری میں یہ فیصلہ کیا ہو۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی امی سے بات کر گئی تھیں۔ ظاہر ہے بچپن کا رشتہ ایسے تو نہیں بھلا سکتا کوئی پھر کچھ انسیت اور محبت تو ہو ہی جاتی ہے۔ نگہت آنٹی نے یہ بھی بتایا تھا۔ عابس لڑکی سے بات بھی کرتا تھا۔ اضوی کے دل میں بے چینی بڑھ گئی پتا نہیں اس نے واقعی اسے پسند کیا ہے یا اپنی ماں کا فیصلہ قبول کیا ہے' شادی وہ جلدی ہی کرنے کو کہہ گئی تھیں۔

صبح عفرا آ گئی تھی وہ امید سے تھی' طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ امی نے عفرا کی ڈلیوری کے بعد کی شادی کی تاریخ کا کہا تھا۔ عفرا کو جب یہ پتا چلا نگہت آنٹی کا بیٹا دیکھنے آیا تھا' اس نے دیکھ کر پسند کیا ہے وہ تو حیرت وانبساط میں مبتلا ہوگئی کیونکہ پچھلی منگنی اسی وجہ سے تو ٹوٹی تھی' عمیر نے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اسے دیکھ کر ہی منع کیا تھا اب کے امی نے اضویٰ کو ہی سامنے کردیا تھا تاکہ بعد میں کوئی انکار نہ کرے۔

"تم نے بات کی؟" عفرا نے اس سے پوچھا۔

"ارے یہ تو پانچ منٹ بھی نہیں بیٹھی تھی جیسی تھی ایسے ہی اس کے سامنے آ گئی تھی۔" امی نے عفرا کو بتایا تو وہ مزید حیران ہوئی۔

"ویسے امی نگہت آنٹی تو خوب صورت ہیں ان کا بیٹا بھی خوب صورت ہوگا۔" اسے جانے یہ جاننے کی بے چینی تھی لڑکا خوب صورت تھا یا عام شکل وصورت کا جو اضویٰ کو پسند کرلیا۔ اضویٰ کو لگا عفرا کے لہجے میں تمسخر ہو۔

"ہاں اچھا ہے لمبا چوڑا اور اسمارٹ ہے۔" امی نے بھی پُرجوش انداز میں بتایا۔

"شارق کی طرح؟" وہ دبے دبے لہجے میں بولی۔ اضویٰ ڈرائنگ روم کی چیزیں سیٹ کررہی تھی۔

"ہاں شارق کی طرح ہی ہے مگر اس کی ہائٹ اچھی ہے۔ نگہت بتاتی ہیں فوج میں جانا چاہتا تھا میں نے نہیں بھیجا اسے کراٹے سوئمنگ وغیرہ سب آتا ہے۔" اضویٰ نے بھی یہ نئی خصوصیات چونک کے ہی سنی تھیں۔

"اچھا۔" عفرا کو جانے خوشی ہوئی تھی یا پھر اضویٰ کی قسمت پر رشک۔ وہ سمجھ نہیں سکی اور کمرے سے نکل گئی تھی۔

❁.....❁.....❁

جتنی جلدی اس کا رشتہ ہوا تھا اتنی ہی جلدی دن گزر رہے تھے۔ نگہت نے تو عابس سے کہا اپنی شاپنگ بھی وہ جلدی کرے عبدالسمیع بھائی اس کے کپڑوں وغیرہ کے پیسے دے کے گئے تھے مگر عابس کو جاب کی وجہ سے اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنے لیے شاپنگ ہی کرلے۔

"آپ کو اتنی جلدی کیا ہے شادی کی؟" وہ جھنجھلایا۔

"بیٹا..... تمہاری اچھی خاصی عمر ہوگئی ہے اور کب شادی کرتے۔" نگہت کو اس کے انداز پر غصہ آ گیا۔

"میرا مطلب ہے ان دو ماہ میں کیسے خریداری کروں؟"

"تم نے کون سے شرارے لہنگے پہننے ہیں جن کی خریداری میں تمہیں مصیبت پڑ رہی ہے۔" وہ رات کے لیے قورمہ پکا رہی تھیں جلدی جلدی پیاز کاٹ رہی تھیں اور وہ کچن میں ہی ان کے ساتھ کھڑا اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔ مسکان ٹی وی کے سامنے بیٹھی تھی اپنا کوئی پسندیدہ پروگرام دیکھ رہی تھی اس نے چائے بنانے سے صاف انکار کردیا تھا۔

"میں نے تو باجی سے کہا بھی تھا عبدالسمیع سے بولیں وہی خود عابس کی بھی شاپنگ کرلے۔"

"مجھے اگر پسند نہیں آتی تو؟" اس نے ساس پین سے چائے کپ میں انڈیلی۔

"ایک تو تمہارے نخرے ختم نہیں ہوتے تو پھر خود جا کر کرو۔ شادی کے اتنے کام پڑے ہیں اضویٰ کے کپڑوں کی بھی پیکنگ کروانی ہے تمہاری خالہ کی بیٹیوں کو فرصت نہیں لے دے کے میں ہی ہوں سب کاموں کے لیے۔" وہ غصہ سے بولیں۔

"ضرورت کیا ہے پیکنگ کی، ایسے ہی رکھے رہنے دیں بعد میں بھی کھول کے پہننے ہی ہیں۔" وہ بولا۔

"ارے بری تیار کرنی ہوتی ہے لڑکی کے میکے والوں کو دکھانی ہوتی ہے۔"

"آپ اسی دکھاوے کے چکر میں پڑی رہیں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، کیسے سب کریں گی۔" وہ تیز لہجے میں ان پر غصہ ہی کرنے لگا۔

"تم تو یہاں سے نکلو دماغ کھا رہے ہو کوئی نہیں جیت سکتا تم سے تمہاری بیوی ہی تمہیں آ کے سیدھا کرے گی۔" انہوں نے بے زاری سے اپنا سر پیٹ لیا اور سالن چڑھانے کے لیے کیبنٹ سے پتیلی نکالنے لگی تھیں۔ عابس اپنی چائے کا کپ لے کر باہر آ گیا اسے تو یہ سوچ سوچ کے بھی گھبراہٹ ہو رہی تھی پتا نہیں وہ لڑکی اسے قبول بھی کرے گی یا نہیں جو اس کے سامنے اتنے غصے میں آئی تھی شاید وہ راضی نہیں ہے۔

"عابس مجھے رات میں باجی کی طرف لے چلنا عفرا

www.pakistanipoint.com

کے بیٹی ہوئی ہے اسے دیکھ آؤں گی۔" انہیں یاد آیا تو سوچوں میں غرق عابس سے بولا۔

"آپ فراز کے ساتھ چلی جائیں۔"

"بیٹا تم چلو مجھ سے اس کے ساتھ بائیک پر بیٹھا نہیں جاتا اور رکشے والے دس نخرے کرتے ہیں' گاڑی میں آرام سے جاؤں گی۔"

"آپ کھانے سے فارغ ہو جائیں پھر چلیں گے۔" اس نے سرسری انداز میں کہا۔

رات کے کھانے کے بعد نگہت اور عابس عفرا اور اس کی بیٹی کو دیکھنے چلے آئے تھے' سوا مہینہ کر کے وہ میکے رہنے آئی تھی۔ عفرا نے پہلی دفعہ عابس کو دیکھا' وہ بھی خاصی متاثر ہوئی تھی ویسے بھی وہ خوب صورتی کو اہمیت دیتی تھی۔ عابس نے جلدی مچائی تو نگہت کو اٹھنا ہی پڑا' عابس ہنس مکھ عادت کا تھا' ہر ایک سے عزت سے ہی بات کرتا تھا۔ عابس کی نظریں اضوی کو ہی تلاشتی رہی تھیں' وہ ایک دفعہ بھی سامنے نہیں آئی تھی۔

"امی وہ آپ کی بہو تو کہیں نظر ہی نہیں آئی۔" وہ راستے میں ان سے مخاطب ہوا۔

"شرمیلی بچی ہے۔" انہوں نے اس کو بغور دیکھتے ہوئے کہا' عابس کی شادی کے دن قریب آرہے تھے ان کی تھکن بڑھتی ہی جارہی تھی۔

"چھوٹی بہن تو خاصی پٹر پٹر بولتی ہے اور امی میک اپ دیکھا آپ نے اف کتنا کیا ہوا تھا۔" اسے یکدم عفرا کا میک اپ یاد آیا۔

"اچھا ہے لڑکیوں کو ایسے ہی رہنا چاہیے۔" انہیں سجی سنوری لڑکیاں شروع سے ہی متاثر کرتی تھیں مگر اضوی تو ان میں سے کچھ بھی نہیں تھی۔ انہیں یہ بھی فکر تھی خاندان والے انہیں یہ نہ بولیں کہ کیسی پرانے زمانے کی بہو لائی ہو۔

"امی مجھے یہ میک اپ' فیشن سخت برا لگتا ہے۔"

"تم چپ کر کے گاڑی چلاؤ' میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔" انہوں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

عابس نے پھر بات کرنا مناسب نہیں سمجھا' خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا مگر ذہن اس کا اضوی کے اسی انداز میں الجھا ہوا تھا۔

شادی کے دن بھی آ گئے' وہ مایوں کے زرد جوڑے میں سادہ سی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ شمیرہ کی بھی گزشتہ دنوں منگنی ہو گئی تھی اور اپنی خالہ کے گھر گئی ہوئی تھی۔ اضوی کو اس کے نہ ہونے کا بہت افسوس تھا' کم از کم اس کی دوست تو اس کے پاس ہوتی۔

اضوی کی بری بھی شاندار تھی' نگہت آنٹی نے بتایا ساری شاپنگ عابس کے ساتھ کی ہے اور اس کی پسند کو سب نے ہی سراہا۔ عفرا بھی حیران تھی اسے شاید اندازہ نہیں تھا' اضوی کی قسمت اچانک سے اتنی اچھی ہو جائے گی۔

شادی والے دن وہ لال لہنگے، میک اپ، جیولری میں اتنی حسین اور دلکش لگ رہی تھی کہ سب ہی تعریف کر رہے تھے اور اضوی نے خود کو یوں اتنا تیار پہلی دفعہ دیکھا تو اسے بھی یقین نہیں آیا۔ امی بھی بہت خوش تھیں' نکاح کے بعد کھانا شروع ہو گیا تھا' عابس کو اس کے برابر میں بٹھایا تو اس لگا کہ جیسے دل کی رفتار میں اضافہ ہو گیا ہو' ہاتھ پیر بھی ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ ابھی وہ ٹھیک طرح سے خوش بھی نہیں ہوئی تھی کہ عفرا نے اس کی یہ خوشی بھی یہ کہہ کر معدوم کر دی۔

"مجھے تو پورا اندازہ اور یقین ہے نگہت آنٹی کو تمہارا خیال آ گیا ہوگا کیونکہ تمہاری منگنی جو ٹوٹ گئی تھی' اسی لیے انہوں نے یہ رشتہ کیا۔"

رخصتی کا وقت آ گیا تھا مگر اس کے دل میں بے چینی اداسی در آئی تھی یعنی اس کی کوئی اہمیت اور وقعت نہیں تھی، اس میں کوئی خوبی نہیں کہ کوئی اسے ٹوٹ کے چاہے۔ روتی دھوتی وہ رخصت ہو کر عابس کے خوب صورت پھولوں سے سجے کمرے میں آ گئی تھی' مسکان اور فراز کی خوشی کا

Waqar Azeem www.paksitanipoint.com

کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور عابس بھی مطمئن تھا کیونکہ اس نے اضوی کو دیکھنے کے بعد یہ سوچ لیا تھا ساری محبت و پیار اور توجہ اضوی کو دے گا۔ وہ اس کے لیے سب کچھ چھوڑ کے آرہی ہے' بچپن کے رشتے نے اسے بہت دکھ دیا تھا مگر اس نے سوچ لیا تھا اپنی ذات سے اضوی کو کوئی دکھ نہیں دے گا۔

آہٹ پر وہ سمٹی، دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش پیدا ہوا' ہاتھ پیر ایسے لگ رہے تھے جیسے بے جان ہو گئے ہوں ورنہ تو جب وہ پہلی دفعہ دیکھنے آیا تھا' کیسے اعتماد کے ساتھ اس کے سامنے آئی تھی مگر آج تو اس کی حالت ہی بدل گئی تھی۔ عابس اس کے قریب بیٹھ گیا مگر اضوی کے دل میں جو پھانس عفرا نے چبوئی تھی اسے وہ تکلیف دے رہی تھی۔ اس پر ترس کھا کے یہ رشتہ ہوا ہے، آنکھوں کے گوشے گیلے ہونے لگے۔

''ارے آپ تو رو رہی ہیں، ابھی تو میں نے ایسا کچھ کہا ہی نہیں۔'' عابس کے لب و لہجے میں شوخی اور معنی خیزی تھی، لب بھی مسکرا رہے تھے آنکھوں میں الگ ہی چمک تھی۔ اس نے پلکوں کی جھالر جھکالی' جانے کیوں اسے عابس کی آنکھوں میں سچے جذبے نظر آرہے تھے' بہت محبت اور اپنائیت سے اس نے اضوی کے ہاتھ تھامے۔

''چلیے آپ تھوڑا ایزی ہو جائیے' کب سے بیٹھی ہوئی ہیں' میں جب تک کھانا لے کے آتا ہوں کیونکہ کھایا آپ سے بھی نہیں گیا اور مجھ سے بھی، مل کر کھائیں گے۔'' عابس نے مسکرا کے اس کے پیچھے تکیے لگایا تا کہ وہ آرام سے بیٹھ جائے۔

''اتنی بے یقینی سے نہیں دیکھیے...... اعتبار کریں بہت محبت دوں گا۔'' اضوی نے جھینپ کے سر جھکا لیا' اس کی سماعت اور بصارت جانے کیوں یقین ہی نہیں کر رہی تھیں' اسے ایسا لگ رہا تھا عابس اپنی امی کی وجہ سے یہ سب کہہ رہا ہے۔

وہ کمرے سے چلا گیا اور اضوی کو نئی سوچوں کے حوالے کر گیا تھا' عابس کے چہرے سے ذرا نہیں لگ رہا تھا کہ اسے اپنا پچھلا رشتہ دکھ دے رہا ہو۔ جو ٹوٹ گیا تھا' الٹی سیدھی لا متناہی سوچوں نے ذہن ماؤف کر دیا تھا۔ عابس کھانے کے لیے بہت کچھ لایا تھا۔ عابس ہلکی پھلکی گفتگو کے درمیان کھانا کھاتا رہا اور اسے بھی کھلاتا رہا تھا۔

''جب آپ کو فرسٹ ٹائم دیکھا تھا جب بھی پیاری لگی تھیں اور آج تو آپ قیامت خیز لگ رہی ہیں۔ ضرور میک اپ وغیرہ نہیں کرتی ہوں گی۔'' وہ کھلے دل سے اس کی تعریف کر رہا تھا اور اضوی کو جیسے یقین ہی نہیں آرہا تھا' وہ بھی پیاری لگ سکتی تھی۔

''میں جھوٹ بالکل نہیں بولتا' آپ سوچ رہی ہوں گی میں آپ کو شاید بنا رہا ہوں۔'' عابس نے اس کی آنکھیں جیسے پڑھ لی تھیں وہ سیدھی ہو کے بیٹھ گئی' بھاری زرتار جوڑے کی وجہ سے اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔

''آپ کے ہاتھ بھی بہت پیارے ہیں۔'' اس نے اضوی کے حنائی ہاتھ تھامے اور بائیں ہاتھ کی انگلی میں گولڈ کی خوب صورت سی رنگ پہنا دی تھی۔

''اس باکس میں بریسلیٹ بھی ہے۔'' اضوی نے باکس ہاتھ میں لے کے دیکھا انگوٹھی اور بریسلیٹ بہت خوب صورت اور قیمتی تھے۔

''مختلف تحفے ساری زندگی ملتے رہیں گے۔'' وہ ترنگ بھرے لہجے میں معنی خیزی سے گویا ہوا۔ اضوی نے لب بھینچ لیے وہ اور بھی بہت کچھ کہتا رہا مگر اضوی تو بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

ولیمہ کے بعد دعوتیں شروع ہو گئی تھیں' اضوی کو اب بے زاری ہونے لگی تھی یہی حال عابس کا بھی تھا اس نے پھر عفرا کی دعوت قبول کرنے کے بعد سب سے ہی معذرت کر لی تھی۔ اضوی نے گھر کے کاموں میں خود کو مصروف کر لیا تھا' نگہت بہت خوش اور مطمئن تھیں۔ عفرا نے اسے آج پھر کھانے پر بلایا تھا' اضوی کو اس کی سیاسی کی تنقیدی اور فہمائشی نگاہوں سے بہت کوفت ہوتی تھی' عفرا کی شادی کے بعد وہ دو تین دفعہ ہی گئی ہو گی مگر جب

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

سے اس کی ساس نے اس کی منگنی ختم ہونے کے بعد باتیں بنانے شروع کی تو اضوی نے عفرا کے گھر جانا چھوڑ دیا تھا۔ امی عبدالسمیع بھائی اور بھابی ہی اس کے گھر جاتے تھے۔

"کیا بات ہے تم تیار کیوں نہیں ہوئی؟ عفرا کے گھر ڈنر پر جانا ہے۔" عابس باتھ لے کے نکلا تو اسے اطمینان سے بیڈ پر بیٹھے دیکھا۔

"آپ منع کر دیں، ہم نہیں آسکتے۔" اضوی کو عفرا کی ساس کی وجہ سے جانے میں قباحت تھی۔

"ارے کیوں؟" عابس کو حیرت ہوئی۔

"دعوت کھا تو چکے ہیں ناں ہم پھر دوبارہ جانے کی کیا تک ہے۔" اس نے اپنے بالوں کو لپیٹ کے کیچر لگایا۔

"یار شارق نے ابھی کچھ دیر پہلے کال کی ہے، عفرا ساری تیاری کر کے بیٹھی ہوئی ہے۔" وہ اس کی ایسی بے زار طبیعت سے زچ ہوا۔

"سارا کچھ تو بازار سے منگواتی ہے اس نے تیاری کیا کی ہوگی۔" وہ سوچنے لگی۔

عابس نے اصرار کیا تو اضوی کو تیاری کرنا ہی پڑی، مہندی کلر کے ایمبرائیڈ لباس بھی عابس نے ہی منتخب کیا تھا۔ وہ تیار ہو کر بہت پیاری لگ رہی تھی، میک اپ وہ لائٹ ہی کرتی تھی، عابس نے مسکرا کے مخمور نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" اضوی نے اس کے سراہنے پر جھینپ کے نگاہ جھکالی، جانے کیوں اسے ایسا لگتا تھا عابس اسے خوش کرنے کو کہتا ہے۔

وہ دونوں نگہت سے اجازت لے کے چلے آئے تھے۔ وہ لوگ عفرا کے گھر پہنچے تو عفرا مکمل میک اپ میں تھی، اس کی جٹھانی بھی آئی ہوئی تھی جہاں پہلے اضوی کی منگنی ہوئی تھی، ان کی رشتہ دار بھی تو تھیں انہوں نے عابس کو دیکھا تھا۔ عفرا کی ساس بھی عابس سے باتوں میں مصروف ہوگئی تھیں، اضوی بھانجی کو گود میں لے کے بیٹھ گئی تھی۔ کھانا سارا عفرا نے بازار سے ہی منگوایا تھا۔

"چلو تمہارا نصیب بھی کھل گیا، شوہر اچھا مل گیا۔" عفرا کی ساس جانے عابس کی تعریف کر رہی تھیں یا پھر اضوی پر طنز کر رہی تھیں، اس کا چہرہ ایک دم ہی سپاٹ ہوگیا۔ عابس موقع کی نزاکت کو سمجھ گیا تھا، اس نے سب سے اجازت چاہی۔ شارق کو اپنی ماں کی یہ عادت اچھی نہیں لگتی تھی، وہ سامنے والے کا ذرا خیال نہیں کرتی تھیں۔

گھر آ کے بھی اضوی کا چہرہ سنجیدہ ہی تھا وہ سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔

"تمہاری بہن تو لگتا ہے میک اپ کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی، اتنا منہ سفید ہو رہا تھا، بالکل ایل ای ڈی لائٹ لگ رہی تھی۔" عابس تمسخر اڑانے لگا۔

"بہن ہے میری، آپ کو میں بالکل اجازت نہیں دوں گی مذاق اڑانے کی۔" اضوی کو غصہ آ گیا۔ عابس لب بھینچ کے رہ گیا، اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا آخر اضوی اتنی سپاٹ کیوں رہتی ہے۔

"آئی ایم سوری، میں تو بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔"

"مذاق اڑانے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔" وہ کروٹ لے کے لیٹ گئی۔

"آخر لوگ میرے ہی پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں، میں کیا اتنی بری ہوں شوہر اچھا مل گیا، دنیا بد صورتوں سے بھری پڑی ہے ایک میں ہی کیوں لوگوں کو نظر آتی ہوں۔" اضوی کے بھل بھل آنسو بہہ نکلے، عابس اس بات سے بے خبر تھا وہ رو رہی ہے۔

"شادی سے پہلے بھی میری زندگی بے سکون تھی اور اب پھر میری زندگی بے سکون یعنی سچ میں مجھ پر ترس کھایا گیا ہے۔ آپ کی امی نے مجھ سے آپ کی شادی اسی لیے کروائی ہے۔"

"اضوی یار سوری، کچھ تو بات کرو۔" عابس اس کی خاموشی سے اکتایا۔ وہ اس کے قریب ہوا تو وہ جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔

"پلیز مجھے سونے دیں۔" آواز اس کی روئی روئی سی تھی۔

Nadia Azeem
www.pakistanipoint.com

"تم رو رہی ہو۔"

"ہاں رو رہی ہوں۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"یار سوری تو کر رہا ہوں۔" اس نے بازو پکڑ کے اسے سیدھا کرنا چاہا مگر اضویٰ نے اپنے آپ کو اس کی گرفت سے چھڑایا۔

"آج میری بہن کا مذاق اڑایا ہے کل میرا بھی اڑائیں گے۔" لہجے میں طنز اور افسردگی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میں تو تمہیں ہنسانے کو کہہ رہا تھا کیونکہ عفرا کے گھر میں ہی تم چپ چپ تھیں اور اس کی ساس سے بھی گھبرا رہی تھیں۔" عابس کی کچھ کچھ سمجھ میں آ گیا تھا' عفرا کی ساس کی طنزیہ باتیں اور عفرا کی شکل و صورت کی رنگ کی تعریفیں کیے جا رہی تھیں۔ بار بار اضویٰ کو احساس دلا رہی تھیں' وہ جیسے عفرا سے کم ہے اور عابس کو بھی ان کی یہ بات ناگوار گزری تھی مگر وہ عفرا کی ساس تھیں اور شارق کی ماں اس لیے بھی وہ لحاظ کر گیا تھا وہ اضویٰ کو مزید دکھ پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے خاموش ہو گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

وہ عابس کے کپڑے استری کر رہی تھی۔ جب استری کر کے فارغ ہوئی تو شمیرہ کا میسج آ گیا' اس کی شادی کی تاریخ طے کر دی گئی تھی۔ وہ اس سے ملنے اس کے گھر آنا چاہتی تھی مگر عابس سے جانے کی اجازت اور اسے ساتھ لے جانا بھی چاہتی تھی۔

"امی میں نے سالن پکا دیا ہے۔"

"بیٹا روٹیاں میں فراز سے منگوا لوں گی' تم تیاری کرو جانے کی۔" نگہت عصر کی نماز پڑھ کے لاؤنج میں آئی تھیں۔

"روٹیاں میں ابھی نماز پڑھ کے پکا دوں گی۔" اس نے جھٹ کہا۔

"روٹی چھوڑو تم تیاری کرو۔"

"نہیں' میں روٹی پکا کے جاؤں گی۔" اضویٰ پوری کوشش کرتی تھی' وہ کوئی کام چھوڑے نہیں۔ وہ جلدی اور وقت سے پہلے کرنے کی عادی تھی' نگہت پھر چپ ہو گئیں وہ اس کی طبیعت سے واقف ہو گئی تھیں' وہ کام کے معاملے میں اصول پسند تھی۔

اضویٰ نے نماز پڑھی اور اپنے کپڑے استری کر لیے' عابس کے تو وہ پہلے ہی کر چکی تھی پھر بھی عابس کی وارڈ روب کھول کے کھڑی ہو گئی۔ کپڑوں کا جائزہ لینے لگی' اس کی نگاہ ایک تصویر پر پڑی' جو دراز سے صاف نظر آ رہی تھی' اٹھا کے اس نے دیکھا یہ وہی عابس کی ماموں زاد تھی جس سے منگنی ہوئی تھی اضویٰ کے دل میں توڑ پھوڑ ہونے لگی' وہ پہلے ہی بہت اداس اور فکر مند رہتی تھی۔ عابس اپنا وہ پہلا رشتہ تو بھولا نہیں ہو گا' اس کا دل ایک دم ہی بیزار ہو گیا' تصویر اس نے واپس دراز میں رکھی اور سیل فون اٹھا کے شمیرہ کو کال ملائی۔

"میں آج نہیں آ رہی۔" وہ بجھے دل سے گویا ہوئی۔

عابس اچانک اندر آیا۔ اضویٰ کی اس کی جانب پشت تھی شاید اسے عابس کے قدموں کی آہٹ بھی محسوس نہیں ہوئی تھی وہ بات کرنے میں لگی ہوئی تھی۔

"میں تم سے کہہ رہی تھی عابس اپنی پہلی محبت اور وہ رشتہ بھولے ہی نہیں ہیں' ابھی ان کی دراز میں سے ان کی کزن کی تصویر ملی ہے۔" عابس تو حیران رہ گیا' اضویٰ آخر کس سے کہہ رہی تھی وہ آگے بڑھ ہی رہا تھا پھر اس کے قدم رک گئے۔

"مجھے صاف اندازہ ہو گیا ہے انہوں نے مجھ پر ترس کھا کے شادی کی ہے۔" وہ کافی حد تک بدگمان تھی۔ عابس اس کے گریز کی وجہ بھی سمجھ گیا تھا' آخر وہ اتنا چپ چپ کیوں رہتی ہے اور اس کے قریب آنے پر فوراً ہی اٹھ جاتی ہے۔

"عفرا کہہ رہی تھی عابس کی امی نے بھی مجھ پر ترس ہی کھایا ہے' جب ہی اپنے بیٹے سے رشتہ کر دیا ورنہ کون کرتا۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"تم عفرا کی باتوں پر دھیان کیوں دیتی ہو' میں کچھ نہیں جانتی تم آؤ گی۔" شمیرہ غصہ ہوئی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

"شمیرہ میں آج نہیں آسکتی' میرا دل ٹوٹ گیا ہے' میں کیا اتنی بری ہوں؟ میری بہن مجھے بار بار کم صورت کا احساس دلاتی ہے اور اب جبکہ میری شادی ہوگئی ہے تو بھی مجھے یہ سننے کو ملتا ہے' تمہیں شوہر اچھا مل گیا ہے' کیا میری کوئی اہمیت اور وقعت نہیں۔" وہ رو دی۔ عابس کے سامنے سارا عقدہ کھل کے آ گیا تھا۔

"تم مجھے بہلاتی رہو' اچھا میں بعد میں بات کرتی ہوں۔"

"اضوی...... تم کیوں اپنی جان جلا رہی ہو' عفرا کو تو اندازہ نہیں تھا تمہاری شادی بھی ہوسکتی ہے۔"

"ساری زندگی لوگ مجھے یہی احساس دلائیں گے' میں کچھ نہیں بس شوہر خوب صورت مل گیا ہے۔" عابس نے کھنکار کے اپنی آمد کا اظہار کیا' وہ تو گڑبڑائی۔ سیل ہاتھ سے چھوٹا اور بوکھلاہٹ میں اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی' عجیب حواس باختہ ہوگئی تھی جبکہ عابس نے اپنا چہرہ سپاٹ ہی رکھا اور اس نے ظاہر بھی کردیا جیسے سب سن لیا ہو۔

"آپ کب آئے؟"

"جب آپ اپنی عزیز سہیلی سے میرے متعلق باتوں میں مصروف تھیں۔" لہجہ میں طنز اور رکھائی واضح تھی وہ بیڈ پر بیٹھا اور جھک کے جوتے موزے اتارنے لگا۔

"میرے پیچھے میری چیزوں کی تلاشی لی جاتی ہے اور مجھ پر الزام بھی کہ میں اپنی پہلی محبت بھولا نہیں۔ تم سے ترس کھا کے شادی کی' میری امی نے بھی اس لیے تم سے شادی کروادی کہ تمہاری تو کہیں شادی ہو نہیں رہی تھی کیونکہ تم معذور' گونگی بہری تھیں۔ کوئی پوچھ نہیں رہا تھا' میں نے یہ قربانی دی' ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔" اس کی آنکھوں میں غصہ اور دکھ بھی تھا۔ اضوی تو شرمندگی اور ندامت سے بری طرح لب کچل رہی تھی' جسم کا سارا خون نچڑ کے چہرے پر آ گیا تھا۔

"عفرا نے تمہارے دماغ میں یہ بٹھا دیا کہ تم پر ترس کھا کے میں نے شادی کی اور تمہیں شوہر اچھا مل گیا ہے' میں تو شاید ہالی ووڈ کا ہیرو ہوں اور تم کلوماسی ہو ہے ناں۔ تم میں تو کچھ خاصیت ہے ہی نہیں جو میں کیا کوئی اور شادی کرتا۔" وہ ایک ایک کرکے تیر برسا رہا تھا۔

"تمہیں شرم تو نہیں آئی مجھ پر شک کرتے ہوئے' تصویر دیکھ لی تو سمجھ لیا میں اسے چاہتا ہوں' بھولا نہیں ہوں۔ ٹھیک کہا میں نہیں بھولا اسے اور بھول بھی نہیں سکتا' کیونکہ اس لڑکی نے میری محبت کا مذاق اڑایا' مجھ سے دل لگی کرتی رہی اور جب میں نے اس رشتے سے انکار کیا تو خود نے بھی ہری جھنڈی دیکھا دی۔ میں نے بھی اس سے آخری بات یہی کہی تھی کہ میری سچی محبت کا مذاق اڑایا ہے تم بدنصیب ہو اور دیکھنا ساری محبت میں اس لڑکی کو دوں گا جو میری بیوی ہوگی۔" غصے سے اس کی آنکھیں سرخ ہوئیں اور اضوی کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا' جیسے اسے سکتہ ہوگیا ہو۔

"اگر میں بھولا نہیں تو شادی کیوں کرتا' اس سے رشتہ بچپن کا تھا' بچپن سے یہی دماغ میں بٹھایا ماں باپ نے اسی لڑکی سے شادی ہوگی۔ میں نے بھی غداری نہیں کی' بہت لڑکیاں مجھ سے دوستی کے لیے آئیں مگر میں نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی کہ کسی کو اس لڑکی کا دکھ پہنچے۔ ارے میں نے تو اس کا خیال کیا اور مامی نے مجھے دھتکار دیا اس لیے کہ انہیں کوئی امیر کبیر رشتہ چاہیے تھا۔" وہ بول رہا تھا' اضوی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیسے چپ کرائے۔

"اس سے رشتہ ختم ہوا تو میں نے بھی سب ختم کردیا' امی کی نگاہ تم پر گئی کیونکہ تمہاری امی اور میری امی کی دور کی رشتہ دار بھی تھیں' انہیں تمہاری سادگی اچھی لگی۔ مجھ سے ذکر کیا میں راضی نہیں تھا کیونکہ میں دوسرا تجربہ نہیں کرنا چاہتا تھا کوئی لڑکی مجھے پھر ریجیکٹ کرے۔ امی کے کہنے پر تمہیں دیکھنے گیا' مجھے تمہاری سادگی نے متاثر کیا مگر ہم تم لوگوں کے برابر نہیں تھے' امی نے پھر بھی رشتہ دے دیا...... میں نے تم سے سچے دل سے اور بہت محبت سے یہ رشتہ جوڑا ہے' پتا نہیں کیوں تم ہی اکھڑی اکھڑی رہتی ہو۔ میں سمجھتا رہا کہ میں تمہیں شاید پسند نہیں ہوں' تمہاری امی نے زبردستی ہاں کروا کے شادی کی' اس لیے تم مجھ سے دور

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

دور ہو۔" اضویٰ نے چونک کے سر اٹھایا وہ اسے ابھی بھی پیاری بھری اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے مجھ پر شک کیا اب میں تم پر کوئی زبردستی نہیں کروں گا' تمہاری مرضی یہ رشتہ رکھو یا ختم کردو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میری سمجھ میں آ گیا ہے' میں تمہارے لائق نہیں ہوں۔" وہ کہہ کر واش روم میں گھس گیا۔ اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اضویٰ کو نئی فکر لگ گئی' اس نے عابس پر شک کر کے بہت برا کیا تھا۔

عابس اس سے ہنوز ناراض تھا مگر نگہت کے سامنے ظاہر نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ الٹا اسے ہی ڈانٹتی مگر عابس نے سوچ لیا تھا اضویٰ کی عقل ٹھکانے وہ اسی طرح لگا سکتا ہے جو اسے جانے کیا کیا سمجھ رہی تھی۔ وہ تو اس کے قریب بڑے سچے دل اور محبت سے بڑھا تھا اور اس نے اس محبت اور سچے دل کو ترس کے زمرے میں لے لیا تھا۔ اضویٰ جب بھی کمرے میں آتی وہ جان بوجھ کے ساری توجہ ٹی وی پر لگا دیتا تھا' ابھی بھی اضویٰ اس کے سامنے کھڑی تھی مگر وہ اسے نظر انداز کر رہا تھا۔

"کھانا ابھی کھائیں گے یا بعد میں۔" اس نے قدرے توقف کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھنسا کر پوچھا۔

"میرا گھر ہے جب دل چاہے گا کھالوں گا' آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں کہاں آپ کے برابر۔" لہجے میں طنز اور خفگی کڑواہٹ کے ساتھ تھی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ شرمندگی سے زمین میں خود کو گڑھتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

"بقول آپ کے میں نے ترس کھا کے آپ سے شادی کی ہے۔" عابس کے لب و لہجے میں بھی اجنبیت اور بیگانگی نظر آنے لگی۔ اضویٰ کا دل کٹ کے رہ گیا' اس نے شاید جلد بازی میں یہ سب سوچ کے اخذ کر لیا تھا۔

"پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

"کیوں معاف کر دوں' کمپرومائز چاہتی ہو کہیں تمہارے گھر والوں کو پتا نہ چل جائے۔" وہ اٹھ بیٹھا، وہ کاسنی پرنٹڈ کپڑوں میں ہمیشہ کی طرح سادہ ہی تھی۔

"بے فکر رہو میں کچھ نہیں بتاؤں گا لیکن تم نے میری محبت کی بہت توہین کی ہے اور یہ میں کبھی نہیں بھولوں گا۔" وہ اضویٰ کی بے یقینی ختم کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" وہ ڈری سہمی آواز میں گویا ہوئی۔ عابس کو اس پر ترس آنے لگا مگر وہ اتنی جلدی کمزور پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے تو اضویٰ کی خاموشی کا سرا اور وجہ تو اب ملی تھی ورنہ تو ساری زندگی وہ اس کی توجہ کا منتظر ہی رہتا۔

"اتنا کچھ تو کہہ دیا ہے اور کیا کہنا ہے۔" وہ دھاڑا، اضویٰ نے سہم کے آنکھیں بند کر لیں' عابس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی جو اس نے لب بھینچ کے دبالی تھی۔

"بھابی کا فون آیا تھا صداقت میٹرک میں اے ون گریڈ سے پاس ہوا ہے' انہوں نے ہمیں اور عفرا کو آج رات کھانے پر بلایا ہے۔" اس نے جلدی سے کہا' کہیں عابس کی دوسری دھاڑ اسے بے ہوش ہی نہ کر دے۔

"ہاں مجھے پتا ہے عبدالسمیع بھائی کی کال میرے پاس بھی آئی تھی' ٹھیک ہے چلوں گا۔" اس نے کہا۔

اضویٰ نے تشکر بھرا سانس لیا' وہ جلدی سے کمرے سے نکل گئی باقی کام نمٹا کے وہ جانے کی تیاری کرنے لگی۔ پنک پرنٹڈ شیفون کے سوٹ میں لائٹ میک اپ اسے خاصا دلکش بنا رہا تھا۔ عابس کی نگاہ پلٹنا بھول گئی' وہاں امی کے گھر بھی وہ بار بار اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ عفرا حسب معمول مکمل میک اپ کے ساتھ تھی۔

"عابس بھائی آپ کی ڈریسنگ تو زبردست ہوتی ہے۔" کھانے سے فارغ ہونے کے بعد شارق نے اس کو سراہا۔

"بھئی یہ تو ہماری بیگم کا کمال ہے سارے کپڑے ہمارے خود دھو کر پریس کرتی ہیں۔" اس نے کھلے دل سے

Wadar Azeem www.pakistanipoint.com

اضویٰ کی تعریف کی جبکہ وہ جھینپ کے رہ گئی اور عفرا تو پہلو بدل کے رہ گئی کیونکہ اضویٰ کی تعریف جو ہو رہی تھی۔

"ہماری بیگم تو یہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی کپڑے نہ دھوئے نہ پریس کیے اس لیے ہمارے کپڑے سارے ڈرائی کلین ہو کے آتے ہیں۔" شارق نے سرد آہ بھری۔

"کون سا جھوٹ ہے یہ، اضویٰ ہی ابو اور بھائی جان کے کپڑے دھوتی تھی۔" اس نے جھٹ وضاحت دی۔

"تب ہی اضویٰ عابس بھائی کے کام آسانی سے کر لیتی ہے۔" شارق پھر بولا۔

"اصل میں عفرا چھوٹی تھی امی اور میں اس سے کام نہیں کرواتے تھے اسی لیے اسے عادت نہیں ہے مگر کپڑے پریس کر لیتی تھی۔" اضویٰ نے عفرا کی حمایت میں کہا۔

عفرا نے شرمندگی سے اپنا چہرہ جھکا کر لب بھینچ لیے تھے کیونکہ اضویٰ نے اسے کبھی بھی بے عزت نہیں کیا تھا اور نہ ہی کہیں ہونے دیا تھا جبکہ وہ اسے ہر لحہ کم صورت ہونے کا احساس دلاتی تھی۔ اضویٰ سادگی پسند اور نماز میں مصروف رہتی تھی، وہ اس کی اس سادگی کو تنقید کا نشانہ بناتی تھی۔

"کس نے کہا چھوٹے بہن، بھائی سے کام نہیں کرواتے۔" شارق تو باقاعدہ جراح پر ہی اتر آیا پھر اسے عابس پر رشک آیا جس کے کام اس کی بیوی کرتی تھی۔ عابس کو اور اضویٰ کو عفرا کے تاثرات سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے برا لگ رہا ہے۔

"صداقت کولڈ ڈرنک تو لاؤ۔" اضویٰ نے ہی ماحول کی تلخی دور کرنے کے لیے صداقت کو آواز دی۔ عابس کے لب مسکرانے لگے جبکہ عفرا اپنی بیٹی کو لے کے امی کے کمرے میں چلی گئی۔

"شارق بھائی پلیز ہماری عفرا کو ایسے تو نہ کہیں آپ پیار سے کام کروائیے سارے کام اسے آتے ہیں۔" عفرا بچی کی فیڈر لینے ڈرائنگ روم میں آئی تو اس نے اضویٰ کی آواز سنی اسے اور بھی دکھ و ندامت ہوئی مگر آج پہلی بار اس

naeyufaq.com

مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ نئے افق کراچی

لفظ لفظ ہنگامے سطر سطر تجسس سے بھرپور تحریریں
ایسی کہانیاں جو اس سے قبل آپ نے نہیں پڑھی ہوں گی

مغربی ادب سے انتخاب
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
معروف ادیبہ زرین قمر کے قلم سے مکمل ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس پردیس کی شاہکار کہانیاں

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں (03008264242)
Info@naeyufaq.com
(021)35620771/2
0300-8264242

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

نے خود کو لعنت ملامت کی تھی اور اسے احساس ہوا کہ خوب صورتی اور بننا سنورنا ہی ضروری نہیں' کام سے ہی عزت ہوتی ہے۔ اضویٰ کتنی خوش تھی اس نے سارے گھر کے کام سنبھالے ہوئے تھے اور عابس بھائی بھی اس کی تعریفیں کرتے ہیں۔

''واقعی اضویٰ خوب صورت تو تم ہوئیں' سب کا دل جیت لیا اور لڑکی وہی خوب صورت اور کامیاب ہوتی ہے جو پیا من بھائے۔'' اس نے اضویٰ کی خوبیوں کو دل سے تسلیم کیا۔

❁.....❁.....❁.....❁

اضویٰ کو احساس ہونے لگا کہ اس نے کچھ زیادہ ہی عابس کے ساتھ زیادتی کردی ہے پھر بھی عابس اس سے عزت سے ہی بات کررہا تھا جبکہ اس نے جواب میں اول روز سے ہی بے رخی ہی دکھائی تھی کتنا تو وہ خیال رکھتا تھا، اس کے میکے بھی ہر دوسرے روز لے جاتا تھا، کبھی کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی تھی' وہ اس سے محبت ہی تو کرتا تھا اسی کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھتا تھا۔

وہ صبح فجر کی اذانوں کے ساتھ ہی اٹھی تھی' ہلکی ہلکی سردی شروع ہوگئی تھی۔ کل ہی اسے باتوں باتوں میں پتا چلا تھا کہ سولہ نومبر کو مسکان کی برتھ ڈے ہوتی ہے۔ اس لیے نماز کے بعد کیک بنایا اور ناشتے میں حلوہ پوری اور چھولوں کا سالن بھی بنالیا تھا۔ اس نے عابس کی پسند کا بھی خیال رکھا تھا۔ وہ میٹھے کے شوقین تھے اس نے کھیر پکائی تھی' کافی کام ایک ساتھ کیے تھے۔ کیک بھی تیار تھا اس نے میز پر سب سجادیا تھا' نگہت اٹھی تو حیرانگی سے یہ سارا اہتمام دیکھنے لگیں۔

''اضویٰ بیٹا.....! یہ سب کیا ہے؟''

''آج مسکان کی سالگرہ ہے میں نے سوچا صبح صبح سلیبریٹ کرلیتے ہیں۔'' وہ پلیٹیں ترتیب سے رکھ رہی تھی۔

''تم نے اتنا کچھ تیار کرلیا۔''

''امی آپ حیران بعد میں ہوئیے گا' فراز اور مسکان کو اٹھائیں ورنہ یہ حلوہ پوری ٹھنڈی ہوجائے گی جب تک میں آپ کے بڑے صاحب زادے کو اٹھا دوں۔'' وہ مسکراتی ہوئی بولی' نگہت کو بہت خوشی ہوئی' وہ خود جب کمرے میں آئی تو عابس اٹھ چکا تھا۔

''جلدی کریں' ناشتا ٹھنڈا ہورہا ہے۔'' اضویٰ نے فریش موڈ کے ساتھ مسکراتے ہوئے اسے کہا۔ وہ حیرت و انبساط میں مبتلا ہوکے اس کا یہ نیا انداز دیکھ رہا تھا۔ آج سے پہلے تو کبھی اتنے اچھے انداز میں بات نہیں کی تھی۔

''کیوں..... کیا ناشتے میں کچھ خاص ہے۔'' اس نے طنزیہ پوچھا۔

''آکے خود دیکھ لیں۔'' وارڈ روب سے اس کے کپڑے نکال کے واش روم میں لٹکائے۔

''ناشتے کا موڈ نہیں ہے میں جلدی آفس جاؤں گا۔'' وہ ہنوز ناراض تھا۔ اضویٰ نے اپنے روٹھے ہوئے سجن کو بغور دیکھا' منانا تو پڑے گا اور اس نے کی بھی اتنی بے وقوفیاں تھیں۔

''آپ کی ناراضی کب تک چلے گی۔'' وہ افسردہ ہوئی۔

''میں کوئی ناراض نہیں ہوں۔''

''پلیز ناشتا پہلے۔'' اس نے اس کے ہاتھ سے ٹاول لیا۔

''بھابی..... بھائی جان جلدی آیئے' مجھے سے نہیں رہا جارہا۔'' مسکان کی خوشی سے بھرپور آواز آئی۔ عابس بھی چونکا۔

''جلدی آیئے مسکان کی آج سالگرہ ہے۔'' وہ وارڈ روب سے دو پیک کیے گفٹ نکال کے لے جانے لگی، دوسرا حیرانگی کا جھٹکا عابس کو پھر لگا' وہ بھی پیچھے پیچھے آیا۔ میز پر اتنا کچھ اہتمام دیکھا' فراز اور مسکان اپنی مستیوں اور شوخیوں میں لگے ہوئے تھے۔

''تھینک یو بھابی..... آپ نے میری اتنی انوکھی سالگرہ ارینج کی۔'' مسکان اس کے گلے سے لگ گئی۔ عابس کرسی گھسیٹ کے بیٹھ گیا' مسکان نے کیک کاٹا اور

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اضوی نے اسے گفٹ دیا۔

"تھینک یو آپ دونوں کا۔" گفٹ عابس اور اس کی طرف سے تھے جو عابس کو ہی خواب کی کیفیت میں مبتلا کر گئے تھے۔

"دیکھا کتنا خیال رکھتی ہے سب کا۔" نگہت نے اشارے سے عابس سے کہا ان کو خود پر رشک آرہا تھا کیونکہ انہوں نے بہو کا انتخاب بالکل درست کیا تھا اضوی نے آتے ہی سب کچھ سنبھالا لیا تھا۔

"میری سب سے پیاری بہو ہے۔"

"امی انہیں پھر بھی یقین نہیں ہوگا۔" فراز نے شرارت سے کہا۔ عابس کھیر سے مکمل انصاف کر رہا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" عابس نے کہا اور وہ عابس کا کھلا طنز خوب سمجھتی تھی۔

مسکان نے کالج کی چھٹی کر لی تھی کیونکہ وہ بہت خوش تھی عابس تیار ہو کے آفس چلا گیا اور فراز بھی یونیورسٹی کے لیے نکل گیا تھا۔ عابس اس سے خود کوئی بات نہیں کر رہا تھا اور اضوی کے دل کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔

"مجھے انہیں کسی بھی طرح منانا ہے۔" وہ اپنے کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔ اس کی قسمت اور نصیب میں عابس ہی لکھا تھا جو اسے آزمائشوں کے بعد ملا تھا اور وہ کتنی ناشکری بن گئی تھی عابس کے خلوص و محبت پر شک کر رہی تھی۔

"عابس میں آپ سے معافی مانگ لوں گی مجھے بہت سزا دے لی۔" وہ عابس کی تصویر سے مخاطب ہوئی۔

سارے کاموں سے فارغ ہو کے وہ دوپہر میں سوگئی شام میں اس کی آنکھ چار بجے کھلی دیکھا تو عابس اس کے قریب ہی بیڈ پر دراز تھا وہ کرنٹ کھا کے اٹھ بیٹھی۔

"تم تو ایسے اٹھی ہو جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔" وہ طنز کرنے سے باز نہیں آیا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں میں زیادہ ہی دیر سوگئی ہوں آپ کب آئے؟" اس نے اپنا دوپٹا اٹھا کے شانوں پر برابر کیا۔

"آپ زیادہ نہیں بہت زیادہ سوگئی تھیں جب جاگی ہیں تو احساس ہوا کہ میں کب آیا۔" ذومعنی انداز میں کہا، گہرا طنز اضوی کو چوٹ کا ہی گیا تھا وہ جز بز سی لب کچلنے لگی۔

"آپ نے سوچا کمپرومائز کر کے رہ لوں تو زیادہ اچھا ہے۔"

"آپ آخر مجھے کیوں اتنا پریشان کر رہے ہیں میرا جرم اتنا ہے کہ میں نے اپنی منفی سوچیں آپ پر مسلط کر دیں۔ ظاہر ہے میرے ساتھ لوگوں نے شروع سے برتاؤ کون سا اچھا کیا تھا۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"محترمہ میں نے بھی آپ کے منہ سے اقرار نہیں کروایا تو میرا نام بھی عابس نہیں۔" ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے وہ کچن میں ہی آ گیا وہ چائے کا پانی چڑھا چکی تھی۔

"ویسے تم یہ سب کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟" وہ پھر اسے زچ کرنے لگا۔

"کس بارے میں؟" وہ انجان بنی۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو۔" اس نے اضوی کی فسوں خیز آنکھوں میں بغور دیکھا اس نے سر جھکا لیا اور کیبنٹ سے چائے کے مگ نکالنے لگی۔

"اگر یہ سب کچھ تم پہلے سمجھ لیتیں تو آج تمہیں یہ سب نہیں کرنا پڑتا۔"

"میں یہ سب کسی چاپلوسی میں نہیں کر رہی مجھے واقعی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔" قدرے توقف کے بعد وہ گویا ہوئی۔

"پتا نہیں مجھ سے پھر کہاں غلطی اور گناہ ہوا ہے کہ آپ مجھ سے ایسی بات کر رہے ہیں۔" وہ روتی ہوئی کچن سے نکل گئی چائے بن گئی تھی مگر اس نے کپوں میں نہیں نکالی تھی عابس کو اس پر ترس آیا جو مسلسل اسے اپنی باتوں سے تنگ کر رہا تھا مگر اس کا یہ حق بنتا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

دو دن وہ امی کے گھر بھی رہ آئی مگر عابس کے موڈ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی عفرا ایک دن شارق کے ساتھ آ گئی اس دوران تو عابس اس سے خاصے فریش اور اچھے موڈ میں

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بات کر رہا تھا۔ اضویٰ نے شکر ادا کیا اس کی ناراضی ختم ہوئی مگر اس کے جاتے ہی عابس کا وہی سرد مہر اور ناراضی سے بھرپور لب ولہجہ ہوگیا تھا' وہ کلس کے ہی رہ گئی۔

''کیا سمجھ رہی ہیں محترمہ، میں سب بھول گیا، مجھ پر کیا کیا الزامات لگائے ہیں اس کا اسے اندازہ ہی نہیں۔'' وہ ٹی وی پر اسپورٹس چینل دیکھ رہا تھا اور اضویٰ نے تکیہ اٹھا کے عابس سے دور کیا اس نے فہمائشی نگاہوں سے دیکھا اور لیٹ کر کروٹ دوسری طرف کرلی۔

''جانے سمجھتے کیا ہیں خود کو ذرا بھی میرا احساس نہیں۔'' آنکھوں کے گوشے گیلے ہونے لگے۔ عابس کو محسوس ہوا کہ وہ سسک رہی ہے۔ اس کو اس کے رونے سے سخت کوفت ہوتی تھی اور غصہ بھی آتا تھا۔

''بھابی...... بھابی۔'' مسکان کی آواز آئی۔ اضویٰ نے جھٹ اپنے آنسو صاف کیے' عابس نے اسے آواز دے کے اندر آنے کو کہا۔

''آپ دونوں آجایئے' یاسمین باجی آئی ہیں۔''

''یاسمین باجی اس ٹائم۔'' عابس نے گھڑی دیکھی نو بج رہے تھے۔

''آپ جانتے ہی ہیں وہ رات میں ہی آتی ہیں۔'' مسکان کی جانچتی نگاہیں اضویٰ پر تھیں جو اسے روئی روئی لگی۔

''بھابی...... آپ کیوں رو رہی تھیں؟'' وہ تو گھبرا گئی۔ عابس نے سر پیٹ لیا کہیں وہ ان کے سامنے ہی جا کے نہ بول دے اور یاسمین باجی کو تو ایسی باتوں پر مزا آتا تھا۔

''ارے نہیں سونے لیٹی تھی۔'' خود اضویٰ نے ہی بات بنائی۔ ''تم چلو میں آتی ہوں۔''

''بھائی جان آپ سے تو لڑائی نہیں ہوئی؟'' اس نے قریب آ کے عابس کے کان میں سرگوشی کی۔

''ایسا تو کچھ نہیں ہے اور ہاں یاسمین باجی کے سامنے جا کے کچھ الٹا سیدھا نا بول دینا' بس کہنا کہ آرہے ہیں دونوں۔'' عابس اس کی عادت سے بھی واقف تھا ہر بات امی کو بول دیتی تھی اور ایسے موقع پر جبکہ یاسمین آئی ہوئی تھیں۔ مسکان مسکراتی ہوئی چلی گئی' اضویٰ نے جلدی جلدی اپنا حلیہ درست کیا۔

''ذرا چہرے پر بلکہ ان ہونٹوں پر لپ اسٹک تو لگالو۔'' عابس بیڈ سے اٹھ کے اس کے قریب آیا اور اس کی کمر میں بازو حمائل کر کے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے لے آیا۔ اضویٰ اس اچانک افتاد پر بوکھلائی، وہ اتنے قریب تو ان چار پانچ مہینوں میں بھی نہیں آیا تھا اور وہ اسی بات سے تو منفی سوچوں کا شکار تھی' عابس کی پسند نہیں تھی اسی لیے اس نے توجہ دینے کے قابل نہیں سمجھا۔

''مجھے نہیں لگانی۔'' نگاہ چرا کے خود کو اس کے حصار سے نکالنا چاہا۔

''میرے لیے لگاؤ میرا دل کر رہا ہے تمہیں سجے سنورے دیکھوں۔'' وہ مسکرایا۔

''آپ کا دل نہیں بلکہ آپ اپنی کزن کی وجہ سے کہہ رہے ہیں تاکہ میں کچھ تو اچھی لگوں۔'' طنز کے ساتھ نہایت کھردرے لہجے میں بولی۔

''جی نہیں ایسی کوئی کہانی نہیں۔'' اس نے پیچھے سے ہانک لگائی' اضویٰ جا چکی تھی وہ بھی اس کے پیچھے ہی دوڑا۔ یاسمین باجی امی کے کمرے میں بیڈ پر ٹانگیں لمبی کیے ہوئے بیٹھی تھیں' اپنے چھوٹے بیٹے فرحان کے ساتھ آئی تھیں۔

''ارے عابس تم نے تو آنا ہی چھوڑ دیا' ایسے بیوی کے دیوانے ہوئے ہو۔'' اضویٰ نے ان کی بات پر پہلو بدلا۔

''بالکل ٹھیک سمجھا آپ نے۔'' وہ سامنے والے بڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''ویسے چچی، عابس بھی ایک جگہ ٹک کے بیٹھ گیا ورنہ تو یہ فہیم ماموں کی بیٹی سے کتنا باتیں کرتا تھا۔'' یاسمین جان بوجھ کے جیسے اضویٰ کو جلانے کے لیے بولیں اور اضویٰ کو وہ مکمل نظر انداز کیے ہوئے تھیں مگر اس لمحے ایک دم ہی اضویٰ میں اعتماد انرجی ہی آ گئی وہ کیوں دب کے بیٹھی ہے۔

''مجھ سے عابس اپنی کزن کی بہت باتیں کرتے مگر

کہتے ہیں ناں رشتے تو اوپر والا بناتا ہے ہم کون ہوتے ہیں۔ امی میری امی کے پاس آتی رہتی تھیں مگر کبھی انہیں یا میری امی کو خیال ہی نہیں آیا۔'' اضویٰ نے تپانے والے انداز میں کہا اور عابس پر تو شادی مرگ طاری ہوگیا کیونکہ اسے اضویٰ کا ایسا بدلنا اچھا لگا تھا۔

''آپ چائے پئیں گی؟'' اس نے آداب میزبانی نبھائی۔

''چائے...... ہاں ہاں۔'' یاسمین سر ہلانے لگیں۔

نگہت نے ان کے چپ ہونے پر تشکر بھرا سانس لیا کیونکہ وہ تو ڈر رہی تھیں یاسمین ایسا کچھ نہیں بول دے کہ ان کے بہو بیٹے کے درمیان غلط فہمی پیدا ہوجائے مگر انہیں بھی اضویٰ کی پُراعتمادی بہت اچھی لگی۔ اضویٰ نے چائے بنائی۔

''یاسمین باجی...... میری بیوی میری پسند کردہ اور میری مرضی کے مطابق ہے اور رہی فہیم ماموں کی فوزیہ وہ میرے ساتھ شاید نبھاہ بھی نہیں کرسکتی تھی۔ میں تو امی اور ابو کے بچپن میں کیے گئے رشتے کی وجہ سے چپ تھا ورنہ میری مرضی نہیں تھی۔'' اضویٰ کچن میں کھڑی عابس کی بات سن رہی تھی اسے گویا خود پر رشک آیا کیونکہ وہ اس سے محبت ہی کرتا تھا اسی لیے ہر جگہ ڈھال بن کے اس کے ساتھ کھڑا رہتا تھا۔

دوسرے دن وہ بڑے اچھے موڈ کے ساتھ اٹھی' خوشگوار ماحول میں اس نے ناشتا بنایا اور سب کو کروایا مگر اس دوران عابس چپ ہی رہا، وہ اس سے ابھی تک خود سے بات نہیں کررہا تھا اور اضویٰ کو خود سے کوئی بات کرنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر رات یاسمین سے کی گئی باتیں بھی اسے یاد تھیں اگر وہ اس سے محبت کرتا ہے اس کی مرضی کے مطابق ہے تو کیوں وہ اس سے سرد مہری رکھے ہوئے ہے۔

شمیرہ کی پھر کال آئی، وہ اپنے ولیمے پر اس کو بلا رہی تھی اور ساتھ ہی دھمکی دی تھی کہ اگر وہ اس کے ولیمے پر نہیں آئی تو وہ سخت ناراض ہوجائے گی مگر جب تک عابس کا موڈ ٹھیک نہیں ہوگا وہ ولیمے پر بھی نہیں جاسکتی تھی۔

''بھابی آپ کی فرینڈ کا ولیمہ ہے میں بھی چلوں گی۔'' مسکان کو بھی جانے کا شوق ہوا۔

''ٹھیک ہے چلنا۔'' وہ مسکرا کے گویا ہوئی۔

''کب ہے ولیمہ؟'' نگہت نے پوچھا۔

اسی وقت عابس بھی چلا آیا اور آتے ہی تھکے ہوئے انداز میں بڑے والے صوفے پر بیٹھ گیا' اضویٰ کی نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا۔

''بھابی آپ کی فرینڈ کا ولیمہ کب ہے؟'' مسکان نے جواب ندارد دیکھا تو وہ پھر مخاطب ہوئی۔

''کچھ دن بعد۔'' وہ کھڑی ہونے لگی۔ عابس بھی سب سن رہا تھا مگر وہ ایسا تاثر دے رہا تھا' اس نے کچھ سنا ہی نہیں وہ اضویٰ کی دوست سے بھی انجان ہے۔

''آپ لوگوں کی باتیں ختم ہوگئی ہوں تو کچھ کھانے پینے کو ملے گا' بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ بے زاری دکھانے لگا۔ اضویٰ جھٹ کچن میں چلی گئی اور چائے کے ساتھ کباب فرائی کیے اور دو تین سلائس بھی سینکے اور ٹرے میں رکھ کے لاؤنج میں آئی تو وہ نہیں تھا۔

''کمرے میں چلا گیا ہے وہیں لے جاؤ۔'' نگہت نے بتایا۔

اضویٰ ٹرے لیے اپنے کمرے میں آگئی، وہ نکھرا نکھرا چینج کرکے بیڈ پر نیم دراز تھا۔ آج خلاف معمول ٹی وی بند تھا' اس نے شکر ادا کیا۔

''میری ہر چیز کا خیال رکھتی ہے مگر جس کا مجھے انتظار ہے اسی کا خیال نہیں۔'' ٹرے اضویٰ نے اس کے آگے رکھی۔ عابس کھانے لگا اور وہ یونہی ڈریسنگ ٹیبل کی چیزیں ترتیب سے رکھنے لگی' اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ عابس سے کیسے بات کرے۔

''یہ ٹرے اٹھالو اور ہاں ٹی وی آن کردو اور ریموٹ اٹھا کے مجھے دے دینا۔'' وہ تکیوں کو ڈبل کرکے لیٹ گیا اور اضویٰ کلس کے رہ گئی۔

''مجھے آپ سے بات کرنا ہے۔'' ٹی وی آن کر

Waqar Azeem www.pakistanpoint.com

ریموٹ اس کے قریب ہی رکھ دیا۔ عابس نے استفہامیہ نگاہوں سے اس کو دیکھا جو دن بہ دن اور خوب صورت اور نکھرتی جارہی تھی۔

"میری فرینڈ شمیرہ کا ولیمہ ہے آپ لے کے چلیں گے؟"

"ابھی میرے پاس ٹائم نہیں ہے کیونکہ آفس میں کام بہت ہے' کلوزنگ چل رہا ہے۔" اس نے چینل سرچ کرنے شروع کردیئے' اضویٰ چپ ہوگئی مزید آگے سے وہ کیا بولتی اس نے بات ہی ختم کردی تھی۔ ٹرے اٹھانے جھکی تو عابس کے ملبوس سے مسحور کن مہک اس کے حواسوں پر چھا گئی مگر جھٹ خود کو دور کیا دل اندر سے اس کی توجہ اور قربت کا متمنی ہوا تھا۔

"اپنے سارے کام یاد رہتے ہیں ایک میں ہی پاگل تمہیں نظر نہیں آتا ہوں' کب ہے شادی؟" وہ جیسے جھنجلا ہی گیا۔

"رہنے دیں۔" وہ ناراضی دکھانے لگی۔

"میں پوچھ رہا ہوں کب ہے؟" ذرا درشت لہجے میں ڈپٹ کے بولا تو وہ اچھل گئی۔

"جمعہ کو۔"

"او کے لے چلوں گا۔" اس نے کہا۔ اضویٰ نے بھی مزید کوئی بات نہیں کی اور ٹرے اٹھا کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

وہ شمیرہ کی مایوں مہندی میں شرکت نہیں کرسکی تھی کیونکہ ان دنوں عابس آفس سے ہی دیر سے آرہا تھا اور پھر جانے کے لیے کہنا اسے مناسب نہیں لگا اور شمیرہ ناراض بھی بہت ہوئی تھی مگر پھر اس نے ولیمہ میں شرکت کا وعدہ کرلیا تھا۔ عابس صبح آفس جاتے ہوئے جانے کا بھی کہہ گیا تھا۔ اضویٰ تو خوش ہوگئی اسے یاد تو تھا اس نے مسکان کو بھی جانے کا کہہ دیا تھا' اس نے اپنے اور عابس کے کپڑے بھی استری کردیے تھے۔ سات بج گئے تھے' عابس ابھی تک نہیں آیا تھا' آٹھ بجے تک اس کی امیدیں دم توڑ گئیں۔

وہ ساڑھے آٹھ بجے آیا تھا۔ اضویٰ کا منہ بنا ہوا تھا وہ کروٹ لیے لیٹی تھی' عابس سچ میں بھول گیا تھا وہ تو مسکان کی کال آئی یاد دلانے کی شادی پر جانا ہے وہ خاصا شرمندہ ہوا' اسے اندازہ تھا کہ اضویٰ سخت ناراض ہوگی۔

"اضویٰ آپ تیار نہیں ہورہیں؟" عابس باتھ لے کے آیا تو پوچھا۔

"یاد آگیا آپ کو..... آپ کا احسان جو مجھ سے شادی کی اور پھر میری غلطیوں کی مجھ سے اسی طرح تو بدلے لے سکتے ہیں۔ سب نے ہی میری ذات کو بے وقعت کیا ایک آپ بھی سہی۔" وہ یکدم پھٹ پڑی اور عابس جو بالوں کو تولیہ سے خشک کررہا تھا' حیرت و انبساط میں مبتلا ہوکے اس کا جارحانہ انداز دیکھنے لگا۔

"میری ذات کو مذاق بنا کے رکھا ہوا ہے' جانے آپ چاہتے کیا ہیں اگر آپ کو میں اتنی بری لگتی ہوں تو ختم کریں یہ بناوٹ کا رشتہ۔"

"تمہارا دماغ تو درست ہے؟" تولیہ دور صوفے پر پھینکا اور اضویٰ کے قریب آگیا جو رو رہی تھی' اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا۔

"ہاں میرا دماغ خراب ہے' آپ کو ذرا سا نہیں خاصا برا بھلا کہا ہے۔" اسی کے انداز میں اسے ذرا برہم لہجے میں کہا' اضویٰ دونوں بازو گھٹنوں پر باندھے منہ دوسری سمت کیے غصے میں بیٹھی تھی۔

"جانے مجھ سے کہاں کہاں غلطی ہوئی جو مجھے ہی دکھ و تکلیف ملتے ہیں' شروع سے سب نے میری ذات کو نشانہ بنایا۔"

"سب نے نہیں' تم یہ سب خود پر سوار کیا ہوا ہے' اول روز سے یہ سوچ کے آئی کہ میں شاید اپنی منگیتر کو بھولا نہیں ارے بے وقوف لڑکی اگر بھولا نہیں ہوتا تو تم سے شادی کیوں کرتا۔" اسے بھی آج موقع ملا تھا اضویٰ کے دماغ کو ٹھکانے لگانے کا۔

"ہر بات اپنی طرف سے اخذ کرلیتی ہو' دوسروں کی

سارے بدلے بھی خود سے لے لیے۔ ارے تمہیں اتنی بھی شرم اور احساس نہیں تمہارا شوہر تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔"

"محبت کرتے ہوتے تو مجھے یوں اگنور نہیں کرتے۔" روئی روئی آواز سے گویا ہوئی۔

"یہ محبت ہی ہے جو تمہاری اتنی سننے کے بعد بھی میں تم سے شرافت سے ہی پیش آرہا ہوں..... تم نے شروع سے اپنے اوپر صرف عفرا کی باتوں کو سوار کیے رکھا۔ اس نے تمہیں کچھ بھی کہہ دیا تم نے یقین کرلیا اگر میں تم پر ترس کھا کے شادی کرتے تو دنیا میں اور بھی ترس کھانے کے قابل لڑکیاں موجود ہوں گی ان سے کیوں نہیں کرلی۔ عفرا نے خوامخواہ تمہارا دل خراب کیا اور تم نے اسے خود پر سوار کرلیا، تم میں کمی کیا ہے، پڑھی لکھی خوش شکل اور سلیقہ مند لڑکی ہو۔ ارے مجھے تو فخر ہے اتنی اچھی لڑکی سے میری شادی ہوئی ہے۔" اضویٰ نے چونک کے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سچائیاں اور محبت اپنائیت سب ہی کچھ تو تھا وہ کیوں ناشکری بن گئی تھی۔

"تمہارے ساتھ لوگوں نے اچھا برتاؤ نہیں کیا، یہ بھی سمجھو آزمائش تھی، اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی آزمائش میں ڈالتا ہے۔ تم کتنی عبادت کرتی ہو، تمہاری کوئی تو خوبی اسے پسند ہے، اتنا محبت اور قدر کرنے والا شوہر ملا ہے۔" اس نے اضویٰ کے نرم ہاتھوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے، اس نے جھینپ کے ہاتھ پیچھے کیے۔

"تم لوگوں کی پروا کرنا چھوڑ دو، مجھے اس طرح کی اضویٰ پسند ہے جیسے یاسمین باجی سے پُراعتماد انداز میں بات کرتی ہوئی۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا۔

"چلو اٹھو تیار ہو اور پچھلی تمام باتوں کو بھول جاؤ، بس یہ یاد رکھو میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں، بولو تم بھی ایسے ہی کرو گی پیار۔" عابس کی نگاہوں میں خمار اور لہجے کی ترنگ نے اضویٰ کے عارض پر شرم وحیا کی لالی پھیلا دی تھی۔

"آپ سے ایک بات کہوں۔" وہ شرمائی سی گویا ہوئی۔ عابس کی نگاہیں تو بس اس پر جمی تھیں، اس کی مسکراہٹ نے کتنا مطمئن کردیا تھا۔

"ہوں کہو۔" وہ مسکرایا۔

"یہ کبھی نہیں کہیے گا کہ آپ میرے معیار کے نہیں ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے معیار کے ہیں۔"

"ہوں یہ ہوئی ناں بات۔" وہ ہنس دیا۔

"تم بھی آج سے صرف مجھے سوچو گی، کسی کی بھی باتوں پر دھیان نہیں دو گی، سب سے زیادہ عفرا اور اس کی ساس کی۔"

"ہوں۔" وہ لب بھینچ کے رہ گئی۔

"جلدی اٹھو اور تیار ہو کیونکہ مسکان تیار ہوچکی ہوگی اور ہاں آج ایسا تیار ہونا کہ میں سارے تلخ دن اور ساری باتیں بھول جاؤں۔" معنی خیزی اور شرارت سے اس کے کان میں کہا اور وہ چھوئی موئی کی طرح ہوگئی، عابس کے لبوں نے اس کے کانوں کو چھوا۔

"آپ نے معاف کردیا؟"

"یار معاف کرنے کی تو کوئی بات ہی نہیں، صرف تمہارے اور میرے درمیان غلط فہمی تھی جو دور ہوگئی ورنہ اس دوران بھی میں تم سے ناراض نہیں تھا بلکہ تم ہی منہ پھلائے ہوئے تھیں۔" اضویٰ شرمندہ ہوئی۔ عابس نے اس کو بازوؤں کے حلقے میں لے لیا۔

"اب ایک بات میں بھی کہوں۔" اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"جی۔" وہ نظریں جھکا گئی۔

"تمہیں پا کر مجھے ایسا لگتا ہے جیسے سارے زمانے کی مجھے خوشیاں مل گئی ہوں۔" اس کے لہجے کی سچائی تھی یا وہ اس کی محبت میں ہار گئی تھی۔ جو بھی تھا وہ اس کے سینہ پر سر رکھ کر آسودگی سے مسکرا رہی تھی۔

www.naeyufaq.com

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

اک تیرا ہی

نازیہ جمال

کچھ نہ مانگوں گا جو اس بات کو پورا کر دے
جو نہیں میرا الٰہی اسے میرا کر دے
عمر بھر تیرے خیالوں میں یونہی کھویا رہوں
تجھ کو بھولوں تو یہ قدرت مجھے اندھا کر دے

"زونی...... یار اٹھو پلیز ایسے مت کرو۔ وقاص بھائی ڈرائنگ روم میں بیٹھے کب سے تمہارا ویٹ کر رہے ہیں۔" حریم کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"تو میں کیا کروں؟" ریموٹ سے چینل بدلتے ہوئے زنوبیہ نے سرد انداز میں جواب دیا۔ نظریں سپاٹ انداز میں ایل ای ڈی کی اسکرین پہ جمی ہوئی تھیں۔

"یہ ابھی تک ایسے بیٹھی ہوئی ہے؟" امی یکدم کمرے میں داخل ہوئیں۔ ان کے انداز میں برہمی تھی مگر زنوبیہ کے چہرے پر چھائی سختی اور بے نیازی کو دیکھ کر قدرے نرم ہوئیں۔

"اٹھو میری جان تیار ہو جاؤ...... دیکھو وقاص تمہیں کتنی چاہ سے انوائٹ کرنے آیا ہے۔"

"چاہ...... چاہت...... محبت...... مائی فٹ۔" زنوبیہ ریموٹ صوفے پہ پٹختی غصے سے کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ طیش وغیض اس کے حسین چہرے کے ایک ایک نقش سے جھلک رہا تھا۔

"جب میں نے کہہ دیا ہے کہ مجھے وقاص کے ساتھ کہیں نہیں جانا تو آپ لوگ مجھے کیوں فورس کر رہے ہیں۔ میری زندگی، میری مرضی۔" زنوبیہ کی آواز اتنی بلند ہوئی کہ حریم نے گھبرا کے دروازے کی سمت دیکھا جو ڈرائنگ میں کھلتا تھا اور وہاں وقاص قمر بڑی شدت سے زنوبیہ کا منتظر تھا۔ اس کے انتظار میں اضطرار تھا کہ لمحہ بعد کو نصیب ہونے والے خوش رنگ پل اسے ہفتہ بھر تک شادر کھنے کے لیے کافی تھا۔

"میری بیٹی...... میری زندگی...... ضد چھوڑو...... بس آج چلی جاؤ، آئندہ اس طرح مجبور نہیں کروں گی۔" واصفہ بڑی محبت و لاچاری سے بولتے ہوئے زنوبیہ کا گلاب چہرہ ہاتھوں میں بھر کر بولیں۔

زنوبیہ نے چند لمحے ماں کا چہرہ دیکھا پھر لب بھینچ کر واش روم میں گھس گئی۔ منہ پہ چھپاکے مارے، عام سے سادہ سے سوٹ میں ملبوس وہ موبائل اٹھا کر ڈرائنگ روم کی سمت چل دی۔ چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔ چند لمحوں بعد وقاص کی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔

"دیکھنا حریم، مجھے یہ لڑکی ذلیل کروا کر رہے گی۔ مجھے اس کے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے۔ تمہارے ابو میری جان کو آ جائیں گے۔" واصفہ اتنا کہہ کر رونے لگیں۔ زنوبیہ کے طور طریقے انہیں آنے والے مشکل وقت کا پتہ بخوبی دے رہے تھے۔ اس مشکل وقت کی آمد نے انہیں ابھی سے

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

سہا کے رکھ دیا تھا۔

"امی..... پریشان نہ ہوں۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔" حریم ماں کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہوئے بولی۔ ورنہ تو دل میں وہ بھی زنوبیہ کی وجہ سے فکرمند تھی۔ اس سے زیادہ زنوبیہ کو کون جان سکتا تھا۔ دو ہی تو بہنیں تھیں اور ایک ہی کمرے کی شراکت دار..... صرف کمرے کی حد تک شراکت دار..... بے حد خوب صورت، نفیس طبع اور اسٹائلش زنوبیہ کو اپنی الماری سے لے کر سنگھار میز تک حریم کی مداخلت بری لگتی تھی اور بہت سلیقہ مند، باذوق اور امن پسند حریم نے ایک ہی کمرے میں رہتے ہوئے اپنی الگ ہی "دنیا" بسائی ہوئی تھی۔ اردو انگریزی ادب کے بہترین ناول اس کی الماری میں سجے فارغ وقت کا بہترین مصروفیت تھے۔ ادھر جب یہ بازار سے کوئی اچھی کتاب لے کر آتی تو اس کے ساتھ ہی زنوبیہ کے پاس جدید برانڈ کے ملبوسات، میک اپ اور پرفیومز کے بھاری بھرکم شاپنگ بیگز ہوتے تھے۔

زنوبیہ گوری رنگت، شہد رنگ آنکھوں اور بے حد اسمارٹ سراپے کے ساتھ بے حد اعتماد اور خوش اسلوبی سے ایک نجی کمپنی میں اچھی پوسٹ پر کام بھی کر رہی تھی۔ جب کہ حریم کا یونی میں آخری سال تھا۔ وقت کا دریا بے حد سبک انداز میں بہہ رہا تھا۔ ہاں اس دریا میں اس وقت لمحہ بھر کو ہلچل مچ جاتی تھی جب وقاص قمر کی اس گھر میں آمد ہوتی۔ خاص طور پر جب وقاص کو زنوبیہ کو اپنے ساتھ کہیں باہر آؤٹنگ یا لانگ ڈرائیو پہ لے جانا مقصود ہوتا تو ایسے میں واصفہ اور حریم کی جان مشکل میں پڑ جاتی تھی۔ جیسے اس وقت دونوں سر پکڑ کر بے حد پریشان آنے والے وقت کی آہٹ کو بغور سن رہی تھیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

"زونا..... آئی کانٹ بلیو دس یار، آج ایک اسپیشل ڈے ہے۔ یونو میری پروموشن ہوگئی ہے۔ کہاں گئی وہ گارجس لک؟ قسم سے ایسے لگ رہا ہے جیسے بستر سے نکل کر آئی ہو؟" وقاص نے اس کے عام سے حلیے پہ بے حد خفا ہو کر کہا۔

وہ تو اس کی خاص تیاری کی توقع کیے تیزی سے ماموں کے گھر پہنچا تھا۔ کئی بار زنوبیہ کے سیل فون پہ کال کر کے اسے یہ خوش خبری سنانا چاہی تھی کہ اس کی ترقی ہوگئی ہے مگر ہمیشہ کی طرح نمبر مصروف ملتا۔ مجبوراً اسے مامی واصفہ کے توسط سے میسیج دینا پڑا کہ وہ اپنی ترقی کی خوشی میں زنوبیہ کو اپنے ساتھ باہر کھانے پہ لے جانا چاہتا تھا۔ جیسے ہر اہم موقع پہ لے جاتا رہا ہے، اس کی ملازمت کا ملنا یا زنوبیہ کی برتھ ڈے، ہاں یہ اور بات کہ زنوبیہ کبھی طرح دے جاتی یا کبھی واصفہ کے مجبور کرنے پہ ساتھ چل دیتی جیسے آج آئی تھی۔

”خیر اینی وے...... تم اس حلیے میں بھی ڈائریکٹ دل پہ اثر کر رہی ہو۔ یہ بتاؤ کیا آرڈر کریں بلکہ تم خود آڈر کرو۔“ خوش دلی سے کہتے ہوئے وقاص نے کارڈ زنوبیہ کے سامنے رکھا۔ جسے بے دلی اور اکتاہٹ سے اس نے کھولا۔

”امی کہتی ہیں اب اکیلا مجھ سے گھر نہیں سنبھلتا، میں اپنی بھتیجی لے آتی ہوں۔ وہ تو جیسے میری پروموشن کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔“ وقاص نے بے حد ترنگ میں بتایا۔

سامنے والی میز پہ ایک نوبیاہتا جوڑا آ کر بیٹھا تھا۔ بے حد حسین لڑکی، بے حد خوب صورت اور اسٹائلش تھی جس کے حسین چہرے پہ نئی نویلی رفاقتوں کے گلاب کھل رہے تھے اور مرد بے حد ہینڈسم جس کا خوبرو چہرہ کینڈلز کی جھلملاتی روشنی میں انوکھی خوشی کی جھلک دے رہا تھا۔ زنوبیہ بے حد توجہ سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ ان کا مسکرانا، کھانا، باتیں، ہنسی اچانک وہ چونکی، اس کا نرم و نازک ہاتھ وقاص کے گرم مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تھا۔ وہ اسے ڈائمنڈ کی رنگ بے حد محبت سے پہنا رہا تھا۔

”پتا ہے زونا...... میں نے سوچا ہے میں منہ دکھائی کے لیے پائل کی جوڑی لوں گا۔ کیوں ٹھیک ہے ناں؟“ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”میں کیا بتاؤں۔ میں نے کوئی پہننی ہے؟“ زنوبیہ برہمی سے بولی۔

”تو اور کس نے پہننی ہے؟“ اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ وہ کب سے زنوبیہ کی بے رخی، بے توجہی اور اکتاہٹ محسوس کر رہا تھا مگر اس درجہ بے زاری۔

”تمہاری بہن نے پہننی ہے اور وہ یقیناً میں نہیں ہو سکتی۔“ وقاص کی حیرانی سے کھلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے زنوبیہ بے حد اعتماد اور سکون سے بولی تھی۔

رات کا آنچل کائنات کو پوری طرح لپیٹ میں لے چکا تھا۔ ٹیرس کی نیم روشن فضا میں زنوبیہ سیل پہ مصروف خوش دلی سے باتیں کر رہی تھی۔ دائیں سے بائیں واک کرتے ہوئے وہ جب کمرے کے دروازے کے سامنے سے گزرتی تو گفتگو کا تھوڑا بہت حصہ حریم کے کانوں میں بھی پڑ جاتا جو اندر ڈسٹنگ میں مصروف تھی۔ لب بھینچے، آنسو سے بھری آنکھوں کے ساتھ بے حد تیزی اور تندی سے وہ میز کو جھاڑ رہی تھی جو تین پہ پرفیومز کی بوتل سے سجی ہوئی تھی۔ حریم کا دل چاہا سارے کے سارے اٹھا کر کھڑکی سے نیچے پھینک دے، زنوبیہ کی برانڈڈ کپڑوں سے بھری الماری کو تہس نہس کر دے۔

”او یار سانوں لگ گئی بے اختیاری......“ اسی دم زنوبیہ شوخ سروں میں گنگناتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ ایک انجانا سرور اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہا تھا۔

”زونی...... یہ تم ٹھیک نہیں کر رہی۔“ حریم جیسے بے اختیار ہو کر پھٹ پڑی۔

”کیا رات کو فری ٹائم کال کرنا ٹھیک نہیں ہوتا؟“ زنوبیہ نے حیرانی سے پوچھا سراسر مصنوعی حیرانی تھی۔

”نہیں کسی رانگ نمبر سے رات گئے بات کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ بہت غلط کر رہی ہو تم۔“ حریم بے بسی سے بولی۔

”دیکھو حریم...... میری پیاری چھوٹی سی بہن، تم میری دوست، ہم راز اور دم ساز ہو۔ عباد شیرانی میری ہی کمپنی میں منیجنگ ڈائریکٹر ہے۔ وہ کیا ہے میں تمہیں بتا نہیں سکتی۔ ایک دیوتا...... جسے میں نے اپنے دل کے بہت اونچے سنگھاسن پہ بہت ایمان داری سے بٹھایا ہے۔ اگلے ہفتے اس کے ماں باپ میرا ہاتھ مانگنے آرہے ہیں۔ تم امی، ابو کو بتا دو، میں

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

یہاں دل و جان سے راضی ہوں۔'' زنوبیہ آرام سے بولی اور حریم آنکھیں پھاڑے بہن کو دیکھتی رہی۔ اتنی سنگ دلی اور سفاکی۔

''اور وقاص بھائی..... ان کا کیا بنے گا؟ جو نو عمری سے ہی تمہاری خواب آنکھوں میں سجائے تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔'' حریم جیسے تڑخ کر بولی۔

''وقاص تم لوگوں کا سر درد ہے، میرا اس سے کوئی میچ نہیں۔ کسی زاویے سے وہ مجھے اپنے لیے سوٹ ایبل نہیں لگتا۔'' زنوبیہ کے انداز میں سخت ناپسندیدگی تھی۔

''اللہ کے واسطے ایسا مت کرو۔ تم نہیں جانتیں تمہارا یہ فیصلہ اس گھر میں بہت بڑا طوفان لے آئے گا۔ امی بہت پریشان ہیں۔ ابو امراض قلب میں مبتلا ہیں، کیا گزرے گی ان کے دل پہ۔ امی، ابو اور پھوپو سب سے بڑھ کر وقاص بھائی اتنے سارے دل توڑ کر صرف تم اپنے دل کی خوشی ڈھونڈ رہی ہو۔ چھوڑ دو یہ خود غرضی۔'' حریم کے ایک ایک لفظ سے درد جھلک رہا تھا۔

''یہ لفاظی اپنے پاس رکھو۔ مجھے اور عباد کو ایک ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔'' زنوبیہ حد درجہ سنگ دلی سے بولتی ہوئی باہر چلی گئی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

ایک ایک کر کے زیورات کے سارے ڈبے گاڑی سے نکال کر بحفاظت کمرے میں پہنچا دیئے گئے۔

''دھیان سے..... کہیں کوئی زیور گم نہ ہو جائے..... میری کل جائیداد ہے۔'' نوید نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے حسان سے کہا جو ماں کی بات پہ ہنس دیا۔

''امی..... سارے راستے آپ کی یہی باتیں سنتا آیا ہوں۔ یہ میرے خاندانی زیورات ہیں۔ لاکھوں کی مالیت ہے۔ کوئی چور ہمارے پیچھے نہ لگ جائے اور یہ ہے مامی جی.....'' وہ بولتے ہوئے واصفہ کی جانب متوجہ ہوا۔

''راستے میں ہر موٹر سائیکل سوار انہیں مشکوک لگتا۔ ہر گاڑی والا انہیں اچکا لگتا جو ان کے زیورات چھیننے کے لیے ہمارے برابر چلنے کی کوشش کر رہا ہوتا تھا۔ حسان تیز چلاؤ..... یہ بائیک والا بار بار ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔ اس سفید گاڑی والے کی نیت مجھے ٹھیک نہیں لگتی اسے کہیں سے سن گن مل گئی ہے کہ ہم ڈھیروں سونا لے کر جا رہے ہیں۔'' حسان نے ماں کے الفاظ ایسے دہرائے کہ سب مسکرائے بنا رہ نہ سکے۔

''ہاں تو بیٹا جی خاندانی زیورات ہیں۔ خالص اور کھرے سونے کے تمہاری دادی اور پھر ان کی ساس..... یہ تو پرکھوں سے چلے آ رہے ہیں۔ بس اب ان کو بہوؤں کے حوالے کرنے کا وقت آ گیا۔ بہت پہن لیا۔'' نویدہ، حریم کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے بولیں۔ واصفہ ایک ایک ڈبا کھول کر سب کو دکھانے لگیں۔ زیورات واقعی کافی بھاری بھرکم، جڑاؤ اور پیش بہا قیمت کے مالک تھے۔

''ارے بھئی، آپ سب لوگ دیکھنے لگے ہو..... جس نے دیکھنا، پسند کرنا اور برتنا ہے وہ تو نظر نہیں آ رہی، میری پیاری بھتیجی زنوبیہ..... میرے وقاص کے دل کا قرار۔'' نویدہ نے ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے استفسار کیا تو حریم اور واصفہ کی نگاہیں بے حد پریشانی کے انداز میں آپس میں ٹکرائیں، زنوبیہ ابھی تک آفس سے نہیں لوٹی تھی۔

''جی آپا آج زنوبیہ کے ایک کولیگ کے گھر شادی کا فنکشن تھا، اس لیے ذرا لیٹ آئی گی۔'' واصفہ نے جلدی سے بات بنائی۔ اکرام صاحب اس دوران کال سننے کے لیے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

''میں چاہتی تھی کہ ان زیورات میں سے زنوبیہ کو جو پسند ہیں وہ آپ لوگ الگ کر لیں۔ انہی زیورات کو پالش کروا لیتے ہیں۔ زنوبیہ اپنی مرضی سے ان کے موتی اور نگینے تبدیل کروا لے۔ باقی کے زیور میرے حسان کی دلہن کے ہوں گے۔'' نویدہ نے محبت سے بیٹے کی چوڑی پشت پہ ہاتھ پھیرا۔

''یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ میری بیوی ان خاندانی زیورات کو پہنے گی لیکن میں اسے ہرگز مجبور نہیں کروں گا کہ وہ انہیں آپ کی طرح برسوں سنبھال کر رکھے، پھر اسے بھی راستے میں ہرگز رتا آدمی چور، اچکا اور ڈاکو ہی لگے گا جو ان قیمتی زیورات پہ بری نظر جمائے انہیں ہتھیانے کے چکروں میں

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ہو۔" حسان نے شگفتگی سے مسکراتے ہوئے نویدہ کو چھیڑا جب کہ نظریں سامنے حریم پہ ٹکی تھیں جو کب سے جیولری کے باکس کھول اور بند کررہی تھی، اس وقت اس کی کلائی میں ایک جڑاؤ طلائی کنگن تھا جسے وہ بڑے اشتیاق سے گھما رہی تھی۔

"ارے واہ..... میں ان زیورات کو کہیں ادھر ادھر نہیں کرنے دوں گی، نسلوں تک چلیں گے۔" نویدہ پرعزم ہوکر بولیں۔

"اس لیے تو اپنی بھتیجیاں لارہی ہوں..... اپنے بھائی کی بیٹیاں، جو میرے زیورات کو دھلا چمکا کر پہن تو لیں گی، لیکن بیچیں گی نہیں۔"

"بھتیجیاں.....؟" حریم اور حسان نے بیک وقت سر اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں کے دلوں کو ایک احساس نے لمحہ بھر کو چھوا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

"یہ کیا بے ہودگی ہے زنوبیہ؟" واصفہ غصے سے چیخیں۔

"امی یہ بے ہودگی نہیں..... میری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے جس سے آپ سب نظریں چرائے پھر رہے ہیں، میں عباد کے علاوہ کسی سے اور شادی نہیں کرسکتی۔ میرے دل میں عباد ہی بستا ہے۔" زنوبیہ کا لفظ لفظ اس کے جذبوں کی صداقت پہ مہر ثبت کررہا تھا۔

"ایسا مت کرو زوبی..... نویدہ آپا تمہارے ابو کی اکلوتی بہن ہیں۔ بہن بھائی کا رشتا ٹوٹ جائے گا۔ خونی رشتوں میں دراڑیں پڑ جائیں گی۔" واصفہ جیسے منت آمیز انداز میں بولیں، گڑگڑائیں۔ ان کی برسوں کی گرہستی داؤ پہ لگ گئی تھی۔ اتنا مشکل وقت تو پہلے کبھی نہ آیا تھا۔

"امی..... آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ میرا اور وقاص کا کوئی میچ نہیں۔ آپ لوگوں نے میری بچپن میں نسبت طے کردی۔ تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے وقاص کو ایک کزن سے بڑھ کر کچھ اور نہیں مانا۔ میٹرک تک تو مجھے اس نسبت کا علم تک نہیں تھا۔ نہ میں نے وقاص کے جذبوں کو کبھی پذیرائی بخشی۔ آپ لوگ مجھے فورس نہ کریں۔" زنوبیہ دھیمے لیکن مضبوط لہجے میں بولی۔ ماں کی شکستہ حالت اسے بھی متفکر کررہی تھی لیکن یہ زندگی بھر کا معاملہ تھا۔ وہ خوب صورت تھی۔ پراعتماد اور اسٹائلش اوپر سے اعلیٰ تعلیم و اچھی پوسٹ کی چمک، ایسے میں وہ نارمل نقوش کے مالک وقاص قمر کا ہاتھ کیسے تھام لیتی جس کا آئی کیو لیول نارمل تھا، جسے بس زنوبیہ کو سراہنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا۔ اوسط درجے کی نوکری، معمولی شخصیت، درمیانہ قد جبکہ عباد شیرانی تو اس کے دل کی دھڑکنوں میں بستا، اس کی زندگی کا مالک تھا۔ عباد سے دستبردار ہونا، گویا زندگی سے دستبردار ہونے جیسا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

"حریم میں تو کہتا ہوں..... تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ اپنی شاپنگ کرلینا بلکہ دودھ پلائی کا جو نیگ تم نے اس وقت وصول کرنا ہے وہ ابھی مجھ سے ابھی لے لو۔" وقاص نے بڑے خلوص اور محبت سے اسے کہا۔

"نہیں وقاص بھائی آپ جتنا بھی نیگ مجھے دیں گے میں آرام سے لے لوں گی۔" کولڈ ڈرنک کی ٹرے میز پر رکھتے ہوئے حریم پھیکے انداز میں مسکرائی۔

"اچھا..... چھوڑو نیگ کو۔ تم تو میری چھوٹی بہن ہو۔ میری بہن میری شادی کی خوشی میں میرے خرچے پہ شاپنگ کرے گی۔ میری کوئی بہن نہیں ہے تم نے تو بھائیوں والے چاؤ پورے کرنے ہیں۔ یہ نہیں کہ زنوبیہ کی بہن ہو۔ میری بھی چھوٹی بہن ہو۔" وقاص خوشی سے سرشار تھا اور چاہتا تھا کہ سب کو اپنی خوشی میں شامل کرے۔

حریم نے بے ساختہ رخ پھیر کر وقاص کی طرف پشت کی۔ اس میں اس سے زیادہ سننے کی تاب نہ تھی۔ آنکھوں میں بے ساختہ آنسو امڈ آئے تھے۔

"اللہ تم سے پوچھے زنوبیہ۔" حریم کا دل بے ساختہ کرلایا۔

"یہ زنوبیہ کب تک آئے گی؟ کافی دیر ہوگئی ہے۔" ریسٹ واچ دیکھتے ہوئے وقاص نے پوچھا۔ اسی دم زنوبیہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

وہ کیا داخل ہوئی تھی خوشبو اور رنگوں کا ریلا جیسے چلا آیا

www.pakistanipoint.com

تھا۔ تیز پرفیوم، بلیک امبر ایٹنڈ ڈریس، ہلکی سی بلیک نیٹ کی شال، ہائی ہیلز، بہترین میک اپ، وقاص اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”چلیں پھر؟“ مسکراتے ہوئے اس نے پوچھا۔ نظریں حسین سراپے کی بلائیں لے رہی تھیں جو اگلے ماہ تک اپنے جملہ حقوق کے ساتھ اس کے گھر کی زینت بننے والی تھی۔

”کہاں؟“ زنوبیہ نے ہینڈ بیگ کندھے پہ منتقل کرتے ہوئے پوچھا۔

”شاپنگ پہ اور کہاں؟“ وقاص کو اس کی لاعلمی پر حیرانی ہوئی۔

”کس سلسلے کی شاپنگ اور تمہارے ساتھ کیوں؟“ اس نے حیرت وناگواری سے پوچھا۔

”میری اور تمہاری شادی کی شاپنگ اور کیسا سلسلہ ہوسکتا ہے آج کل؟“ وقاص نے بے حد سنجیدگی سے کہتے ہوئے حریم کو دیکھا جو رخ موڑے صوفے پہ ہاتھ پھیر رہی تھی۔ زنوبیہ کی لاعلمی قطعی طور پر نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھی۔

”میری اور تمہاری شادی؟“ زنوبیہ کو لگا آج اور ابھی سے زیادہ واضح اور صاف بات کرنے کا موقع پھر کبھی نہیں آئے گا۔

”دیکھو وقاص......شادی تو میں نے کرنی ہے لیکن تم سے ہرگز نہیں۔ تم میرے کزن ہو، میرے لیے قابل احترام ہو۔ میں نے اپنے گھر والوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن یہ نجانے کس دور میں جی رہے ہیں۔ آپ ایک بچے کو اس کی پسند کی بجائے اپنی پسند کا کھلونا خریدنے پہ قائل نہیں کرسکتے لیکن ایک بالغ، باشعور، پڑھی لکھی اور بااعتماد لڑکی سے یہ توقع رکھیں کہ وہ بچپن میں طے کیے گئے رشتے کو نبھانے کی خاطر اپنے خواب، اپنی ویلیوز، اپنی ترجیحات کو ایک طرف رکھ دے گی تو ایم سوری......آپ سے زیادہ کم عقل اور ناسمجھ مخلوق کوئی اور نہیں ہوسکتی۔“ زنوبیہ کیا کہہ رہی تھی، کیا سمجھانا چاہ رہی تھی، وقاص کے پلے کچھ نہیں پڑ رہا تھا، اس نے الجھ کر واصفہ کی سمت دیکھا جو ابھی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھیں۔

”مامی جی......یہ زونا کیا کہہ رہی ہے؟“ اس کا انداز بے حد سنجیدہ بلکہ کافی حد تک رنجیدہ تھا۔

”ہاں بیٹا......یہ جو بک رہی ہے بالکل ٹھیک ہے۔ ہم ہی غلط تھے جو نافرمان اولاد سے فرماں برداری کی توقع رکھ بیٹھے۔“ واصفہ بے حد تھکے ہوئے نڈھال انداز میں بولیں اور صوفے پہ تقریباً گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ وقاص نے حواس باختہ ہوکر واصفہ اور حریم کو دیکھا۔

”السلام علیکم!“ ایک بے حد ہینڈسم اور خوش شکل نوجوان اندر داخل ہوا۔

”وقاص......یہ عباد ہیں۔ میرے کولیگ بلکہ بہت اچھے فرینڈ بھی ہیں۔ ہم دونوں کا اگلے ماہ شادی کا ارادہ ہے۔ فی الحال تو شاپنگ مکمل نہیں ہو پا رہی۔“ زنوبیہ نے مسکراتے ہوئے عباد کی طرف دیکھا تو وہ بھی مسکرا دیا۔

”اوکے امی......میں چلتی ہوں، شام تک آجاؤں گی۔“ زنوبیہ عباد کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکلتی چلی گئی۔

وقاص پتھرائی نظروں سے ان دونوں کو پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ زنوبیہ کی ہیلز کی ٹک ٹک اس کے دماغ پہ ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔ حریم اور واصفہ دونوں ایک ساتھ صوفے پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھیں، دونوں کے چہرے زرد اور کملائے ہوئے تھے، جیسے خون کا آخری قطرہ تک کسی نے نچوڑ لیا ہو۔

وقاص نے جھٹکے سے میز سے گاڑی کی چابی اٹھائی اور تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ مکمل غائب دماغی کی حالت میں اس نے گاڑی گھر سے نکال کر مصروف روڈ پر ڈالی، ہاتھ مسلسل اسٹیئرنگ گھما رہے تھے مگر دھیان کی اسکرین پہ زنوبیہ اور عباد کے چہرے جمے ہوئے تھے۔ زنوبیہ کے الفاظ اس کو اپنے دماغ میں دھماکے کی طرح محسوس ہورہے تھے اور ایک زوردار دھماکہ اردگرد رواں زندگی نے بھی سنا جب وقاص کی گاڑی سامنے سے آتے ٹرالر کے ساتھ زوردار آواز سے ٹکرا گئی تھی۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

"ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوئی ہے۔ دائیں ٹانگ ٹوٹ گئی ہے، باقی پورے جسم پہ چھوٹی بڑی چوٹیں ہیں، سر جری سے ان شاء اللہ ریکوری ہو جائے گی۔" ڈاکٹر نے حسان کے ہاتھ میں وقاص کی ابتدائی رپورٹس تھمائیں۔ حسان کا دل بے تحاشا دکھ سے بھر گیا۔ اس کا شفیق، نرم دل اور ہنس مکھ بھائی آج پٹیوں میں جکڑ ا بستر پہ بے بس پڑا تھا۔

"زونی..... اللہ تجھے برباد کرے، نامراد تو خوشی کو ترسے، تو نے میرے بیٹے کا دل دکھایا ہے۔ میرا فرشتہ صفت بیٹا تجھ جیسی بے حیا پر مرمٹا تھا۔" نویدہ کا رونا کرلانا جاری تھی۔

"کتنی چاہ سے لینے گیا تھا منحوس کو..... شادی کی خوشی سنبھالی نہ جا رہی تھی۔ واپسی پہ خونوں خوں ہو کر آ گیا میرا لال۔" اکرام اور واصفہ بھی وقاص کو دیکھنے آئے تھے۔ بے حد دکھی اور ملال زدہ صورتوں کے ساتھ۔ نویدہ تو بھائی اور بھاوج کی شکل دیکھتے ہی جنونی انداز میں پل پڑی تھیں۔

"جب اپنی آوارہ اور بدچلن بیٹی سنبھالی نہیں جا رہی تھی تو ہماری آنکھوں میں اتنے عرصے تک دھول کیوں جھونکتے رہے، کیوں میرے بیٹے کے دل سے کھیلتے رہے، اب اس کے مرنے کا تماشا دیکھنے آئے ہو۔" اکرام صاحب کے لیے بہن کا یہ ہذیانی انداز بے حد تکلیف دہ تھا مگر وہ تسلی کا ایک لفظ بھی بولنے سے قاصر تھے۔

"آپ کا اور ہمارا غم ایک ہی ہے۔ ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ وہ بدبخت ہماری اولاد ہے۔" واصفہ سسک کر بولیں۔

"زنوبیہ اکرام..... کاش میرے سامنے آ جاؤ، میں تمہارے حسین چہرے پر تیزاب پھینک کر اسے اتنا بدصورت بنا دوں جتنا کہ تمہارا دل ہے۔" کمرے میں موجود تمام نفوس کو آنسو بہاتے دیکھ کر حسان نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے دل میں سوچا تھا۔

"امی..... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" حسان نے بے حد حیرت سے ماں کی طرف دیکھا۔

"ہاں بیٹا..... آج بھابی اور بھائی میرے پاس آئے تھے۔ بتا رہے تھے کہ حریم کے ایک دو اچھے رشتے آئے ہوئے ہیں۔ بڑی بہن ہوں۔ مان دینے کی خاطر مجھ سے مشورہ کرنے آئے تھے۔ ورنہ ان کے دل میں چھپی غرض مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ سچ پوچھو تو ان کے ساتھ ساتھ میری بھی یہی چاہ ہے۔ اب کی نہیں بہت پہلے کی جب وقاص....." نویدہ کی دکھ سے بوجھل آواز خاموش بند ہوئی۔

"اور یہ بھول رہی ہیں کہ حریم اس محترمہ زنوبیہ کی بہن ہے جو شاید اپنی بہن کی طرح کہیں اور دل اٹکائے بیٹھی ہو۔" حسان کا طنزیہ لہجہ از حد کڑواہٹ لیے ہوئے تھا۔

"نہ بیٹا..... ایسے بدگمان نہیں ہوتے۔ دونوں بہنیں سہی مگر حریم اس ناہنجار سے بہت مختلف ہے۔ شریف طبع، دھیمی اور سنجیدہ طبیعت کی مالک..... سچ پوچھو تو مجھے یہ بھتیجی بے حد عزیز ہے۔ بس اب تم اپنا ذہن بنا لو..... زنوبیہ کی خود سری کے بعد اکرام بھائی ٹوٹ گئے ہیں، حریم کی دفعہ وہ غیر دل کا رسک نہیں لے سکتے..... تمہاری صورت میں انہیں ایک فرماں بردار بیٹا مل جائے گا۔" نویدہ دھیمی آواز میں اسے قائل کر رہی تھیں مگر ادھر چٹانوں کی سی سختی تھی۔

"سوچے گا بھی مت امی کہ میں اس گھر کی کسی بیٹی کو بیاہ کے اس گھر میں لاؤں گا۔ میرا اس گھر کی شرافت اور وقار پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔ جہاں کی بیٹی کسی اجنبی مرد کو دروازے سے اندر بلا کر گھر والوں کو متعارف کروائے..... چھی..... یہ میرا معیار نہیں ہو سکتا۔" وہ از خود کراہت سے بولا۔

نویدہ نے بے بسی سے وقاص کی سمت دیکھا جو خود بھی یہی خواہش دل میں بسائے حریم سے رابطہ میں رہتا تھا۔ اس کی برتھ ڈے پہ وش کرنا، طبیعت کا پوچھنا، عید پہ سب سے پہلے مبارک باد کا میسج کرنا..... بالکل حقیقی بہنوں کی طرح عزیز تھی وہ اسے۔

"امی..... آپ شادی کی تیاری کریں، میں دیکھتا ہوں یہ کیسے انکار کرتا ہے؟" وقاص نے بڑے بھائی والی

دھونس جمائی۔

"کیا بھائی..... آپ بھی امی کے ہمنوا ہیں؟" حسان حیرت سے گویا ہوا۔

"یہ جو وہیل چیئر پہ آپ بیٹھے ہیں یہ اسی گھر کا نتیجہ ہے۔"

"میرے رب کی طرف سے آزمائش ہے، جس پر میں قطعی شاکی نہیں۔" وقاص مضبوط لہجے میں بولا۔

"آپ بھول گئے وہ چوٹیں، وہ زخم، وہ خوف..... مگر مجھے کچھ نہیں بھولا۔ مجھے نفرت ہے ماموں کی اولاد سے..... آپ کا دل توڑا اس گھر کی آوارہ، بدچلن لڑکی نے..... آپ کے خواب بکھرے، معذوری سے جاب چلی گئی، چلتے پھرتے وہیل چیئر پر آ گئے اور وہ لوز کریکٹر لڑکی اپنے عاشق کے ساتھ غیر ملکی فضاؤں میں سانس لیتی زندگی کی خوشیاں کشید کررہی ہے۔" حسان زہرخندہ لہجے میں بولا۔

"اسے لوز کریکٹر مت کہو حسان۔" وقاص نے کرب سے آنکھیں موندلیں۔ "نہ وہ لوز کریکٹر تھی نہ بے وفا..... میں ہی نادان اپنی کم روئی کے باوجود چاند کا تمنائی بن بیٹھا تھا۔ وہ واقعی ایک خوب صورت اور دلکش شریک حیات ڈیزرو کرتی تھی، اگر قدرت نے اسے اس جہان کی خوشیاں دینا لکھی تھیں تو ہم اللہ کی مرضی کے آگے کیا مجال رکھتے ہیں۔ وہ جہاں رہے خوش رہے۔" وقاص نے کہتے ہوئے سر وہیل چیئر کی بیک سے ٹکایا اور آنکھیں چھت پہ ٹکی نجانے کون سا منظر کھوج رہی تھیں۔ حسان کی آنکھیں لمحہ بھر کو نم ہوئی تھیں۔

❁.....❁.....❁

"میری اکلوتی، چھوٹی بہن کی کل شادی ہے اور آپ لوگوں نے مجھے اطلاع دینا بھی گوارا نہیں کیا؟" آسٹریلیا سے زنوبیہ کی کال آئی تھی۔ وہ واصفہ پہ خفا ہورہی تھی۔ فیس بک پہ حریم کی دوست کے توسط سے حریم کی شادی کا پتہ چلا تو اس نے ماں سے رابطہ کیا۔

"کوئی اپنی سگی اولاد کے ساتھ بھی ایسے کرتا ہے، جیسے آپ لوگ کررہے ہیں میں نے بھاگ کے شادی تو نہیں کی جو آپ میرے ساتھ ایسا کررہے ہیں۔" زنوبیہ جیسے رونے کو ہوئی۔

"تو بھاگ کے کورٹ میرج کرلیتیں۔ ویسے ہماری ناک کاٹنے میں تم نے کون سا کسر چھوڑی تھی۔" واصفہ ٹھنڈے لہجے میں بولیں۔

"امی..... آپ اب زیادتی کررہی ہیں۔ میں نے اپنا شرعی اور قانونی حق استعمال کرکے کیا برا کیا..... وقاص کے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔"

"چھوڑو بی بی ان گزری باتوں کو..... بہت بار سن چکے تمہاری تقریریں۔" واصفہ نے بیزاری سے زنوبیہ کی بات کاٹی۔ بیٹی کی خودسری اور نافرمانی نے دل پہ ایسے گھاؤ لگائے تھے کہ تین برس گزرنے کے باوجود بھی بیٹی کی شکل دیکھنا تو درکنار آواز تک سننا گوارا نہ تھا۔

"اچھا آپ نے مجھے حریم کی شادی پہ انوائٹ نہیں کیا..... میں اپنی بہن کے لیے گفٹ بھیج رہی ہوں پلیز وہ اسے ضرور دیجیے گا۔" زنوبیہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ وقت نے آزمائش کی کیسی کرچیاں راہ میں بکھیر دی تھیں کہ چلنا محال لگتا تھا۔

"اپنے تحفے اپنے پاس رکھو، وہ نویدہ آپا کی بہو بن رہی ہے۔ جن کے بڑے بیٹے کو تاحیات معذوری بخش کر تم اپنے عاشق کے ساتھ آسٹریلیا پرواز کرگئی تھیں..... ہماری طرف سے تم اسی وقت مرگئی تھیں، جس دن تمہارا نکاح اسی لڑکے سے پڑھا کر تمہیں رخصت کیا تھا۔ خود تم نے اپنے لیے یہ دوریاں چنی تھیں۔ اب کاہے کے گلے؟" واصفہ نے بات مکمل کرنے کے بعد کال کاٹ دی۔ چند لمحوں بعد وہ پھوٹ پھوٹ کے رودی تھیں۔

❁.....❁.....❁

"لوگ کہہ رہے تھے کہ دلہن چاند کا ٹکڑا ہے۔ بہت خوب صورت ہے۔ میں بھی تو غور سے دیکھوں کہ میں کتنا خوش نصیب واقع ہوا ہوں۔" خوشبوؤں میں بسا حسان قمر اس کے سامنے جم کر بیٹھا تو حریم ذرا سمٹ کے پیچھے ہوئی۔

"ہاں واقعی خوب صورت ہو..... آج نہیں بلکہ

ہمیشہ سے ہو۔ آخر کزن ہو۔ بچپن سے دیکھی بھالی ہو۔" وہ عجیب انداز میں ہنسا۔

"میں واقعی خوش نصیب ہوں، یہ آنکھیں، یہ ہونٹ....." حسان کے ہاتھ چہرے پہ حرکت کرتے ہوئے اس کے سرخ لپ اسٹک لگے ہونٹوں پہ آرکے تھے۔ حریم ذرا سا کسمسائی۔

حسان نے اپنا انگوٹھا اس انداز سے حریم کے ہونٹوں پہ پھیرا کہ لپ اسٹک کان تک پھیل گئی تھی۔ حریم نے حواس باختہ ہوکر حسان کی شکل دیکھی۔ یہ نئی نویلی دلہن کو خوش آمدید کہنے کا کون سا طریقہ تھا۔ کیسی رسم آشنائی تھی۔ حسان کے چہرے پہ تاثرات اتنے عجیب اور ناقابل فہم تھے کہ حریم اندر تک سہم گئی تھی۔

"ایسے خوامخواہ تم نے بوجھ لادا ہوا ہے۔ تم ان لوازمات کے بغیر بھی خوب صورت لگتی ہو۔" دھیمی، بھاری آواز میں بولتے ہوئے حسان نے بھاری طلائی جھمکا تقریباً نوچنے والے انداز میں اس کے کان سے اتار کے دور پھینکا پھر ٹیکا، جھومر، گلوبند ایک ایک کرکے سارے زیورات ادھر ادھر کارپٹ پہ بکھرے پڑے تھے اور حریم بکھرے بالوں، پھیلی لپ اسٹک کے ساتھ عجیب ہیبت کا نمونہ بنی پھٹی آنکھوں سے حسان کو دیکھ رہی تھی جو زم تاثرات کے ساتھ اس کی کلائی سے کنگن اتارنے کی کوشش کررہا تھا۔

"پلیز حسان..... یہ کیا کررہے ہیں آپ؟" اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

"کیوں جان..... یہ سارا سنگھار تو میرے لیے ہے ناں؟ مجھے ظاہری سنگھار نہیں صرف وفا چاہیے۔ ایسے بن سنور کے تمہاری اس آوارہ اور بدچلن بہن نے بھی میرے بھائی کو دیوانہ بنایا تھا۔ منہ پہ نرم میٹھی طبیعت اور دل میں کسی اور سے ٹانکا جوڑا ہوا تھا ناں۔" حسان کاٹ دار لہجے میں بولا۔

"ویسے کمال ہے تم دلہن بن کر میرے گھر میں آگئیں۔ ورنہ مجھے تو لگتا تھا تم بھی اپنی لوز کیریکٹر بہن کی طرح عین شادی سے ایک ماہ قبل کوئی اپنا چاہنے والا، کوئی دلدار لے آؤ گی۔"

"اب آپ زیادتی کررہے ہیں۔" حریم آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ چیخی۔

"چیخو مت..... جو حقیقت ہے اسے تسلیم کرو۔ تم اسی بدکردار کی چھوٹی بہن ہو جس کی وجہ سے آج میرا خوش دل اور خوش مزاج بھائی معذور ہوکر بے کار زندگی بسر کررہا ہے۔ اس کی زندگی کا ہر رنگ تم لوگوں نے ختم کردیا۔ انہیں اس حال میں دیکھ کر روز جیتا روز مرتا ہوں..... یہ جو اپنے نام کے ساتھ میرا نام نتھی کروا چکی ہو تو سراسر میری ماں اور بھائی کی مہربانی سمجھو..... ورنہ تم جیسی کو شریک حیات درکنار میں لمحہ بھر کو منہ لگانا پسند نہ کروں جس کے کردار کی پختگی کا یقین مجھے کوئی نہیں دلا سکتا۔" حقارت بھرے لہجے میں بولتے ہوئے حسان اس کے نسوانی پندار کی دھجیاں بکھیرتا ہوا بیڈ سے اٹھ گیا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

نافرمان اولاد ہاتھ کی چھٹی انگلی کی طرح ہوتی ہے۔ کاٹو تو تکلیف ہوتی ہے، نہ کاٹو تو بری لگتی ہے۔ زنوبیہ کے بارے میں بھی واصفہ اور اکرام یہی دکھ محسوس کرتے تھے۔ خود سے خیر خیریت معلوم کرنے کو دل نہ چاہتا۔ اگر زنوبیہ کئی مہینے خود رابطہ نہ کرتی تو ایک نامعلوم سی بے چینی دل کو جکڑ لیتی تھی۔ دو بیٹیوں کے والدین ہونے کے باوجود انہوں نے نرینہ اولاد کی کمی کو محرومی نہ بننے دیا تھا کہ نویدہ آپا کے دونوں بیٹے دامادوں کی صورت ان کی خواہش کو پورا کرسکتے تھے۔ دونوں ہی تابع دار اور باادب مگر تقدیر کے فیصلے، دلوں کے فیصلوں سے الگ ہوتے ہیں۔ زنوبیہ کے عباد شیرانی سے شادی کے فیصلے نے انہیں اندر تک توڑ کر رکھ دیا تھا۔ نرینہ اولاد اور دامادوں کے حوالے سے انہوں نے جو ایک مکمل تصویر بنائی تھی، اس کے کچھ رنگ اڑ گئے تھے۔ زنوبیہ اور حریم اپنی اکلوتی پھوپو کی بہوئیں..... نویدہ آپا کی بیٹیوں کی خواہش کی مکمل تکمیل مگر حریم کی شادی کی صورت میں دونوں گھرانوں کی خواہش بخوبی پوری ہوگئی تھی۔ انہیں حسان کی صورت میں بیٹا اور نویدہ کو بیٹی مل گئی تھی۔ سب کچھ اپنی جگہ پہ

www.paksociety.com

مکمل تھا مگر کہیں کوئی کمی تھی۔ واصفہ کو حریم ویسی خوش دکھائی نہ دیتی تھی جیسا ہونا چاہیے تھا۔ نہ خوش بیاہتا لڑکیوں والی کھنک دار ہنسی تھی نہ آنکھوں میں چمک۔ نویدہ کی خواہش پر ہر وقت سجی سنوری رہتی تھی۔ ہر آئے دن حسان اور وہ ان کی طرف چکر لگاتے تھے۔ دونوں بے حد خوش اور مطمئن دکھائی دیتے مگر ان کا دل کیوں مطمئن نہ ہو پا رہا تھا۔ سال ہونے کو آیا تھا مگر حریم کے ہاں خوشخبری کا کوئی پھول نہ کھلا تھا جب کہ زنوبیہ اس دوران تین بچوں کی ماں بن گئی تھی۔ کئی بار باتوں میں حریم کو اس بارے میں ٹٹولا تو وہ ہنس کر انہیں مطمئن کر دیتی۔

"کمال کرتی ہیں امی..... ابھی ایک سال ہی تو گزرا ہے، کون سا برسوں گزر گئے، ان شاء اللہ گود بھر جائے گی میری۔"

"تو ٹھیک ہے کسی دن اچھی گائنی سے تمہارا چیک اپ کروا آتی ہوں، میری تسلی ہو جائے گی۔" واصفہ گہری نظروں سے اس کا دل پڑھنے کی کوشش کرتیں۔ وہ تو ان کی بات سن کر ہی گھبرا جاتی۔

"آپ کی مرضی..... بس کچھ عرصہ ٹھہر جائیں..... اللہ اپنا کرم کر دے گا۔" وہ طریقے سے انہیں ٹال دیتی۔ اگر جو گائنی ڈاکٹر اس کی اجڑ اور ویران بیاہتا زندگی کا راز ان کے سامنے کھول دیتی تو کیا گزرتی ان کے دل پہ۔ ابھی تو زنوبیہ کا سانحہ بھی ان کے دلوں پہ تازہ تھا۔ حسان کا رویہ روز اول کی طرح آج بھی اس کے ساتھ انتہا کا تھا، کبھی حق دے کر اس کے عورت پن کو سرخرو نہ کیا تھا۔ سب کے سامنے ایک بے حد خیال رکھنے والا، محبت قسم کا شوہر مگر تنہائی میں اس کے نسوانی پندار اور اعلیٰ درجے کے سکون کو کچوکے لگانے میں ذرا بھر تامل نہ کرتا۔

"تم چاہے خود کو لاکھ پارسا اور غیرت مند ثابت کرو، تم زنوبیہ اکرام کی بہن ہو..... اسی کی طرح پیٹھ پہ وار کرنے والی، دیکھنا ایک دن خود ہی کھل کر سامنے آجاؤ گی، تلمع سازی کر لو، یہ اخلاق، یہ اعلیٰ کردار کی پالش میں چاہوں تو منٹوں میں اتار سکتا ہوں مگر مسئلہ امی کا ہے، جن کو بیٹی کی ناآسودہ خواہش کی تکمیل تمہارے وجود سے ملتی ہے۔" وہ جی بھر کر طنز کے تیر برساتا۔

"الحمدللہ..... میں نے آپ کی طرح اداکاری میں کوئی ڈپلومہ نہیں لیا ہوا جیسی ہوں، بالکل شفاف آئینے کی طرح ہوں، آپ کو کچھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ وقت کھرا اور کھوٹا سب کے سامنے لے آتا ہے۔" وہ کمبل کھولتے ہوئے سکون سے گویا ہوئی اور اس کا یہی سکون حسان قمر کا سکون تلپٹ کر کے رکھ دیتا تھا۔ دل چاہتا تھا بیڈ پہ ہاتھ بھر کے فاصلے پہ موجود اس لڑکی کو اس کی اوقات یاد دلا دے۔ جتنا باتوں میں اسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتا، اتنی ہی یہ بااعتماد اور پرسکون رہتی۔ مجال ہے جو ذرا گڑگڑا کر بہن کے کرتوتوں کی معافی مانگ کر اپنی پاکیزہ اور وفا کا یقین دلا دے۔ الٹا بہن کی حمایت کرتی اور اس کو زہر لگتی۔

"زنوبیہ کا اتنا قصور نہیں جتنا ہم سب کا ہے۔ وقاص بھائی کی شدید اور طوفانی محبت یک طرفہ تھی، میں نے زنوبیہ کو کبھی ان کی طرف ملتفت نہیں دیکھا تھا۔ نارمل انداز میں ملتی تھی بلکہ اسے تو بچپن کی اس نسبت کا علم بھی بہت دیر سے ہوا تھا۔ وہ ایک آئیڈیلسٹ لڑکی ہے۔ خوابوں میں زندہ رہنے والی، اگر اس نے اپنی مرضی سے اپنے لیے لائف پارٹنر کا انتخاب کیا تو کیا برا کیا۔ یہ اس کا قانونی حق تھا۔" تکیہ سے ٹیک لگائے وہ بہت آرام سے منطقی انداز میں بات کر رہی تھی۔

"ہاں تم اس کی فیور نہیں کرو گی تو کون کرے گا۔ اس کی بے راہ روی میں برابر کی حصہ دار ہو..... اتنے عرصے بڑوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی تم بھی برابر کی مجرم ہو۔" وہ بھی اس کی طرف منہ کر کے کٹیلے انداز میں بولا تو حریم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سال بھر سے وہ یہ ہی کچھ حسان سے سنتی آرہی تھی۔ زنوبیہ کی حمایت کرنا اسے آگ لگاتا تھا۔ وہ بھی کیا کرتی سگی ماں جائی کے لیے بدکردار، بے راہ روی اور آوارہ کے الفاظ سننا بے حد تکلیف دہ تھا بے شک کہنے والا اس کا شوہر ہو جس نے طنز کے نشتروں سے اس کا کلیجہ چھلنی کر رکھا تھا۔

www.paksociety.com

حسان چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ وہ مکمل طور پر موبائل میں گم ہوگئی تھی۔ روز کی طرح ریشمی سیاہ بال برش کر کے کھلے چھوڑ رکھے تھے۔ حسان کا دل چاہا اور نہیں تو کم از کم اس کے ریشمی بالوں کو مٹھی میں جکڑ کے اچھی طرح اپنا حق وصول کرے مگر اس خوش شکل اور پراعتماد لڑکی کا سکون اور اکڑ..... مجال ہے جو ذرا اس سے قربت کی بھیک مانگی ہو۔ تعریف کے چند بولوں کے لیے للچائی ہو..... اس کی شوخ نظر کے لیے ترسی ہو۔

''ڈھیٹ، غرور سے تنی عورت..... ایک دن تمہارا گھمنڈ توڑ کے ہی رہوں گا۔'' ایک تنفر بھری نظر اس کے دلکش سراپے پہ ڈال کے وہ کروٹ بدل گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

ابراہیم اور وہ کالج کے زمانے سے اچھے دوست تھے۔ ابراہیم کی چار سال قبل شادی ہوئی تھی مگر وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ وہ ایک سافٹ ویئر کمپنی میں بہت اچھی پوسٹ پہ کام کر رہا تھا۔ آفس کی طرف سے اسے چار ماہ کے لیے جاپان ایک تربیتی کورس کے لیے جانا پڑ گیا تھا۔ جانے سے پہلے اس سے ملتے وقت عرض کی۔

''حسان..... یار ان چار ماہ میں ذرا میرے گھر کا چکر لگا لینا۔ امی اور مائزہ سے خیر خیریت دریافت کرتے رہنا..... مجھے ان کی فکر رہے گی۔''

''ہاں ضرور کیوں نہیں۔'' اس نے خوش دلی سے ابراہیم کو رخصت کیا۔ ابراہیم کے گھر میں ایک شفیق بزرگ خاتون تھیں، مائزہ بھابی کو بس دلیسے پہ دلہن کے روپ میں ہی دیکھا تھا۔ سوئے اتفاق ابراہیم کی غیر موجودگی میں جتنے بھی اس نے اس کے گھر کے چکر لگائے مائزہ کی شکل دیکھنے کو نہ ملی۔ ناچار اسے پوچھنا پڑا۔

''آنٹی بھابی نظر نہیں آ رہیں۔ کیا میکے گئی ہوئی ہیں؟'' اس کا اتنا پوچھنا ہی غضب ڈھا گیا تھا۔

''ہمیں کیا پتا وہ آوارہ، بدچلن کہاں کہاں لور لور پھرتی منہ کالا کر رہی ہے۔ میاں پردیس میں اور میں جوڑوں کی مریض، گھر میں قید نوکرانی کے رحم و کرم پہ پڑی ہوں، نہ کوئی کھانے کو پوچھنے والا نہ بات کرنے والا، کم ذات نند کی، بیٹی بیاہ لائی تھی مگر پانچ نسل کو سکھ اور عیش راس نہیں آئے۔ بیٹھی ہوگی اس وقت اپنے کسی یار کے ساتھ۔'' ابراہیم کی ماں تو جیسے بھری بیٹھی تھی۔ وہ بس حیرانی سے چپ چاپ ان کی باتیں سنتا رہا۔ اتنی سنگین اور سراسر ذاتی معاملے پہ وہ کیا رائے دیتا۔

''اس بدکردار کا دوسرا گھر کوئی ہوٹل، پارلر یا پارک ہو سکتا ہے، یہ گھر نہیں۔ میرے معصوم بچے کی آنکھوں میں دھول جھونک کے اپنے یار کے ساتھ رنگ رلیاں منانے نکل جاتی ہے۔'' ادھیڑ عمر خاتون تو اب اس کو کوسنے دے رہی تھیں۔ وہ ملازمہ کی طرف پیش کی ہوئی چائے کو ہاتھ لگائے بغیر اٹھ ہی رہا تھا کہ عین اسی وقت مائزہ آ گئی۔ بے حد اسمارٹ فگر کی مالک، قیمتی لباس زیب تن کیے، مناسب میک اپ میں کافی پرکشش نظر آ رہی تھی۔

''آ گئیں کسی گناہ کے پیداوار..... گھر کس ماں کے ذمے چھوڑ گئی تھیں۔ بڑا جلدی فارغ کر دیا تیرے یار نے تھے، رات تک تو ٹھہراتا۔'' ابراہیم کی ماں برہم ہوئیں..... وہ لمحہ بھر کو سن سا ہوا۔ خود مائزہ کا رنگ بھی سفید پڑ گیا تھا۔ پھر اگلے لمحے خود کو سنبھال کر مسکرائی۔

''حسان بھائی آپ چائے پئیں ناں..... آپ تو ایسے ہی چلے جاتے ہیں۔'' مائزہ خوش دلی سے مخاطب ہوئی۔

''نہیں بھابی ابھی طلب نہیں..... ان شاء اللہ اگلی دفعہ سہی۔'' وہ شائستگی سے اجازت طلب کر کے گھر سے نکل آیا اور کئی لمحے ابراہیم کے گھر کے حوالے سے سوچتا رہا تھا۔

❁.....❁.....❁

''آوارہ، بدچلن اور بدکردار، یہ الفاظ ادائیگی میں بے حد آسان مگر جس کے لیے کہے گئے ہوں کیا ان کے لیے بھی یہ الفاظ سننے میں اتنی ہی آسان ہوتے ہیں؟'' رات کو بیڈ پہ نیم دراز مسلسل اس کے کانوں میں ابراہیم کی ماں کے الفاظ کی تکرار ہو رہی تھی۔ یہ الفاظ وہ بھی تو سال بھر سے زنوبیہ کے بارے میں کہتا آیا تھا تو کیا حریم بھی اسی کی طرح اس کمرے

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

میں گھٹن کا شکار رہتی ہوگی، جس طرح وہ کھڑے کھڑے لمحوں میں ابراہیم کے گھر ہوگیا تھا۔ اسے لگا تھا جیسے اگر وہ کچھ دیر اور رکا تو اس کا دم گھٹ جائے گا۔

مائزہ کا سفید پڑتا چہرہ بھی دھیان کی اسکرین پہ چمکا تھا۔ شاید حریم کا چہرہ بھی ایسے بے رنگ اور سفید ہوتا ہوگا جب وہ زنوبیہ کی کردار کشی کرتے کرتے حریم کی ذات کو بھی رگیدتا تھا۔ اس نے کبھی دیکھنے کی زحمت ہی نہیں کی تھی۔ اس پہ تو بھائی کی معذوری کا غیض سوار تھا۔ حریم اس کی طرف سے پشت کیے روز کی طرح زنوبیہ کے ساتھ چیٹنگ میں مصروف تھی۔ آج اس نے بال برش کرکے کھلے نہیں چھوڑے تھے بلکہ معمول کی چوٹی میں مقید تھے۔ وہ کافی دیر سے اس کی پست کو دیکھتا رہا تھا۔

❀ ...... ❀ ❀ ...... ❀

کینٹن میں معمول کے مطابق کافی رش تھا۔ وہ بھی روز کی طرح آفس سے لنچ کی خاطر ادھر آ گیا تھا۔ پے منٹ کے بعد جونہی وہ کرسی چھوڑ کر اٹھا تو ساکت کھڑا رہ گیا۔ سامنے مائزہ ایک نوجوان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ نوجوان کوئی اور نہیں بلکہ اس کے آفس میں کام کرنے والا معمولی ٹائپسٹ تھا، ابرارالحسن...... درمیانی قد اور عام سے خدوخال کا مالک مائزہ کے ساتھ کیا کر رہا تھا۔ دونوں کو خوش گپیوں میں مصروف دیکھ کر اسے الجھن نے گھیر لیا تھا۔ ابراہیم کی ماں کی مائزہ کے بارے میں گفتگو کانوں میں گونجی تو دل میں عجیب طرح کے خدشات نے سر اٹھایا تھا۔ انہی الجھنوں میں گھرا وہ ان کی میز تک آیا تو مائزہ اسے دیکھ کر لحہ بھر کو گڑبڑائی۔

"حسان بھائی آپ یہاں؟ یہ ابرار ہیں...... میرے خالہ زاد کزن۔"

"جی ہاں جانتا ہوں یہ موصوف ابرارالحسن ہیں لیکن آپ سے رشتہ داری ابھی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کے شوہر غالباً ملک سے باہر ہیں اور آپ کی بوڑھی، بیمار ساس گھر میں ہیں۔ آپ کو تو اس وقت اپنے گھر میں ان کی خدمت کے لیے موجود ہونا چاہیے تھا ناں کہ اپنے کسی سگے کے ساتھ اتنی رش والی جگہ پہ۔" حسان کا لہجہ گہرے طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔

"جی ہاں...... بجا فرمایا آپ نے ایک شادی شدہ عورت کو اپنے گھر موجود ہونا چاہیے لیکن اس گھر میں موجود ایک نفسیاتی مریض، جنونی بڑھیا کی واہیات گفتگو سننے سے بہتر ہے کہ میں اپنا وقت کزن کے ساتھ باہر بتا آؤں۔" مائزہ اس کی آنکھوں میں اعتماد سے دیکھتے ہوئے سکون سے بولی۔ شرمندگی کا شائبہ تک اس کے چہرے پر نہ تھا۔ ابرار چپ چاپ ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"تو گویا آپ یہ جتانا چاہ رہی ہیں کہ اس دن آنٹی آپ کے بارے میں جو گل افشانی کر رہی تھیں...... وہ لفظ بہ لفظ سچ تھیں۔" حسان استہزائیہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"مرضی آپ کی جو سمجھیں...... تصویر کا ایک رخ دیکھنے کے عادی ہیں تو اس گھمنڈی بڑھیا کی باتوں کو سچ سمجھ سکتے ہیں۔" مائزہ ہنوز پرسکون انداز میں بولی۔ ساتھ ہی ابرار کو چلنے کا اشارہ کیا۔ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ جانتی ہیں ابراہیم اپنی غیر موجودگی میں گھر اور گھر والوں کی دیکھ بھال میرے ذمے لگا گیا ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیمار ماں کی دیکھ بھال کی بجائے اس وقت اپنے کزن کے ساتھ وقت کو خوش گوار بنا رہی ہیں...... میں چاہوں تو اسی وقت ابراہیم کو کال کرکے ساری سچویشن اس کے سامنے رکھ کر ذمہ داری سے دستبردار ہوسکتا ہوں لیکن اس کا نتیجہ بے حد بھیانک نکلے گا۔" اسے مائزہ کی ڈھٹائی پہ شدید غصہ آیا۔

"تو کردیں کال...... زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟ ابراہیم مجھے طلاق دے دے گا...... وہ کیا مجھے طلاق دے گا، میں نے خود خلع کے پیپرز تیار کروالیے ہیں۔ میں اور ابرار ان شاء اللہ جلد شادی کرنے والے ہیں۔"

"خلع......؟" وہ تو بھونچکا ہی رہ گیا۔

"بریک ٹائم ختم ہوگیا ہے۔ میں آفس جاتا ہوں، سر آپ بھی چلیں گے؟" ابرار ہاتھ پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے شائستگی سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں...... نہیں تم جاؤ...... میں تھوڑی دیر بعد آتا ہوں۔" وہ گہری سانس لے کر بولا...... ذہن میں لفظ طلاق

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

اور خلع ہی گردش کررہے تھے۔

"آئیں بھابی، میں آپ کو آپ کے گھر ڈراپ کردوں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا آگے بڑھا..... مائزہ بھی چپ چاپ اس کے پیچھے چل دی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے جو لفظ آپ نے منہ سے نکالا ہے جانتی ہیں وہ لفظ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا ناپسندیدہ اور کتنا مکروہ ہے؟" حسان نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"یہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی آسانی ہے جو میں لینا چاہتی ہوں۔ میرا یہ فیصلہ کوئی عجلت پسندی کا نتیجہ نہیں۔ میں نے چار سال ایک انسان نما جانور کے ساتھ گزارے ہیں۔ ابراہیم ایک جاہل، گھمنڈی اور پرلے درجے کا نفسیاتی مریض ہے۔ جس کا بہترین مشغلہ میری ذات پہ جی بھر کے کیچڑ اچھالنا ہے۔ دن ہو یا رات..... کوئی پل ایسا نہیں جب اس نے مجھے بدچلن، آوارہ اور بدکردار نہ کہا ہو۔" مائزہ کرب ناک لہجے میں بولی۔

"مگر ابراہیم کے اس شدید رویے کے پیچھے کوئی وجہ تو ہوگی۔" مائزہ کچھ جھجکی۔

"میری نسبت ابرار کے ساتھ بچپن ہی سے طے تھی مگر ابراہیم کے ابو یعنی میرے ماموں ہمیں ساری زندگی مالی طور پر سپورٹ کرتے رہے۔ بڑی دو باجیوں کی شادیوں کا خرچ اٹھایا، دونوں بھائیوں کی تعلیم کے اخراجات برداشت کیے۔ سو جب میں بالغ اور جوان ہوئی تو بچپن کی طے کردہ نسبت کو پس پشت ڈالتے ہوئے میرے ماں باپ نے ماموں کے احسانات کا بدلہ یوں اتارا کہ میری شادی ابراہیم جیسے خبطی اور سنگ دل انسان کے ساتھ کردی صرف یہ جواز بنا کر کہ ابرار غریب ہے، گھر کا واحد کفیل ہے، سیٹل ہوتے ہوتے عمر لگ جائے گی۔" مائزہ کی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہہ رہے تھے۔

"آپ یقین کریں حسان بھائی، ایک شریف اور تابع دار بیٹی کی طرح میں نے اپنے والدین کے فیصلے پہ سر جھکا کے پورے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ابراہیم کے ساتھ زندگی کا نیا سفر شروع کیا تھا مگر ابراہیم کو چونکہ میری اور ابرار کی محبت کا علم تھا، ہم کزنز تھے، اس لیے مجھے ذہنی طور پر ٹارچر کرنے کے لیے اس کے پاس بہانوں کی کمی نہ تھی۔ ہر وقت الزام، ہر وقت بہتان۔ کئی دفعہ مجھ پہ تشدد کرچکا ہے۔ کب تک ایسی ذلت بھری زندگی جیئوں؟ کیوں نہ ان الزامات کو سچ ثابت کردکھاؤں کہ واقعی ابھی بھی میرے دل میں ابرار کے لیے جگہ ہے۔" آنسو پونچھتے ہوئے مائزہ پرعزم لہجے میں بولی تو وہ گم صم سا سب سنتا رہا تھا۔

"شادی کو چار سال گزر گئے ہیں، میری گود ابھی تک سونی ہے۔ ابراہیم نے مجھے ماں بننے کا حق بھی نہیں دیا۔ کبھی بیوی سمجھ کر مجھے میری نظروں میں سرخرو نہیں کیا..... کم از کم ابرار کے گھر میں روکھی سوکھی کھا کر عزت سے تو جی لوں گی۔ دو بول محبت کے تو سن لوں گی۔ کم قیمت کپڑے پہن لوں گی مگر کوئی مجھے فاحشہ کے لفظ سے تو نہیں پکارے گا..... شفاف ماضی کو تو داغ دار نہیں کرے گا..... عالی شان گھر، مہنگے ملبوسات، لگژری لائف اسٹائل یہ سب شریک حیات کی محبت، احترام بھری نگاہ اور دو لفظ چاہت کے آگے کچھ بھی نہیں ہیں۔" مائزہ کھڑکی سے پار دیکھتے ہوئے کھوئے کھوئے انداز میں بول رہی تھی۔ ابراہیم کا گھر آ گیا تھا۔

"بھابی آپ گھر جائیں..... میں ابراہیم کی اچھے طریقے سے برین واشنگ کروں گا۔ ان شاء اللہ وہ ایک اچھا شوہر بن کر آپ سے پیش آئے گا۔ بس آپ نے انتہائی فیصلے تک نہیں جانا۔ جو آپ چاہتی ہیں وہ سب کچھ آپ کو ابراہیم کے توسط سے اسی گھر میں ملے گا۔" دھیمے، نرم اور پر خلوص لہجے میں اس نے مائزہ کو باور کرایا تو مائزہ نم آنکھوں کے ساتھ سر ہلا کر گھر میں داخل ہوگئی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

"یہ کون بول رہی تھی..... مائزہ یا حریم؟" وہ کافی دیر سے اسٹیرنگ پہ کہنی ٹکائے انگلیوں سے پیشانی مسل رہا تھا۔ عرق آلود پیشانی جو نادیدہ آئینے میں خود کو دیکھ کر ندامت سے تر ہو رہی تھی، جیسے مائزہ اس کے سامنے فکس کرکے جا چکی تھی۔

www.pakistanipoint.com

"وہ بھی تو اپنی جگہ پہ ابراہیم ہی تھا..... بظاہر اعلیٰ تعلیم یافتہ، سلجھا ہوا مگر اندر سے جاہل، منتقم مزاج، غیر متوازن شخصیت کا حامل انسان جس نے بے بنیاد ضد کی بناء پہ شریک حیات پہ خوشیوں کا در بند کر رکھا تھا۔ صرف وقاص کی معذوری کا بدلہ لینے کے لیے؟ زنوبیہ ہاتھ نہ لگی تو اس کی بہن کو ہی نشانے پر لے لیا۔ یہ نہ جانا کہ وہ اس کی زندگی میں نصف بہترین بن کر آئی تھی۔ بے قصور، بے گناہ سال بھر سے اس کی تلخ نوائی کو چپ چاپ سہہ رہی تھی۔ بنا حرف شکایت لبوں پہ لائے نویدہ کی بیٹی اور وقاص کی بہن بن کر سارے گھر میں چھائی ہوئی تھی اور ایک وہ جسے اپنا نام دے کر اس گھر میں لایا تھا اس کی محبت توجہ اور وارفتگی خود پہ حرام کیے بیٹھا تھا..... ہوگا کوئی نادان اس جیسا آج مائزہ اپنے شوہر ابراہیم کی کج ادائی کا دکھڑا اس کے سامنے رو رہی تھی ایسے حریم کسی ابراہیم کے سامنے اس کے رویہ پہ روئے۔

"نہیں..... حریم ایسا کبھی نہیں کرسکتی۔" اپنا خیال ہی اسے بچھو کے ڈنگ کی طرح لگا۔

ساری دنیا متاع ہے اور دنیا کی سب سے بہترین متاع نیک بیوی ہے۔ اس کی بیوی صرف نیک ہی نہیں، خوب صورت، خوش اخلاق اور سب سے بڑھ کر اسے ٹوٹ کر چاہنے والی تھی جو یقیناً اسے معاف کرنے میں لمحہ نہیں لگائے گی۔ اسی یقین کے ساتھ اس نے راستے سے پھولوں کے گجرے آئس کریم اور ڈھیر ساری چاکلیٹس خرید لی تھیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

"سنو..... آج رات باہر کھانا کھانے چلیں؟" چینج کرنے سے پہلے اس نے حریم سے پوچھا جو ابھی مغرب کی نماز پڑھ کے کمرے کی چیزیں ادھر سے ادھر کر رہی تھی۔

"کیوں کس خوشی میں؟" سنگھار میز پہ موجود چیزوں کی ترتیب ٹھیک کرتے ہوئے حریم نے نارمل انداز میں پوچھا..... آج حسان کے ہر انداز جداگانہ تھے۔ پھولوں کے گجرے، فریج میں موجود چاکلیٹس، آئس کریم تو چلو روز آتی تھی، سب سے بڑھ کر وجیہہ چہرے پہ چھائی نرمی اور دوستانہ تاثر۔

"کیوں کیا مطلب؟ یہ جو اتنے کپلز روز رات کو آؤٹنگ کے لیے نکلتے ہیں تو کوئی خوشی سیلیبریٹ کرنے کے لیے نکلتے ہیں؟ چلو اگر وجہ خوشی ہی بنتی ہے تو کیا یہ کم خوشی کی بات ہے کہ خاندان کا سب سے قابل، ہینڈسم اور کھاتا پیتا بندہ تمہارا شوہر ہے اور تم اس کے دل کی رانی ہو۔" حریم نے چونک کر حسان کی طرف دیکھا جو پراعتماد و شوخ نظروں سے اسے والہانہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"ہاں حریم..... واقعی تم میرے دل کی ملکہ ہو..... اس وقت سے جب محبت نے اپنا بھید مجھ پہ کھولا تھا۔ امی جب بھی وقاص بھائی اور زنوبیہ کی شادی کی بات کرتیں تو میرے ساتھ تمہارا نام ہی لیتی تھیں..... میں وقاص بھائی کی طرح کبھی شدید اور طوفانی محبت کا مظاہرہ نہ کرسکا تھا مگر یہ سچ ہے میری شروع ہی سے تم پہ بری نظر تھی۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے شریر انداز میں بولا تو حریم کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔

"ہاں جان..... اس خوبرو بندے کے دل پہ روزِ اول ہی سے تمہارا قبضہ ہے۔ یہ تو بیچ میں وقاص بھائی والا حادثہ پیش آ گیا تو نجانے کہاں سے میرے اندر اتنا زہر بھر گیا تھا اوپر سے تمہارا ضدی اور بے نیاز انداز مجھے غصہ دلاتا تھا اس لیے سال بھر میں اس حسن کے خزانے کو لاپروائی کی صندوق میں رکھ کر خود ظلم بلکہ ساتھ میں تم پہ بھی ظلم کرتا رہا۔" وہ حریم کو بانہوں کے گھیرے میں لے کر اس کے بالوں پہ نرمی سے بوسہ دیتے ہوئے اپنے کٹھور رویے کی معافی مانگ رہا تھا کہ یہی آئین وفا ہے اور حریم نے بھی بھرپور وارفتگی اور التفات کی خوشبو حسان پہ لٹائی کہ محبت کے چلن کا یہی دستور رہا ہے۔ یہی قانونِ فطرت ہے اور فطرت سے بھلا کون زیادہ دیر تک منہ موڑ سکتا ہے۔ اہل دل تو ہرگز نہیں۔

❁

www.naeyufaq.com

کھارے پانی جیسا

ثمینہ طاہر بٹ

اب کوئی کیا میرے قدموں کے نشاں ڈھونڈے گا
تیز آندھی میں تو خیمے بھی اکھڑ جاتے ہیں
شدتِ غم میں بھی زندہ ہوں تو حیرت کیسی
کچھ دیے تند ہواؤں سے بھی لڑ جاتے ہیں

بعض اوقات ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ جس پیار کی تلاش میں ہم اپنا سب کچھ وار دیتے ہیں، جان بوجھ کر اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی ایسی اندھی کھائی میں جا گرتے ہیں۔ جس سے رہائی ممکن ہی نہیں ہوتی اور پھر یوں ہوتا ہے کہ وہ پیار ہمیں حاصل بھی ہو جاتا ہے۔ ہمیں لگتا ہے کہ ہم نے دنیا میں ہی جنت پالی ہو۔

"بابا...... وہ کیسی تھیں؟" اس کی بیٹی نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس انداز سے پوچھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بری طرح چونک گیا۔

"کون...... آپ کس کی بات کر رہی ہو بیٹا؟" خود کو بمشکل سنبھالتے ہوئے اس نے ڈوبتے دل کے ساتھ انجان بنتے پوچھا تو اس کی ذہین اور بے حد حسین بیٹی گہرا دکھ نگاہوں میں لیے اس کی سمت دیکھتی رہی۔

"بابا...... میں اب بڑی ہو گئی ہوں۔ بچی نہیں رہی۔ سب جانتی ہوں اور سب سمجھتی بھی ہوں۔ ساری عمر امی نے جس خیالی پیکر سے نفرت کرتے ہوئے آپ کی اور اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ ہمارا بچپن بھی برباد کیے رکھا، وہ خیالی پیکر ایک زندہ حقیقت ہے...... میں یہ راز جان چکی ہوں بابا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"رمشہ میری جان...... ایسا کچھ بھی نہیں ہے بچے۔ تمہاری امی کا مزاج ذرا تیز ہے۔ انہیں جلد ہی غصہ آ جاتا ہے۔ بس اسی لیے وہ غصہ کر جاتی ہیں ورنہ تو......"

"نہیں بابا...... اب آپ مجھے بہلا نہیں سکتے۔ میں جانتی ہوں۔ وہ جو کوئی بھی ہیں آپ "انہیں" ابھی تک بھول نہیں پائے۔ بابا پلیز ایک بار مجھے ان سے ملوا دیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ ایسا کیا ہے ان میں کہ امی ابھی تک ان کے حوالے سے خود کو ان سکیور محسوس کرتی ہیں۔ پلیز بابا۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے رمشہ نے ایک عجیب سی فرمائش کی تو وہ اپنی جگہ ساکت بیٹھا رہ گیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے سب کچھ دھندلاتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اس کی جان سے پیاری بیٹی کا چہرہ بھی اور اس کی جگہ ایک اور چہرے نے لے لی۔ ایسا چہرہ، جس میں آج بھی اس کی جان تھی۔ ایسا چہرہ، جسے دیکھنے کے بعد وہ کسی اور کو دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا تھا۔

"بابا...... بابا کیا ہوا آپ کو، آپ ٹھیک تو ہیں؟ بابا...... بھائی بابا کو دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔ بابا...... بابا۔" اس نے ساتھ چھوڑتے حواسوں اور بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ جو آخری آواز سنی تھی وہ رمشہ کی گھبرائی، بوکھلائی روتی ہوئی آواز تھی۔

❁......❁......❁......❁

اسے ہمیشہ سے ہی یہ لگتا تھا کہ وقت اس کی مٹھی میں ہے۔ وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت سمجھتی تھی کہ خاندان کا سب سے "حسین و جمیل" نوجوان اس کا جیون ساتھی بنا تھا۔ یہ الگ بات کہ قسمت نے یہ "ہیرا" اس کی جھولی میں ایسے ڈالا کہ سارا زمانہ دیکھتے کا دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔ وہ تو اپنے نصیبوں پر روزِ اول سے ہی نازاں رہی تھی۔ پانچ بہنوں سے چھوٹی تھی تو کیا ہوا؟ اپنی حسین ترین بہنوں کے پاسنگ بھی حسن نہیں رکھتی تو بھی کیا

www.pakistanipoint.com

فرق پڑنا تھا؟ وہ خوش نصیب تھی کہ اس کے آتے ہی نہ صرف باپ کا کاروبار چمکا بلکہ سالوں کے ترسے اس کے والدین کو بیٹوں کی نعمت ملی تھی۔ سو، وہ بختاور ٹھہرائی گئی تھی۔

اسے خوش بخت مان لیا گیا جب ایک کے بعد ایک اس کی ساری بہنیں اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان میں بیاہی گئیں بڑی باجی کو اباجی کے کزن نے اپنی بہو بنالیا۔ اس سے چھوٹی کو چچا کے دوست بہو بنا کر لے گئے۔ ان دونوں نے جاتے ہی ایسا چکر چلایا کہ ان سے چھوٹی دونوں ان کی دیورانیاں بن کر رخصت ہوگئیں۔ پانچویں بیٹی پر ان کے بیٹے کا دل آگیا اور پھوپو بڑی شان سے بھتیجی کو تین کپڑوں میں بہو بنا کر لے گئیں۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی اور آناً فاناً ہوا کہ سب کو بختاور کے نصیبوں پر رشک آنے لگا تھا۔ امی کا اعتقاد اس پر ایسا پکا ہو چکا تھا کہ گھر میں جب بھی کوئی نیک یا نیا کام کرنے کا سوچتیں تو بختاور بی بی کو پیر و مرشد بنا کر سامنے بٹھا لیا کرتیں۔ سب سے چھوٹی ہونے کے باوجود اس کی رائے کو خاص اہمیت دی جاتی، اسے ایسا پروٹوکول دیا جاتا کہ وہ اپنی نگاہوں میں ہی کئی فٹ بلند ہو جاتی۔

"بختاور کے ابا، اب تو خیر سے ساری بیٹیوں کے فرض سے فارغ ہوگئے۔ اب یہ چھوٹی ہی رہ گئی ہے۔ اس کا بھی کچھ سوچ لیں تو اچھا ہی ہے۔" امی کو جانے کیوں اپنے سارے بوجھ ایک ساتھ ہی اتارنے کی پڑی تھی کہ یسریٰ کی شادی کے چند ماہ بعد ہی اس کے لیے فکر مند ہوگئیں۔

"نہیں امی...... بختاور کے لیے آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسے میں اپنی دیورانی بناؤں گی۔ میری صارم سے بات ہوگئی ہے۔ آپ بس خاموش رہیں۔ وقت آنے پر ہم خود ہی سب کچھ کرلیں گے۔" یسریٰ نے باپ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ماں کو جواب دیا تو وہ خوشگوار حیرت میں گھری بیٹی کو دیکھنے لگیں۔

"یسریٰ......! تم علی کی بات کررہی ہو؟" امی سے اپنی خوشی سنبھالی نہیں جارہی تھی اسی لیے اپنی تسلی چاہی تھی۔

"جی امی، میں علی کی ہی بات کررہی ہوں۔ دیکھیں ناں بڑی چاروں تو ایک ایک گھر میں دو دو نپٹ گئیں، اب میں اپنے سسرال میں اکیلی کیوں رہوں؟ مجھے بھی تو مورل سپورٹ کے لیے اپنی سگی بہن کا ساتھ چاہیے ناں۔ بس اسی لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ بختاور کو میری دیورانی بنادیں۔"

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

"لیکن یسریٰ، علی کی بات تو اہل کے ساتھ تقریباً طے ہی ہے؟ خاندان میں سب کو پتا ہے۔ آپا نے مجھے خود بتایا تھا کہ علی اہل سے محبت کرتا ہے اس لیے وہ اس کی شادی....."

"بات ابھی طے نہیں ہوئی ابو۔ ابھی پھوپو اور پھوپا جان سوچ رہے ہیں اور رہی بات علی کی محبت کی تو محبت کا کیا ہے۔ جس کے ساتھ نکاح ہوگا، لامحالہ اس سے محبت بھی ہو ہی جائے گی۔ اس لیے آپ پریشان مت ہوں۔ علی تو میری بختاور کا نصیب ہی بنے گا بس۔ میں ان سب کی سوچ بدل دوں گی۔ دیکھ لیجیے گا آپ۔" اس نے باپ کی بات کاٹتے ہوئے اس انداز سے کہا کہ وہ بھی سوچ میں پڑ گئے۔

"یسریٰ..... میری بچی جو بھی کرنا بہت سوچ سمجھ کے کرنا۔ معاملہ خاندان کا ہے۔ اہل بھی تمہارے سگے چچا کی بیٹی ہے اور علی کی محبت بھی۔ آپا نے اگر صارم کی پسند پر تمہیں بہو بنالیا ہے تو علی تو ان کا لاڈلا اور چھوٹا بیٹا ہے۔ تم ایسی ویسی کوئی حرکت مت کرنا بیٹا کہ بعد میں تمہیں کوئی پریشانی ہو۔" ابو نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے ارادوں میں اٹل رہی پھر اس کی ماں اور بہنیں اس کے ساتھ تھیں۔ اسی لیے اسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی اور پھر شاید قسمت بھی ان کے ہی ساتھ تھی اس لیے ایک رات ابو ایسے سوئے کہ پھر دن کا اجالا دیکھنا انہیں نصیب ہی نہ ہوا۔ کہنے کو تو یہ بہت بڑا نقصان تھا، بیوی کے سر سے شوہر کا سایہ اور بچوں کے سر سے باپ کی شفقت کی ردا آ ہٹ گئی تھی مگر اس عظیم نقصان میں بھی انہوں نے اپنا فائدہ تلاش کر ہی لیا تھا۔

جب قسمت ان پر مہربان ہو رہی تھی تو وہ کیوں منہ موڑتیں اور پھر یسریٰ نے واقعی ایسا چکر چلایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے بختاور کو علی کی دلہن بنا کر اپنے سنگ لے گئی۔ پورے خاندان کی ہمدردیاں اس وقت ان کے ساتھ تھیں۔ اکلوتی پھوپو کو بھائی کی اچانک موت کا ایسا صدمہ پہنچا تھا کہ انہیں بیٹے کی آنکھوں میں سجے پہلے خواب کی جھلک بھی دکھائی نہ دی اور مرحوم بھائی اور بیوہ بھاوج کی آخری ذمہ داری کو بخوشی قبول کرتے ہوئے انہوں نے علی پر ایسا جذباتی دباؤ ڈالا کہ وہ کچھ بول ہی نہ سکا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

ہاسپٹل کے ٹھنڈے کاریڈور میں وہ جانے کب سے بیٹھی اپنی اجاڑ اور ویران آنکھوں کے ساتھ ٹھنڈے، خاموش آئی سی یو میں مختلف نالیوں اور مشینوں میں جکڑے اپنے "متاع حیات" کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی ساکت پلکیں جنبش کرنے سے عاری تھیں۔ خاموش لبوں میں دبی سسکیاں دعائیں بن کر نکلنا چاہتی تھیں مگر جانے وہ کون سا جذبہ تھا جو ان دعاؤں کو باہر آنے سے روک رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ آج اس کی ساری دعائیں رد کردی جائیں گی۔ واپس اس کے منہ پر ایسے ہی دے ماری جائیں گی، جیسے وہ ساری عمر اپنے سے وابستہ اس "شخص" کے خونی اور حقیقی رشتوں کی محبتوں، چاہتوں اور خلوص کو لالچ، مفاد اور فساد کا نام دے کر اس کے منہ پر دے مارا کرتی تھی۔ اس کی نگاہوں کے سامنے سے ایسے کئی مناظر گزرے تھے جو ناقابل بیان اور دوسروں کے لیے ناقابل برداشت رہے تھے مگر سب نے برداشت کیا تھا۔ اس کے خوف سے نہیں اپنی مروت اور اپنے بیٹے اور بھائی کی محبت میں۔

علی اس کا تھا۔ اس کی ملکیت کی طرح، جس پر وہ کسی دوسرے کا سایہ بھی برداشت نہیں کرسکتی تھی اور اب وہی علی اس کے سامنے لاچار اور بے بس پڑا زندگی اور موت سے لڑ رہا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کرسکتی تھی کہ موت سے کیسے لڑتی؟ زندگی بھر تو وہ سب سے لڑ لڑ کر علی کو سب سے "بچاتی" رہی تھی۔ علی کے ماں باپ، بھائی، بہن سب چھوٹ گئے تھے کیونکہ بختاور کو وہ لوگ پسند نہیں تھے۔ حتیٰ کہ اپنی سگی بہن سے بھی وہ جانے کب کا جیٹھانی، دیورانی کا رشتہ بنا چکی تھی۔ بہن، بہن کا ساتھ تو شاید اسی دن چھوٹ گیا تھا جب اس نے علی کے نام کی مہندی اپنے ہاتھوں میں رچائی تھی اور اب تو اس واقع کو بیتے بھی برسوں گزر گئے تھے مگر آج اسے سب یاد آرہا تھا۔ جیسے جیسے یادوں کی ریل چلتی رہی تھی، ویسے ویسے اس کی سانسیں سینے میں اٹکنے لگی تھی مگر زندگی کا پنجرہ ابھی بہت مضبوط تھا۔ وہ ساری عمر سمجھتی رہی کہ اس کی سانسوں کی ڈور علی کی سانسوں سے بندھی ہے۔ جیسے ہی وہ اس سے دور ہوا وہ مر جائے گی مگر اب وہ حیران تھی اسے اپنے آپ سے لحہ لحہ دور جاتا دیکھ رہی تھی مگر زندہ تھی۔ علی کی سانسیں ٹوٹ رہی تھیں مگر وہ سانس لے رہی تھی۔ پوری توانائی اور روانی کے ساتھ۔

"امی..... بابا ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ سنبھالیں خود کو اگر آپ اس طرح ہمت ہار جائیں گی تو ہم کیا کریں گے۔ پلیز امی ہماری خاطر۔ بابا کی خاطر پہلے کی طرح اسٹرونگ ہو جائیں ناں..... پلیز امی۔" عبدالہادی سے ماں کی یہ حالت دیکھی نہیں گئی تو وہ ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اپنا مضبوط بازو ان کے شانے پر پھیلا کر انہیں ساتھ لگائے نرمی اور محبت سے بھرے انداز میں

www.paksociety.com

اسے تسلی دینے لگا۔ بختاور نے پہلی بار علی سے نگاہیں ہٹا کر اپنے ساتھ جڑ کر بیٹھے اپنے بیٹے کو دیکھا اور تھکاوٹ کا ایک گہرا احساس انہیں ہونے لگا۔

"میرا بچہ، میرے علی کا عکس۔ اگر کل کو کوئی مجھ جیسی بختاور اسے مجھ سے چھین لے..... تو..... تو میں کیا کروں گی؟ شاید میں بھی پھوپو کی طرح رو رو کر مر جاؤں یا پھوپا جان کی طرح صبر کی بھاری سل اپنے دل پر رکھ کر کہیں کنارہ کر جاؤں مگر نہیں..... میں پھوپو یا پھوپا جان کی طرح صابر اور شاکر نہیں..... میں تو بختاور ہوں۔ ایک حاکم اور منتقم مزاج عورت..... نہیں..... نہیں..... میں عبدالہادی کو کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی..... میں نے تو کبھی علی کو کسی کے ساتھ شیئر نہیں کیا تو عبدالہادی تو پھر میرا اکلوتا بیٹا ہے۔" ان کی سوچیں جانے کہاں سے کہاں جا نکلی تھیں۔ عبدالہادی گہری نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کا بیٹا تھا۔ ان کی سوچ پڑھ سکتا تھا، اس وقت بھی وہ جان گیا کہ ماں کیا سوچ رہی ہیں۔ سو ایک بار پھر انہیں ساتھ لگا کر ان کا ماتھا چوما۔

"امی..... مت پریشان ہوں۔ میں بھی آپ کا ہوں اور بابا بھی آپ کے ہی ہیں۔ ہم نے آپ کے ساتھ ہی رہنا ہے۔ آپ کے پاس۔ آپ کے سوا ہمارا اب ہے ہی کون۔ اس لیے بے فکر ہو جائیں۔ بابا جلد ٹھیک ہو جائیں گے پھر ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ جیسا کہ آپ چاہتی ہیں میں اور رمشہ بابا کو منا لیں گے۔ وہ ہماری بات نہیں ٹالیں گے۔ بس، بابا ایک بار گھر آ جائیں پھر ہم لندن شفٹ ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔ آپ بس....."

"عبدالہادی..... علی ٹھیک ہو جائیں گا ناں؟ وہ میرے ہیں مگر مجھ سے خفا ہیں، کہیں مجھے چھوڑ تو نہیں جائیں گے ناں؟" عبدالہادی کی بات کاٹتے ہوئے انہوں نے ڈر ڈر کر کہا تو عبدالہادی کو ان پر ترس آیا۔

"امی..... بابا آپ کے ہی ہیں۔ وہ آپ سے خفا نہیں ہیں۔ بس خاموش رہتے ہیں اور یہ ان کی عادت ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بابا کو تنہائی اور خاموشی پسند ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ناں کہ وہ ہم سے ناراض ہیں۔ امی بابا تو مجسم محبت ہیں۔ وہ کسی سے کیسے خفا ہو سکتے ہیں بھلا۔ آپ ایسی باتیں سوچ سوچ کر خود بھی پریشان ہوتی ہیں اور ہم سب کو بھی پریشان کرتی ہیں۔ پلیز امی پریشان نہ ہوں۔"

"عبدالہادی..... میں اپنا جملہ بدلتی ہوں۔ میں اپنا بیان بدلتی ہوں اور میں اپنا نظریہ بھی بدل رہی ہوں۔ میں علی کی ہوں اور علی..... علی کس کا ہے؟ یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی۔" بختاور نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کچھ اس انداز سے کہا کہ ایک لمحے کو تو وہ بھی سن ہو کر رہ گیا۔

"میں گھر جا رہی ہوں۔ بہت تھک گئی ہوں۔ کچھ دیر آرام کروں گی۔ تم علی اور رمشہ کو لے کر آ جانا۔ میں تم تینوں کا انتظار کروں گی۔" وہ آہستگی سے اس کا بازو اپنے شانے سے ہٹا کر اٹھیں اور بغیر اس کی طرف دیکھے باہر کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

"امی رکیں..... امی میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔" وہ فوراً سے اٹھا اور اسی لمحے ڈاکٹر تیزی سے آئی سی یو کی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ بختاور اور عبدالہادی جہاں کے تہاں کھڑے کے کھڑے ہی رہ گئے تھے۔

❀.....❀.....❀.....❀

علی کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک حسین گلستان میں پایا۔ ایسا خوب صورت نظارہ اس نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ ہر طرف دلنشیں اور دلنواز پھول کھلے تھے۔ ان رنگ برنگے خوشنما پھولوں پر حسین و رنگین تتلیاں منڈلا رہی تھیں۔ کچھ فاصلے پر ایک اور خوب صورت نظارہ اس کی بصارتوں کا منتظر تھا۔ ایک خوب صورت پہاڑی سے جھرنا پھوٹتا، انوکھی البیلی نار کی طرح لہراتا بل کھاتا وادی میں گرتا چشمے کی صورت اس گلشن کو سیراب کر رہا تھا۔ وہ پوری طرح ان نظاروں میں کھو گیا تھا۔

"علی..... آئیں ناں..... آ جائیں، میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی اور آپ نے آنے میں اتنی دیر کر دی۔ اب وہاں اتنی دور کھڑے کیا دیکھ رہے ہیں۔ آئیں یہاں بیٹھیں میرے پاس۔" وہ جانے کب تک ان نظاروں میں ہی کھویا رہتا کہ اس کے کانوں میں زندگی کی محبت سے لبریز آواز آئی۔

"اہل..... میری زندگی..... تم..... تم یہاں اور میں، میں تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈتا رہا ہوں؟" لہراتے بل کھاتے جھرنے کے نیچے ایک اونچے سے پتھر پر بیٹھی وہ چشمے کے ٹھنڈے پانی میں پاؤں ڈالے اسے اپنی طرف بلا رہی تھی اور اس پکار کا انتظار تو اسے برسوں سے تھا۔ اسی لیے وہ بے تابی سے اس کی طرف لپکا اور اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ وہ آج بھی ویسی ہی حسین تھی۔ نرم و نازک کلیوں کی مانند۔ ویسی ہی جوان، گل رعنا کے حسین پھول کی طرح تر و تازہ۔ وہ اہل کو وارفتہ

www.paksociety.com

نگاہوں سے نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

"علی..... ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟" اس کی مسکراہٹ آج بھی بجلیاں گرانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

"اپنی زندگی کو دیکھ رہا ہوں۔ تم مجھ سے دور کیا ہوئیں۔ ساری خوشیاں ہی مجھ سے روٹھ گئیں۔ تم نے ایک بار بھی میرے بارے میں نہیں سوچا اہل؟ میں تمہارے بغیر کیسے جیوں گا، کیسے زندہ رہوں گا تمہاری محبت کے بغیر؟ تمہیں ایک بار بھی میرا خیال نہیں آیا۔ میرے پیار میں کوئی کمی دیکھی تھی تم نے جو اس طرح مجھے چھوڑ کر یہاں چلی آئیں؟ بولو ناں اہل۔ جواب دو۔"

"میں آپ سے دور کہاں تھی علی؟ آپ نے تو کبھی مجھے خود سے دور ہونے ہی نہیں دیا۔ میرا خیال، میری چاہت، میری محبت، سب آپ ہیں پھر آپ نے ایسا کیوں کیا علی؟ میں تو آپ کا ماضی تھی اور ماضی تو بھول جانے کے لیے ہوتا ہے۔ حال میں جینا ہی عقل مندی ہوتی ہے علی اور آپ تو بہت عقل مند تھے پھر آپ نے ایسی بیوقوفی کیوں کی؟ اپنے حال کو ماضی میں دفن کر دیا اور اپنے مستقبل کے ساتھ ساتھ اپنے سے وابستہ سب رشتوں کا مستقبل بھی داؤ پر لگا دیا۔ کیوں علی..... کیوں؟ کیوں کیا آپ نے ایسا۔" وہ اس سے کیا پوچھ رہا تھا اور جواب میں وہ اسے کیا سنا رہی تھی۔ علی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

"علی..... آپ واپس چلے جائیں۔ یہ دنیا آپ کے لیے نہیں ہے۔ آپ اگر مجھ سے سچا پیار کرتے ہیں تو اسے رسوا مت کریں۔ مجھے اور میری محبت کو اپنے دل کے ایسے گوشے میں ہمیشہ کے لیے دفن کر دیں، جہاں تک صرف آپ کی یادوں کی رسائی ہو۔ دنیا اور دنیا والے اس پاک محبت تک کبھی نہ پہنچ پائیں۔ بس میری آپ سے یہی التجا ہے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔

"اہل..... تم ایک بار پھر مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو؟ مجھے، میرے پیار کو ٹھکرا رہی ہو۔ نہیں اہل نہیں۔ اس بار ایسا مت کرنا۔ پلیز مجھے یہاں رہنے دو ناں۔ یہاں کتنا سکون ہے اور میں کب سے سکون کو ترستا رہا ہوں۔ مجھے تھوڑا سا سکون چاہیے، تھوڑی سی راحت اور تمہارا ہمیشہ کا ساتھ۔ بس اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں مانگ رہا میں۔ پہلے بھی کچھ نہیں مانگا تھا، اب بھی کچھ نہیں مانگ رہا۔ پلیز اہل..... بختاور کا پیار میرے لیے کسی قید سے کم نہیں۔ اس کے سمندر جیسے کھارے پانی جیسے پیار نے مجھ سے میری ساری خوشیاں چھین لیں۔ تم مجھے اب خود سے دور مت کرو اہل۔ مان جاؤ میری بات۔" اسے خود سے دور ہوتے دیکھ کر وہ تڑپ اٹھا۔ اہل نرم سفید بادلوں میں چھپتی جا رہی تھی اور وہ کھڑا اسے پکار رہا تھا۔

"نہیں علی..... یہ ممکن نہیں۔ آپ واپس جائیں اور اپنی ذمہ داریوں کو اسی طرح نبھائیں، جس طرح میں آپ سے توقع رکھتی تھی۔ میری آپ سے یہی درخواست ہے۔ مجھے بھول جائیں، اگر نہیں بھول سکتے تو یاد بھی مت کریں۔ اپنے ساتھ موجود زندہ انسانوں سے بھی پیار کرنا سیکھیں۔ اگر بختاور کا پیار آپ کے لیے کھارے پانی جیسا ہے تو آپ اس میں اپنے پیار کا شہد ملا لیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کے پیار کا شہد بختاور کے پیار کو بھی میٹھا کر دے گا۔ جائیں علی انہیں بھی آپ کی محبت کی ضرورت ہے۔ آپ ان کے پیار سے پیار کریں۔ آپ دیکھیے گا کہ آپ کی زندگی میں کیسا سکون در آئے گا۔" اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی تھی اور وہ وہیں کھڑا اس کی آواز کی بازگشت میں کھویا ہوا تھا۔

❁.....❁.....❁

ٹھنڈے سرد آئی سی یو میں ہوش و خرد سے بیگانہ لیٹے وجود کی سانسیں آہستہ آہستہ زندگی کا ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ اس کے سرہانے مستعد کھڑی نرس مانیٹرنگ مشینز کی لحہ بہ لحہ بدلتی صورت حال کو تشویش سے دیکھتی اہم پوائنٹس نوٹ کر رہی تھی۔ یہ مریض ان سب کے لیے بہت اہم تھا۔ اس ہاسپٹل کے ڈین سر مرتضیٰ میر کا سالا اور بچپن کا دوست علی، جس کی حالت میں گزشتہ پندرہ دنوں سے رتی برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ برین ہیمرج کے شدید اٹیک کے بعد جب اسے فوری طور پر یہاں لایا گیا تھا تو ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس کا علاج کیا جانے لگا تھا مگر یہ مریض بجائے بہتری کی طرف آنے کے، آہستہ آہستہ موت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہوش میں آنے کی بجائے وہ کومے میں جا چکا تھا اور اب ڈاکٹر مرتضیٰ سمیت سب ہی کسی معجزے کے منتظر تھے۔

"اہل..... اہل....." اور معجزہ ہو گیا۔ علی کے بظاہر بے جان وجود کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ مانیٹرنگ مشین میں ہلچل مچی اور نرس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ڈاکٹر کے کمرے میں وائرلیس پیغام پہنچایا۔ پیغام کے ملتے ہی ڈاکٹر مرتضیٰ کی معیت میں دیگر ڈاکٹرز کی ٹیم آئی سی یو میں آن پہنچی اور تندہی سے اپنے کام میں جت گئی تھی۔

"اہل..... اہل۔" پندرہ دنوں کی بے ہوشی اور بے خبری کے بعد اس کے منہ سے ادا ہونے والے اس پہلے نام نے مرتضیٰ کو

چونکا گیا۔

"پھوپا جان! بابا..... میرے بابا اب کیسے ہیں؟" انہوں نے جیسے ہی آئی سی یو سے باہر قدم رکھا، رمشہ اور عبدالہادی ان کی طرف لپکے۔ رمشہ کی تو جان ہی اپنے بابا میں تھی۔ اس کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔

"رمشہ بیٹا، بی بریو۔ علی اب بالکل ٹھیک ہے ماشاء اللہ۔ ہوش آگیا ہے اسے۔ بھابی آپ کو علی کی دوسری زندگی بہت بہت مبارک ہو۔" مرتضیٰ نے رمشہ اور عبدالہادی کو ایک ساتھ بانہوں میں بھرتے ہوئے کہا تو وہ دونوں اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگے اور بختاور کٹی شاخ کی طرح وہیں گرتی چلی گئی۔

"امی..... بھائی..... اوہ..... نو..... نرس..... اسٹاف..... پلیز..... کوئی ہماری مدد کرے۔" بختاور کو گرتے دیکھ کر سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے سب اس کی طرف لپکے۔ یہ خوشی کی انتہا تھی یا شرمندگی کا احساس کہ وہ ایک لمحہ بھی اپنے قدموں پر کھڑی نہ رہ پائی اور بے ہوش ہو کر اسی ہاسپٹل کے دوسرے کمرے میں ایڈمٹ ہوگئی تھی۔

"علی..... بس بہت ہوگیا یار۔ سنبھل جاؤ اب۔ اسے میری لاسٹ وارننگ سمجھو۔ اب اگر تم نے خود پر کسی بھی قسم کا ڈپریشن سوار کرنے کی کوشش کی تو تمہارے لیے اچھا نہیں ہوگا۔ دوبارہ زندگی ہر کسی کو نہیں ملتی اور نہ ہی ایسے معجزے بار بار ہوتے ہیں۔" پرائیویٹ روم میں شفٹ کرنے سے پہلے ڈاکٹر مرتضیٰ نے اس کی کلاس لینا ضروری سمجھا اور وہ جواب میں سوائے ایک تھکی تھکی سی مسکراہٹ کے اور کچھ دے نہیں پایا تھا۔ وہ بہت تیزی سے صحت یاب ہو رہا تھا۔ بختاور بھی ایک دو دن میں سنبھل گئی تھی۔

❁.....❁.....❁

"علی..... مجھے معاف کردیں۔ میں نے آپ کو چاہا، یہ میری غلطی نہیں تھی۔ چاہت اور محبت پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ یہ آپ بھی اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ پیار تو انسان کو کسی سے بھی ہوسکتا ہے اور اگر سامنے آپ جیسی وجیہ شخصیت کا حامل انسان ہو تو پھر مجھ جیسی جذباتی اور انا پرست عورت کا عشق میں گرفتار ہوجانا کچھ ایسا غلط بھی نہیں مگر میں مانتی ہوں۔ میں نے ایک غلطی کی، ایک بھول، ایسی بڑی بھول جس نے میرے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی کو بھی منجدھار میں پھینکا۔ مجھے معاف کردیں علی، میں نے آپ کا پیار پانے کے لیے آپ کے اور اہل کے پیار میں زہر گھول دیا۔" وہ کہہ کر رونے لگی تو علی نے اس کو بانہوں میں تھام لیا۔

"بختاور!..... تم بھی مجھے معاف کردو۔ میں نے تمہارے پیار کی شدت کو پہچاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس رشتے کو ایک بوجھ اور تمہیں غاصب، خائن سمجھ کر کبھی قابل توجہ ہی نہیں جانا۔ مجھے بھی معاف کردو بختاور۔ زیادتی اگر تمہاری طرف سے ہوئی تو ہمیشہ کوئی نہ کوئی کمی میری طرف سے بھی رہی ہے۔" علی نے کہا۔

"علی..... آپ نہیں جانتے۔ میں بہت بری ہوں۔ اپنی انا اور ضد کے پیچھے میں نے پورا خاندان تباہ کردیا۔ اپنے بھائی بہنوں کو تو چھوڑ ہی آپ سے آپ کے سارے رشتے بھی چھین لیے۔ میں نے کبھی بھی آپ کو اپنا شوہر، اپنے بچوں کا باپ نہیں سمجھا۔" وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی اور علی اس کا یہ روپ دیکھ کر دنگ ہوا جا رہا تھا۔

"امی..... بابا آپ دونوں کو اس طرح ایک ساتھ دیکھنا میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ آج میں بہت بہت خوش ہوں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے میری یہ خواہش پوری کردی۔ ہے ناں بھائی۔" رمشہ اور عبدالہادی جانے کس وقت اندر آگئے تھے، انہیں پتا ہی نہیں چلا اور جب رمشہ نے آگے بڑھ کے ماں، باپ دونوں کو روتے دیکھا تو ماں سے لپٹ گئی۔

"بابا..... یہ ہماری زندگی کا سب سے اسپیشل دن ہے۔ اس لیے ہم اسے اسپیشل انداز سے سلیبریٹ کریں گے۔ دیکھیں، ہم نے آپ دونوں کے لیے خود کیک بنایا ہے اور یہ فلاورز بھی آپ دونوں کے لیے ہی ہیں۔ سرپرائز انجوائے۔" عبدالہادی جو چند منٹ پہلے باہر گیا تھا، واپس آیا تو ٹرے میں سجا کیک اور پھول اس کے ہمراہ تھے۔ اس نے ٹرے علی کے سامنے رکھی تو بختاور اور علی نے ایک ساتھ خوب صورتی سے تازہ بنے کیک کو دیکھا۔

"امی، بابا کیک کاٹیں ناں۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا پھر ہمیں ڈنر پر باہر بھی جانا ہے ناں بابا۔" عبدالہادی نے کہا۔

"مگر نہیں اب اور نہیں اب میں اپنے بچوں کو مزید بربار نہیں ہونے دوں گی۔ اللہ نے مجھے ایک اور موقع دیا ہے تو میں اس سے فائدہ ضرور اٹھاؤں گی اور اپنے گھر کو واقعی جنت کا گہوارہ بنا کر دکھاؤں گی۔ ان شاء اللہ۔" بختاور نے علی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتے ہوئے ایک عزم سے سوچا اور پھر مسکراتے ہوئے علی کے ساتھ مل کر کیک کاٹنے لگی تھی۔

❁

:www.naeyufaq.com

گلابی شام

قرۃ العین سکندر

اے میرے احساسِ جنوں کیا مجھے دینا
دریا اسے بخشا ہے صحرا مجھے دینا
اک درد کا میلہ کہ لگا ہے دل و جاں میں
اک روح کی آواز کو رستہ مجھے دینا ہے

نرگس والدین کی وفات کے بعد اپنی نانی کے پاس آ گئی تھی۔ زندگی نے جیسے اس کے ساتھ مذاق کیا تھا۔ اداس و مضمحل سی، خود میں سمیٹے حزن وملال کا پیکر بنی نجانے کون سے خیالات میں گم رہتی تھی۔

نانی اس کی محرومی پر کڑھتی تھیں مگر وہ چاہ کر بھی والدین کی کمی شفقت کا خلا پر نہیں کر پا رہی تھیں۔ یہاں ننھیال میں اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک بھی نہیں ہو رہا تھا۔ ماموں جان نے تو خوش دلی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی تھی مگر ممانی جان کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ موڈ حد درجہ خراب تھا۔

"کب تک رہے گی یہ یہاں؟" پہلا سوال ہی مائرہ بیگم کا یہ تھا۔ تب خورشید صاحب نے ان کے سوال کا جواب دیا تھا۔

"یہ میرا گھر ہے، میری بھانجی تاعمر بھی یہاں رہے تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" نانی نے فخریہ انداز میں اپنے ہونہار سپوت کو دیکھا تھا۔

انہیں درحقیقت صرف اپنے بیٹے خورشید سے ہی امیدیں وابستہ تھیں کہ وہ ان کی بیٹی کی نشانی کی قدر کرے گا۔ اس کو بوجھ سمجھ کر اس سے ناروا سلوک نہ کرے گا اور نہ ہی اہل خانہ سے کروائے گا۔ سائرہ بیگم اس وقت تو مصلحتاً خاموش ہوگئی تھی۔ مگر اس کے بعد اس نے نرگس سے دشمنی پال لی تھی۔ اٹھتے بیٹھتے نرگس کو طعنے دیے جاتے تھے۔ صحیہ اور شیبہ سے کام لینے کی بجائے اب گھر گھر ہستی کی ساری ذمہ داریاں سائرہ بیگم نے نرگس کے ناتواں کندھوں پر ڈال دی تھیں۔

نرگس بھی ماموں کے احسان تلے خود کو محسوس کرتی تھی، تب ہی خاموشی سے کولہو کے بیل کی مانند سارا دن کاموں میں جتی رہتی تھی پھر بھی سائرہ بیگم کے ماتھے کے بل کم نہ ہوتے تھے۔

جب خورشید صاحب گھر میں قدم رکھتے تھے تو پہلی آواز ہی وہ نرگس کو دیتے تھے۔ اس کی صدا پڑتی اور وہ لپک کر ماموں کے سامنے حاضر ہو جاتی تھی۔

"لو بیٹا میں یہ پھل لایا تھا۔ کھاؤ اور اپنی بہنوں کو بھی کھلاؤ۔" یہ خورشید صاحب کی محبت تھی اور اللہ کا خوف بھی مگر سائرہ بیگم کو خورشید صاحب کے یہ طور طریقے قطعاً پسند نہ تھے۔

"لو بھلا یہ کیا تک ہوئی اپنی اولاد کو محرومی کا احساس دلا کر دوسروں کے بوجھ اٹھاتے پھرو۔" سائرہ بیگم کا انداز کڑھنے

www.pakistanipoint.com

والا ہوتا۔

"نیک بخت۔ تم نہیں سمجھو گی۔ وہ ایک خوش حال بلکہ مالی لحاظ سے ایک اعلیٰ خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے چچا نے تمام جائیداد پر ناجائز قبضہ کرلیا ہے۔ میں نے صرف اس لیے کوئی آواز بلند نہیں کی کہ میری اس بات کو لالچ کے زمرے میں تولا نہ جائے۔ وقت آنے پر میں اپنی بھانجی کو اس کا حق بھی دلاؤں گا مگر فی الوقت وہ میری ذمہ داری ہے اور میں جانتا ہوں کہ صبیحہ اور شبیہ ذمہ دار اور سمجھ دار بچیاں ہیں۔ وہ تو ایسا محسوس بھی نہ کریں گی۔ بخدا تم ان کے دلوں میں کوئی فتور پیدا نہ کرو۔" خورشید صاحب نے ناصحانہ انداز اپنایا تھا مگر وہ سائرہ بیگم ہی کیا جو ٹس سے مس ہو جائیں۔

"سنو یہ سارے کپڑے دھو دو۔ سارا دن تمہیں کام ہی کیا ہوتا ہے۔" ایک انبار تھا گندے کپڑوں کا جو اس کے سامنے ڈھیر کی صورت رکھ دیا گیا تھا۔

سائرہ بیگم کی بات کا جواب نرگس دے سکتی تھی کیونکہ ان دنوں وہ اپنے فائنل بی اے کی تیاری میں مصروف تھی۔ ماموں نے تو بہت زور دیا تھا کہ تم باقاعدہ کالج میں داخلہ لے لو اور پھر جو سال ضائع ہوا ہے وہ بھی پورا ہو جائے گا مگر یہ نرگس کی ہی ضد تھی کہ وہ پرائیویٹ ہی بی اے کرے گی مگر اب وہ پچھتا بھی رہی تھی۔ بات کاموں کی نہ تھی۔ کام کاج کرنا تو اس کی عادت بن چکی تھی۔ اصل مسئلہ وقت کی قلت تھی، اس کا کوئی مقررہ وقت نہ تھا جب وہ تعلیم کے حصول کے لیے کوشش کرتی۔ ہر کام اس کے ذمے ڈال دیا جاتا تھا۔ جب ایک کام سے فراغت حاصل ہوتی تو دوسرا کام اس کے سر پر ڈال کر نجانے سب کہاں گم ہو جاتے تھے۔ محرومیوں نے آج اسے یہ وقت دکھلایا تھا۔ نانی کا خوب جی کڑھتا تھا۔

ایک دن تو حد ہی ہو گئی۔ صبح سے جو نرگس کاموں میں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

لگی شام کے سائے پھیل گئے مگر کام تھے ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ جب وہ آرام کرنے کی غرض سے کمرے میں آئی تو سائرہ بیگم پیچھے پیچھے چلی آئی تھیں۔

"یہ کپڑے ہیں ہفتہ بھر کے استری کردو۔ بچیاں تھکی ہوئی آئی ہیں آرام کی بھی فرصت نہیں ہوتی۔"

"کچھ تو اللہ کا خوف کرو سائرہ۔ تم بھی ماں ہو اور بیٹی کا دکھ سمجھتی ہو۔ اگر آج اس کی ماں زندہ نہیں رہی تو تم نے اتنا ظلم کرنا شروع کردیا۔ کچھ لحاظ میرا یا خورشد کا ہی کرلیتیں۔" نانی نے تاسف سے کہا۔

"آپ تو رہنے ہی دیں۔ آپ کا ہی کیا دھرا ہے اور لحاظ ہی ہے جو اس منحوس کا وجود برداشت کررہی ہوں۔ جو اپنے والدین کو نگل گئی، نجانے اب یہاں کون سی نحوست پھیلائے گی۔" سائرہ بیگم نے بھی دوبدو جواب دیا۔

"اللہ سے ڈرو نحوست کیسی؟ اس کے والدین تو کار حادثے میں جان بحق ہوئے اور اللہ کو پیارے ہوگئے اور اس میں اس بے چاری کا کیا قصور؟ اس نے خوشی خوشی اپنے والدین کو وداع کیا تھا کہ آج اس بچی کی زندگی تھی، ورنہ جب وہ جارہے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوتی۔" نانی آبدیدہ ہوئیں۔ اچانک ہی ان کی نظروں کے سامنے ان کی بیٹی کا چہرہ آ گیا تھا۔

"نانی..... آپ دکھی نہ ہوں۔ رہی بات کاموں کی تو یہ کوئی بوجھ نہیں ہے۔ مجھے تو خوشی ہوتی ہے، میں مامی کے کسی کام آسکوں۔" نرگس مزید بحث اور تکرار سے بچنے کی خاطر اپنے تھکن زدہ وجود کو لیے اٹھ گئی تھی۔

⁂......⁂......⁂

"السلام علیکم!" حمزہ نے ادب سے نانی کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! جیتے رہو۔ بیٹا کیسے ہو تمہارے والدین کیسے ہیں؟" نانی نے حمزہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

"جی میں ٹھیک اور گھر میں بھی سب ٹھیک ہیں۔ نرگس کیسی ہے؟" حمزہ نے متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔

"کیسی ہوگی؟ تم لوگوں نے تو پلٹ کر خیریت تک نہ لی۔" شکوہ نانی کے لبوں سے پھسلا۔ جو برحق بھی تھا۔ حمزہ نادم سا ہوگیا۔

"میں جانتا ہوں بابا نے حق تلفی کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ از خود انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوجائے۔ امی بھی نرگس کو یاد کرکے روتی رہتی ہیں۔" حمزہ کا لہجہ شرمسار رہا۔

"بیٹا..... یہاں وہ خوش نہیں ہے۔ جیسا بھی تھا والدین نہ رہے۔ گھر تو اس کا اپنا تھا ناں۔" نانی نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" وہ اس قدر ہی کہہ سکا۔

"برا مت منانا بیٹا۔ تم اب یہاں مت آیا کرو۔ اگر آنا ضروری ہو تو اپنی ماں کے ساتھ آیا کرو۔ یوں تمہارا تنہا آنا اب مناسب نہیں ہے۔" نجانے نانی کا مفہوم اور مدعا کیا تھا، مگر حمزہ بے حد پریشان ہوگیا۔ آخری الفاظ سائرہ بیگم نے سن لیے تھے۔

"ارے کیوں نہ آئے، بچہ اپنے ہی گھر آیا ہے۔ صبیحہ جلدی آؤ۔ دیکھو تو حمزہ آیا ہے۔ چائے لے آؤ۔" سائرہ جو صبیحہ کو کسی کام کے لیے کبھی بھی نہیں کہتی تھیں اب صبیحہ کو آواز دے رہی تھیں۔ صبیحہ بھی جیسے اس آواز کی منتظر تھی۔ جھٹ بال سنوارتی باہر لپکی۔

"ارے آپ آئے ہیں کیسے ہیں آپ؟" صبیحہ کے انداز میں مصنوعی اپنائیت کے گہرے رنگ تھے۔ صبیحہ کے انداز پر حمزہ بوکھلا سا گیا۔ وہ تو یہاں فقط نرگس کے لیے آیا تھا۔

نرگس جب آنکھوں کے سامنے تھی اسے کبھی احساس ہی نہ ہوسکا تھا کہ وہ نرگس کے لیے مخصوص جذبات رکھتا ہے۔ اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں نقش چہرہ نرگس کا ہی تھا۔ جب اسے اس بات کا ادراک ہوا تب تک نرگس اپنے ماموں کے یہاں جاچکی تھی۔ حمزہ نے اپنے دل کی بات اپنی ماں سے کی تھی اور انہیں بھی حمزہ کی پسند پر ناز تھا مگر قدرت کی ستم ظریفی ایسی تھی کہ شاہد صاحب کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھ گئی تھی۔ یتیم بھتیجی کی ساری جائیداد پر قابض ہونے کے خواب ان کی آنکھوں میں جم گئے تھے۔ اسی لالچ کے تحت اب وہ اسے گھر میں بھی رکھنے کے روادار

نہ تھے۔اس لیے جب نانی نے محض چند دن کے لیے اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو کسی نے اعتراض نہ کیا۔اگرچہ سدرا بیگم چاہتی تھیں کہ بچی نہ جائے مگر شوہر کے سامنے بے بس تھیں۔وہ چاہ کر بھی نرگس کو روک نہ پائی تھیں۔

صبیحہ چائے بنالائی تھی۔فریج میں جو کباب نرگس نے تیار کر کے رکھے تھے۔وہ بھی صبیحہ تل کر لے آئی۔

”یہ کباب بھی لیں ناں میں نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہیں۔“ صبیحہ کو کسی سبق کی ضرورت نہ تھی۔وہ اپنے اندر ہی ایک اکیڈمی تھی۔اب تک جس کے دیدار کی آس اور طلب لیے وہ بیٹھا تھا، اسے کپڑوں کا ڈھیر دے کر سائرہ بیگم نے اسے کام میں لگادیا تھا یوں وہ گھر کے عقبی جانب کام میں ہی مصروف تھی۔

گھنٹہ بھر بھی اگر حمزہ بیٹھتا تو اس کا فارغ ہونا ممکن نہ تھا۔یہ ایک سوچی سمجھی سائرہ بیگم کی منصوبہ بندی تھی۔

”اچھا اب میں چلتا ہوں۔“ گھنٹہ بھر نرگس نظر نہ آنے کے بعد حمزہ مایوس سا لوٹنے والا تھا۔جب وہ آگئی۔

گیلے کپڑے سرخی مائل سفید رنگ اور بڑی سیاہ آنکھیں گھنیری پلکیں، دلکش نقوش لیے بکھری لٹوں کے ساتھ وہ سیدھی دل میں اترتی جارہی تھی۔ممانی جان اس کی آمد پر اسے کڑے تیوریوں سے گھور رہی تھیں۔ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔حمزہ کی آمد کے ساتھ ہی سائرہ بیگم کے دل میں یہ خواہش پنپنے لگتی تھی کہ کاش حمزہ ان کا داماد بن جائے۔صبیحہ کا جیون ساتھی بن جائے۔ان کو خوف بھی تھا کہ نرگس کے حسن کے سامنے ان کی بیٹی بالکل عام سی تھی مگر پھر بھی وہ اپنی ذہانت اور چالاکی سے یہ کر گزرنے کی اہلیت رکھتی تھیں مگر اس بات سے بھی واقف تھیں کہ ان کے اور حمزہ کے گھرانے میں مالی لحاظ سے بہت بڑا فرق حائل تھا مگر یہ فرق مٹ بھی سکتا تھا اگر خود حمزہ صبیحہ کے لیے رشتہ لے کر آجاتا۔میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی کے مصداق سارے معاملات از خود ہی حل ہوجاتے مگر بار بار نرگس کا سامنے آجانا انہیں ناگوار گزرتا تھا۔

”السلام علیکم۔“ نرگس حمزہ کو دیکھ کر متعجب ہوئی۔اسے

naeyufaq.com
آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل
ماہنامہ
حجاب کراچی
محبت، نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں
عشق دی بازی
خاندانی رسم ورواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے
ریحانہ آفتاب کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر
عشق نگر کے مسافر
ایک حادثے نے اسے عشق نگر کا مسافر بنا دیا
ندا حسنین کی دلکش اور مدتوں یاد رہ جانے والی کہانی
آنگن کی چڑیا
قارئین کے تعارف پر مبنی سلسلہ
عالم میں انتخاب
ہر ماہ ایک شاعر کا انتخاب
اس کے علاوہ
بزم سخن، کچن کارنر دوست کا پیغام آئے منتخب اشعار، غزلیں، اقتباسات اور دیگر قارئین کی دلچسپی کے مدنظر مستقل سلسلے
Info@naeyufaq.com
(021)35620771/2
0300-8264242

حمزہ کی آمد کی قطعاً خبر نہ تھی۔

"آپ کب آئے؟" دھیمی مسکان نے نرگس کے لبوں کا احاطہ کیا۔ اپنے نفرت زدہ ماحول میں حمزہ کی آمد کسی خوشگوار لمحہ کی مانند تھی جو اچانک ہی زندگی میں آجائے۔

"میں تو کافی دیر سے آیا ہوں تم کہاں تھیں اور یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ ٹھنڈ نہ لگ جائے۔" اس کے لہجے میں نرگس کے لیے فکرمندی ہویدا تھی۔

"بیٹا تم کہہ رہے تھے ناں کہ تمہیں دیر ہو رہی ہے تم جاؤ اور نرگس، صبیحہ کے ساتھ جاؤ اور لباس تبدیل کرو۔" نرگس ناسمجھی کے عالم میں مامی کی بات سن رہی تھی۔ صبیحہ اس کا ہاتھ تھامے تقریباً اس کو زبردستی وہاں سے لے گئی تھی۔ ایک آنسو تھا جو دل کی بنجر زمین کو نم کر گیا تھا۔ اتنے دنوں بعد حمزہ کو دیکھ کر اسے بابا جان اور ماما کی یاد نے ستایا تھا۔ ورنہ کاموں کی بہتات کے بعد تو اسے اپنی ذات کا بھی ہوش نہ تھا اور پھر مامی نے اسے ڈھنگ سے حمزہ سے ملنے بھی نہ دیا تھا۔

"مامی نے ایسا کیوں کیا؟" وہ حیران تھی، حمزہ کوئی غیر تو نہ تھا۔ نہ صرف اس کا کزن تھا بلکہ غم گسار اور دوست بھی تھا۔ بچپن کی دہلیز سے جوانی تک کا ساتھ تھا دونوں کا اور اس سارے دورانیے میں حمزہ نے ہر پل اس کا ہر دکھ بانٹا تھا۔ جب بھی وہ روتی بلکتی گھبراتی تو حمزہ ہی اسے تسلی دیتا تھا۔

❁.....❁.....❁

شاہد صاحب آفس سے واپس آرہے تھے کہ کار حادثے میں بال بال بچے تھے۔ ان کو گہری چوٹیں تو آئی تھیں مگر جان سے نہ ہارے تھے۔ نجانے اس واقعے سے رب العزت ان کو کیا باور کروانا چاہ رہا تھا۔ سدرا اور حمزہ ان کے آگے پیچھے پھر رہے تھے۔ ان کی خوب خدمت کر رہے تھے مگر وہ بالکل چپ تھے۔ ساکن نظریں خلا میں بھٹک رہی تھیں۔

"آپ نے تو گہرا ہی صدمہ لے لیا، اللہ کا شکر ادا کریں جان بچ گئی۔" سدرا بیگم کئی مرتبہ ان کو سمجھا چکی تھیں۔ ان کے الفاظ پر شاہد صاحب بری طرح چونکے۔

"ہاں جان بچ گئی۔ ابھی بھی وقت ہے میرے ہاتھ میں شکر اللہ کا۔" سدرا اور حمزہ محو حیرت تھے۔ آخر ان کی بات کا مقصد کیا تھا اور ان پر اصل مفہوم تب آشکار ہوا جب انہوں نے حمزہ اور سدرا کو تیار ہو کر اپنے ساتھ نرگس کو لانے کا کہا۔ حمزہ پر تو شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

"وہ ایک لمحہ ہی تھا، جب مجھے احساس ہوا کہ میں مجرم ہوں۔ یتیم بھتیجی کے دکھ کا اصل مجرم میں ہوں۔ اس لیے آج میں نے طے کیا ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے لے آؤں گا۔ مگر حمزہ اب وہ ماموں کے گھر سے رخصت ہو کر تب ہی آئے گی جب وہ ہمارے گھر کی عزت اور بہو بن جائے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آکر بھی خود ترسی کا شکار ہو۔ تمہاری بیوی بن کر وہ استحقاق سے جیئے گی۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" حمزہ کو گم صم دیکھ کر ان کا سوال سن کر حمزہ چونکا اور جیسی مسکان اس کے لبوں کا احاطہ کیے تھی۔ وہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ بھی راضی ہے۔

نرگس تو اس کایا پلٹ پر بھی حیران ہو رہی تھی، جب کہ نانی کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔

"میرے رب نے سن لی۔" ان کے لبوں پر کلمہ شکر تھا۔ سائرہ بیگم کے تمام ارادے دھرے کے دھرے ہی رہ گئے تھے پھر ایک گلابی شام میں وہ حمزہ کی منکوحہ بن کر اپنے آشیانے میں گلاب بن کر لوٹ آئی تھی۔ حمزہ نے محبت پاش نگاہوں سے اس کو دیکھا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔ وہ حمزہ کی اس جسارت پر کھلا گئی تھی۔

"جانتی ہو ایک مدت سے آرزو تھی کہ تم یوں ہی میرے کمرے میں استحقاق کے ساتھ بیٹھی ہو اور میں حال دل سناؤں۔" حمزہ پٹڑی سے اترا تو نرگس نے گھبرا کر ہاتھ چھڑایا۔

"شرماتے ہوئے تم سیدھی دل میں اترتی جاتی ہو، جانتی ہو کیسے؟" نرگس نے حیرت سے دیکھا اور حمزہ نے اس کے ماتھے پر اپنے لبوں کی حرارت بخش دی۔ آج وہ متاع جان اس کی زیست کا حصہ بن گئی تھی۔

www.naeyufaq.com

biazdill@naeyufaq.com

بیاضِ دل

میمونہ رومان

الفت اینڈ فائزہ عباسی.....چناری، آزاد کشمیر

میں کبھی اپنے ہاتھ کی لکیروں سے نہیں الجھی
مجھے معلوم ہے قسمت کا لکھا بھی بدلتا ہے
پھر اس کے بعد تنہائی پرکھتی ہے مسافر کو
جہاں تک روشنی ہے اپنا سایہ ساتھ دیتا ہے

سحر تبسم سحری.....مغل پورہ

خیر بدنام تو پہلے بھی بہت تھے لیکن
تجھ سے ملنا تھا کہ پر لگ گئے رسوائی کو

منیبہ نواز.....صبور شریف

کئی بار اس کا دامن بھر دیا حسن دو عالم سے
مگر دل ہے کہ اس کی خانہ ویرانی نہیں جاتی
میرے چشم تن آساں کو بصیرت مل گئی جب سے
بہت جانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

حافظہ سمیرا.....152 این بی

اک نظر دیکھ کر آزاد کر دے محسن
کہ میں اب تک تیری پہلی نگاہ کی قید میں ہوں

شگفتہ خان.....بھلوال

کس قدر اہتمام کرتے ہو
دل دکھانا ثواب ہو جیسے

دلکش مریم.....چنیوٹ

میں چاہتی ہوں مجھے اعتبار ہو جائے
میں چاہتی ہوں میری تکمیل کرے کوئی

کوثر ناز.....حیدرآباد

دل دکھتا تھا تو بھر آتی تھیں آنکھیں
کچھ روز ہوئے ہم آنسوؤں سے الجھے ہوئے ہیں
کیا کریں کسی سے شکایت اور کیسے شکوے
اک میرے سوا سب لوگ یہاں سلجھے ہوئے ہیں

صدیقہ خان.....آزاد کشمیر

اتنی شدت میرے آنسو میں پہلے کبھی نہ تھی فراز
دیکھا جو مقدر تو سر عام رو دیے

یاسمین کنول.....پسرور

یہ دکھ نہیں کہ وہ سمجھا نہیں میرے فن کو
مخالفت کا سلیقہ نہیں تھا دشمن کو

دعا ہاشمی.....فیصل آباد

میں جو موتیوں کی طرح تھا سبزہ صبح پر
یہ جو لوگ شعلہ خرام تھے مجھے کھا گئے
کہاں ایسی راستی سا کنان حرم میں تھی
یہ جو اہل شیشہ و جام تھے مجھے کھا گئے

صبا نواز بھٹی.....سانگھڑ، سندھ

ملے محسن میرا ہمدم تو اس سے اتنا کہہ دینا
بنا تیری محبت کہ وہ پاگل جی نہیں سکتا

حرار مضمان.....اختر آباد

ضمیر جاگ ہی جاتا ہے اگر زندہ ہو
کبھی گناہ سے پہلے کبھی گناہ کے بعد

فائزہ بھٹی.....پتوکی

یہ بھی اک خواب کا جاگا ہوا منظر ہی نہ ہو
تیرے ہاتھوں میں میرا ہاتھ کہاں ممکن ہے

شمائلہ رفیق.....سمندری

مت کرنا نظر انداز ماں کی تکلیفوں کو اے اولاد
جب یہ بچھڑتی ہے تو خدا کی قسم ریشم کے تکیے پر بھی نیند نہیں آتی

ثمن گیلانی، این صدیقی.....ہٹیاں بالا

محبت خدا سے نہ آشنا تو نہیں ہے تو اے انسان
پھر آزمائش میں اپنے آپ کو پا کر تو گھبراتا کیوں ہے

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

ہم حسیں ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتے مگر ہاں
جو نظر بھر کے دیکھ لے اسے الجھن میں ڈال دیتے ہیں

زینب عباسی.....پلڑوائی

ہمیں احباب کی لمبی قطاروں سے نہیں مطلب عباسی

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

ہو دل سے کوئی ہمارا تو بس اک شخص ہی کافی ہے

نوشی.....بدر مرجان

کوئی مجبوریاں نہیں ہوتیں
لوگ عادتاً وفا نہیں کرتے

کرن ملک.....جتوئی

مجھے اک سحر کی تلاش تھی سو اس تلاش میں نکل پڑی
مجھے راستے میں خبر ہوئی وہ سحر تو مجھ سے چھوٹ گئی

امبر گل.....جھڈو، سندھ

ہم نے صدیوں ہوا کے تھپڑوں کو سینے پہ روکا مگر
آگے جانے کہاں تک چلے سلسلہ زندگی تھک گئی
تیرگی کے پروں سے اڑے، اور تم چوٹیوں پر گئے
پیچھے اک بار تو مڑ کے دیکھو ذرا، زندگی تھک گئی

فیاض اسحاق.....سلانوالی

تمام شب جلتا رہا اک اداس دیا
ہوا کی راہ میں اک ایسا گھر بھی آتا ہے
وہ مجھے ٹوٹ کر چاہے گا اور چھوڑ جائے گا
مجھے خبر تھی اسے یہ ہنر بھی آتا ہے

پارس شاہ.....چکوال

آنکھ جو کھلی تو منظر عجیب تھا
دور تھا وہ پھر بھی دل کے قریب تھا
ہاتھوں کی لکیروں میں ہم جسے ڈھونڈتے رہے
پتا چلا وہ کسی اور کا نصیب تھا

اقرا اصغر.....میرپور

جو آنسو دل پہ گرتے ہیں آنکھوں میں نہیں رہتے
بہت سے حرف ایسے ہیں جو لفظوں میں نہیں رہتے
کتابوں میں لکھے جاتے ہیں دنیا بھر کے افسانے
مگر جن میں حقیقت ہو کتابوں میں نہیں رہتے

عاصمہ نذیر.....کسووال

میرے وعدوں کو اس نے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اس نے جذبات سمجھا
گزرا جب اس کی گلی سے جنازہ میرا
اس پتھر دل نے اس کو بھی بارات سمجھا

کنزیٰ رحمان.....فتح جنگ

موسم موسم آنکھوں کو اک سپنا یاد رہا
صدیاں جس میں سمٹ گئیں وہ لمحہ یاد رہا
قوس وقزح کے سات رنگ تھے اس کے چہرے پر
ساری محفل بھول گیا' بس اک چہرہ یاد رہا

سعدیہ رمضان سعدی.....صادق آباد

سبھی لوگ تو کبھی بھی اچھے نہیں رہتے
جن سے سچ سیکھا ہو وہ بھی سچے نہیں رہتے
اعتبار کی ٹوٹی دہلیز پر اکثر
جو بہت ہوں اپنے، اپنے نہیں رہتے

عنایہ کنول.....بحریہ روڈ

سمندروں کے مسافر تھے' در بدر رہتے
تمہاری آنکھ نہ ہوتی تو ہم کدھر رہتے
زہے نصیب کہ تم سا ملا ہے دوست ہمیں
وگرنہ درد کی لذت سے بے خبر رہتے

تبسم بشیر حسین.....ڈنگہ

تیری غفلتوں کو خبر کہاں؟
میری اداسیاں ہیں عروج پر
تو جفا کی حد پہ نہ آسکا
میں وفا کی حد سے گزر گیا

اقصیٰ زرگر.....جوڑہ

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہین بناتا نہیں آشیانہ

مہر گل.....اورنگی ٹاؤن، کراچی

نجانے کیوں مگر میرا دل چاہتا ہے
وفا کو آگ لگ جائے محبت بھاڑ میں جائے

طیبہ خاور سلطان.....عزیز چک، وزیر آباد

میری آنکھوں میں یہ جو آنسو ہیں
یہ تیرے پیار کی نشانی ہے
تو نے پوچھا ہے مجھ سے کیسی ہوں
ابھی زندہ ہوں مہربانی ہے

انعم زہرہ.....جہانگیرا آباد

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

ہاں وہ ڈگر جہاں سے ابتدا ہوئی اپنی
میں آج بھی انہیں راہوں پر چلا کرتا ہوں
دل میں تیری آمد کی آرزو لے کر
ہر موڑ پر تم سے ملنے کی دعا کرتا ہوں
پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

وہ میری روح کی چادر میں آ کر چھپ گیا ایسے
کہ جاں نکلے تو وہ نکلے جو وہ نکلے تو جاں نکلے
وقاص عمر.....بنگلہ نو، حافظ آباد

یہ دعا کے چند حرف بس قبول ہوں
تمہارے راستے میں روشنی ہو پھول ہوں
عائشہ خان.....ڈسکہ

خدا کرے میری ارض پاک پہ اترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
خدا کرے میرے اک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو
طیبہ وقاص.....بورے والا

یار من تجھ سا کوئی یار زمانے میں نہیں
تیرے ہر انگ سے خوشبوئے وفا پھوٹتی ہے
اے جگر تاب، جگر پاش نگاہیں تو ہٹا
میرے سینے میں محبت کی وبا پھوٹتی ہے
میمونہ خان شیروانی.....کبیر والا

دنیا کی بھیڑ میں کھو سی گئی ہوں میں
خود سے اجنبی ہو گئی ہوں میں
آنکھوں میں خواب ہزاروں بھر کر اب
ان سے بے پروا ہو گئی ہوں میں
ماہ جبین خان.....بہاولپور

مانا سانسوں کا ٹوٹ جانا موت ہے لیکن
صرف سانسوں کا چلنا زندگی تو نہیں
بشریٰ نوید باجوہ.....اوکاڑہ

آدمی ٹوٹتا ہے کیسے تمہیں کیا معلوم
تم نے دیکھا ہی نہیں درد کا لمحہ کوئی
بشریٰ نوید باجوہ.....اوکاڑہ

کسی کی یاد ستاروں کے روپ میں ڈھل کر
چمک اٹھی پلکوں پہ آنسوؤں کی طرح
کہاں سے مل گئے آنکھوں کو درد کے دریا
برس رہی ہیں جو ساون کے بادلوں کی طرح
رضوانہ عزیز.....جہلم

عمر بھر کی ہیں مسافتیں یہ دوریاں یہ فاصلے
تم چاہو تو کچھ عجب نہیں یہ پل بھر میں سر ہو جائیں
میں کاٹ سکوں گا تنہا نہ تم کاٹ سکو گے
یہ زیست کے کٹھن راستے آؤ ہمسفر ہو جائیں
سدرہ شاہین.....پیرووال

جو خیال تھے نہ قیاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جو محبتوں کی اساس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جنہیں مانتا ہی نہیں یہ دل وہی لوگ میرے ہیں ہمسفر
جو میری طلب میری آس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
طاہرہ اسلم.....احمد پور سیال

اے دوست نہ کبھی بھول سکی میں میلہ تیری بستی کا
میں تجھ سے کیسے دور رہوں تو حصہ میری ہستی کا
اے لوگو نہ اصرار کرو وہ مجھ سے مل نہ پائے گا
وہ چاند زمیں پہ کیوں اترے وہ عادی ہے کب پستی کا
مہوش شاہین.....حجرہ شاہ مقیم

زندگی کی راہ میں بہت دوست ملیں گے
ہم کیا ہم سے بھی اچھے ملیں گے
ان اچھوں میں ہمیں نا بھول جانا
ہم کہاں تم کو بار بار ملیں گے

www.naeyufaq.com

ڈنر مقابلہ

طلعت آغاز

ہانڈی کباب

اجزاء:۔

گوشت کے پارچے	آدھا کلو
پیاز	دو عدد
کچا پپیتا	آدھا چائے کا چمچ
ادرک لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
گرم مسالحہ پاؤڈر	
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

گوشت کے پارچے خوب صاف کرلیں اب انہیں ہلکے ہلکے ہاتھ سے مل کر پندرہ منٹ کے لیے رکھ دیں پیاز کو کتر کر کوکنگ آئل میں گلابی کرلیں پھر گرم مسالحہ اور ادرک لہسن کا آمیزہ ڈال کر بھونیں ساتھ ہی سرخ مرچ اور نمک بھی ڈال دیں۔ پانچ منٹ بعد پارچے مصالحے میں ڈال کر چمچہ سے اچھی طرح چلائیں پھر اس میں ڈیڑھ پیالی پانی ڈال کر ڈھانپ دیں پانی خشک ہوجائے اور مصالحہ تیل چھوڑ دے تو ہانڈی کباب تیار ہیں سلاد اور چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

خستہ کباب

اجزاء:۔

چکن بون لیس	آدھا کلو
دال چنا	پاؤ
آلو	چار عدد
پیاز	چار عدد
ہری مرچ ٹماٹر	حسب پسند
انڈے	دو عدد
گرم مصالحہ	حسب پسند
نمک	حسب پسند
سرخ مرچ	حسب پسند
ہلدی	ایک چمچ
دھنیا	ایک مٹھی
ادرک لہسن	دو چمچ
گھی	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

سب سے پہلے چکن دال چنا آلو کو بوائل کرلیں ایک برتن میں یہ تینوں چیزیں ڈال کر میش کرلیں پیاز ہری مرچیں ٹماٹر ادرک لہسن ہلدی سرخ مرچ نمک گرم مصالحہ انڈے دھنیا ان سب چیزوں کو مکس کر کے کباب بنالیں پھر تھوڑی دیر کبابوں کو فریزر میں رکھ دیں جب تھوڑے فریز محسوس ہو تو ایک برتن میں تین انڈے پھینٹ لیں پھر اس میں کباب ڈبو کر تل لیں مایونیز اور کیچپ کے ساتھ نوش فرمائیں۔

وانیہ عامر عباس..... قصور

ٹماٹر والے یخ کباب

اجزاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
لہسن کے جوئے	تین سے چار عدد
فرائی پیاز	آدھی پیالی
کٹی ہوئی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	آدھا چائے کا چمچ
ٹماٹر	چار سے پانچ عدد
کنولا آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

قیمے کو دھو کر اچھی طرح خشک کرلیں اور اس میں ادرک لہسن لال مرچ ایک چائے کا چمچ بھنا ہوا زیرہ کالی مرچ اور فرائی پیاز ڈال کر چاپر میں پیس لیں پھر ایک کوئلے کا ٹکڑا دہکا کر قیمے کے درمیان رکھیں اور اس پر دو کھانے کے چمچ کنولا

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

آئل ڈال کر ڈھک دیں۔ پانچ سے سات منٹ بعد کوئلہ نکال لیں اور قیمہ کو اچھی طرح ملا کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں، پھیلے ہوئے پین میں دو سے تین کھانے کے چمچ کنولا آئل گرم کریں اور اس میں ٹماٹر کے قتلے کھیں ان پر تیار کیے ہوئے سیخ کباب رکھ کر ڈھک دیں۔ شروع میں آنچ ہلکی رکھیں جب ٹماٹر کا پانی نکلنے لگے تو آنچ درمیانی کر دیں اور پین کو کپڑے سے پکڑ کر ہلا لیں (چمچ بالکل نہ لگائیں) جب ٹماٹر گلنے پر آجائے تو چار کھانے کے چمچ کنولا آئل میں ایک چائے کا چمچ زیرہ اور باریک کٹے ہوئے لہسن کے جوؤں کو فرائی کر کے سیخ کباب کے اوپر بگھار ڈال دیں۔ ہلکی آنچ پر پانچ سے سات منٹ دم پر رکھ کر اتار لیں۔ اس طرح سے بنائے گئے سیخ کباب بغیر کسی چٹنی یا رائتے کے حسب پسند پراٹھے یا پوریوں کے ساتھ بھی لطف دیتے ہیں۔

عائشہ سلیم.....کراچی

گولا کباب

اجزاء:۔

گائے کا قیمہ	ایک کلو
فرائی پیاز	آدھا پاؤ
انڈے	دو عدد
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
پسا گرم مصالحہ	دو چائے کے چمچ
دہی	چار کھانے کے چمچ
ناریل پاؤڈر	چار کھانے کے چمچ
پسی جائفل، جاوتری	ایک چائے کا چمچ
نمک	ایک چائے کا چمچ
تیل	حسب ضرورت
کچا پپیتا	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچ	چار عدد

ترکیب:۔

چوپر میں گائے کا قیمہ، فرائی پیاز اور ہری مرچ ڈال کر باریک پیس لیں۔ اب اس میں انڈے، ادرک لہسن کا پیسٹ، پسا گرم مصالحہ، دہی، ناریل پاؤڈر، جائفل، جاوتری، نمک اور کچا پپیتا ڈال کر مکس کریں اور گولا کباب کی شکل دے کر فریز کر لیں۔ اب اسے اوون میں بیک کریں یا فرائی کر لیں۔

شہزادی فرخندہ.....خانیوال

نمکین گوشت

اجزاء:۔

گوشت (چربی والا)	ایک کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک (باریک کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچ (باریک کٹی ہوئی)	چار، پانچ عدد
ٹماٹر	دو عدد
گھی	آدھا کپ

ترکیب:۔

گوشت اور چربی کے چھوٹے ٹکڑے کر لیں۔ کڑاہی میں گوشت، نمک اور ایک کپ پانی ڈالیں۔ ہلکی آنچ پر بیس سے پچیس منٹ تک پکائیں۔ درمیان میں تین چار مرتبہ چمچ چلائیں۔ گھی، ادرک اور ہری مرچ شامل کر کے تین چار منٹ تک فرائی کریں۔ پھر اس میں ٹماٹر باریک کاٹ کر شامل کریں۔ اور دس منٹ پکانے کے بعد آنچ تیز کر کے فرائی کر لیں۔ مزیدار نمکین گوشت تیار ہے۔

طلعت نظامی.....کراچی

بوٹی اسٹک

اجزاء:۔

گوشت	آدھا کلو (چھوٹی بوٹیاں کر لیں)
آلو	آدھا کلو
مٹر	دو پیالی
ہری مرچ، دھنیا، نمک	حسب ذائقہ
گرم مصالحہ	ایک چمچ
سرکہ	ایک چمچ
اسٹک	ایک پیکٹ
انڈہ	ایک عدد

ترکیب:۔

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

گوشت میں نمک، مرچ، ہری مرچ اور دھنیا (پسا ہوا) گرم مصالحہ (پسا ہوا) ڈال کر ابلنے رکھ دیں، اتنا پانی ڈالیں کہ گوشت سارے پانی میں گل جائے، اب آلو اور مٹر الگ الگ ابال لیں آلو کو سخت رکھیں پھر اس کے چکور ٹکڑے کاٹ لیں گوشت میں سرکہ ملا دیں اب اسٹک لیں اس پر ایک بوٹی گوشت کی پھر آلو، پھر مٹر پرو لیں اس طرح پورا تنکا بھر جائے اس طرح کافی ساری اسٹک بنا کر آپ فریز کر سکتی ہیں جب تلنا ہو تو ایک انڈہ لے کر اس کو اچھی طرح پھینٹ لیں پھر اس میں اسٹک اچھی طرح ڈبو کر گھی میں ڈیپ فرائی کر لیں مزیدار اسٹک خود کھائیں اور مہمانوں کو کھلائیں اور ہمیں دعائیں دیں۔

ارم کمال.....فیصل آباد

مکس فروٹ خرما

اجزاء:۔

دودھ	ایک لیٹر
سویاں	آدھا کپ
الائچی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
عرق گلاب	آدھا چائے کا چمچ
کیلا	دو عدد (باریک کاٹ لیں)
سیب	دو عدد (باریک کاٹ لیں)
آم	ایک عدد (باریک کاٹ لیں)
انگور	آدھا کپ
بادام، پستہ	دو کھانے کے چمچ (باریک کٹا ہوا)
گھی	چار کھانے کے چمچ
کنڈینسڈ ملک	دو سو گرام

ترکیب:۔

پتیلی میں دو کھانے کے چمچ گھی گرم کر کے اس میں سویوں کو ڈال کر فرائی کریں جب بھننے کی خوش بو آنے لگے تو پتیلی کو چولہے سے اتار لیں۔ ایک دوسری پتیلی میں دودھ ڈال کر ابال لیں۔ جب ابال آ جائے تو اس میں کنڈینسڈ ملک ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ اس کے بعد چولہے سے اتار کر اس میں بھنی ہوئی سویاں، کیلا، سیب، آم اور انگور شامل کر دیں، ایک فرائی پین میں بقیہ گھی ڈال کر کٹے ہوئے بادام، پستے ڈال کر کڑکڑائیں اور دودھ والے مکسچر پر اس کا بھگار لگا دیں۔ عرق گلاب اور الائچی پاؤڈر شامل کر کے اچھی طرح مکس کریں سرونگ ڈش میں نکال کر خوب صورتی سے گارنش کریں اور خوب ٹھنڈا کر کے سرو کریں۔

نزہت جبین ضیاء.....کراچی

قیمہ کیک

اجزا:

چکن کا قیمہ	ایک کپ
ادرک لہسن کا پیسٹ	آدھا کھانے کا چمچ
چلی سوس	تین کھانے کے چمچ
سویا سوس	دو چائے کے چمچ
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
انڈے	چار سے چھ عدد
گاجر اور شملہ مرچ	ایک پیالی
آئل	دو چائے کے چمچ

ترکیب:

سب سے پہلے ایک فرائنگ پین میں آئل ڈالیں اس کے بعد قیمہ ڈال دیں، قیمہ کے ساتھ ہی ادرک لہسن کا پیسٹ ڈال دیں۔ تھوڑی دیر بھونتے رہیں، تھوڑی دیر بعد قیمہ میں چلی سوس، سویا سوس، کالی مرچ اور نمک ڈال دیں۔ قیمہ کو اس وقت تک بھونتے رہیں جب تک قیمہ کا پانی خشک نہ ہو جائے، دوسری طرف چولہے پر ایک کھلے برتن میں پانی ڈالیں۔ پانی کو ابال لیں، خیال رکھیں کہ برتن سے ڈھکن نہیں ہٹانا اس سے پانی کی بھاپ نکل جائے گی۔ جب قیمہ اچھی طرح بھن جائے تو قیمے کو بلنڈر میں ڈال لیں۔ ساتھ ہی چکن پاؤڈر کا ایک کھانے کا چمچ ڈالیں، دو دو کر کے انڈے بھی ڈالتے جائیں، قیمہ کو اچھی طرح سے گرائنڈ کر لیں، خیال رہے کہ مکسچر زیادہ گاڑھا نہ ہو۔ اگر مکسچر گاڑھا ہے تو دو انڈے اور شامل کر لیں۔ مکسچر کو گریس کیے ہوئے سانچے میں ڈالیں۔ شملہ مرچ اور گاجر چھڑک

Babar Azeem
www.pakistanipoint.com

دیں۔ اب گرم پانی میں سانچے کو اچھی طرح ڈھک کر دکھ دیں۔ سانچے کو اچھی طرح کاغذ کے ساتھ بند کر کے گرم پانی میں سانچے کو رکھیں تاکہ پانی مکسچر میں نہ جاسکے۔ بیس سے پندرہ منٹ بعد آپ کا قیمہ کیک تیار ہے۔

ہالہ سلیم.....کراچی

تندوری ران

اشیاء:۔

بکرے کی ران	ایک عدد
لہسن پیسٹ	دو چائے کے چمچے
باربی پیسٹ	چار چائے کے چمچے
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
سرکہ	دو چائے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
تیل	حسب ضرورت
کوئلہ	ایک درمیانہ ٹکڑا

ترکیب:۔

ران کو اچھی طرح صاف کر کے گہرے کٹ لگا کر اس پر نمک، لال مرچ پاؤڈر اور سرکہ مکس کر کے ملیں اور آدھے گھنٹے تک میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ اب اس پر باربی کیو سوس، لہسن پیسٹ اور سیاہ مرچ پاؤڈر لگا کر مزید دو گھنٹے تک میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ پتیلی میں تھوڑا سا تیل درمیانی آنچ پر گرم کریں اور میرینیٹ کی ہوئی ران اس میں ڈال کر بیس سے پچیس منٹ ہلکی آنچ پر ڈھک کر پکائیں۔ جب گولڈن ہو جائے تو چولہا بند کر دیں۔ کوئلہ دہکا کر دم لگا دیں۔ منفرد تندوری ران تیار ہے تندوری نان کے ساتھ تناول فرمائیں۔

عالیہ راجپوت.....احمد آباد

کلاسک چکن

اشیاء:

چکن	آدھا کلو
تیل	1/4 کپ
مکئی کا آٹا	4 کپ
ابلے مٹر	ایک کپ
نمک	آدھا کھانے کا چمچ
کالا نمک	آدھا کھانے کا چمچ
لال مرچ	2 عدد ثابت (4 گھنٹے پانی میں بھگونے کے بعد پیسٹ بنالیں)
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ (پسی ہوئی)
سویا ساس	2 ٹیبل اسپون
کیچپ	4 ٹیبل اسپون
انڈا	ایک عدد
سرکہ	2 ٹیبل اسپون
ادرک، لہسن	2 ٹیبل اسپون (پیسٹ)
ٹماٹر	3 عدد کٹے ہوئے
کری پتہ	8-10 عدد
مسٹرڈ پاؤڈر	آدھا بڑا چمچہ

ترکیب: سب سے پہلے سفید سرکہ، سویا ساس، مکئی کا آٹا، انڈہ، کالی مرچ، نمک اور مسٹرڈ پاؤڈر ان اجزاء کا پیسٹ بنالیں پھر اس میں چکن کیوبز مکس کر لیں خوب اچھی طرح ملا کر 2 گھنٹے کے لئے سرینیٹ کریں پھر اس چکن کو ڈیپ فرائی کر لیں اور دس منٹ کے لئے ساس پین میں ڈال دیں، اب تیل گرم کریں اور اس میں کری پتہ اور ادرک، لہسن کا پیسٹ ڈالیں اور اتنا بھونیں کہ وہ ہلکا براؤن ہو جائے۔ آخر میں اس آمیزے میں لال مرچ کا پیسٹ، ٹماٹر اور مٹر ڈال دیں۔ آنچ کو دھیمی رکھیں جب ٹماٹر گھل جائیں تو چکن فرائی کو اس میں شامل کر دیں اور ہری مرچ اور ہرا دھنیا سے گارنش کریں۔

ارم صابرہ.....تلہ گنگ

www.naeyufaq.com

biazdill@naeyufaq.com

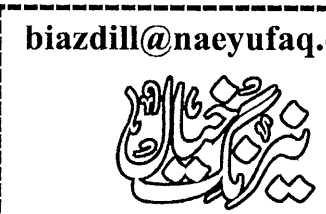

ایمان وقار

پیارا آنچل

ہے دل و جاں سے ہر قاری کو پیارا آنچل
پیارا پیارا ہے یہ آنچل یہ ہمارا آنچل
اس کا ہر لفظ میرے دل میں اتر جاتا ہے
کاش کہ پی سکوں میں گھول کے سارا آنچل
چار سو روشنی پھیلاتا ہے نیرنگ خیال
الجھنیں بہنوں کی سلجھائے ہمارا آنچل
پتھروں کے بھی سینے میں دھڑک اٹھتا ہے دل
خوب سے خوب ہے ہر ایک شمارا آنچل
اور بھی ہوں گے زمانے میں دعویٰ دار مگر
فروغ علم و ادب کا ہے گہوارہ آنچل
رہتی دنیا تک ہوئے لازم و ملزوم قرار
چاند ہے اردو ادب اور ستارہ آنچل
دے کے ہر اہل تمنا کی بصیرت کو فروغ
دشمن علم کو دیتا ہے خسارا آنچل
روشنی ڈال تاریخ کے ہر پہلو پر
ہم کو ماضی سے ملاتا ہے ہمارا آنچل
رنگ بھر دیتا ہے افسردہ دلوں میں نیر
دل ہو مایوس تو دیتا ہے سہارا آنچل

نیر رضوی.....لیاقت آباد، کراچی

الزام

عجب منطق ہے لوگوں کی
وہ یوں الزام دیتے ہیں
خود اپنی بیوفائی کا
خود اپنی کج ادائی کا
ذرا سی بات پر منہ پھیر کر
شکوے بھی کرتے ہیں
اور اس پر
ڈٹ بھی جاتے ہیں
کے
ہم سچے ہیں
ہم اچھے ہیں
اور ہم حساس ہیں سب سے زیادہ
دیکھ لو تم نے
ہماری بات نہ مانی
ہماری اس محبت، دوستی اور چاہت کی
پروا نہیں کی ناں؟
سو دیکھو، دیکھ لو اب تم
کنارا کر لیا تم سے
کے ہم حساس دل والے
ذرا سی بات پر بے تحاشا روٹھ جاتے ہیں
عجب منطق ہے لوگوں کی
دکھا کر دل کسی کا
خود کو جو حساس کہتے ہیں۔

سپاس گل.....رحیم یار خان

تنہائی

ڈس رہی ہے نظر کو تنہائی
کاش انجم یہ کالی رات کٹے
سوکھے پتے خوشی سے ناچتے ہیں
پیڑ پھر آج پانچ سات کٹے
لاکھ سورج ابھر کے ڈوب گئے
تیرگی کے مگر نہ پات کٹے
یہ سرِ بزم کائنات کٹے
جو بھی کہتا ہوں میری بات کٹے
ابر تھے حیات کی لوگو!
جسم جن کے لبِ فرات کٹے
وہ اثاثہ ہیں زیست کا انصر

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

چند لمحے جو اس کے ساتھ کٹے

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

غزل

درد میں رات کو سناتا ہوں
اشک مسجد میں جا بہاتا ہوں
تیری چوڑی سنبھال رکھی ہے
خواب پیڑوں سے باندھ آتا ہوں
خط تو میں گھر پر بھول جاتا ہوں
میری غربت پر بات مت کرنا
میں بھی فصلوں کو کاٹ کھاتا ہوں
چاند نکلتا ہے رات آدھی کو
گھر کی دہلیز میں سجاتا ہوں
وہ بھی مندر تو روز جاتی ہے
میں مصلے پر گڑگڑاتا ہوں

سید عبادت کاظمی...... ڈیرہ اسماعیل خان

دل لگی

کسی سے خیر ہی نہیں پاتا
دل کہیں چین ہی نہیں پاتا
ہو گریباں چاک حسرت رہی
تار تار ہے سی نہیں پاتا
رستگار ان سے نہیں ممکن
جا کہیں اور بھی نہیں پاتا
دھارتا ہوں روپ گدا گر کا
اسے صدا دے ہی نہیں پاتا
دل لگی زشت رو بنا دے گی
رات بھر سو ہی نہیں پاتا
وہ زود رس اجابت تو دور
سامنے ٹھہر بھی نہیں پاتا
ہوں وصل کی بات پہ متذبذب
پر خدا ذرا جی نہیں پاتا
تیر مژگاں مضل پیام ژرف
یہ دل سمجھ ہی نہیں پاتا
دیدار ایک پل دور سے ہی
میں اشک سکھا بھی نہیں پاتا
احتساب میرا وہ نہ چاہیں
صبر کا ثمر بھی نہیں پاتا
آس و یاس کا قضیہ رستخیز
کیف فرصت کبھی نہیں پاتا

خرم بیگ کیف...... نامعلوم

زرد موسم

زرد موسم پھر رنگ بدلنے لگا
نیلے موسم کے بعد برف پگھلنے لگی
سفر عشق کے مسافر ابھی پلٹے نہ تھے
وقت گزرتا گیا، شام ڈھلنے لگی
وہ جو بے چین تھے بے کراں چاہت میں
شب ہجر میں ان کی جان جلنے لگی
اس کے آنے کے امید پر کب تک زندہ رہتے
وصال یار کی آس بھی دم توڑنے لگی
وہ جو بستا تھا دل کے نہاں خانوں میں
بغیر اس کے ذات میری بکھرنے لگی
اطمینان دل تو محال تھا جہاں
تجھ سے بچھڑا تو زندگی بھی بوجھ لگنے لگی

ماریہ طفیل پارس...... چکوال

طرز سخن

اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی
طرز عمل، طرز سخن کچھ تو اِدھر بھی
طائر لاہوت کی چشم برداریاں
نام عالم نا سوت کہن
تسخیر ذات کے کچھ تو قصے سنائیے
اے پاک افکار، پاک دہن
خوشبو کی سفر درازیاں ساعتوں کو بخشی
اے گل فگار، گل و سمن
ساون میں ابر کرم کا ظہور کس طرح سے ہو
ہم درد ما دلدار وطن

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

نافہ آہو کا سوز، صدف کا در نگیں
اے گوشہ پندار من
کیسے کوثر رقم طرازیاں کوثر تلک گئیں
کیسے سنوارا روح و تن

کوثر خالد جڑانوالہ.....فیصل آباد

میری آنکھوں میں

کبھی دیکھو نا آنکھوں میں میری
نظر آئے گا ایک جہاں تم کو
جس کی ہر دیوار پر
نام لکھا ہے تیرا
کبھی دیکھو نا آنکھوں میں میری
نظر آئے گا اک گلستاں تم کو
جس کی اک اک پتے پر
خوش بو بسی ہے تیری
کبھی جو تم دیکھنا چاہو تو
دیکھنا آنکھوں میں میری
نظر آئیں گی بہتی ندیاں تم کو
جس کی اک اک بوند پر نام لکھا ہے تیرا
جب دیکھنا چاہو تو ضرور دیکھنا
نظر آئیں گے چند زاویے تم کو
جن کے اک اک نقش پر عکس بنے ہیں تیرے

بجیرہ نیلم.....گجرات

اے وطن

اے وطن تو ہمیشہ سلامت رہے
مسکراہٹ تیری تا قیامت رہے
ہوں نہ آنسو کبھی نہ اداسی رہے
تیری آنکھیں سدا مسکراتی رہیں
خون بہاتے رہیں گے تیرے جانباز
تیرے گالوں کی لالی سلامت رہے
تیرا پرچم بلند ہو بلند تر ہو
نہ کبھی یہ جھکے نہ کبھی خم ہو
تیرا سر نہ جھکے گا کبھی اے وطن
تیرے جانبازوں نے یہ ہے کھائی قسم
دفن ہوتے رہیں گے پہاڑوں میں ہم
اور پہنے رہیں گے برف کا کفن
چاہے ہوں ہم فنا چاہے مرتے رہیں
تو سلامت رہے گا خدا کی قسم

شاعرہ: رفعت فاطمہ.....نامعلوم

اس کی باتیں

اس کی آنکھوں میں کچھ تو تھا
جو مجھے اس کی جانب کھینچتا تھا
کوئی انجانی سی کشش
جو مجھے یہ احساس دلاتی تھی
کہ وہ بس میرا ہے
اس کی باتیں اس کی یادیں اس کا پیار
بس یہ ہی میری دنیا تھا
پھر نا جانے کیا ہوا
یادیں بکھر گئیں دنیا اجڑ گئی
انا کی جنگ میں محبت ہار گئی
جدائی جیت گئی

صباحت سلیم.....کورنگی، کراچی

خوف

دل و دماغ پہ چھایا
اب وطن کا حال رہتا ہے
کس لمحے کیا ہو جائے
دل کو یہی خوف
اب اداس رکھتا ہے

کنول خان.....ہری پور ہزارہ

جینا بھی ہے مشکل

حالات ایسے ہیں عاشی
جینا بھی ہے مشکل
کچھ کہنا بھی ہے مشکل
جرم کا بازار بھی
رہتا ہے اکثر گرم

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

خون انسانوں کا
ہو چکا ہے بے مول
مسلمان ہی مسلمان کا
بن گیا ہے دشمن
کپکپاتے ہونٹوں سے
ہنی یہ دعا مانگے
میرے مالک ہمیں متحد کر دے تو
میرے خالق ہمیں ہدایت دے تو

عائشہ رحمان ہنی.....ریالی مری

ماں

جب میں ننھا
سا تھا
مجھے ماں نے
بولنا سکھایا
اپنے منہ کا نوالہ مجھے کھلایا
انگلی تھام کر چلنا سکھایا
پھر کچھ یوں ہوا
ماں کی انگلی مجھ سے
چھوٹ گئی
میری قسمت مجھ سے
روٹھ گئی
اور ماں بھی مجھ سے
چھوٹ گئی

نور المثال شہزادی.....کھڈیاں، قصور

درد

کچھ درد ایسے ہوتے ہیں
جن کی دوا ممکن نہیں
بالکل ایسے ہی جیسے
موت کو کوئی ٹال نہ سکے
طوفان کو کوئی روک نہ سکے
وقت کسی کے کہنے پہ تھم نہ سکے
دکھ بنا کہے زندگی میں آ جائیں
عمر سائے کی طرح ڈھل جائے
سانس ریت کی طرح پھسل جائے
اپنے ہوا کی طرح رخ موڑ جائے

اے آر کاشمیری.....سرگودھا

دل سے

اپنے دل سے کسی کو نکالنا
بڑی تکلیف دیتا ہے
اپنی آنکھوں سے خوابوں کو نکالنا
بڑی تکلیف دیتا ہے
جانے والے تو چلے جاتے ہیں تنہا کر کے
پر کسی کی یاد کو دل میں رکھنا
بڑی تکلیف دیتا ہے
اپنی محبت کی قربانی دے کر
کسی کی محبت کو سنبھال کر رکھنا ثمرہ
بڑی تکلیف دیتا ہے

ثمرہ گلزار.....کوٹلی آزاد کشمیر

بہانہ

ہوئی مدت کسی اپنے کو دیکھے
مجھے کیسا زمانہ مل گیا ہے
نہ ملنے کے لیے اب دوستوں کو
کرونا کا بہانہ مل گیا ہے

راؤ تہذیب حسین تہذیب.....رحیم یار خان

چلو ہم مان لیتے ہیں

چلو ہم مان لیتے ہیں
خطا ساری ہماری تھی
کہ غلطی ساری دل کی تھی
جو ہم نے تم سے مل کے کی
تمہیں جو دیکھ بیٹھے تھے
تمہیں جو سوچ بیٹھے تھے
تمہیں جو دل دیا ہم نے
وفا وعدہ کیا ہم نے
چلو ہم مان لیتے ہیں

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

خطا ہم سے ہوئی ساری
جو یوں اعتبار کر بیٹھے
کہ تم سے پیار کر بیٹھے
تمہاری جان تھے ناں ہم
بہت نادان تھے ناں ہم
تمہاری تو یہ عادت تھی
سبھی بے رنگ چیزوں میں
دھنک سے رنگ بھرنے کی
تمہاری تو یہ عادت تھی
حسیں چہرہ گر کوئی دیکھا
تو اس سے دل لگی کرنے کی
چلو ہم مان لیتے ہیں
خطا ساری ہماری تھی
تمہارے پاس تو ہیں
ہزاروں چاہنے والے
تمہاری ابرو کی جنبش پر
سب کچھ وارنے والے
تو تم کو یاد کب ہوگا؟
تمہیں ہم نے بھی چاہا تھا
تمہیں دل میں بسایا تھا
تمہارا ساتھ پانے کا
نئی اک دنیا بسانے کا
وہ تم کو یاد کب ہوگا؟
جو خواب ہم نے سجایا تھا
چلو ہم مان لیتے ہیں
خطا ساری ہماری تھی
چلو ہم مان لیتے ہیں
ملا کچھ بھی نہیں تم سے
مگر دیکھو پریشاں نہ ہو
ہمیں گلہ کچھ بھی نہیں تم سے
جو یوں سرزد ہوئی ہم سے
خطا ساری ہماری تھی
کہ غلطی ساری دل کی تھی
جو ہم نے تم سے مل کے کی

ثانیہ سعید..... سمندری، فیصل آباد

میری زندگی کی کتاب
درد کی داستان ملے گی
چند خوشیوں کے
نثر بھی ہوں گے
چند تنہائیوں کے
اشعار ملیں گے
کچھ ہوں گے اقتباس
میری زندگی کے
خوبصورت لمحوں کے
کچھ آخر میں لکھے
میرے الفاظ بھی ہوں گے
کچھ آنسوؤں سے لبریز
کچھ ٹوٹے خواب
بکھری پڑی سیاہی کی طرح
کچھ مسکراہٹ کے لیے کیے ہوئے
اقدام بھی ہوں گے
میری زندگی کی کتاب میں......

عائشہ صدیقہ احمد زئی......افغانستان

ناقبل اشاعت

حمیرا نوشین، انیلہ طالب، نورین مسکان سرور، ملالہ اسلم، وردہ شہزادی، طیبہ خاور سلطان، اقصیٰ صدیق، تہمینہ شوکت تاثیر، سدرہ شہیر، رضوانہ بتول، مریم منور، نرین سرھیو، آصفہ بلال۔

www.naeyufaq.com
Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

dkp@naeyufaq.com

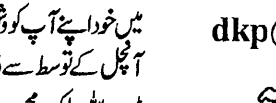

ہما احمد

آپی کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے سب کے امید ہے خیریت سے ہوں گے رخسانہ آپی 19 ستمبر کو آپ کی شادی کی سالگرہ ہے تو آپ کو اس بار آنچل کے ذریعے وش کررہی ہوں آپ کو اور مبین بھائی کو شادی کی چوتھی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور میری دعا ہے آپ اور بھائی ایک ساتھ خوش رہیں اور خوشیوں بھری زندگی ایک ساتھ گزاریں، اللہ آپ کی جوڑی کو ہر بری نظر سے بچائے اور دونوں کو کامیاب کرے آپ لوگ جئیں ہزاروں سال ایک ساتھ آمین ثم آمین۔

گلشن چودھری..... گجرات

شہزادیوں کے نام

آپی فریدہ جاوید فری! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ گرمیاں آچکی ہیں اس لیے ایک دو ماہ مری میں گزار آئیں۔ صائمہ مشتاق دعاؤں کا شکریہ، نورے ایمان چودھری آپ کی طرف سے منیب الحسن کو پیار کرلیا ہے۔ مہر و عباس، آپ نے دوستی کے لیے ہاتھ بڑھایا مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ ام ہانی شاہد آپ نے مجھے کھلتا گلاب کہا بہت شکریہ آپ بھی بہت اچھی ہیں۔ ماریہ نذیر دعاؤں کا شکریہ۔ حریم کے اے مبارک باد دینے کا شکریہ۔ رقیہ ناز یاد رکھنے کا شکریہ۔ عائشہ پرویز، اللہ آپ کی دادی کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

چاہنے والوں کے نام پیغام

السلام علیکم! جی کیا حال ہیں سب سے پہلے آنچل اسٹاف اینڈ فرینڈز سب کو عیدالاضحیٰ بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ آنے والی عید خوشیوں کا پیغام لے کر آئے سب کی پریشانیاں دور ہوں، آمین۔ میری نو جولائی کو برتھ ڈے ہے سو میں خود اپنے آپ کو وش کروں گی کیونکہ کوئی اور تو ہے نہیں جو آنچل کے توسط سے وش کرے سو مینی مینی ہیپی ریٹرن آف دا ڈے اللہ پاک مجھ سے راضی رہے۔ مجھے میرے والدین کا فرماں بردار بنائے لاسٹ ٹائم برتھ ڈے پر ہم سب فرینڈز ساتھ تھے بہت انجوائے کیا ہم سب نے یادگار دن تھا مگر فوزیہ، انعم، عاصمہ تم لوگ اپنے سسرال ہو۔ خیر کوئی بات نہیں اس بار آنچل کے توسط سے برتھ ڈے وش ہوگی۔ ڈبل خوشی ملی مجھے بائیس جولائی کو میری سوئٹ کیوٹ بھانجی ایہا کی برتھ ہمیشہ خوش رہو۔ اللہ پاک میری بھانجی کو ماں باپ کا فرمانبردار بنائے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اس برتھ ڈے پر میری ایہا ہمارے ساتھ ہوگی۔ چوبیس جولائی کو میری سسٹر ثمرین کی برتھ ڈے ہے اللہ پاک آپ کو ہزاروں خوشیاں دے تمام پریشانیوں کو دور فرمائے، اکیس اگست کو آمنہ آپ کی برتھ ڈے ہے بہت مبارک ہو، اللہ سے دعا ہے اللہ آپ کو جلدی سے مما کے عہدے پر فائز کرے اور مجھے پیاری سی بھانجی سلوئی کی آنی بنائے آمین۔ چھبیس اگست کو سعدیہ آپ کی سالگرہ ہے بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ کے نصیب اچھے کرے آمین۔ شہلیلہ آپ کو منگنی بہت مبارک ہو آپ کی آنے والی زندگی خوشیوں سے بھری ہو آپ کے نصیب اچھے ہوں ہماری دوستی یونہی قائم رہے، فوزیہ آپ کیسی ہو بہت یاد کرتی ہوں میں تمہیں جہاں رہو خوش رہو۔ میرے بھابی اللہ آپ کی تمام پریشانیوں کو دور فرمائے آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازے ندیم بھائی کو صحت و تندرستی دے۔ آپ دونوں ہمیشہ خوش رہیں۔ آنچل فرینڈز رنجم انجم جی یاد رکھنے کا بہت شکریہ۔ بہت خوشی ہوئی آپ نے یاد رکھا، عالیہ کیسی ہو کیسے دن گزر رہے ہیں۔ ماریہ، نذیر، پروین افضل، ام ہانی، فائزہ شاہ، مدیحہ نورین مہک جن فرینڈز نے یاد رکھا شکریہ میری فرینڈز، نازش کو سلام اور ہاں میری بھانجی حریما کی بارہ اگست کو برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہمیشہ خوش رہو آنے والی زندگی خوشیوں بھری ہو سب کو بہت سلام دعائیں۔

شہرین اسلم..... چوک شاہدرہ

کیوٹ سی ہما اینڈ آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم ہما! میرے دل نے کہا آج ہما کے نام پیغام

www.paksociety.com

لکھوں تو میں حاضر ہوگئی، ہما جب بھی تمہارا نام آتا ہے تو مجھے ہمیشہ ہی کیوٹ سی پیاری سی پری کا گمان ہوتا ہے (مسکا نہیں لگا رہی) تمہارا نام بھی بہت پیارا ہے کاش تمہیں میں کبھی اپنے روبرو دیکھو (ہائے خوش فہمی) پیغام پڑھ کر ضرور بتانا کیسا لگا ماریہ نذر یتم بتاؤ کیسی ہو موٹی ہو یہ پتلی (ہاہاہاہاہا) تبسم بشیر سنا ہے تمہیں چشمہ لگ گیا ہے آج سے تم چش مش (ہاہاہاہاہا) نور تم کہاں غائب ہو مسٹر انڈیا کی طرح، ماہا بشیر تمہارے گھر آؤں گی تو کیا کھلاؤ گی مجھ غریب کو؟ ارم آصف، رمشا آصف کیسی ہو عائشہ شکیل کبھی آؤ ناں ہمارے شہر بھی نورین انجم، نجم انجم آپ دونوں بہنیں ہیں کیا اتفاق سے؟ فائزہ شاہ آج کل کیا کر رہی ہو لاک ڈاؤن میں، فائزہ بھٹی، پروین آپی، کنول ناز خوش رہو، کرن شہزادی کس دیس میں گم ہو، ثمرین پیاری لڑکی تمہیں نہیں بھولی زرناب خان تم کہاں گم ہو جلدی سے انٹری دو، حرا گل ایمن غفور، رضوانہ وقاص، مدیحہ نورین، رقیہ ناز، اقرا ممتاز کیسی ہے آپ سب، بھئی ثناء فرحان میں نے آپ کو بہت مس کیا فائنلی آپ واپس آ گئی اسی کے ساتھ اللہ حافظ۔

ام ہانی.....ڈگری

آنچل پریوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں مائی ڈیئر آل فرینڈز، کیا بتاؤں یار جہاں شادی ہوئی ہے وہاں کے ڈاک خانے پر مجھے اعتبار نہیں پھر بھی بار بار کوشش کر رہی ہوں، نہ جانے کب لیٹر شامل ہو جائے۔ مس حیات گگو منڈی میری شادی رحیم یار خان ہوگئی ہے۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو آپ مجھے اپنا نمبر دے دیں میں جب میلسی آؤں گی تو خود رابطہ کرلوں گی، ضرور ملاقات ہوگی ان شاء اللہ۔ شانو میری جان اور آئی ارم کمال میں نے آپ لوگوں کو سالگرہ وش کی تھی بدقسمتی سے خط شائع نہیں ہوا۔ نجم انجم اور نورین انجم کیسی ہیں آپ دونوں، پروین افضل شاہین شکریہ کس بات کا یہ بتائیں کہ آپ کے سوئٹ بے بی کا کیا حال ہے۔ ام ہانی شاہد میری جان اتنا پیار ماروگی کیا۔ مدیحہ نورین مہک یقیناً یہ آپ کو پسند آیا تب ہی آنچل والوں کو آپ کا لیٹر پسند آیا اور انہوں نے ماریہ نذر یتم لکھ دیا۔ حریم کے اے آنچل والے بہت کھلے دل کے ہیں ہر نئے مہمان کو خوشی سے ویلکم کرتے ہیں اگر دوستی کرنا چاہو تو ہم حاضر ہیں۔ ایمن غفور آپ بھی بہت اچھی ہیں جناب۔ سحر تبسم سحری سولہ مئی کو تمہاری شادی کی سالگرہ ہے بہت بہت مبارک ہو۔ انیلا طالب، بینا خالد، فائزہ شاہ، حسینہ ایچ ایس، عظمیٰ بتو بھول ہی گئی آپ تو، کوثر خالد آنی رنیلی سوری اینڈ لو یو سو مچ، تبسم بشیر، سمعیہ سجاول، افشاں سراج، حرا گل غفور جان میری رابی اینڈ تحریم بھٹی سوئٹ سسٹرز، جاذبہ عباسی، امن ملک گروپ، کنول ناز، اقرا ممتاز، خوشی سرانوالی، زرناب خان میں آپ کو زری بول سکتی ہوں، ڈاکٹر زارا تعبیر مستقبل کی ڈاکٹر کہاں غائب ہو حال نہ احوال خیر ہے اور مائی ڈیئر فائزہ بھٹی آپ سب کو اس ناچیز کی طرف سے ڈھیروں دعائیں اللہ تعالیٰ آپ سب اور تمام امت مسلمہ کو اپنی امان میں رکھے جانے سے پہلے ایک اور بات اگر دو یا تین ماہ نہ آسکوں تو بھول مت جانا اب بھی شامل ہو جائیں تو ہما احمد کا احسان ہوگا او کے اللہ حافظ۔

رقیہ ناز.....میلسی

کنگ کے نام کے این کا پیغام

السلام علیکم! کیا حال ہے جناب کے؟ آپ نے مجھے جھوٹا کہا مگر ایسا نہیں ہے۔ میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا اور جو فنکشن ہونا تھا وہ اٹینڈ نہیں ہوگا سب کینسل ہوگیا آپ نے ہی دعائیں مانگی ہوں گی کہ سب ختم ہو جائے جلدی خیر ہے ہم کون سا ناخوش ہیں۔ جلد رابطہ کریں گے ایک جھوٹ آپ نے بھی ہم سے بولا ہے کہ آپ میریڈ ہو جبکہ ایسا نہیں ہے جلد بات ہوگی اللہ حافظ فی امان اللہ۔

کے این.....ایچ ایس پی

محبت کرنے والوں کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اگر اس محفل میں جگہ مل بھی جاتی ہے تو میں یہاں کسی کو اتنا جانتی نہیں ہوں لیکن جو دوستی کرنا چاہے آخر کو پیغام تو دوست کا ہی ہے۔ ہم سب نے ہی مشکل وقت کاٹا اور ابھی بھی کاٹ رہے ہیں، اگرچہ پریشانی کم ہوگئی ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔ پیاری مصنفہ نزہت

Abdur Azeem
www.pakistanipoint.com

جبین ضیاء، شکر اللہ کا کہ آپ کے شوہر گھر آ گئے ہیں۔ اللہ آپ دونوں کا ساتھ ہمیشہ سلامت رکھے۔ پیاری مصنفہ مادرا طلحہ اللہ آپ کے نانا کی مغفرت فرمائے آپ اپنے شوہر کے لیے بھی پریشان ہیں اللہ آپ دونوں کا ساتھ ہمیشہ قائم رکھے۔ پیاری مصباح اللہ آپ کی والدہ کو صحت دے شفا دے، آمین۔ پیاری مصنفہ مونا شہزاد آپ کو کتاب کی اشاعت کے لیے ڈھیروں مبارک باد پیاری رقیہ ماشاء اللہ آپ اپنے گھر کی ہوگئی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیاں دے آمین۔ خیر ہے اور ہمیشہ خیر ہی رہے۔ ان شاء اللہ پھر ملیں گے اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

شہزادی حفصہ...... شاہ لطیف ٹاؤن، کراچی

ارم آصف اینڈ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! پیاری پیاری دوستوں کیسی ہو آپ سب، پیاری ارم آصف میں صدقے جاؤں، واری جاؤں میری پری کو ہمارے بارے میں جاننا ہے تو سنو جی ہم صبح اٹھتے ہیں (ویسے کبھی کبھی نماز کے وقت آنکھ کھل جائے تو پڑھ لیتی ہوں، اگر نہ کھلے آنکھ تو سارا دن پچھتاوا رہتا ہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی بس اللہ پاک ہمیں پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق دے، آمین) اس کے بعد میں بے چاری پورے 15 مرلے کے صحن (جس میں صرف دو کمرے ہیں باقی ابھی بنوائے نہیں آپ دعا کرو جلدی جلدی بن جائیں) اور میں معصوم سی حرا۔ اتنے بڑے صحن میں سے جھاڑو لگاتی ہوں، ویسے کبھی کبھی بھابیاں اور ایمن بھی لگا لیتی ہیں اور ایمن صرف گھر کے برتن دھوتی ہے بچاری میری میمو، اس کے بعد دس یا گیارہ بجے ہم فارغ ہوتی ہیں کبھی ٹی وی دیکھ لیا تو کبھی سارے رسالہ جمع کر کے آنچل، حجاب، خواتین، پاکیزہ، خوفناک، شعاع ڈائجسٹ اس میں جو شاعری ہو وہ پڑھتی ہیں یا پھر سارا دن بور گزرتا ہے اور کوئی ایسی ایکٹیوٹی نہیں ہوتی جو ہم کرتی ہوں بس پھر سارا دن ویلے گزارتے ہیں یا تو پھر ایمان (بھتیجی) کو ایمن امی بھابیاں اور ماشاء اللہ سے چھ بھائیوں کو تنگ کر کے گزارتے ہیں اور آپ سب کو یاد کر کے اور آنچل و حجاب کا انتظار کر کے گزارتی ہوں آپ بتاؤ آپ کے گھر کون کون ہیں (مطلب آپ کتنے بہن بھائی ہو) رمشا کیسی ہے، ارم آپ کی ایج کیا ہے پلیز بتانا ضرور اور رمشا آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو میری جان اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے، آمین۔ ویسے میں چوبیس اپریل کو اٹھارہ سال کی ہو جاؤں گی ماشاء اللہ۔ ایمن سسٹر، تبسم بشیر حسین اینڈ نور چودھری آپ تینوں کو گزری ہوئی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، تبسم جی مجھے آپ سے بہت پیاری ہے جیسے آپ نور سے بہت پیار کرتی ہو اس سے بھی شاید زیادہ میں آپ کو پیاری کرتی ہوں آپ بہت اچھی ہو آپ کی امی جان اور ماما کو میرا سلام اینڈ آئی لو یو تبسم اینڈ نور چودھری آپ ہمیشہ خوش رہو، آمین ثم آمین۔ میری پیاری مدیحہ نورین مہک میں نے آپ کو شادی کی مبارک باد دی تھی پر میرا خط نہیں لگا اس لیے اور اب شادی کی اور گزری سالگرہ بہت مبارک ہو مدیحہ جی پتا نہیں کیوں مجھے آپ سے اتنا پیار ہے اور جب آپ مجھے اپنے خط میں یاد نہیں کرتی تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے پلیز مجھے کبھی بھی مت بھولنا مجھے پیاری مہک میں بھی آپ کو کبھی نہیں بھولوں گی (آئی لو یو سو مچ مدیحہ جی آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو آمین اور پلیز مجھے بھی یاد کر لیا کرو جی) ارم و رمشا آصف، تبسم بشیر، نور چودھری، مدیحہ مہک، عائشہ شکیل، شانزہ شانو، رقیہ ناز، ام ہانی، انعم زہرہ، ماہا بشیر، اقرا جٹ، اقرا ممتاز، فائزہ بھٹی، فائزہ شاہ، نجم و نورین انجم، کرن شہزادی، ثمرہ گلزار، طاہرہ بشیر ہمسائی اب اپنا بوتھا بند کر لو یہ تمہارا ہی نام ہے بل بتوڑی ہی ہی ہی اینڈ آنچل و حجاب فرینڈز اپنا بہت بہت خیال رکھنا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا اور ارم جی میں اپنا بہت خیال رکھتی ہوں کیونکہ میں نے آپ لوگوں کو دیکھنا ہے اتنی جلدی نہیں مروں گی فکر ناٹ اینڈ فی امان اللہ۔

حرا گل غفور...... خانیوال

لولی سسٹرز اینڈ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ہما آپی کیسی ہیں آپ آپی چار ماہ بعد انٹری دی ہے جگہ تو بنتی ہے میری ہے ناں۔ چلیے جی آپ سب آنچل اسٹاف اللہ کی امان میں رہیں آمین۔ پیاری لعل چڑیل حرا گل چوبیس اپریل کو تمہاری برتھ ڈے تھی سو میری طرف سے گزری

ہوئی سالگرہ بہت مبارک ہو۔ یار تم یقین کرو نہ کرو پر تم میری جان، میری زندگی میرا سب کچھ ہو اللہ پاک تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے اور تمہارا ہر خواب پورا کریں آمین۔ کنول ناز جی مجھے بہت افسوس ہوا آپ کے بابا کے بارے میں پڑھ کر اللہ آپ کو اور آپ کی فیملی کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے بابا کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین ثم آمین۔ ہم سب آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور خود کو کبھی بھی اکیلا مت سمجھنا، ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور ہم سب آپ کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے، ان شاء اللہ اور ڈیئر مجھے خوشی ہوئی آپ کا جواب پڑھ کر اینڈ تھینکس دوستی قبول کرنے کے لیے جانو رقیہ ناز (ہائے میں مرجاواں) آپ نے جان کہہ کر مجھے بے جان کردیا۔ شادی مبارک ہو ہمیشہ خوش رہو ہمارے۔ جی جو کے ساتھ آمین۔ ڈیئر رضیہ لو یو سو مچ ڈیئر ام ہانی یار آپ نے پیغام لکھ کر مجھے خرید لیا آپ کے لیے (جس دن تجھ کو نہ دیکھوں پاگل پاگل پھرتی ہوں کون تجھے یوں پیار کرے گا جیسے میں کرتی ہوں) اونلی آپ ہانی ڈیئر لو یو، سوہنی کڑی مار یہ نذیر لولی سسٹر کیسی ہو آپ، یار آپ نے پوچھا کہ دال روٹی ویسے آئیڈیا تو برا نہیں ہے ہاہاہا ہمیں بلوا لینا میں آٹا گوندھوں گی (کیونکہ مجھے کوکنگ نہیں آتی) آپ روٹیاں پکانا اور حرا چٹنی پیسے گی۔ شانزہ دال پکالے گی اور گلشن سرو کردے گی ہاہاہاہا اینڈ آئی لو یو ویری ویری مچ سچی ہم دیوانے مستانے بھی بنیں گی آپ کے لیے قسم سے پیاری فائزہ بھٹی، پانچ مئی کو ہم نے آپ کو بہت مس کیا آئی تھنک آپ کی سالگرہ کا دن تھا ناں، میری حرا گل اور بھابی کی طرف سے آپ کو گزری ہوئی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو ہمیشہ خوش رہو سلامت رہو، پھولوں کے شہر کی پھول سی لڑکی امی جان بھابی صدف کو سلام اور پرنسز مہکاشہ کو بہت سارا پیار اور فائزہ امی جان سے کہنا کہ میں اور حرا مہکاشہ کی سگی پھوپو ہیں سچی جیسے ایمان فاطمہ کی۔

رابعہ احمد راہی بھئی میں بھولی سات مئی کو بھی نہیں تھی یار اس دن آپ کی سالگرہ تھی گزری برتھ ڈے مبارک ہو۔ یار تحریم میڈم کو بھی لے آؤ اور خود بھی انٹری دو آنچل میں کم بیک یار دس از مائی درخواست ہاہاہا ہمیشہ خوش رہو تم اور تحریم لب یو وڈا سارا۔

یار گلشن چودھری گل صاحبہ جی 28 مئی تمہاری سالگرہ ہوتی ہے تو میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے دوبار ٹو یو آلویز بی ہیپی مائی پرنسز، تبسم اینڈ ماہا بشیر آپ کی ماما جانی کو سلام اللہ آپ کی ماما کو سلامت رکھیں، آمین۔ فائزہ شاہ یار آپ کی سالگرہ چودہ اگست کو ہوگی سوہنی مینی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اللہ آپ پر ہمیشہ اپنا کرم کیے رکھے اور آپ کو کامیابی دے آمین۔ ڈاکٹر زارا آپ کی آپی منتظر ہیں آپ کی پلیز کم بیک۔ سلامت رہو جہاں بھی رہو پرنسز۔ جانو ارم آصف یار کیسی ہو میں نے کتنے ہی تفصیلی پیغام لکھے پر ہائے قسمت ایک بھی نہ لگا یار میری مصروفیت تو بس گھر کے کام ہوتے ہیں اور ہم بے چاریاں معصوم لڑکیاں ہاہاہا یار تمہاری طرح میں بھی شاید بوڑھی ہو جاؤں گی تو پھر آنچل ادارے والے ہمارا تعارف لگائیں ہاہاہاہ رمشا کیسی ہے اسے پیار اور سلام، مس یو ارم اینڈ رمشا، ڈیئر صائمہ مشتاق تھینکس جی، بلانے کے لیے آپ کی کزن اقرا کیسی ہے اسے سلام کہنا صائمہ جی، ڈیئر جاذبہ عباسی آپ کہاں گم ہو۔ ثمرین شاکر اینڈ رباب فرینڈز کیسی ہو تم دونوں مہر مہری اور سحر سحری کیسی ہو آپ ڈیئر سحر ہمارا بھانجا کیسا ہے اور اس کا نام کیا رکھا ہے آپ نے کہیں اس کا نام بھی "س" سے رکھنا ہے ضرور بتانا رائٹر صبا ایشل جی یار ہمت کر کے ایک آدھا خط لکھ ہی دیں اپنی چاہنے والیوں کے نام، نازیہ کنول نازی آپ کیسی ہیں اور آپ کے بچے کیسے ہیں پلیز آپ بھی انٹری دیں آنچل میں، ثمرہ گلزار میں بھی ٹھیک ہوں مائی ڈیئر تم سناؤ کیا ہو رہا ہے۔ لائف میں حریم کے اے ویلکم جی۔ عائشہ شکیل میری گڑیا مس یو، ایم سحر آئی لائک یو گرل، ناز نور کیسی ہو جی، فائحہ زرناب خان، امن ملک، زرناب خان کیا تم ہی بنت حوا تھی پہلے بتانا ضرور۔ شاہ کیا لکھوں تمہارے نام چلو میں تم سے لڑائی کرتی ہوں کہ تمہیں نور کا پیار نظر آتا ہے ہماری فیلنگز نظر نہیں آتی یار ہم سب ایک فیملی ہیں سب کو برابر سمجھو ناں (اٹس ناٹ فیئر) شانو جی یہ مذاق والی لڑائی تھی پلیز نیور مائنڈ پلیز شانو اینڈ لو یو بہنا سب آنچل فرینڈز کا پیار سلامت رہے آمین ثم آمین۔ یار نورے آپ بہت وہ ہو یار سب کو اپنا بنا لیتی ہو اینڈ مس یو یار نورے ایک بات بولوں آپ کو آپ ہاہاہا بہت

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

کرتی ہو کیا آپ عینک والا جن میں نسطور کی کچھ لگتی ہو، پلیز ایویں ایویں مائنڈ ہاہاہا سوری نورے۔ رضوانہ وقاص، سونیا خان زادی، عطیہ ندیم خان، انعم زہرہ، اقرا جٹ، ارم کمال، سدرہ ارسلان، نورین انجم اور آپی نجم اعوان کیسی ہیں آپ ماں بیٹی، تحسین بیگ، مدیحہ مہک، سیدہ جیا عباس، افشاں سراج آپی پروین افضل، رابعہ عمر ناز، ثنا شوکت، آپ سب کو سلام اینڈ آزادی مبارک ہو اللہ پاک کشمیر کو بھی آزاد کرے ان ظالم لوگوں کے ہاتھوں سے آمین۔ اینڈ ان شاء اللہ فرینڈز آپ سب اپنی اپنی فیملیز کا خیال رکھیں خاص کران دنوں میں اور اللہ سے دعا کرتے رہیں کہ اس کرونا وائرس کو جلد از جلد پوری دنیا سے مٹا دیں آمین اور آپ سب کو میری اور میری فیملی کی طرف سے بہت بہت عید مبارک ہو۔ اللہ آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھیں فی امان اللہ۔

ایمن غفور...... خانیوال

کچھ خاص لوگوں کے نام

السلام علیکم! سب فرینڈز کیسی ہیں؟ امید کرتی ہوں سب بخیر وعافیت ہوں گی طویل عرصہ؟ افففف کرونا وائرس کی وجہ سے چار ماہ کی دوری اتنا طویل عرصہ لگتے ہیں جیسے پتا نہیں کتنے سال بیت گئے ہوں۔ ایسے میں آنچل فرینڈز کی فکر بھی ہوتی ہے؟ اچھا نور چودھری بہنا کیسی ہو؟ شانزہ پرویز، تبسم بشیر آپ کیسی ہیں بہنا؟ ماہا، اقرا جٹ، مدیحہ نورین مہک، رقیہ ناز، نجم انجم، نورین انجم، ثمرہ گلزار (میں تو فری ہوں سب کے لیے یار) آنی ارم کمال کیسی ہیں آپ؟ سودائے محمد سردار آنی آپ کے کیا حال ہیں۔ ماریہ نذیر زرناب خاں (میری پیاری زری کیسی ہو) اور میری بیسٹ فرینڈ گلشن چودھری (گل یو آر سو نائس اینڈ ونڈر فل) لیلیٰ رب نواز آپ کیسی ہیں؟ ایمن غفور، ارم آصف، رمشا آصف، ام ہانی، فائزہ شاہ، رضوانہ وقاص، شہزادی فرخندہ، عائش کشمالے، ڈاکٹر زارا تعبیر آپ سب کیسی ہیں دوستو؟ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہت خوش رکھے آمین ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ فی امان اللہ۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ

آنچل فرینڈ کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز سباس گل کا ناول ”محبت کو ریئر کردو“ حنا بشریٰ کا افسانہ ”سپنوں کا شہزادہ“ اور فرحی نعیم کا افسانہ ”حصار“ تینوں تحاریر بہت ہی عمدہ تھی اللہ پاک آپ سب کو سلامت رکھے اور ترقی عطا فرمائے آمین۔ گلشن چودھری اللہ آپ کو صحت عطا فرمائے ویسے ہوا کیا تھا آپ کو اور امید کرتی ہوں کہ اب آپ خیریت سے ہوں گی۔ (بھائی ذیشان علی) یہ خواتین کا آنچل ہے آپ کیسے؟ رابعہ محمد عمر ہم تو آپ کے دوست ہی ہیں آنچل میں جو شامل ہو جاتا ہے وہ سب اپنے ہی ہوتے ہیں۔ ثمرین ذوالفقار علی شاکر ہم سب خیریت سے ہیں آپ کو بہت سارا پیار، رقیہ ناز سلامت رہو۔ تحسین بیگ جو اپنے ہوتے ہیں وہ کبھی چھوڑ کر نہیں جاتے اور جو چھوڑ کر جاتے وہ کبھی اپنے نہیں ہوتے۔ ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا اللہ آپ کو سکون دے آمین۔ کنول ناز اللہ پاک آپ کو صبر عطا فرمائے اور آپ کے باباجان کی مغفرت فرمائے آمین۔ عائش کشمالے حاضری دو آنچل میں۔ سحرش میانوالی آپ بھی آجاؤ یار کہاں غائب ہو جاتی ہو۔ ام ہانی، ماہا بشیر، ارم کمال، فائزہ شاہ ہم آپ کو نہیں بھولے یاد ہی رہتی ہو آپ۔ ثناء فرحان ہم آپ کو یاد کرتے ہیں امید کرتے ہیں کہ آپ خیریت سے پاکستان واپس لوٹ آؤ گی۔ انیلا طالب، نورین مسکان، مہوش قریشی، اقرا جٹ، ثوبیہ سحر، افشاں علی مبارک ہو بہت بہت۔ پروین افضل آپ کی ساس کا سنا بہت افسوس ہوا۔ اللہ پاک درجات بلند فرمائے انہیں جنت میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ انعم زہرہ، عروسہ شہوار رفیع آپ سے مل کر بہت اچھا لگا۔ ماریہ نذیر آپ نے کبھی غلط کہا ہے آپ درست فرماتی ہیں۔ کرن شہزادی، خدیجہ ایمان آپ کو بھی عید کی مبارک ہو۔ ڈیئر پری وش، خوش رہو، اقرا ممتاز، طیبہ شیریں، صبا ایشل، سیدہ تبسم بشیر حسین، فائزہ بھٹی، بنت حوا خوش رہو۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

www.naeyufaq.com

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

yaadgar@naeyufaq.com

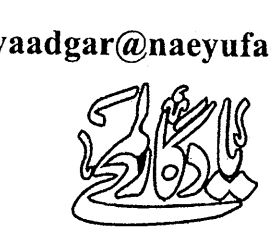

جویریہ سالک

سکون

لوگ سکون تلاش کرتے ہیں لیکن ملتا کیوں نہیں، وجہ اس لیے کہ دنیا کہتی ہے موسیقی روح کی غذا ہے تو پھر اسلام بھی کہتا ہے کہ روح کی غذا اور سکون دونوں قرآن پاک کی تلاوت میں ہے، نماز دل کا سکون، روزہ جسم کا صدقہ ہے۔ ہم لوگ سارا دن اور ساری رات موسیقی سننے، ٹی وی دیکھنے اور کام کرنے میں گزار سکتے ہیں تو پلیز پر سکون رہنے کے لیے چوبیس گھنٹوں میں سے تقریباً تیس منٹ نماز اور دس سے پندرہ منٹ قرآن پاک کی تلاوت کرلیں تو سارا دن پر سکون رہیں گے، تجربہ شرط ہے۔

مس حیات..... گگو منڈی

حسد کی حقیقت کیا ہے؟

جب آپ کسی سے حسد کرتے ہیں تو کبھی آپ نے غور کیا کہ حسد کی حقیقت کیا ہے؟ آپ دراصل اللہ سے ناراض ہو رہے ہیں۔ اللہ کو چیلنج کر رہے ہیں، اللہ کا دیا آپ کو پسند نہیں آیا جس کے خلاف حسد کی آگ میں جل رہے ہو اس نے تو نہیں چھینا آپ سے، جو کچھ اس کو ملا ہے اچھا یا برا دیا کس نے ہے یہ اللہ کا کام ہے جو اللہ والے ہیں وہ کسی کی نعمت پر کبھی حسد نہیں کرتے خوش ہوتے ہیں۔

وہ جانتا ہے کس کو کب اور کیا دینا ہے
مقدر لکھنے والے سے یوں جھگڑا نہیں کرتے

شبانہ امین راجپوت..... کوٹ رادھا کشن

لوگ

نجانے لوگ کیوں ہوتے ہیں ایسے
جن کے پاس اگر ہوں پیسے
گفتگو کرتے ہیں ایسے
کہ ان کو نہ ہو تمیز جیسے
وہ غرور کرتے ہیں ایسے
جیسے جانے ہیں ساتھ ان کے پیسے
نجانے لوگ کیوں ہوتے ہیں ایسے
جن کے پاس اگر ہوں پیسے
اے خدا دے ہدایت ایسوں کو
جو دیتے ہیں اہمیت پیسوں کو
اے خدا، اے خدا التجا ہے تجھ سے
دور رکھنا دولت کو مجھ سے

تحریم مریم شوکت..... گگو منڈی

باتیں یاد رکھنے کی

❖ قدر وہ ہوتی ہے جو کسی کی موجودگی میں ہو، جو کسی کے بعد ہو، اسے پچھتاوا کہتے ہیں۔

❖ زندگی میں بہت سی چیزیں اتنی دیر سے ملتی ہیں کہ ان کی طلب ہی ختم ہو جاتی ہے۔

❖ جو لوگ جھک جاتے ہیں وہ کمزور نہیں ہوتے بس ان میں رشتے نبھانے کی چاہت دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے۔

شانزہ پرویز شانو..... ایبٹ آباد

انمول موتی

☆ اگر کوئی تم سے ناراض ہے اور اسے اس بات کا غرور ہے کہ تم اسے منالوں گے تو اس کے غرور کو ٹوٹنے مت دینا۔

☆ انسان سخت مزاج تب بنتا ہے جب بہت سے لوگ اس کی نرم مزاجی سے ناجائز فائدہ اٹھا چکے ہوں۔

مزمل آصف..... خان گڑھ

انسانی جیل سے ٹھنڈی جیل تک

تشنگی ہی ایسی کہ دریا دکھائی دے
آنکھیں کھرچ بھی دوں تو وہ چہرہ دکھائی دے
اس کی گلی میں خاک اڑتی ہے ایک عمر

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

صحرا کی کیا مجال کہ صحرا دکھائی دے
آنکھوں کے اس ہجوم میں گھٹنے لگا ہے دم
اے کاش کوئی دیکھنے والا دکھائی دے
ہے کوئی جسے مقبوضہ کشمیر میں سسکتی
دھیرے دھیرے بجھتی زندگی دکھائی دے

وردہ شہزادی.....گجرات

کچھ باتیں چھوٹے بڑوں کی

○ بڑوں کو ہمیشہ چھوٹے بڑا بناتے ہیں۔

○ چھوٹے لوگوں کو بڑے لوگوں کی عادتیں پڑ جائیں تو بڑا تنگ کرتی ہیں۔

○ بڑے سے بڑا آدمی بھی اسی قبر میں سما جاتا ہے جس میں چھوٹے سے چھوٹا آدمی دفن ہوتا ہے۔

○ بڑے آدمی کی آمد پر چھوٹے لوگوں کے گھر تنگ نظر آتے ہیں اور چھوٹے آدمی کی آمد پر بڑے لوگوں کے دل۔

○ بڑا آدمی گرے تو اسے زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ وہ چھوٹے آدمی کی نسبت زیادہ بلندی سے گرتا ہے۔

○ بڑے لوگوں کی سخاوتیں بھی چھوٹے لوگوں کی جیبیں کاٹ کر ہوتی ہیں۔

تبسم بشیر حسین.....ڈنگہ

اقوال

⌘ اگر چاہتے ہو کوئی تمہیں اہمیت دے تو اس کے لیے تم دوسروں کو اہمیت دو۔

⌘ کسی کو اپنانا چاہتے ہو تو اسے عزت دو کیونکہ عزت محبت سے ضروری ہے۔

⌘ تم دوسروں کو غور سے سنو گے تو تمہیں بھی لوگ غور سے سنیں گے۔

⌘ اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کریں تو کبھی اپنی خوبیوں کا ذکر نہ کریں۔

⌘ دکھ سکھ روشنی اور اندھیرے کی طرح ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہیں۔

⌘ آزادی کی تکلیف غلامی کے آرام سے بہتر ہے۔

⌘ وہ ترانے جو لوگوں کا دل دھڑکانے سے عاری ہیں وہ نہ ہی کہے جائیں تو اچھا ہے۔

⌘ علم کے ساتھ عمل اور دولت کے ساتھ شرافت نہ ہو تو دونوں بے کار ہیں۔

پرنسز اریج خان.....بھیر کنڈ

سنہرے موتی

❁ محبت کی عمارت میں شک کی دراڑ پڑ جائے تو وہ معذرت کے گارے سے بھر تو سکتی ہے مگر نشان باقی رہتا ہے۔

❁ اگر کچھ لوگ ساتھ چھوڑ دیں تو ان لوگوں کو سفر نہیں چھوڑنا چاہیے جنہیں راستہ معلوم ہو۔

❁ کسی کی شخصیت کو پرکھنا اتنا ہی مشکل کام ہے جتنی وقت کی شناخت۔

❁ اگر تمہیں زیورات کا شوق ہے تو کان میں سوراخ تو ہوگا۔

❁ دل کی سلیٹ پر لکھنے سے پہلے سوچ لیں کہ نقش مٹانے نہیں مٹتے۔

❁ دل کے البم میں دل لگی کے لیے تصویریں نہ لگائیں بلکہ ایسی تصویر لگائیں جو دل کو لگے۔

❁ ہمت بھی عجب پھولے ہوئے غبارے جیسی ہوتی ہے ذرا ناواقف بات کی سوئی چبھی نہیں کہ حالات و حالت تک بدل دیتی ہے۔

❁ انسانیت ایک مشترکہ دولت ہے جس کی حفاظت انسان کا فرض ہے۔

کرن شہزادی.....مانسہرہ

میری ڈائری سے

✦ جو وقت ہم دکھوں، تکلیفوں رونے دھونے کو سننے میں گزارتے ہیں۔ اگر اتنا وقت ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرلیں تو ہم ضرورت کے وقت دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں۔

✦ محبت کا کوئی رنگ ہے کیا، محبت بے رنگ ہوتی

www.pakistanipoint.com

ہے، ہم اس میں اپنی مرضی کے رنگ بھرتے ہیں۔

اقرا جٹ...... منچن آباد

دیر کر دیتا ہوں

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں
ضروری بات کہنی ہو
کوئی وعدہ نبھانا ہو
اسے آواز دینی ہو، اسے واپس بلانا ہو
مدد کرنی ہو اس کی یا کسی کی ڈھارس بندھانا ہو
کسی سے ملنے جانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں
بدلتے موسموں کی سیر میں دل کو لگانا ہو
کسی کو یاد رکھنا ہو کسی کو بھول جانا ہو
کسی کو موت سے پہلے کسی غم سے بچانا ہو
حقیقت اور تھی کچھ اسے جا کر بتانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں

انتخاب: نفیسہ حمید...... لودھراں

زوال

انسان اپنی عزت اور غیرت پر کبھی سمجھوتا نہیں کرتا مگر اصل زوال تب شروع ہوتا ہے جب وہ پاؤں میں چیزوں کی سر پر اٹھانے لگتا ہے۔

وقاص عمر...... بنگڑنو، حافظ آباد

سنہری الفاظ

☆ شیر کو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ گیدڑ کیا سوچتا ہے۔

☆ شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی

ابرش اعوان...... ساہیوال

زندگی

□ زندگی کی سب سے بڑی خوب صورتی یہ ہے کہ جب آپ روٹھ جائیں تو کوئی منانے والا ہو۔

□ لوگ وہی خوبصورت ہوتے ہیں جن سے بات کر کے دل ہلکا اور پرسکون ہو جائے۔

□ اگر کسی کے دل کی خوشی آپ سے وابستہ ہے تو یقین کیجیے آپ کا وجود قابل رشک ہے۔

□ کبھی کبھار ہمیں خاموش رہنا پڑتا ہے اس لیے نہیں کہ ہم ہارتے ہیں بلکہ اس لیے کہ ہمیں رشتے بحث سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔

عائشہ صدیقہ احمد زئی...... نامعلوم

محبت

محبت کا کوئی موسم نہیں ہوتا۔

یہ چاہے تو سرد راتوں میں بھڑکتے ہوئے شعلوں پر گھسیٹ لے۔

یہ چاہے تو گرم تپتی دوپہر میں کپکپی طاری کر دے۔

یہ چاہے تو خزاں میں من کے مرجھائے ہوئے پھول کھلا دے۔

یہ چاہے تو بھری بہار میں اڑے بکھرے درخت کی طرح انسان کو ہر خوشی سے خالی اور سکھ سے ناآشنا کر دے۔

اگرچہ ''محبت'' کا کوئی موسم نہیں لیکن سارے موسم محبت سے ہیں۔

تہمینہ شوکت تاثیر...... جنوبی سرگودھا

ادب کا دروازہ

ادب کا دروازہ اتنا چھوٹا اور تنگ ہوتا ہے کہ اس میں داخل ہونے کے لیے سر کو جھکانا پڑتا ہے۔

میمونہ خان شیروانی...... کبیر والا

نظریہ

ہم نے لوگوں کو پرکھنے کا ایک نظریہ ترتیب دے لیا ہے۔ وہ نظریہ ہم نے ماضی کے تلخ و خوشگوار واقعات اور تجربات کی بناء پر ترتیب دیا ہے۔ ہمیں لگتا ہے کہ ہم اتنے سمجھ دار اور تجربہ کار ہو گئے ہیں کہ ہم اسی نظریے کی بناء پر دوسروں کو پرکھ سکتے ہیں۔ ہم نے دو خاکے بنا لیے ہیں۔ ایک مثبت اور دوسرا منفی۔ جو ہمیں جیسا لگتا ہے ہم اسے اس ترتیب دیے گئے خاکے میں ڈال

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

دیتے ہیں اور اسے اسی نظریے سے دیکھتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ ہم نے اپنے ماضی کے تجربات پر جو خاکہ ترتیب دیا ہے وہ درست ہو۔ ہمارے نظریے کے برعکس بھی لوگ ہوسکتے ہیں اور ہمارا لوگوں کو پرکھنے کا نظریہ غلط بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے نظریے کی عینک اتار کر لوگوں کو دیکھنا چاہیے۔ شاید اس سے ہمیں کچھ صاف نظر آئے اور ہم اپنے نئے تجربات سے کچھ سیکھیں اور پرانے نظریات کو درست کرسکیں۔

مریم منور.....سمندری

محبت

''اگر ایک اچھے انسان سے ہو، تو آپ کو درجہ کمال تک پہنچا دے گی اور اگر ایک غلط انسان سے ہو، تو آپ سے آپ کے کمالات تک چھین لے گی۔ اس لیے محبت میں اپنا معیار بلند رکھیں تاکہ لوگ آپ سے محبت کر کے اپنے آپ کو درجہ کمال تک لے جائیں۔''

شہزادی فرخندہ.....خانیوال

پسندیدہ اقتباس

کوئی تبدیلی سفر آسان نہیں کرسکتی، کسی بھی قسم کی ترقی انسان کو مکمل پرسکون، قناعت پسند اور مسرت آشنا نہیں بنا سکتی..... جب تک اللہ کا فضل نہ ہو کچھ بھی مثبت نہیں ہوتا۔

حاصل گھاٹ: بانو قدسیہ

انتخاب: ارم صابرہ.....تلہ گنگ

باتیں یاد رکھنے کی

☆ دوستی پیار کی طرح ہوتی ہے جس کا ہر پرت دوسرے کے ساتھ محبت سے جڑا ہوتا ہے۔ اس کو کاٹو گے تو صرف آنسو ملیں گے۔

☆ اپنی نظر نیچی رکھو کیونکہ پہلی نظر تمہاری ہوتی ہے اور دوسری شیطان کی ہوتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی سب سے بڑی دانائی ہے۔

☆ غم کتنا ہی سنگین ہو، نیند سے پہلے تک ہوتا ہے۔

☆ کسی کا دل نہ دکھاؤ ایسا نہ ہو کہ اس کے آنسو تمہارے لیے سزا بن جائیں۔

☆ اللہ تعالیٰ دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی۔

پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

مستنصر حسین تارڑ نے کہا

☆ دیوار میں چنی ہوئی ہر اینٹ دیوار ہے، اگر ایک اینٹ بھی نکل جائے تو دیوار، دیوار نہیں کھنڈر کہلائے گی۔

☆ کشتی لے کر سمندر میں اترنے والے انسان بہت بڑے ہیں، لیکن تنہا کشتی لے کر نکلے والا انسان اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔

☆ ہوا میں تعمیر کردہ محل نہایت پائیدار ہوتے ہیں۔ وہ آپ خود بناتے ہیں، کسی ٹھیکیدار سے نہیں بنواتے۔

☆ خیالات کی آمد نی کم ہو تو لفظوں کی فضول خرچی سے پرہیز کرو۔

☆ وقت ایک ایسا آوارہ گرد ہے جس کے پاس ایک جگہ پر قیام کرنے کے لیے کوئی خیمہ نہیں۔

☆ دانا کی دانائی صرف کتابوں میں ہی نہیں، زندگی کی اونچی نیچی چٹانوں کے پیچ وخم میں چھپی ہوتی ہے۔

☆ ایک عادت انسان کو بہت سا اندرونی حوصلہ بخشتی ہے وہ ہے ''اللہ'' سے ہمیشہ نیک گمان رکھنا، کڑے امتحانوں سے گزرنا، ٹوٹنا، بکھرنا اور اس کے باوجود ہر مرتبہ نیلگوں آسمان کی وسعتوں میں پھر اسی سے رجوع کرنا، اس ایمان کے ساتھ کہ جس نے امتحان کے لیے منتخب کیا ہے اس سے پار گزارنے کا حوصلہ بھی وہی عطا فرماتا ہے۔

ارم کمال.....فیصل آباد

www.naeyufaq.com

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

آئینہ

aayna@naeyufaq.com شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ کرونا وائرس کا خاتمہ نہیں ہوا احتیاط سے لوگ اس وبا سے محفوظ ضرور رہوں گے۔ آپ سب بھی احتیاط کریں اور اس وبا سے خود کو محفوظ رکھیں، اب بڑھتے ہیں آپ سب کے تبصروں کی جانب۔

کوثر خالد..... جڑانوالہ۔ السلام علیکم! پیارے قارئین آنچل اور آنچل والو

علم و عمل کی تار ہے تو
دل کی کل بہار ہے تو
ترا مرا رشتہ ازل سے
مرا تو سنگھار ہے تو
کھولے راز انوکھے تو نے
با ادب اک ہار ہے تو
درد ہمیشہ بانٹے میرا
چپ ساگر سا پیار ہے تو
سر کے آنچل رہو سلامت
سودا کا دلدار ہے تو

اور کرونا کے حوالے سے شعر حاضر ہے

سانسوں میں سجا خدا کا نام کرونا کا ہے کیا کام
کرونا کو کریں گے بے آرام کرونا کا ہے کیا کام

عرصہ سے بھیجا سورۃ فاتحہ کا ترجمہ آپ نے نیرنگ خیال میں سجادیا تو کیا تمام سورتوں کے حوالے سے شاعری آہستہ آہستہ بھیج دوں، چلیے اب تبصرہ ہوجائے۔ ''سرورق'' کاش عیدالاضحیٰ پر بکرے کی تصویر ہوتی۔ ''سرگوشیاں'' بھئی ہم تو امن کی فاختہ ہیں اور ہر پل اللہ سے سرگوشیاں جاری رکھتے ہیں۔ ''حمد'' کیا طرز وسخن ہے بھئی ''نعت'' صد آفرین۔ ناہید اختر آہ ہماری ناہید اختر تو گم ہوگئی۔ حشر کو ملیں گے اب اسے۔ ''در جواب آں''

آنچل میں خود کو دیکھ کر حیران رہ گئے
کب کے تھے احوال؟ جو آپ آج کہہ گئے

آپ سے بھی قیصر ملیں گے ضرور، چاہیے اگلے جہان جا کر سہی۔ ''ربنا آتنا'' اللھم اجرنا من النار اللہ جی سب کو بچالینا آگ سے ''انٹرویو'' کنول ناز کو دعائے بہاراں۔ ''اکائی'' دل میں سمائی۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' زہر نے مار دیا۔ ''چراغ'' عام کردیا۔ ''محبت جاوداں زندگی'' مگر بڑی مشکلوں سے گزر کر ملے گی۔ ''اونچے قد کے بونے لوگ'' چھوٹے قد کے اونچے لوگ۔ ''لاج'' فلسفہ حیات۔ ''ستم گر'' ذرا رحم کر۔ ''بڑی رقم'' بڑی تحریر بڑا سبق۔ ''بیاض دل'' جنہوں نے دل چھوا۔ ثمینہ، نگینہ،

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

منیبہ، ماریہ، صدیقہ، نادیہ، فوزیہ، نورین، پروین، کرن، مشی، ثمرانہ یاسر۔ ”ڈش مقابلہ“ ہرگز نہیں ذائقہ تو زبان میں ہونا چاہیے بس نمک مرچ کی کیمسٹری آنی چاہیے۔ تمنا بلوچ، شانزہ، محمد مبشر ”دوست کا پیغام آئے“ صبح آئے شام آئے۔ ”یادگار لمحے“ سبھی امر کرلیں۔ ”آئینہ“ ہم نے نہیں لکھا تو پھر یہ پرانا تبصرہ نئے کے ساتھ۔ بھلا کیسے ممکن ہوا۔ ”ہم سے پوچھیے“ بھلا ہم کیا پوچھیں۔ پوچھنے والے اور بتانے والے مزے اڑا رہے ہیں۔ ”آپ کی صحت“ دوڑ نہیں سکتے۔ پاؤں پاؤں چلتے ہیں پھر بھی ہر کام کرتے ہیں۔ یا اللہ مرنے والے دن بھی کام کرا کے لے جانا۔

قائم اللیل کردے صائم النہار کردے
مولا مری زندگی کو مثل بہار کردے

اللہ حافظ۔

رضوانہ وقاص...... ھری پور۔ السلام علیکم! کیا حال ہے میری سب دوستوں کا۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گی۔ ان شاء اللہ سب سے پہلے ”سرگوشیاں“ پڑھی۔ ہم سب مسلمانوں پر اور پورے ملک میں یہ جو وبا پھیل گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب مسلمانوں، بہن، بھائیوں، عزیز رشتہ داروں، سب کی حفاظت فرمائیں۔ بیماری کی وجہ سے بچے گھر پر پابند ہوگئے اسکول، مدرسے سب کچھ بند، بڑے تو گھر پر وقت گزار لیتے ہیں لیکن بچوں نے بہت پریشان کیا ہے۔ نو تاریخ آنچل کا انتظار ختم ہوا کیونکہ آپ سب دوستوں کو جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ میں زیادہ چل پھر نہیں سکتی۔ زیادہ گھر پر ہی رہتی ہوں۔ بس اپنا وقت آنچل، شعاع پڑھنے میں گزارتی ہوں۔ ”حمد ونعت“ ہر بار کی طرح دونوں اچھی رہیں۔ ”ربنا آتنا“ کا سلسلہ اچھا ہے۔ یہ پڑھنے کے بعد اب میں قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھ رہی ہوں۔ ”ہمارا آنچل“ عروسہ شہوار کا انٹرویو پڑھا، اچھا لگا۔ بچپن کی تو بات ہی الگ ہے، بچپن واقعی بچپن ہوتا ہے۔ مجھے یہ بتائیں کہ مجھے ”ہمارا آنچل“ میں کب جگہ ملے گی، ایک دفعہ تو لکھ بھیجا ہے۔ اب دوبارہ لکھ کر بھیجنا پڑے گا۔ ”سالگرہ کا دن“ پڑھا لیکن یہ کیا ام ہانی شاہد، ماریہ نذیر، مسز ارسلان، ثمرہ گلزار، ان کے نام دو دفعہ تھے، مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی۔ ”محبت کو زیر کردو“ پسند آیا۔ یہ نام پہلی بار پڑھا ہے۔ سجاب اور اس میں جو شاعری تھی ”واہ واہ“ کیا بات ہے۔ جی سباس گل چھا گئی ہیں۔ ”خسارہ“ ایک سبق آموز کہانی ہے مائیں اپنی زندگی تو جیسے تیسے گزار لیتی ہیں لیکن بیٹیوں کی باری ہر ماں یہی چاہتی ہے ان کو اچھا گھر ملے چاہنے والا شوہر ملے یہی نہیں سلمیٰ آپا کے نقش وقدم پر چلنے کی کوشش کرتی رہی لیکن جب رشتے کی بات ہوئی تو سلمیٰ آپا کی بیٹیاں بڑی ہوگئیں۔ واہ جی کیا بات ہے۔ ”سپنوں کا شہزادہ“ بے چاری عائزہ دھوکے میں ماری گئی آج کل کے اس دور میں موبائل نے بچوں، بچیوں کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ”حصار“ پڑھ کر مجھے بہت دکھ ہوا پہلے راحیلہ کو طلاق ہوگئی نندوں کو خیال کرنا چاہیے کہ عزا کی بھابی راحیلہ ہے، ویسے ہی وہ بھی بھابی تھی پھر اولاد کی وجہ سے بشریٰ کو طلاق ہوگئی۔ اولاد دینا تو اللہ کی مرضی ہے پھر باری آئی علینہ کی، اس کا شوہر بہت ہی لالچی ہے بچے تمہارے خرچا کوئی اور پورا کرے یہ بھی کوئی بات ہے۔ بات پھر وہی غلطی چاہے مرد کریں لیکن بھگتنا عورت کو پڑتا ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان تینوں کو بددعا لگی نہیں نہیں یہ سب ان کے نصیب میں لکھا ہوا تھا لیکن اس سب میں بچوں کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ بشریٰ کی تو اولاد ہی نہیں تھی، لیکن راحیلہ اور علینہ بچوں کے بغیر رہنا بہت مشکل ہے۔ ”سانسوں کے اس سفر میں“ ابھی نہیں پڑھی جب پڑھوں گی تو تبصرہ کروں گی ضرور۔ ”عشق دی ماری میں جھلی“ اس کا اینڈ بہت اچھا ہوا۔ وجاہت اور سکینزہ کی شادی ہوگئی۔ اب اینڈ میں چلے ہاجرہ کو رضا کا خیال آ ہی گیا۔ ”بیاض دل“ بشریٰ رضوان، ارم کمال، وانیہ الطاف، پروین افضل، ندا سحر، کوثر خالد، شبنم حسنین، شگفتہ خان، ان کے شعر پسند آئے۔ ”ڈش مقابلہ“ سارے کا سارا پسند آیا۔ ”نیرنگ خیال“ سالگرہ کا دن، کبھی ناراض مت ہونا، دل داستان، سنو یہ پسند آیا ہے۔ ”دوست کا پیغام آئے“ جنہوں نے یاد کیا اچھا لگا۔ پروین افضل نجم انجم اعوان آپ دونوں کا بہت بہت شکریہ۔ باقی دوستیں بھی یاد کرلیا کریں۔ ”یادگار لمحے“ مجھے بھی سارا پسند آیا۔ میری امی نے پڑھا نہیں بھی پسند

Nadia Azeem
www.pakistanipoint.com

آیا۔ ''آئینہ'' میں ثناء فرحان کینیڈا کیا حال ہے۔ جی خوش آمدید۔ میں نے پہلی دفعہ آپ کا نام دیکھا ہے۔ آخر میں جی میری شادی کی سالگرہ ہے پچیس جولائی کو اور اسی مہینے تیئیس کو میرے بھائی سعد اور چھبیس تاریخ کو شاہ زیب کی سالگرہ ہے۔ وش کرنا ہے۔ تمہاری سالگرہ پر دعا ہے یہ میری کہ ایسا روز مبارک بار بار آئے تمہاری زندگی کی راہوں میں ہزاروں پھول لٹاتی ہوئی بہار آئے آمین اور آپ دوستوں سے دعا کی درخواست ہے، میرے شوہر کی انشورنس کے سلسلے میں پروموشن ہے، دعا کرنا کہ ہوجائے آمین اور میرے ینگ سا کزن جنید جسے کم عمری میں شوگر کی بیماری ہوگئی اس کے لیے دعا کرنی ہے۔ اللہ اسے صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا کریں آمین۔ آخر میں سب دوستوں کو سلام جو ہر ماہ آنچل کا حصہ بنتی ہے اور شہلا آپا آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ مجھے آئینہ میں جگہ دیتی ہیں۔ اللہ حافظ غلطی ہوئی ہو تو معاف کرنا آپ کی پیاری دوست۔

☆ پیاری رضوانہ! آپ ہر ماہ تبصرہ ارسال کرتی ہیں پر اس بار تاخیر سے خط موصول ہوا اس لیے شامل کرلیا امید ہے آئندہ ماہ بروقت تبصرہ ارسال کریں گی۔

نجم انجم اعوان..... کراچی۔ آنچل اسٹاف شہلا جی اور آنچل فرینڈ ساون کی پہلی برسات کا بھیگا ہوا سلام عرض کرتی ہوں۔ امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گی کراچی کا موسم تو بہت ہی خوش گوار ہے۔ دل چاہتا ہے کہ آنچل والوں کے ساتھ چائے پینے کو مگر..... آنچل کا نیا شمارہ مل گیا۔ خوب صورت سی ماڈل دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ آپا سے مل کر ''حمد و نعت'' ریڈی۔ ''دانش کدہ'' پڑھ کر آگے بڑھے۔ کنول ناز کو موجود پایا، اسے پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ''بڑی رقم'' نظیر فاطمہ کا افسانہ اچھا تھا واقعی بڑے لوگوں کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں۔ کیا ادھار لے کر دینی جانا ضروری تھا (میں تو ادھار لے کر شائلہ کاشف کے پاس بھی نہ جاؤں ہی ہی ہی) فاطمہ عاشی کی ''محبت جاوید اں زندگی'' بہت عمدہ تحریر پڑھ کر مزہ آیا۔ واقعی محبت مر نہیں سکتی، شاہ نواز کو اپنا غرور مہنگا پڑے گا۔ زمین پر اکڑ کر چلنے والے لوگ تو اللہ کو بھی نہیں پسند۔ بہر حال اچھی تحریر تھی۔ ماریا کو بھی ٹھکانہ مل گیا۔ بہت خوب اس بار تو رفاقت جاوید بھی موجود تھی ''لاج'' خوب صورت تحریر لگی۔ شروع کی مگر اتنی باریک لکھائی کہ سر گومنے لگا بہر حال مکمل پڑھی بے جا آزادی، لاڈ، پیار نے امبر لڑکی کو بگاڑ ہی دیا مگر ماں باپ کو بھی سوچنا چاہیے جب لڑکی کو آزادی دی جاتی ہے تو پسند کی شادی بھی ہو ہی جاتی ہے۔ پیار بھی مگر ایسا پیار محبت جس میں گناہ کی آمیزش ہو، میرے خیال میں ایسے پیار سے تو نا ہی کیا جائے تو بہتر ہے، والدین کی بد دعا لینے والے بچے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ ناکامی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ لیکن اس دور میں فارس جیسے لوگ بھی موجود ہیں اینڈ بہت ہی عمدہ تھی۔ رفاقت جاوید سلامت رہو۔ ''اکائی'' اپنی منزل یعنی پاکستان تک پہنچ ہی گئی۔ فاطمہ کو نواب صاحب مل گئے کیا یہ سچ ہے، بہت خوب۔ شہلا جی اتنی ہی تحاریر ریڈی کی ہیں تبصرہ بھی کردیا، اب تو خوش مشتر کہ آنچل کا ذکر کرنا چاہوں گی۔ سباس گل کی ''محبت کو ریز کردو'' مشتر کہ آنچل کی جان، شان تھی۔ ''سپنوں کا شہزادہ'' پڑھ کر دل مسکرا اٹھا۔ ''نیرنگ خیال'' میں کلام تو سب ہی کے پسند آئے مگر مجھے نجم انجم اعوان کی یعنی کہ اپنا کلام ''بے وفا کہلاؤں گی'' بہت پسند آیا۔ یہ نظم میں نے سن دو ہزار ایک جنوری میں لکھی تھی۔ اب کچھ الفاظ کی تبدیلی کے بعد آنچل میں شامل کرنے کے لیے روانہ کی۔ ''یادگار لمحے'' بہت عمدہ، ''آئینہ'' بیسٹ اور ''ہم سے پوچھیے'' دوستوں سے عرض ہے

شائلہ کی محفل میں آنا تو ذرا سوچ کے آنا
وہ تلوار نہیں اٹھاتی مگر دل چیر دیتی ہے

تمام دوستوں کو عید مبارک، اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا، ابھی بھی میرے ملک صاحب کی طبیعت مکمل ٹھیک نہیں ہوئی ہے ہو سکے تو ہمیں دعاؤں میں سب دوست یاد رکھیں۔

☆ پیاری! انجم آپ کے شوہر نامدار کو اللہ تبارک و تعالیٰ مکمل صحت یاب کرے آمین۔ شائلہ کا کہنا ہے کہ میری محفل سجتی ہی نجم کی وجہ سے ہے بس وہ آتی کم ہے۔

کنول فلز..... حاصل پور ۔ڈیئر آنچل ریڈرز، رائٹرز اور خاموش قاری سب کو کنول ناز کا پھولوں سا مہکتا، خوشبوؤں سا بکھرتا اور چاند سا چمکتا السلام علیکم امید، یقین اور دعا کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے اور اپنا خیال رکھ رہے ہوں گے اور خود سے جڑے رشتوں کا بھی۔ آنچل معمول سے ہٹ کر جلدی ملا۔ بائیس کو آنچل اوڑھا سب سب سے پہلے آنی کی ''سرگوشیاں'' سنیں تو دل سے دعا نکلی کہ سب کی قربانی بارگاہ الٰہی میں قبول ہو اور ساتھ ہی سب کو یوم آزادی کی مبارک۔ ''حمد و نعت'' سبحان اللہ۔ اس کے بعد ''در جواب آں'' کی محفل میں پڑاؤ ڈالا تو نزہت جبیں ضیاء کی شوہر کی بیماری کا سن کر دکھ ہوا۔ اللہ انہیں جلد صحت یاب فرمائے۔ ماروا طلحہ کے نانا کی رحلت کا دکھ ہوا اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں آمین۔ مصباح نوشین کی والدہ کے لیے دعائے صحت، اس کے بعد دل و روح کو سراب کیا۔ ''ربنا اتنا'' سے مشتاق انکل سے درخواست ہے کہ اس کے بعد سورۃ النور کی تفسیر بیان کریں، اس کے بعد ''ہمارا آنچل'' یہ کیا کنول ناز دیکھ کر نا جانے کیوں آنکھیں بھیگ سی گئیں۔ یہ سب ہم نے جب لکھا تب زندگی خوشحال تھی پر بابا کے بعد بہت کچھ بدلا مگر ہم اپنے ہیں جو خواہشات بابا کی تھیں وہ ہم کیسے پوری کریں گے۔ ''چراغ دل'' اچھی تھی دولت کے ترازو میں رکھی رشتوں کی کہانی، عزت کو اسماعیل کی عزت ہی بننا تھا، وہ بن گئی۔ ''اکائی'' انسانیت کے خون پر رواں میرے آنسو اور دل میں مچلتے جذبے ہمیں اس دور کے باسیوں میں لے گئے، جنہوں نے سب سہا اور وطن حاصل کیا۔ آج کے دور میں ایسے ناول ضروری ہیں شکریہ عشناء جی۔ ''ستم گر'' روایتی کہانی مگر نیا سبق اچھی تھی۔ ''اونچے قد کے بونے لوگ'' منتھ آف دی اسٹوری، بہت اچھا سبق لوگ قد سے نہیں سوچ سے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' محبت نے لی ایک اور قربانی۔

ہوتی میں بادشاہ تو اک قانون بنا دیتی
محبت میں جدا کرنے والوں کو سزائے موت سنا دیتی

''محبت جاوداں زندگی'' بھی ٹھیک رہی۔ ''بڑی رقم'' بڑی نصیحت دے گئی۔ ہوسکتا ہے کسی کا دل بدل جائے۔ ''بیاض دل'' میں امبر گل، حافظہ سمیرا، ماورا یاسمین، نازیہ یاسین، سمیرا تعبیر، کوثر مہرین اور کرن شہزادی کے شعر زبردست رہے۔ ''ڈش مقابلہ'' ذائقوں سے بھرپور تھا۔ ''نیرنگ خیال'' میں سب کے خیال اچھے تھے مگر نجم انجم کی ''بے وفا کہلاؤں گی'' میرے اپنے دل کی آواز لگی، دوسرے نمبر پر شازنہ اور تمنا بلوچ کا لکھا پسند آیا۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں گلشن چودھری، دوست یاد کرنے کا شکریہ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ آپ نے جواب دیا ہوگا مگر لگا نہیں۔ کوئی بات نہیں ڈیئر ہم نے مائنڈ نہیں کیا دوست۔ ارم کمال جی دعاؤں کا شکریہ۔ آپ سب نے مجھے بہت حوصلہ دیا بابا کے لیے یہی کہوں گی اب

عزیز تر رکھتا تھا وہ مجھ کو دل و جان سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہ تھا میری ماں سے

''مس یو بابا'' آپ کی بیٹی خود کو بہت بے بس محسوس کرتی ہے۔ اللہ آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ''یادگار لمحے'' یادگار رہے۔ اقوال زریں عمدہ ترین۔ ''آئینہ'' میں سب عکس جھلملاتے نظر آئے۔ سیدہ تبسم بشیر بے شک والد ہمارا سائبان ہوتے ہیں ان کے جانے کے بعد بہت کچھ سہنا پڑتا ہے مگر اللہ کی رضا صبر جاری دعا کریں آپ۔ ''ہم سے پوچھیے'' سب کے کٹھے میٹھے سوال اور شائلہ کے کرارے جواب، لبوں پر مسکراہٹ لے آئے۔ ''آپ کی صحت'' پڑھ کر سب کو دعائے صحت دی اور خود کو بھی کیونکہ ہم بھی کچھ بیمار ہیں۔ روحانی سکون چاہیے۔ اچھا شہلا جی اجازت دیں۔ فی امان اللہ۔

سعدیہ خان..... بہاولپور۔ السلام علیکم! کیا حال ہیں آپ سب کے، امید ہے جہاں بھی ہوں گے خوش ہوں گے اور خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے آنچل اسٹاف کا شکریہ جنہوں نے میرا خط آنچل کی محفل میں سجایا۔ اب ہو جائے بات ٹائٹل کی تو اس بار کا ٹائٹل کچھ خاص پسند نہیں آیا، پھر ہم نے ''حمد'' پڑھی جو مجھے بہت پسند آئی۔ ''نعت'' بھی اچھی

لگی۔ ''ربنا آتنا'' میں قیامت کا تصور کرکے اللہ سے مغفرت کی دعا مانگی۔ ''سالگرہ کے دن'' میں سب کے جواب اچھے لگے۔ پھر پڑھا ''محبت کو ریئر کردو'' واہ سباس گل کیا لکھا ہے آپ نے، ماں باپ پیدا ضرور کرتے ہیں لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے جب اعتبار نہیں کرتے ہر لڑکی کو سجاب جیسا ہونا چاہیے، بہادر اور باکردار، دل میں کوئی بات نہ رکھنے والی۔ اس کے بعد پڑھا ''اکائی'' شکر کوئی تو پاکستان پہنچا، مجھے لگتا ہے آیت کی شادی جہانگیر سے ہوگی، میری دعا ہے شیر دل کا دل پاکستان آ کر نہ ٹوٹے وہ بہت سے خواب لے کر پاکستان آیا ہے۔ نازیہ جمال آپ کا ''پردے میں رہنے دو'' بہت پسند آیا آپ نے ہم لڑکیوں کو بہت بڑا سبق دیا ہے اگر ہم سمجھ جائیں تو۔ راشدہ رفعت آپ کا ''خسارہ'' بہت پسند آیا اولاد جتنی بھی اچھی ہوجائے والدین کی زندگی کا اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ اب بات ہوجائے ''سانسوں کے اس سفر میں'' کی تو یہ ناول بھی بہت اچھا چل رہا ہے۔ شجر بہت معصوم ہے اس کو تھوڑی عقل دے دیں اور عبدالحنان کو جلد از جلد واپس لے آئیں۔ اماں جہاں جلد شرمندہ ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ فری نعیم آپ کا ''حصار'' بہت زبردست لگا۔ بہت مناسب الفاظ استعمال کرکے آپ نے مکافات عمل کو سامنے رکھا۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے لوگ اول جماعت سے پڑھتے ضرور ہیں سمجھتے نہیں۔ دعا ہے اللہ سب کو اپنی پکڑ سے محفوظ رکھے اور ہمیں اچھے برے کی پہچان کروادے آمین۔ ندا حسنین کا ''گوری تجھ سے عشق ہے کچھ خاص'' اچھی اسٹوری تھی اس بار کا سارا ڈائجسٹ ہی بہت اچھا لگا۔ او کے جی میری طرف سے اسٹاف اور قارئین اور دوست احباب کو بقر عید بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک ہمیں عید کی خوشیاں نصیب فرمائے اور اگلے سال ہمیں بھی حج کی سعادت نصیب فرمائے۔ ہمیں اور ہمارے والدین کو اپنے گھر میں آنا نصیب فرمائے آمین۔ اللہ پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرمائے اور ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو بخش دے آمین۔ اللہ حافظ پاکستان زندہ باد دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا ہمیں اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو۔ اللہ ہماری ہر طرح کی مشکلات حل فرمائے اور دشمن اسلام سے بچائے آمین۔

☆ پیاری سعدیہ! آپ نے جولائی کے پرچے پر تبصرہ کیا ہے اور اگست کا تبصرہ غالباً کھا گئی ہیں۔ چلیں کوئی بات نہیں پہلی غلطی سمجھ کر چھوڑ رہے ہیں۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ السلام علیکم! امید واثق ہے کہ سب بخیر و عافیت ہوں گے پیاری شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ ہمیشہ خوش رہیں۔ کرونا وائرس نے بہت تباہی پھیلانے کے بعد اب کچھ سانس لیا ہے۔ بہت قیمتی جانیں اور بہت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ سب کی مغفرت فرمائے آمین۔ ایسی گہما گہمی میں آنچل خوشیوں کے رنگ لے کر آیا...... سرورق زبردست تھا، فرینہ اعجاز کی ''لک'' زبردست تھی۔ آگے پہنچے ''سرگوشیوں'' پر جہاں قیصر آنی ملک کے بارے میں گفتگو فرما رہی تھیں۔ واقعی جب تک مقامی لوگ خود کو بدلنے سے انکاری ہیں حکومت بھی ویسی ہی رہے گی۔ حقیقتاً لوگوں کو اپنے رویے اور سوچ بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ ''ربنا آتنا'' ایمان تازہ کرگیا۔ اللہ جزائے خیر دے آمین۔ ''انٹرویو'' کنول ناز اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ اب پہنچتے ہیں ناولوں پر ''چراغ دل'' آج کل کے لوگ حسن پرست ہیں اسود کا لالچی پن اور سارا کی بے وفائی جب حسن دیکھ کر محبت کی جائے تو وہ بس پرستش ہی ہوتی ہے کہانی سبق آموز تھی۔ ''محبت جاوداں زندگی'' محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے لیکن آج کل لوگوں کی آنکھیں بھی ناگ کی طرح بدل جاتی ہیں، جس سے انسان ہمیشہ دغا کھا جاتا ہے۔ ''اونچے قد کے بونے لوگ'' صبا ایشل ہمیشہ زبردست کہانی کے ساتھ وارد ہوتی ہیں، سپنے کھلی آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں، جن میں لوگوں کی نیچ سوچ کا مشاہدہ بھی ہوجاتا ہے۔ ''اکائی'' زبردست جارہی ہے عشا آپ زور و شور سے لکھیں۔ ''ستم گر'' شزا اور ابراز کی محبت ایک فلمی اسٹوری تھی لیکن بہت اچھی رہی۔ ''بڑی رقم'' مجھے تو لوگوں کی سوچ پر حیرت ہوتی ہے ایک حق دار کی مدد کرنا فرض ہے لیکن پتا نہیں کیوں لوگ کیسے ایسی سوچیں سوچتے ہیں؟ ''سانسوں کے اس سفر میں'' بھی زبردست اسٹوری ہے۔ ''بیاض دل'' میں پارس شاہ، ثمینہ شیخ، نگینہ عمران، منیر نواز، ماوری یاسمین، نادر یاسین، منزہ بھٹی، نورین لطیف، صدف

Wadaa Azeem www.pakistanipoint.com

آصف آمنہ امداد، ماریہ انصاری، طیبہ، مشی خان، طاہرہ منور بھٹی، ثمرانہ فضل، محمد یاسر، تانیہ انصاری کے اشعار زبردست تھے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں لاہوری پائے، بڑائی کریں گے باقی اول جلول کی سمجھ ہی نہیں آئی۔ ''نیرنگ خیال'' میں سب کی نظمیں غزلیں زبردست تھیں۔ آئینہ میں کم خطوط دیکھ کر کرونا کو جی بھر کر کوسا۔ آپی شمائلہ کے زبردست کھٹے میٹھے جوابات مزہ دے گئے۔ چلیں شہلا آپی اب ہم چلتے ہیں اللہ حافظ۔

جمائمہ ملک جیا..... بہاولپور۔ السلام علیکم! امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ جی، اینڈ میری کیوٹ سی شہلا آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔ مجھ سے دوستی کروگی؟ اگست کا آنچل چھبیس تاریخ کو ملا۔ اف ٹائٹل اعلیٰ زبردست، ''سرگوشیوں'' میں سویٹ آنی کی سرگوشیاں سنیں، اللہ پاک جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں ان کی مغفرت فرمائے آمین۔ اس کے بعد ماشاء اللہ ''حمد و نعت'' دونوں زبردست رہیں۔ ''درجواب آں'' میں آنی سب سے گفتگو فرما رہی تھیں، ہمیرا آپی پلیز پلیز جلد صفحات پر آئیں آئی مس یو الاٹ اینڈ آپی نازیہ لو یو۔ ''ہمارا آنچل'' کنول ناز چھائی تھی انٹرویو اچھا رہا۔ اس کے بعد رابعہ آپی کا ''چراغ دل'' پڑھا سونائس اسٹوری۔ ''لاج'' نہیں پڑھی ابھی۔ ''اکائی'' بہت اچھی جا رہی ہے عشنا آپی یو آر مائی فیورٹ رائٹر۔ ''ستم گر'' ویری نائس صدف آپی بہت اچھی اسٹوری تھی۔ ''اونچے قد کے بونے لوگ'' ویری انٹرسٹنگ اسٹوری ایشل آپی کمال کر دیا۔ ام ایمان آپی آپ نے کیا کیا؟ منتہیٰ کے ساتھ کیوں کیا اماں جہاں نے ایسا؟ وہ پسند کی شادی کرنا چاہتی تھی وہ بھی خالہ کے بیٹے سے تو وہ کیوں نہیں مانیں جرم نہیں ہے پسند کی شادی کرنا یار۔ میں بہت سیڈ ہوں سارا دن اس کا سوچتی رہی ویسے آپ کا ناول زبردست جا رہا ہے۔ دماغ ماؤف ہو گیا ہے اوپر سے مومنہ کا ری ایکشن اماں جہاں کبھی معاف نہیں کروں گی میں تمہیں (ہاہاہا) ''محبت جاوداں زندگی'' واؤ بیسٹ اسٹوری شکر کہ نور فاطمہ نے صحیح فیصلہ کیا۔ ''بڑی رقم'' نائس گریٹ ویسے اس بار ساری اسٹوریز مزے کی تھیں۔ ''بیاض دل'' میں حافظہ سمیرا، عنیقہ عمران، نادیہ عمران، شازیہ فریحہ بشیر، ثمرانہ فضل، مشی خان کے شعر اچھے لگے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں مونگ کی دال کے پکوڑے صحیح لگے، بھئی ہم نازک سے لوگ کہاں اتنی ہیوی ڈشز بنائیں (ہاہاہا) ''نیرنگ خیال'' میں کوثر خالد، تمنا بلوچ، نورین لطیف، ڈاکٹر امتیاز کی کاوش اچھی لگی۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں فائزہ شاہ، نور چودھری، عائشہ شکیل، شانزہ، ماریہ نذیر، مدیحہ نورین مہک، رقیہ ناز، زرناب خان سے دوستی کرنا چاہتی ہوں ڈیئر پلیز جواب ضرور دینا۔ ''یادگار لمحے'' ہمیشہ کی طرح ویری گڈ کرن شہزادی، پری وش، اقرا ممتاز، ام عمارہ نے بیسٹ لکھا۔ ''آئینہ'' میں اتنے کم خطوط کیوں یار۔ ''ہم سے پوچھیے'' وہی پرانے سوالات۔ ''آپ کی صحت'' ویسے تو الحمدللہ ٹھیک ہے پر موٹا ہونا چاہتی ہوں اینڈ کام کی باتیں ٹوٹکے، بیوٹی گائیڈ والا سلسلہ دوبارہ اسٹارٹ کریں۔ پلیز آپی پہلی بار تبصرہ کیا ہے کوئی غلطی ہو تو ضرور بتایئے گا۔ تمام رائٹرز بہت اچھا لکھ رہی ہیں اللہ پاک تمام آنچل اسٹاف، ریڈرز اور رائٹرز کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ ہر کسی کی جائز حاجات پوری فرمائے آمین۔ آئی لو یو آنچل، آئی لو یو آنی قصیر، آئی لو یو شہلا آپی۔ سچی ناں مائی سویٹی۔ اللہ حافظ۔

کیسے ممکن ہے بھول جائیں تمہیں ''آنچل''
قیصر زندگی نہیں، حصہ زندگی ہو تم.....

☆ پیاری جمائمہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔

اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی پریشانیاں دور فرمائے اور وطن عزیز کو رہتی دنیا تک قائم رکھے آمین۔

www.naeyufaq.com

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س:۔ میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین ہر کام بہت ہی سستی سے کرتے ہیں۔کوئی طریقہ بتائیں کہ وہ ہر کام بہت چستی سے کریں؟

ج:۔اپنی سوتن لے کرآؤں گی۔

س:۔ جلدی سے بتائیں کہ خوابوں کی رسی کتنی لمبی ہوتی ہے؟

ج:۔شادی سے پہلے اماں کے ہاتھ سے ذرا سی دوراور شادی کے بعد میاں کے ہاتھ سے ذرا سی دور۔

س:۔ ہاتھ پیلے ہونے سے شادی ہوجاتی ہے اور آنکھیں پیلی ہونے سے کیا ہوتا ہے؟

ج:۔ بیوقوف یرقان، کبھی پیلی آنکھوں والی۔

ریحانہ کوثر......ملکوال

س:۔ اوں......اوں......اوں......آگے سے ہٹ جائیں میں روتی ہوئی آرہی ہوں اتنی دفعہ محفل میں آنے کی اجازت مانگی مگر شمی آپی نے عینک کے پیچھے سے ایسا گھورا کہ دروازے پر ہی رک گئی اور رونا آ گیا اب چپ کرائیں اوراندر داخل ہونے دیں۔

ج:۔ اب بھی دروازے میں کھڑی رہو کیونکہ کرونا آ گیا ہے۔

س:۔ پتا ہے میں آپ کوایک نوعمرلڑکی اسمارٹ اور بہت خوب صورت اپنے ذہن کی اسکرین پر دیکھتی ہوں کیا کہیں یہ میری غلط فہمی تو نہیں؟

ج:۔ بے وقوف یہ ہی تو حقیقت اور کھرا سچ ہے۔

س:۔لوگ کہتے ہیں جو آنکھوں کی بات نہ سمجھے وہاں زبان کا استعمال ضیاع ہے اگر بولیں گے تو سامنے والا ہمیں کیا سمجھے گا؟

ج:۔ جو تم ہو ہمیشہ سے......احمق۔

س:۔ آپی مجھے چاکلیٹ بہت پسند ہے کیا مجھے لادیں گی آپ؟

ج:۔نہیں، اس سے گلا خراب ہوجاتا ہے۔

س:۔آپی مفت خوروں سے کیسے جان چھڑائیے؟

ج:۔ان سے چھپ کراپنی چیز کھانی چاہیے۔

س:۔ اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں اب آنسوں خشک ہوگئے ہیں، اللہ حافظ۔

ج:۔ تمہارے خشک ہوئے ہیں میں تورورہی ہوں۔تم میرا سارا کھانا کھاگئی ہو، ندیدی۔

اقصیٰ شوکت......گگومنڈی

س:۔ پہلی بار آئیں ہیں پر لگتا نہیں' ایسا لگتا ہے جیسے صدیاں گزرگئی ہوں' ہمیں آتے آتے۔

ج:۔ ہاں ناں پیدل جو آرہی تھی اس لیے۔

س:۔ آپی کیا ہمارا اسلام ہمیں منہ بولے رشتے بنانے سے منع کرتا ہے؟

ج:۔ نہیں تو میری منہ بولی خالہ۔

س:۔ لوگ مجبوریوں میں ساتھ دینے کی بجائے مجبوریوں سے فائدہ کیوں اٹھاتے ہیں؟

ج:۔ کیونکہ وہ خود مجبور ہوتے ہیں احمق۔

ربیعہ......چوٹالہ

س:۔ آپی! کیا میں آپ کی محفل میں شریک ہوسکتی ہوں؟

ج:۔ آجائیے محفل لگی ہوئی ہے۔

س:۔ آپی یہ بتائیں کہ بھول اور قبول میں کیا فرق ہے؟

ج:۔ انکار اور اقرار کا۔

س:۔ موٹی اور چھوٹی بیوی میں کیا فرق ہے؟

ج:۔ کوئی فرق نہیں ہوتا دونوں ہی ''بیوی'' ہیں۔

س:۔ روٹھے ہو تم، تم کو کیسے مناؤں......بتائیں؟

ج:۔ کوئی اچھا سا مہنگا سا تحفہ دے کر ورنہ میں محفل میں آنے نہیں آنے دوں گی۔

س:۔ وہ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت......

Waqar Azeem www.pakistanipoint.com

بھلا کون؟
ج:۔ آنچل اور کون۔
س:۔ اچھا آپی اجازت کیا میں آئندہ ماہ شرکت کرسکتی ہوں؟
ج:۔ اللہ حافظ یہاں پر خالی ہاتھ نہیں کنجوس۔

اقصیٰ صابر بٹ...... اوکاڑہ

س:۔ مابدولت ایک طویل عرصے بعد تشریف فرما ہیں۔ ویلکم تو کہیں گی ناں؟
ج:۔ کون مابدولت؟۔
س:۔ اچھا یہ تو بتائیں پلیز کہ ہمیں کسی پہ اعتبار کرنا ہو تو کیسے کریں؟
ج:۔ اسے اپنی سب سے قیمتی چیز دے دو بس پھر......
س:۔ اف یہ گرمی...... اوپر سے سوالوں کی بوچھاڑ آپ گھبراتی نہیں کیا؟
ج:۔ گرمی سے نہیں گھبراتی صاحب بس تم سے......
س:۔ اچھا جی ہم چلتے ہیں واپس...... پھر ملیں گے...... چلتے چلتے...... پر کبھی الوداع مت کہیے گا...... نہیں ہم یہ بھی نہیں دیکھیں گے کہ ہم آپ کے ہیں کون؟ اور...... اور کچھ نہیں، ہم کیا کہہ سکتے ہیں جی...... آل از ویل...... آل از ویل، بائے۔ اللہ حافظ۔
ج:۔ اللہ ہی حافظ تمہارا تو۔

سدرہ آرزو...... چونیاں

س:۔ کیسی ہیں شمائل باجی کیا آپ کی محفل میں مجھ ناچیز کو جگہ مل سکتی ہے؟
ج:۔ مل تو گئی ہے موٹی۔
س:۔ آپی جب بہت زیادہ دل اداس ہو بغیر کسی وجہ کے رونا آئے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج:۔ ساتھ والے کے کان کے نیچے زور سے لگا دینا چاہیے بس اداسی خود ہی بھاگ جائے گی۔
س:۔ آپی میری کوئی بہن نہیں ہے اور مجھے یہ کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ کیا آپ یہ کمی پوری کریں گی؟
ج:۔ لیجیے کمی پوری کردی اب خوش۔ بس آج سے آپ بڑی اور میں چھوٹی۔ کیوں موٹی
س:۔ مجھے کوئی اچھی سی دعا دے کر اپنی محفل سے رخصت کریں اور آپی اپنا بہت سا خیال رکھیئے گا۔ اللہ حافظ۔
ج:۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے خیر کی دعا کرتے ہیں۔

جیا...... ولیہ اٹک

س:۔ کیا حال چال ہے؟
ج:۔ اللہ کا شکر ہے اور آپ جیسے بزرگوں کی دعا ہے۔
س:۔ زندگی کی گاڑی کس طرف جا رہی ہے؟
ج:۔ ادھر تو ہرگز نہیں جا سکتی جدھر تم چاہ رہی ہو چلا کو بلی۔
س:۔ محبت نام ہے کس کا؟
ج:۔ پاگل پن کا۔
س:۔ شروع کہاں سے ہوتی ہے؟
ج:۔ پیسے سے۔
س:۔ پیدا اسے کس نے کیا؟
ج:۔ کاہل اور کام چوروں نے۔

شہزادی فرخندہ...... خانیوال

س:۔ آپی آج کل حالات حساس ہو گئے ہیں یا ہم خود حساس ہو گئے ہیں؟
ج:۔ حالات کا تو پتا نہیں البتہ تم بہت ہی زیادہ حساس لگنے لگی ہو۔
س:۔ آپی اگر انسان محفل میں بھی خود کو تنہا سمجھے تو اس کا کیا مطلب ہے؟
ج:۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بھری جوانی میں پاگل ہوگئی ہے جیسا کہ تم ٹھیک کہا ناں ہم نے۔

www.naeyufaq.com

Waqar Azeem
www.pakistanipoint.com

آئیے صحت بنائیں

ڈاکٹر شائستہ سرفراز

سلطانہ خاتون ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہے۔ کمر کے نچلے حصے میں درد رہتا ہے۔ نماز پڑھنے میں بھی مشکل ہوتی ہے۔ بیٹھ کر کھانا بھی نہیں کھا سکتی۔ چلنا پھرنا بھی اس درد کی وجہ سے دشوار ہے۔ برائے مہربانی کوئی دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ تین دوائیں۔ SYMPHYTUM OFF 200, RHUSTOX 200, LADUM PALUSTA 200 کے پانچ پانچ قطرے آدھا کپ نیم گرم پانی میں ڈال کر دن میں تین مرتبہ پئیں، ایک ہفتے کے استعمال کے بعد کلینک کے نمبر پر رابطہ کر کے ڈاکٹر کو اپنی کیفیت بتائیں۔

کاشف صاحب سکھر سے لکھتے ہیں کہ ان کے دوست کی شادی بڑی عمر میں ہوئی ہے اور انہیں اپنی ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے وہ بہت پریشان ہیں اگر کوئی دوا ہے تو بتائیں جس سے ان کا مسئلہ حل ہو جائے۔

محترم آپ کے دوست STAPHISOGORIA30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

نازنین فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں جو کچھ وقت بعد ختم ہو جاتے ہیں لیکن نشان چھوڑ جاتے ہیں، پلیز کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

ہاجرہ بیگم ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ مجھے بار بار پیشاب کا مسئلہ ہے وضو دیر تک قائم نہیں رہتا برائے مہربانی کوئی دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ RUSH AROMA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

مریم ناز چکوال سے لکھتی ہیں کہ میری عمر بیس سال ہے میری چھ مہینے بعد شادی ہے مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال بہت تیزی سے اتر رہے ہیں۔ جس سے مجھے بہت پریشانی ہے اس کے علاوہ نسوانی حسن میں بھی کمی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے دونوں مسئلے شادی سے پہلے حل ہو جائیں پلیز علاج تجویز کریں۔

محترمہ آپ اپنے بالوں کے لیے APHRODITE HAIR GROWER اور دوسرے مسئلے کے حل کے لیے BREAST BEAUTY کلینک سے بذریعہ پے آرڈر یا ایزی پیسہ کے ذریعے منگوالیں۔ پابندی کے ساتھ استعمال سے آپ کے دونوں مسئلے ان شاء اللہ شادی سے پہلے حل ہو جائیں گے۔ ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر کالم کے آخری میں درج ہے۔

شاہدہ مرتضیٰ پتوکی سے لکھتی ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں میرا بیٹا آٹھ سال کا ہے لیکن بہت کمزور ہے اور تتلا کر بولتا ہے پلیز میرے بیٹے کے لیے کوئی دوا تجویز کریں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ بیٹے کو BOVISTA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ ''ماہنامہ آنچل'' کے معروف سلسلے ''آپ کی صحت'' کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔

قدرتی بال، سر کی رونق بحال

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت =/700 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت =/500 روپے

چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت =/900 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت =/800 روپے

ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت =/600 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت =/500 روپے

ایفروڈائٹ پین کلر

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت =/700 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت =/500 روپے

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر 9، مدینہ میرس، پلاٹ نمبر SA-1 (ST-15) سیکٹر B-14، شاد مان ٹاؤن نمبر 2، نارتھ کراچی، کراچی-75850
فون نمبر: 021-36997059، صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں

زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا

منی آرڈر بذریعہ پاکستان پوسٹ بھیجنے کا پتا:
منی آرڈر کرنے کے بعد فارم نمبر، نام و ایڈریس، مطلوبہ دوا، بھیجی گئی رقم، 0320-1299119 پر SMS کریں

www.pakistanizeem.com

دیں۔ دوا کی پابندی کریں اور بچے کے کھانے پینے کا خاص خیال کریں صحت بخش غذا دیں اور اس کے ساتھ نرم رویہ اپنائیں ان شاء اللہ جلد بہتری آئے گی۔

وجیہہ علی تحصیل پنڈ دادخان سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی کی عمر پانچ سال ہے اور اسے بستر پر پیشاب کرنے کی عادت ہے اس کے علاوہ میرے سسر کے گھٹنوں میں درد رہتا ہے جس سے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں پریشانی ہوتی ہے۔ ازراہ کرم دونوں مسئلوں کا علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کو CAUSTUCUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں دو مرتبہ پلائیں اور اپنے سسر کو RHUSTOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ نیم گرم پانی میں دن میں تین مرتبہ دیں ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

فواد احمد ضلع جہلم سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ نماز کی پابندی کریں اور گھر والوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کریں۔ غصہ آئے تو وضو کریں اس کے علاوہ ANACARDIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

ساجدہ ضلع دادو سے لکھتی ہیں کہ ان کی بیٹی کی عمر اٹھارہ سال ہے اور اس کے چہرے پر بال ہیں جس کی وجہ سے رنگت بھی دبی ہوئی لگتی ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کے لیے APHRODITE HAIR INHIBITOR بذریعہ ایزی پیسہ کلینک سے منگوا لیں۔ باقاعدہ استعمال سے آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

خان محمد ضلع کھاریاں سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ DAMIANA 30 اور NUNOMICA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ دونوں دواؤں کے بیچ میں دس منٹ کا وقفہ دیں۔

گلناز رفیق حیدرآباد سے لکھتی ہیں میرے والد کو معدے میں درد کا مسئلہ ہے۔ بہت علاج کرایا لیکن مرض ختم نہیں ہوتا وقتی آرام آتا ہے کھانا کھاتے ہی فوراً حاجت ہوجاتی ہے، پلیز کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ اپنے والد کو ALOE 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک
صبح دس تا رات نو بجے
ایڈریس: دکان نمبر 9 مدینہ ٹیرس، پلاٹ نمبر SA-1 (ST-15) سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850 فون نمبر 021-36997059
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں۔
hashim.mirza@aphrodite.com.pk

www.naeyufaq.com

Nasir Azeem
www.pakistanipoint.com